رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا متفق علیہ

الحمد للہ الآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت تذکیر

فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیرات و مکتوبات خیرات فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است بلکہ جمل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج شاہ محمد امداد اللہ ست کہ ملقب گشتہ این صحیفہ مشہیر بنام نامیش نیز و مشتملش الاشتات وازد تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل ست

جلد (۶)	بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۸ھ	عدد (۱)

(بادارۃ الاحقر رفیق احمد)

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدرش امداد نام	یافت از اعداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ میں آغاز ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ میں گورکھپور تھا ایک روز جناب مولانا عبد الغفار صاحب ہوی نے ایک سوال دکھلایا جو گاؤکشی کے متعلق تھا میں نے مولانا سے اسکا مبسوط جواب لکھنے کیلئے درخواست کی جسکو علامہ موصوف نے منظور فرمایا پھر میں وسط جمادی الاولی میں جب وطن پہونچا تو میرے پاس وہی سوال آیا جسکو میں نے جواب کے لئے مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی کے سپرد کردیا دو وجہ سے ایک اسلئے کہ مجھکو فرصت نہیں تھی دوسرے اسلئے کہ وہ مجھسے اچھا لکھینگے جب جواب ثانی تیار ہوا اسی اثنا میں جواب اول کی نقل بھی میری استدعا پر میرے پاس پہونچ گئی چونکہ یہ دونوں جواب ماشاء اللہ کافی وافی شافی تھے اسلئے دونکو جمع کرکے امداد الفتاوی کا جزو بنادینا مناسب معلوم ہوا اول جواب کا لقب الاعتصام بحبل شعائر الاسلام دوسرے کا لقب تصلیۃ سقر لمانع تضحیۃ البقر

الجواب الاول الملقب بالاعتصام بحبل شعائر الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۵۱ یہ سوال نابھ سے ایک شخص نے بھیجا تھا۔ ۱۲

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کے خوش کرنے اور اتفاق پیدا کرنے کے خیال سے گائے کی قربانی یا روزمرہ کے لئے گائے کا ذبح بند کردینا کیسا ہے ہندوستان کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب - محض ہنود سے اتفاق پیدا کرنے اور ان کے خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی کو موقوف کردینا اور ہمیشہ کے لئے گائے کا گوشت چھوڑ دینا درست نہیں۔ اسلئے کہ گائے کا ذبح کرنا قربانی کے لئے ہو یا محض کھانے کے لئے شعائر اسلام سے ہے۔ اور گائے کا ذبح نکرنا اور اسکے گوشت سے مذہبی حیثیت سے نفرت کرنا شعائر کفر سے ہے۔ اسلامی شعائر کو چھوڑ کر کفر کے شعائر کو اختیار کرنا اور اس خیال سے

خود ذبح کو چھوڑ دینا اور کسی کو ترغیب نہ دینا بلکہ ترک کی رغبت دلانا کہ مخالفین اسلام خوش رہیں مداراۃ ناجائز اور مداہنۃ فی الدین ہے۔ ہماری شریعت مطہرہ نے ہرگز اسکی اجازت نہیں دی ہے یہانتک تو اصل سوال کا جواب تھا۔ اب میں اسکی دلیل مختصر طور پر عرض کرتا ہوں پہلے تمہیدی مقدمات ملاحظہ فرمایئے۔

تمہیدی مقدمات

(اول) یہ امر تو مسلم ہے کہ بعض ماکولات و ملبوسات محض مباح ہیں ان میں اسلامی شعائر ہونے کو دخل نہیں جیسے چانول۔ دال۔ آٹا۔ دودھ۔ دہی۔ گھی وغیرہ کھانا اور سوتی اونی کپڑا پہننا۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ہر ملت اور ہر مذہب کے لوگ استعمال کرتے ہیں ان کو اسلام کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں تاکہ شعائر اسلام سے کہے جائیں۔

(دوم) بہت چیزیں شعائر اسلام سے ہیں ان کو اسلام کے ساتھ خاص تعلق ہے اور بہت چیزیں شعائر کفر سے ہیں جنکو اہل کفر کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ شعائر اسلام کی تمثیلیں یہ ہیں ختنہ کرنا۔ نماز کے لئے اذان کہنا۔ گائے کی قربانی کرنا۔ گائے کے گوشت سے بحیثیت مذہبی نفرت نکرنا۔ زنار پہننے کو بڑی معصیت سمجھنا۔ ہنود کی طرح سر پر چوٹی نرکھنا وغیرہ۔ اور شعائر کفر کی یہ تمثیلیں ہیں۔ زنار پہننا۔ سر پر خاص طور سے چوٹی رکھنا۔ گائے کو معبود یا مقدس و معزز سمجھکر ذبح نکرنا۔ گائے کے گوشت سے بحیثیت مذہبی نفرت کرنا۔ اور اسکے ذبح کو روکنا۔ اور رک جانے سے بحیثیت مذہبی خوش ہونا بتخانہ بنانا۔ اور اسکی تعظیم کرنا۔ مسلمانوں کے ساتھ چھوت کا برتاؤ کرنا وغیرہ۔

۱۲

(سوم) ذبح گاؤ کا اسلامی ذبیحہ بلکہ شعائر اسلام سے ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین قل آٰلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبؤنی بعلم ان کنتم صادقین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین۔ اس آیت سے حلت گاؤ کی بنص صریح ثابت ہے کسی اہل حق کو چون وچرا کی گنجائش نہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود ازواج مطہرات کی جانب سے گاؤ کی قربانی کی ہے عن جابر قال ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشۃ بقرۃ رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ۔

وعن جابر قال نحر النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بقرۃ فی حجتہ رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ۔

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤ کی قربانی کی عام اجازت بھی دی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عام طور پر گاؤ کی قربانی کی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔عن جابر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ۔

اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ہے۔عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ۔

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام طور پر گاؤ کے ذبح کرنے اور اسکے گوشت کھانے کا تعامل بھی تھا۔صحیح مسلم میں ہے۔عن عائشۃ قالت اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم بلحم بقر تصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو لہا صدقۃ ولنا ھدیۃ۔

اور گاؤ کی حلت پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ علامہ دمیری شافعی حیوۃ الحیوان میں تحریر فرماتے ہیں ویحل اکلھا (ای البقرۃ) وشرب البانہا بالاجماع اھ

اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے (اگرچہ قرآن وحدیث میں منصوص ہونے کے بعد قیاس کی ضرورت نہیں) کہ خاص گاؤ کا ذبح کرنا اسلامی ذبیحہ میں داخل ہو اسلئے کہ اکثر اسلامی احکام تعلیم توحید اور اعلائے حق پر مبنی ہیں۔چونکہ بنی اسرائیل میں گوسالہ پرستی (جو سراسر شرک ہے) جاری ہو گئی تھی۔اور گوسالہ پرستی کے شرک میں امت سابقہ مبتلا ہو چکی تھی جسکا ذکر قرآن شریف میں یوں کیا گیا ہے

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لہم قالوا یا موسی اجعل لنا الٰہا کما لہم اٰلہۃ قال انکم قوم تجہلون۔

تفسیر کبیر میں ہے۔قال ابن جریج کانت تلک الاصنام تماثیل بقر اھ

اور تفسیر در منثور میں ہے۔اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن جریج فی قولہ تعالی

١٢

فاتوا علی قوم یعکفون علیٰ اصنام لہم قال تماثیل بقر من نحاس فلما کان عجل السامری شبہ لہم انہ من تلک البقرۃ فذلک کان اول شان العجل اھ - اُس شرک کو شریعت الٰہی نے یوں مٹایا کہ ذبح گاؤ اور اسکی قربانی کو مشروع کردیا اور گمراہوں کو یوں تعلیم دی کہ اے نالائقو گائے کی صورت کو معبود اور مقدس کیوں سمجھتے ہو اور اسکی پرستش جائز کیوں خیال کرتے ہو - دیکھو گائے کی تصویر کی کیا ہستی خود گائے ہی میں صلاحیت معبود ہونے کی نہیں ہے بلکہ وہ معمولی ماکولات سے ہے بکری بھیڑ دنبہ وغیرہ کیطرح اسکے گوشت پوست انسان کیلئے بنائے گئے ہیں وہ معبود بننے کیلئے ہرگز قابل نہیں بلکہ وہ معبود حقیقی پر نثار اور قربان کرنے کے قابل ہے اُسکو یا اُسکی تصویر کو معبود یا مقدس خیال کرنا سخت جہالت ہے پس معلوم ہوا کہ ذبح گاؤ کی مشروعیت ایک شرک جلی کے ابطال اور توحید کے اجراد ابقا پر مبنی ہے اسلئے اُس کا مطابق قیاس کے ہونا ضرور قابل تسلیم ہے یہاں تک تو گائے کے اسلامی ذبیحہ ہونے کا ثبوت تھا - اب میں اُس کے اسلامی شعار ہونے کے متعلق گفتگو کرتا ہوں

ذبح بقر اسلامی شعار ہے اس کا ثبوت

۱۴

صحیح بخاری میں ہے عن انس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ -

غور کرنا چاہیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (جو افصح العرب والعجم اور صاحب جوامع الکلم تھے) جملہ واکل ذبیحتنا کیوں اضافہ فرمایا - اور ذبیحہ کو مقید باضافت کیوں کیا بجائے ذبیحتنا کے ذبیحۃ کیوں نہ ارشاد فرمایا - اور واؤ عاطفہ کے ساتھ وصل کیوں کیا یاد رکھیے یہ تینوں امر نکتہ اور فائدہ سے خالی نہیں مجھسے سنئے اُس جملہ سے یہ سبق دینا ہے کہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا مثل ادائے اسلامی نماز و استقبال اسلامی قبلہ کے شعائر اسلام سے ہے ان میں سے کسی کو مداراۃ غیر مذہب کے لئے نہیں چھوڑ سکتے - اور ذمہ داری اللہ اور رسول کی ان تینوں امر کے ساتھ وابستہ ہیں - اگرچہ وہ دونوں عملاً فرض ہیں اور اکل ذبیحہ فرض نہیں مگر شعائر ہونے کی حیثیت سے سب متساوی ہیں ولہذا فاۃ بین کون الامرین متغائرین بوجہ دبین کونہما متحدین بوجہ آخر

اور یہی مناسبت من حیث شعاریت عطف کرنے کا باعث ہو (لان الوصل بالعطف لابد فیہ من المناسبۃ بین المعطوف علیہ والمعطوف کما ھو مصرح فی علم المعانی)۔

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبیحتنا فرمایا اس سے یہ بتلاتا ہے کہ مطلق ذبیحہ کھالینا ذمہ داری خدا اور رسول کے لئے کافی نہیں بلکہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا شرط ہے اور پہلے آپ قرآن وحدیث وتعامل صحابہ واجماع وقیاس سے معلوم کرچکے ہیں کہ گاؤ اسلامی ذبیحہ میں داخل ہے پس گائے کا ذبح کرنا اور اُس کا گوشت کھانا بلاشبہ اسلام کے علامات سے ٹھہرا۔ اور ہم اسلامی علامات ہی کو شعار اسلام اور شعائر دین اور شعائر اللہ کہتے ہیں۔ الغرض حدیث نبوی سے ذبح گاؤ کا شعار اسلام سے ہونا بخوبی ثابت ہے وفیہ الکفایۃ لمن لہ الدرایۃ۔

(چہارم) ہنود کی مداراۃ (یعنی خاطرداری) اگرچہ عملاً ہو اعتقاداً نہ ہو اسی قدر جائز ہوسکتی ہے جس سے کوئی شعار اسلام نہ چھوٹ جائے اور مذہبی امور پامال نہوں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے اس کا استدلال ہوسکتا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ آپ جب یہودیت سے تائب ہوکر مشرف باسلام ہوئے یہ خیال گذرا کہ توریت سے اونٹ کے گوشت کی حرمت[بعہ] ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی آسمانی کتاب ہے اور قرآن پاک سے اُسکی حلت متحقق ہوتی ہے۔ کیا حرج ہے کہ احتیاطاً ہم اونٹ کا گوشت نہ کھائیں چنانچہ ایسا ہی کرگذرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس احتیاط سے اُن کو سختی کے ساتھ منع کیا اور یوں آیۃ نازل فرمائی یاایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ○ غور کیجئے ایسے خطرات وخیالات جو مزاحم ومناقض شریعت ہوں اُن کو اللہ تعالیٰ نے اتباع شیطان فرمایا کیوں اُسکی وجہ یہی ہے کہ اُس سے شعار اسلام کا ترک لازم آگیا اور ترک شعار اسلام ممنوع ہے۔

۱۵

باوجودیکہ یہود اہل کتاب تھے اور توریت آسمانی کتاب تھی اور اونٹ کے گوشت کی حرمت اُسمیں مذکور بھی تھی اگرچہ قرآن شریف سے منسوخ ہوچکی تھی اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحیح العقیدہ بھی تھے یعنی اونٹ کے گوشت کو مباح سمجھتے تھے پھر بھی یہود کی مداراۃ یا توریت کے اس حکم کی عظمت (قصداً ہو یا التزاماً) خدا نے جائز نہ رکھی بلکہ سختی کے ساتھ اسکی ممانعت کردی کیونکہ

[بعہ] کذا فی التفسیر المظہری کراہۃ لحوم الابل مع تعظیم السبت ۱۲

عملاً حکم منسوخ کی تعظیم آتی تھی۔ تو ہنود کی (جو اہل کتاب بھی نہیں اور ان کی کتاب آسمانی بھی نہیں) اتنی مدارات کرنا جو شعار اسلام کے ترک تک پہونچ جاوے کب جائز ہو سکتا ہے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیۃ مذکورہ کی شان نزول یوں لکھتے ہیں وکانوا یقولون ترک هذه الاشياء مباح فی الاسلام وواجب فی التورٰة فنحن نترکها احتیاطا فکره الله تعالی ذلك منهم وامرهم ان یدخلوا فی الاسلام کافة ای فی شرائع الاسلام کافة ولا یتمسکون بشیء من احکام التورٰة اعتقادا له وعملا به لانها صارت منسوخة اھ جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام نے اونٹ کے گوشت کو مباح سمجھا اور تھوڑی یہ غلطی کی کہ اسکو شعار اسلام نہیں خیال کیا اسی طرح گاؤ کا قصہ ہے۔ پس جسطرح وہ مورد عتاب ہوئے یہ لوگ بھی مورد عتاب ہونگے۔ اس مقام پر جو شبہ ہو سکتا ہے اس شبہ کا جواب آگے چلکر ہم اخیر میں لکھیں گے۔ الغرض ایسی مدارات ہنود کی جو ترک شعار اسلام کا مستلزم ہو جائز نہیں علامہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں والفرق بین المداهنة المنهية والمداراة المامورة ان المداهنة فی الشریعة ان یری منکرا ویقدر علی دفعه ولم یدفعه حفظا لجانب مرتکبه او جانب غیره لخوف او طمع او لاستحیاء منه او لقلة مبالاة فی الدین والمداراة بترك حظ نفسه وحق یتعلق بماله وعرضه فیسکت عنه دفعا للشر ووقوع الضرر منه قوله دارهم مادمت فی دارهم اھ

(**تتمہ**) کسی امر موہوم یا مشکوک کی توقع پر (اگرچہ وہ امر مستحسن ہو) ہنود کے ساتھ ایسی مدارات کرنا جائز نہیں جس سے اسلامی ضرر متبادر اور بین ہو اس کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق اس آیۃ کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت حاطب بن بلتعہ رض جو جلیل القدر صحابی تھے اور غزوہ بدر و خندق و دیگر مشاہد میں شریک بھی ہو چکے تھے اور رسول پاک نے بھی اُن کی مدح کی ہے اُن سے یہ زلۃ (ممکن ہے خطائے اجتہادی سے ہوئی ہو) ہوئی تھی کہ آپ نے مدینہ سے کفار مکہ کو بطور مخبری کے ایک خط لکھدیا تھا اس توقع پر کہ اُن کے اہل و عیال مکہ میں تھے اگر کفار مکہ خوش رہیں گے تو انکو آرام دینگے اور ان کی خبر گیری کریں گے

16

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الہام ربانی کے خبر ہوگئی اور وہ خط پکڑا گیا اُس پر وہ خائف ہوئے۔ آپ نے صداقت کے ساتھ اقرار کیا اور خط لکھنے کی وجہ بیان کی اُسوقت آیۃ نازل ہوئی۔ مگر چونکہ آپ بدری تھے اور آپ نے اپنے اعتقاد کامل کا اظہار فرمایا اور یقین دلایا اور وجہ بھی معقول بیان کی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی زلت معاف کردی خیال فرمایئے ایسے جلیل القدر صحابی کہ اُن کی شان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے

ما یدریک یا عمر لعل اللہ تعالیٰ قد اطلع علی اہل بدر فقال لہم اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم اھ کیوں مورد عتاب ہوگئے اس وجہ سے کہ اسلامی ضرر جو متبادر اور بین تھا اُس کا لحاظ نہیں کیا اور اہل وعیال کے فائدہ کے لئے مخبری کردی اگرچہ وہ استحصال نفع بذاتہ مذموم نہ تھا مگر مذہبی ضرر کی وجہ سے اُس کا ترک کرنا لازم تھا کیونکہ اُس نفع کا حصول ناجائز مداراۃ پر موقوف تھا اس لئے ہمارے فقہائے کرام نے یہ قاعدہ تحریر فرمایا ہے۔

کما فی الاشباہ والنظائر درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدۃ ومصلحۃ قدم دفع المفسدۃ غالبا لان اعتناء الشان بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالمامورات۔ اھ

جب مقدمات ممہدہ معلوم ہوچکے تو اب میں صورت استدلال عرض کرتا ہوں۔

(الف) مقدمہ اول وثانیہ وثالثہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گائے کا ذبح کرنا اور اُس کا گوشت کھانا محض مباح ہی نہیں بلکہ اسلامی شعار ہے۔

(ب) اور مقدمہ رابعہ سے معلوم ہوا کہ ہنود کی ایسی مداراۃ جس سے اسلامی شعائر چھوٹ جائیں ممنوع وقبیح ہے پس ان مقدمات اربعہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ گاؤ کا ذبح نکرنا ہنود کے خوش اور اتفاق پیدا کرنے کے لئے جائز نہیں۔

(ج) اور مقدمہ خامسہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بالفرض اگرچہ ذبح گاؤ کا بند کردینا کسی فائدہ موہوم پر مبنی ہوتاہم جائز نہیں کیونکہ اُس کے دینی ودنیوی نقصانات متبادر اور ظاہر ہیں۔ اور درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح روشن دلیل ہے۔

ہاں اس جگہ چند شبہات قابل ذکر ہیں ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ شبہات پیدا ہوں جائیں

۱۷

(**پہلا شبہ**) مذہبی حیثیت سے گاؤ کی قربانی ہم نہیں بند کرتے ہیں بلکہ تمدنی اور اخلاقی حیثیت سے۔ اسلئے کہ ہم گائے کے ذبح پر مجبور نہیں اعتقاداً ہم اُسکو جائز سمجھتے ہیں اگر ہنود کے خوش کرنے اور ان سے اتفاق پیدا کرنیکے لیے مباح فعل کو ترک کردیں تو اسمیں کیا حرج ہے جس طرح کوئی مسلمان بیماری یا عدم رغبت کے سبب سے یا کوئی ذاکر شاغل کسی خاص وظیفہ کے لحاظ سے کبھی گائے کا گوشت نہ کھائے اور بجائے گائے کے ہمیشہ بکری دنبہ بھیڑ قربانی کرتا رہے اُس پر کوئی شرعی جرم نہیں عائد ہوسکتا اُسی طرح ہم بھی بے جرم کیوں نہ سمجھے جائینگے۔

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے اونٹ کا گوشت نہیں چھوڑا تھا بلکہ مذہبی حیثیت سے کیونکہ اُن کا احتیاط کرنا احکام منسوخہ کی توقیر کا مستلزم تھا اور ہمارا ترک ویسا نہیں اسلیے ہمارے عمل کو اُن کے عمل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(**جواب**) اس شبہ کا یہ ہے کہ جو شے شرعاً مذہبی ہے اسکو تمدنی اور اخلاقی حیثیت سے تعبیر کرنا پھر اُسکو چھوڑ دینا کہاں جائز ہے عنوان اور تعبیر کے بدل دینے سے معنون اور معبر عنہ کی حقیقت نہیں بدل جاتی مثلاً کسی بستی کے لوگ اذان یا ختنہ چھوڑ دیں اور یوں کہتے پھریں کہ مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ تمدنی[1] حیثیت سے ہمنے چھوڑ دیا ہے یا کوئی مسلمان کسی بت کی ناجائز تعظیم کرے اور یوں کہے کہ مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے یعنی فلاں راجہ صاحب کے خوش کرنے کے لئے تعظیم کرلیا کرتے ہیں تو کیا یہ جائز ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح گائے کا ذبح کرنا چونکہ شعار اسلام سے ہے جیسا کہ پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں ہم ہرگز مجاز نہیں کہ اُسکو اخلاقی اور تمدنی حیثیت کے سانچہ میں ڈھالکر کسی ہنود کے خوش کرنے کے لئے چھوڑ دیں۔

وہ مثل گھی دودھ کے محض مباح ہی نہیں ہے تاکہ وہ قابل ترک سمجھا جاوے۔

اور کسی مسلمان کا مرض یا عدم رغبت یا خاص وظیفہ کے سبب سے گائے کا گوشت نہ کھانا اور کسی صحیح الاعتقاد مسلمان کا دنبہ بھیڑ کی قربانی پر اکتفا کرنا ہنود کی مدارات اور اتفاق کے لحاظ سے نہیں ہوا کرتا کہ

۱۸

---

[1] مثلاً یوں کہیں کہ بچوں کو ختنہ سے سخت تکلیف ہوتی تھی اسلیے ہم نے ختنہ موقوف کردیا اور ہمارے جوار کے ہنود جو ہمارے دلی دوست ہیں اُن کو اذان کی آواز سے بہت تکلیف ہوتی تھی صبح کی اذان سے صبح کی نیند اور ظہر کی اذان سے دن کے خواب استراحت میں خلل آتا تھا اس لیے ہم نے اذان بند کردی ۱۲ منہ۔

اُسپر کوئی شرعی جرم عائد ہو بخلاف صورت متنازعہ کے کہ ہنود کی ناجائز مداراۃ پر مبنی ہے دونوں ترک کو یکساں خیال کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ اگر آپ انصاف کرینگے تو دونوں کی وجدانی حالت بھی متغایر پائینگے یعنی مداراۃ کرنے والے کو عملاً ضرور گاؤ سے نفرت ہوگی چاہے اعتقاداً نہو بلکہ دوسروں کا ذبح کرنا بھی اُسپر شاق اور ناگوار ہوگا کیونکہ مطلقاً ذبح گاؤ کو مداراۃ اور اتفاق کے خلاف سمجھتا ہے اور اُسکی دلی کشش اس جانب ہوگی کہ گائے کا ذبیحہ کہیں نہ دیکھے۔ بخلاف اُن لوگوں کے جو مرض وغیرہ کے سبب سے چھوڑ دیتے ہیں اُن کو نہ کبھی نفرت ہوگی نہ کبھی اُس کا خیال ہوگا فبینہما بون بعید۔

رہا عبداللہ بن سلام رضؓ کا واقعہ اُس کے متعلق جو شبہ پیدا کیا گیا وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ صدق دل سے مشرف باسلام ہو چکے تھے اور اعتقاداً ہرگز مخالف اسلام نہ تھے قرآن شریف کے الفاظ صاف بتلارہے ہیں یا ایہا الذین آمنوا الخ میں لفظ آمنوا اور کافۃ ثبوت کے لئے کافی ہے ہاں مخالفت اُن کی بعض امور میں عملاً تھی اب غور کیجئے فریق اول (یعنی تارکین لحم شتر) اور فریق ثانی یعنی تارکین لحم بقر بمداراۃ ہنود) عملاً واعتقاداً مساوی ٹھہرے یا نہیں جب دونوں مساوی ٹھہرے تو لا محالہ دونوں لا تتبعوا خطوات الشیطان کے حکم میں داخل ہونگے۔ باقی رہی حیثیت کی مغایرہ وہ بھی مضر نہیں اسلئے کہ اصل وجہ عتاب کی ترک شعائر اسلام ہے۔ اسی لئے آیت نازل ہوئی ہے جس طرح لحم شتر شعائر اسلام سے ہے۔ اُسی طرح لحم بقر بھی۔ اگرچہ دونوں فریق کے منشاء ترک میں مغایرۃ ہے مگر منہی عنہ ہونے میں دونوں متحد ہیں کیونکہ فریق اول کے ترک کا منشا احتیاط تھا مگر اُس سے احکام منسوخہ توریت کی تبعیت یا عظمت لازم آگئی جو منہی عنہ تھی اور فریق ثانی کے ترک کا منشا مداراۃ ہنود ہے جس سے تعظیم و توقیر ساتر ہنود و نیز تقویت عقائد باطلہ ہنود لازم آتی ہے جو منہی عنہ ہے بل الثانی اقبح من الاول کما لا یخفی علی من تفطن وتامل چونکہ دونوں منشا منہی عنہ ہونے میں مشترک ہیں۔ باوجود تغائر حیثیت کے حکم میں اختلاف نہیں پیدا ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس جگہ باوجود تغائر حیثیت کے حکم یکساں ہے۔ وھذا اما ادعینا وھہنا ابحاث شتی طویت عنہا کشحی لغرابۃ المقام وایجاز الکلام

علاوہ بریں اہل اسلام خوب جانتے ہیں کہ ہنود کے مذہب میں گائے نہایت مقدس بلکہ دیوتا ہے اور اُن کے جذبات دلی گائے کی عظمت اور پرستش کی جانب مائل ہیں پس لا محالہ ترک ذبح سے

۱۹

ہنود کی خوشی اور مسرت قلبی محض مذہبی حیثیت سے ہوگی نہ اخلاق اور تمدنی حیثیت سے۔ کیونکہ ہمیشہ اُن کی ممانعت مذہبی حیثیت سے ہوا کرتی ہے نہ تمدنی حیثیت سے چاہے ممانعت بزور ہو یا خوشامد و تملق کے طور پر۔ پس جو لوگ ہنود کی خاطر داری سے متفق الرائے ہو کر ذبح کو بند کر دینگے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ ہنود کے جذبات دلی کے پودے کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں اور اسلامی جذبات کو پامال و پژمردہ پہلے شبہ کا جواب تو ہو چکا اب دوسرا شبہ سنئے۔

(**دوسرا شبہ**) حضرت حاطب بن بلتعہ کے واقعہ پر اس واقعہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں اسلئے کہ اُن کی مخبری ناجائز اور ضرر رساں تھی اور ہمارا فعل یعنی ترک ذبح جائز اور غیر مضر ہے کجا وہ اور کجا یہ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ جائز و ناجائز سے کیا مراد۔ جواز و عدم جواز شرعی و نفس الامری یا وہ کہ جبکو مرتکب فعل اپنے ذہن میں بطور خود فیصلہ کر کے سمجھ لے۔ اگر شق اول مراد ہے تو عدم جواز اور ضرر میں دونوں مشترک ہیں جس طرح وہ مخبری ناجائز و مضر اسی طرح متفق الرائے ہو کر شعار اسلام کو ترک کر دینا ناجائز و مضر۔ اور اگر شق ثانی مراد ہے تو جسطرح آپنے ترک شعار اسلام کو مداراۃ ہنود کے لئے اپنے ذہن میں خود فیصلہ کر کے جائز سمجھ لیا۔ اسی طرح حضرت حاطب رضؓ نے بھی اپنے فعل کو جائز غیر مضر سمجھ لیا تھا دیکھئے وہ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں بیان کرتے ہیں وقد علمت ان کتابی لن یغنی عنھم (ای اھل مکۃ) شیئا۔

(**تیسرا شبہ**) اچھا ہم اتفاق ہنود و مداراۃ غیر مذہب کا خیال چھوڑ کر دوسرے نقصانات جو متعدد ہیں بلکہ بعض مضر تر ہیں اُن بناپر ذبح بقر چھوڑ دینگے اور اس قاعدہ پر عمل کرینگے۔ اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمھا ضررا بارتکاب اخفھما کما فی الاشباہ۔

جواب یہ شبہ مبحث سے خارج ہے آپ جب وہ نقصانات اور بعض کا مضر تر ہونا قوی دلائل سے ثابت کر کے دوسرا سوال پیش کرینگے اسکا بھی شرعی جواب سن لیں گے اس وقت نہ اس شبہ کی ضرورت نہ ازالہ کی حاجت۔

باقی رہا۔ منشاء مداراۃ ہنود یعنی **اتفاق** اُس سے کیا مراد ہے۔

(**اول**) اتفاق کل مسلمانوں کا کل ہنود سے (**دوم**) یا اتفاق کل مسلمان کا بعض ہنود سے

۲۰

(سوم) یا اتفاق بعض مسلمان کا کل ہنود سے۔ (چہارم) یا اتفاق بعض مسلمان کا بعض ہنود سے یہ چار صورتیں ہوئیں۔ اور ہر ایک کی دو صورتیں ہیں۔ اتفاق دائمی یا اتفاق تا زمان محدود۔ کل آٹھ صورتیں ہیں۔ بالفرض اگر مان لیا جاوے کہ جملہ نزاعات واختلافات فریقین کا قلع وقمع فقط ترک بقر پر مبنی ہے تاہم اُن اتفاقات مذکورہ سے بجز ایک صورت کے کوئی مفید نہیں وہ کون صورت ہے۔ اتفاق کل مسلمان کا کل ہنود سے دائما۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا اتفاق عادةً ممتنع الوجود ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو اتفاقات ممکن ہیں (اگر اُن کا امکان عادةً مان لیا جاوے) وہ مفید نہیں اور جو مفید ہے وہ عادةً ممکن نہیں اسلئے ایسے اتفاق کی بناء پر شعار اسلام کو چھوڑ دینا بناء الفاسد علی الفاسد ہے هذا ما سنح لی بالبال واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال وعندی فلیکن شان المؤمن کما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔ وحبذا ما قال

(البعیث بن حریث)

21

ولست وان قربت یوما ببائع	خلاقی ولا دینی ابتغاء التحبب
ویعتده قوم کثیر تجارة	ویمنعنی عن ذاک دینی ومنصبی

وهذا آخر الکلام والحمد للہ علی الاتمام اتمام هذه الرسالة المسماة بالاعتصام بحبل شعائر الاسلام والصلوة والسلام علی رسوله سید الانام وعلی آله واصحابه العز الکرام الی یوم القیام وانا عبده الراجی لطفه الابدی ابو الانوار محمد عبد الغفار الحنفی النقشبندی الاعظمی المئوی۔

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ہجری

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ذبح البقر کے متعلق مؤلف علام نے جو تحقیق کی اور قوی دلائل سے اس کا اسلامی شعار ہونا ثابت فرمایا بہت صحیح ہے۔ اب اس سے زیادہ تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں بطور شہادت کے فقط چار نامی علمائے لکھنؤ کی عبارتیں مجموعہ فتاوی جناب مولانا عبد الحی مرحوم مغفور سے نقل کرتا ہوں۔ لکھنؤ فرنگی محل کے یہ چاروں مقدس علما ہیں

اُن کی عبارتیں یہ ہیں۔

(اول) مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم مغفور مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۲۸۶ ج ۲ پس ہندو کی ممانعت تسلیم کرنا موجب اُن کے اعتقاد باطل کی تقویت اور ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعًا جائز نہیں ہے اھ وایضًا اور گاؤ کشی کے طریقہ کو کہ اہل اسلام کا طریقہ قدیمہ ہے ترک نکریں۔ اھ

(دوم) مولانا عبدالحلیم لکھنوی مرحوم مغفور مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۲۸۴ ج ۲ بہر حال گاؤ کشی کو کہ شعار مسلمانی ہے ترک نکریں اھ۔

(سوم)[۵۲] مولانا عبدالوہاب لکھنوی مرحوم مغفور۔ صفحہ ۲۸۶ ج ۲ فی الحقیقت قربانی گائے کی ملت اسلامیہ میں شعار اسلام سے واقع ہوئی ہے اُس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی وکوشش لازم ہے۔

(چہارم)[۵۳] مولانا ابوالعنا محمد عبدالمجید صاحب لکھنوی عم فیضہ صفحہ ۲۸۵ ج ۲ اس آئین دیرین کو کہ شعار اسلام سے ہے ترک کرنا نچاہئے بلکہ اس طریقہ کے ابقا میں سعی کرنا چاہئے اھ۔

ان چاروں علما کی تحقیق سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ذبح گاؤ شعار اسلام سے ہے۔ اور اسلامی شعار کا چھوڑنا نہ ہنود کی خاطر داری اور دلجوئی کے لحاظ سے جائز ہے نہ اُن کی ممانعت سے۔ اُن کی رعایت وہیں تک کیجاسکتی ہے جسکی شریعت میں اجازت ہو۔ جناب مولانا اشرفعلی صاحب دامت برکاتہم اپنی تفسیر بیان القرآن صفحہ ۱۰۶ ج ۱ میں تحریر فرماتے ہیں اسلام کا مل فرض ہے اور اُس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت ہو اُسکی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کیجاوے اھ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ احقر العباد

محمد عین الحق سیوانی عفی عنہ حال مدرس انجمن اسلامیہ گورکھپور۔

۵۱ مؤلف مجموعہ فتاویٰ وتالیفات کثیرہ ۱۲

۵۲ یہ مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محل کے والد ماجد تھے ۔ ۱۲

۵۳ یہ فرنگی محل میں اب تک موجود ہیں۔ ۱۲

خلاصہ رسالہ

(۱) گاؤ کی قربانی اور اس کا ذبح کرنا قرآن و حدیث و تعامل صحابہؓ و اجماع و قیاس سے ثابت ہے۔

(۲) گاؤ کا ذبح محض مباح ہی نہیں بلکہ شعائر اسلام سے ہے۔

(۳) چونکہ گاؤ کی قربانی اور اس کا ذبح شعائر اسلام سے ہے ہنود کے اتفاق اور خوشی کیلئے بند کرنا درست نہیں۔

(۴) گاؤ کی قربانی اور اس کے ذبح کو تمدنی اور اخلاقی حیثیت قرار دیکر چھوڑ دینا بھی درست نہیں

(۵) کسی فائدہ موہوم کی بنا پر بھی اسکو ترک کر دینا درست نہیں۔

(۶) اتفاق ہنود جو منشائے ترک قرار دیا گیا ہے عادۃً ناممکن ہے۔

(۷) ذبح بقر کے شعائر اسلام ہونے پر نامی علمائے لکھنؤ فرنگی محل کی شہادتیں۔

۲۳

ملخصہ

محمد متین طالب العلم مدرسہ انجمن اسلامیہ گورکھپور ناقل رسالہ ہذا

الجواب الثانی الملقب ب
تصلیۃ سقر لمانع تضحیۃ البقر

اقول وبہ نستعین - ہنود کی خوشامد اور ان کے خوشنود کرنے کیلئے گائے کی قربانی کا ترک کرنا یا مطلقاً ذبح گاؤ کو بند کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ترک ذبح بقر شعار کفار ہے اور مسلمانوں کا ترک کرنا اُس شعار کفر کی ترویج میں اعانت ہے اور کسی شعار کفر کی ترویج میں مسلمانوں کی اعانت جائز نہیں ہے - دوسرے گو آج کل محض اسکو مصلحت وقت سمجھکر چھوڑا جاتا ہے لیکن اسکے شیوع کے بعد نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے عقیدوں میں خلل آجاویگا اور وہ بھی اسکو مثل ہنود کے برا سمجھنے لگینگے اور یہ امر شرعاً مذموم ہے جس سے بچنا واجب ہے اسلئے جو امر اس امر مذموم کی طرف مفضی ہو اس سے بچنا بھی شرعاً واجب ہے کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہندوؤں کے اختلاط نے نکاح بیوگان پر کیا اثر کیا ہے اور علماء کو اس رسم قبیح کے مٹانے میں کسقدر دقتیں اٹھانی پڑی ہیں اور ایک نکاح بیوگان ہی کی کیا خصوصیت ہے اور بہت سی ہنود کی رسمیں ہیں جو مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہیں جنکے مٹانے کے لئے علماء برسوں سے کوشش کر رہے ہیں مگر ابتک ان کو پوری کامیابی نہوئی - پس اگر طریقہ گاؤکشی متروک ہوگیا تو اسکا اثر دوسرے رسوم سے زیادہ برا ہوگا اسلئے اسمیں کسی مسلمان کو حصہ نہ لینا چاہئے - تیسرے بہت سے غریب مسلمان ہیں جو مستقل طور پر بکرا نہیں کر سکتے - بلکہ چند آدمی ملکر ایک گائے ذبح کر لیتے ہیں پس اگر طریقہ گاؤکشی کو بند کیا گیا تو ان کو نقصان پہونچیگا چوتھے بہت سے لوگ گائے کے گوشت کے شایق اور عادی ہیں پس گائے کشی کے انسداد میں سعی کرنا اُن کو جبراً اُن کے جائز حق سے محروم کرنا ہے پانچویں اگر آج ان لوگوں کی خواہش سے جو صرف گائے کے ذبح کو برا سمجھتے ہیں گائے کے ذبح کی ممانعت کیگئی تو کل کو ہندوؤں کا دوسرا فرقہ جو مطلقاً قتل حیوانات کو برا سمجھتا ہے - ان کی خواہش سے مطلقاً قربانی اور گوشت خواری ترک کرنی پڑیگی اور اس کا ضرر ظاہر ہے - چھٹے اگر اس ضرر کو بھی بالفرض برداشت کر لیا جاوے تو ہندوؤں کو ہماری اذانیں اور نمازیں اور مسجدیں - بلکہ ہمارا مسلمان ہونا بھی برا معلوم ہوتا ہے لہذا اُن کی خاطر سے

۲۴

ان سبکو بھی خیرباد کہنا پڑیگا۔ ساتویں گو آجکل یہ کہا جاتا ہے کہ ہم ذبح بقر کو ناجائز نہیں سمجھتے لیکن
اس رسم قبیح کے جاری ہونے کے بعد اگر ایک زمانہ کے بعد مسلمانوں کے عقیدوں میں تنزل آگیا
اور علمار کو اصلاح عقیدہ کیلئے نکاح بیوگان کی طرح اس سنت کے احیار کی ضرورت ہوئی تو پھر
اس مردہ سنت کا چلانا ناممکن ہوگا۔ کیونکہ ہندو اسمیں مزاحمت کرینگے اور جاہل مسلمان انکے
مددگار ہونگے الغرض ہندوؤں کے ساتھ ایسا اتفاق ہرگز جائز نہیں جس سے کسی اسلامی عقیدہ
میں خلل آنیکا اندیشہ ہو یا کسی شعار اسلامی میں خلل پڑے یا دوسرے مسلمانوں کو اس سے کسی قسم کا
نقصان پہونچے۔ یا اسمیں کسی شعار کفر کی ترویج ہو اور گاؤکشی کے ترک میں یہ سب باتیں موجود
ہیں اسلئے اسمیں ہندوؤں کی موافقت کسی طرح جائز نہیں بلکہ اسمیں زوال ایمان کا اندیشہ ہے
لہذا مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ مسلمانون کا ایک طریقہ جو ابتدار اسلام سے چلا آرہا ہے
اسکو قائم رکھنے میں امکانی کوشش کریں اور ناعاقبت اندیش اور نادان دوستونکی بظاہر خوشنما
تقریروں اور تحریروں سے دھوکا نہ کھاویں گاؤکشی اور قربانی گاؤ کا مسئلہ نیا نہیں ہے بلکہ پہلے
بھی ہندوؤں نے اسمیں کوششیں کی ہیں مگر اگلے علمار نے اسکی ہرگز اجازت نہیں دی اسوقت
چند علمار فرنگی محل کے فتاوے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر اس مسئلہ کی اہمیت ظاہر ہو
چنانچہ جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے زمانہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتابعین وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں اور اسکی
اباحت پر اجماع واتفاق ہے تمام اہل اسلام کا ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں اور
بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک
امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں اہل اسلام پر واجب ہے کہ اسکے ابقا واجرا میں
سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دینگے تو گنہگار ہونگے آہ۔ بقدر الحاجۃ
منقول از صفحہ ۲۰۳ جلد ثانی مجموعہ فتاوی اور جناب مولوی عبدالوہاب صاحب
والد بزرگوار مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں۔ فی الواقع جن بلاد میں
رواج گاؤکشی بے قصد فتنہ وفساد کے جاری رہا اور اب کوئی قوم ہنود سے مانع ہے ان بلاد میں
مسلمانونکو رسم گاؤکشی کے باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے آہ بقدر الحاجۃ فتاوی مذکور صفحہ

۲۵

اور جناب مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں جن بلاد و امصار و قصبات و قریات و دیہات و مواضعات ہندوستان میں رواج گاؤکشی کا کہ طریقہ قدیمہ ہے بلا قصد فتنہ و فساد قدیم الایام سے چلا آیا ہے اور اب کوئی ہندو بپاس تعصب مذہبی مانع و مزاحم ہے ایسے مواقع میں مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی ابقاء رسم گاؤکشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زنہار ترک نہ کریں اور فقرہ مسئول عنہا سے یہ مراد نہیں ہے کہ تقلید و اتباع ہنود میں قطعاً گاؤکشی کہ ماثور قدیم ہے اور جس کی اباحت پر اجماع و اتفاق جمیع اہل اسلام کا از سلف تا خلف رہا ہے اور رہے گا ممانعت و مزاحمت ہنود سے ترک ہو جاوے معاذ اللہ من ذلک ہرگاہ فی زماننا ہنود اہل اسلام سے تعصب مذہبی و عداوت بہت ہے کہ شعائر اسلامیہ سے روکتے ہیں پس دریں صورت مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی روکنے سے ہنود کے واسطے قربانی گاؤ و کھانے گوشت گاؤ کے کہ طریقہ ماثورہ قدیم ہے رکنا نہ چاہئے اور ان کی ممانعت کو تسلیم نہ کرنا چاہئے بہرحال گاؤکشی کو کہ شعار مسلمانی ہے ترک نہ کریں احیاناً اگر کسی منازعت میں احتمال فساد فیمابین ہو تو بذریعہ حکام وقت دفع کرنا اسکا بالبقاء رواج قدیم واجب ہے اور بخوف فساد ہنود قربانی گاؤ سے لوگ باز نہ رہیں اسمیں کوشش بلیغ کو کام فرماویں ورنہ گنہگار ہوں گے ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم واللہ غالب علی امرہ ھدٰکم اللہ الی سواء السبیل صفحہ ۲۹۴ فتاوی مذکور۔ نیز مولوی عبدالحی صاحب دوسرے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں ازانجانکہ گاے کے ذبح کرنے کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے زمانہ آنحضرت میں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کو ذبح کیا ہے اور اس کے گوشت کو حلال ہونے پر اور ذبح کے جائز ہونے پر خواہ بروز عید ہو یا کسی اور روز ہو اتفاق ہے تمام مسلمانوں کا۔ کوئی مسلمان اس کے جواز اور حلت میں شبہ نہیں کرتا ہے۔ بناءً علیہ جب کوئی مسلمان عید الضحی کے روز خواہ کوئی اور روز گائے ذبح کرے اور کوئی ہندو بنظر اپنے مذہب کے اس کو روکے تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے اور ہندو کی ممانعت کو جو مبنی ہے اس کے اعتقاد باطل پر تسلیم کر لینا نہیں

۲۶

جائز ہے ہماری شریعت میں بہ نسبت اور جانوروں کے گائے کی کچھ بھی عظمت نہیں ثابت ہے بلکہ یہ مثل اور جانوروں کے جواز ذبح میں ہے جو شخص اس کی عظمت کا خیال کرے اُس کے اسلام میں فتور ہے پس ہندوؤں کی ممانعت کو تسلیم کرنا موجب اُن کے اعتقاد باطل کی تقویت اور ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں ہے الی آخر ما قال مجموعہ فتاوی جلد دوم صفحہ ۲۸۵ اس کی تائید اپنے الفاظ میں مولوی عبد الحلیم صاحب نے بھی فرمائی ہے دیکھو مجموعہ فتاوی صفحہ ۲۸۶ جلد دوم اور مولوی عبد الوہاب صاحب پدر مولوی عبد الباری صاحب نے اس کی تائید میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے فی الحقیقت قربانی گائے کی ملت اسلامیہ میں شعار اسلام سے واقع ہوئی ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی میں مسلمانوں کو سعی و کوشش لازم ہے مجموعہ فتاوی صفحہ ۲۸۶ جلد دوم اسی مضمون کی تائید مولوی عبد المجید صاحب فرنگی محلی و مولوی محمد نعیم صاحب و مولوی محمد اکرم صاحب نے بھی اپنے اپنے الفاظ میں فرمائی ہے دیکھو مجموعہ فتاوی جلد دوم صفحہ ۲۸۷۔ چونکہ یہ تمام مضامین مجموعہ فتاوی میں مطبوع ہو چکے ہیں اس لئے ان کی عبارات کو نقل کرنا موجب تطویل سمجھکر ترک کیا گیا۔ جس کا جی چاہے مجموعہ فتاوی میں دیکھ لے۔ خلاصہ ان تمام فتاوی کا یہ ہے کہ کسی ہندو کی خاطر سے کسی ایک شخص یا کسی ایک مقام پر قربانی گاؤ کا ترک کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ تمام ہندوستان سے اس شعار اسلامی کو مٹا دیا جاوے نعوذ باللہ منہ جو لوگ اس شعار اسلامی کے مٹانے میں ساعی ہیں اُن کے استدلال کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ گاؤ کشی شرعاً مباح ہے نہ کہ واجب اسلئے اس کا چھوڑنا جائز ہے۔ لیکن ان لوگوں کو اتنی خبر نہیں کہ اگر کوئی مباح کسی معصیت کا ذریعہ بنجاوے تو وہ حرام ہو جاتا ہے پس ترک گاؤ کشی جسمیں ایک شعار اسلامی کا مٹانا اور ایک شعار کفر کی ترویج اور مسلمانوں پر ناجائز دباؤ وغیرہ وغیرہ ہیں کیونکر جائز ہوگی دیکھئے جسطرح قربانی گاؤ واجب نہیں ہے یوں ہی ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار بھی واجب نہیں ہے مگر جسوقت حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہودیت کو

۲۷

چھوڑ کر مسلمان ہوئے تو انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست
کی کہ ہمکو اجازت دیجیے کہ ہم ہفتہ کے ساتھ وہی معاملہ کریں جو ہم یہودیت کے زمانہ میں
کیا کرتے تھے یعنی ہم اس روز مچھلی کا شکار نہ کریں اسپر آیت یاایھا الذین آمنوا
ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین
نازل ہوئی کما فی الدر المنثور جسمیں انکو بتلایا گیا کہ اسلام لانے کے بعد شعار یہود کا اتباع خلاف
اسلام اور اتباع شیطان ہے گو وہ اتباع صرف درجہ عمل میں ہو نہ کہ درجہ اعتقاد میں۔
پس جبکہ اسلام کے بعد سبت کی عملی تعظیم یعنی اس روز قصداً مچھلی کا شکار نہ کرنا خلاف
اسلام اور اتباع شیطان ہوا حالانکہ تعظیم سبت ایک وقت میں مامور من اللہ رہ چکی
ہے تو ترک گاؤکشی بقصد موافقت ہنود کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ پس اگر ایک شخص بھی
اس قصد سے گاؤکشی چھوڑے گا تو سخت گنہگار ہوگا چہ جائیکہ تمام مسلمان گاؤکشی چھوڑ کر
عملاً ہندو ہو جاویں۔ مسلمانوں کو ہرگز ایسی جرأت نکرنی چاہیے اور ایسے خیالات سے
توبہ کرنی چاہیے مسلمانوں کے لیے کسقدر غیرت اور شرم کی بات ہے کہ ہندو کافر ہو کر
اس کو جائز نہیں رکھتے کہ وہ مسلمانوں کی خاطر اپنے غلط خیال یعنی قبح گاؤکشی سے
دست بردار ہو جاویں یا کم از کم مسلمانوں سے اسبارہ میں تعرض نہ کریں اور مسلمان
باوجود حق پر ہونے کے ہندوؤں کی خاطر اپنے ایک جائز طرز عمل کو چھوڑ کر جس کا جواز
قرآن میں بضمن ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل الذکرین حرم ام
الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین ام کنتم شھداء اذ وصاکم
اللہ بھذا الآیہ مذکور ہے۔ ان جیسے بنجاویں افسوس صد افسوس۔ اس سے بھی زیادہ
عجیب بات اور سنئے اگر ہندو یہ کہیں کہ ہم تمسے اس وقت اتفاق کریں گے جب
تم اپنی جائدادیں اور مکانات وغیرہ ہمکو دیدو یا اپنے ان حقوق سے جو حکومت میں
تمکو حاصل ہیں دست بردار ہو جاؤ تو یہی لوگ جو اس وقت گاؤکشی کی ترک میں ساعی
ہیں کبھی اس صلح پر رضامند نہوں گے تو کیا شعار اسلامیہ اور احکام الٰہیہ کی اتنی بھی
وقعت نہیں جتنی کہ جائدادوں اور زمینوں وغیرہ کی کہ ان کو دیکر ہندوؤں سے صلح

کیجاتی ہے گو اسقدر تحریر ترک گاؤکشی کے عدم جواز کے لئے کافی ہے مگر بعض دیگر ضروری مضامین کا افادہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے سو واضح ہو کہ جسطرح ہندوؤں نے گائے کو جو منجانب اللہ حلال ہے اپنی طرف سے حرام کر رکھا ہے یوں ہی مشرکین مکہ نے بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا حق سبحانہ اس تحریم ناجائز کی تردید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں یاایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا۔ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین۔ انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون۔ پس اس آیت میں جسطرح مشرکین مکہ کو حکم ہے کہ تم اپنی طرف سے حلال کو حرام کرکے شیطان کا اتباع اور خدا پر افترا مت کرو۔ یونہی ہندوؤں کو بھی حکم ہے کہ تم گاؤکشی کو ناجائز بتلا کر شیطان کی پیروی اور خدا پر بہتان نہ باندھو چونکہ خدا نے اسکو حلال کیا ہے اسلئے تم بھی حلال سمجھو اور کھاؤ پس جبکہ خود ہندوؤں کو یہ حکم ہے کہ اس کو حرام نہ سمجھیں اور اسکے ساتھ حرام کا سا معاملہ نہ کریں تو مسلمانوں کو کب اجازت ہو سکتی ہے کہ وہ ہندوؤں کی موافقت کرکے عملاً افترا علی اللہ اور اتباع شیطان میں حصہ لیں اور سنئے بعض صحابہ نے راہبوں کی روش کا اتباع کرنا چاہا تھا اور گوشت خواری اور نکاح وغیرہ کے ترک کا عزم کر لیا تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس روش کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے لوگوں کو وہ ایسا ایسا کہتے ہیں میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں سوتا بھی ہوں اور قیام لیل بھی کرتا ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں (میری سنت یہ ہے) پس جو میری روش کو چھوڑے وہ مجھ سے نہیں ہے اخرجہ البخاری ومسلم کما فی الدر المنثور اور عکرمہ وقتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اسی واقعہ میں یہ آیت نازل ہوئی یاایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اب غور کا مقام ہے کہ گوشت خواری وغیرہ تمام امور مباحہ ہیں واجب نہیں ایک بھی نہیں مگر عزم ترک علی الدوام پر جو کہ عملی تحریم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کسقدر ڈانٹا اور حق سبحانہ نے کیسی تنبیہ فرمائی۔ پس جبکہ صحابہ عزم

۲۹

ترک مباحات علی الدوام پر جو کہ عملی تحریم ہے ملامت کے مستحق ہوئے تو جو لوگ ارضاء ہنود کے لئے گائے کی عملی تحریم میں ساعی ہوں وہ کس درجہ حق سبحانہ کے یہاں معتوب اور ملام ہونگے خدا محفوظ رکھے جہل سے۔ اور لیجئے مشرکین نے کچھ مسلمانوں کو بہکایا تھا کہ تمہارے یہاں کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی جانور اپنی موت مر جاوے تو حرام ہے اور جس کو تم ذبح کرو وہ حلال ہے آخر یہ کیا بات ہے کہ جس کو خدا مارے وہ حرام اور جس کو تم مارو وہ حلال بعض کمزور مسلمان اس دھوکہ میں آگئے حق سبحانہ ان کو تنبیہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں مالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الآیۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کو خدا نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے تم بھی اعتقاداً و عملاً اس کو حلال سمجھو اور مشرکین کے بہکانے میں نہ آؤ پس مسلمانوں کیلئے کب جائز ہوگا کہ وہ ہندوؤں کی نفرت سے متاثر ہو کر جس کو خدا نے حلال کیا ہے اسکو عملاً اپنے اوپر حرام کریں۔ اور سنئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ رواہ البخاری دیکھئے اس حدیث میں صلوۃ واستقبال قبلہ کے ساتھ اکل ذبیحہ مسلم کو بھی شعائر و علامات اسلام سے قرار دیا ہے پس اگر کوئی اسکا اہتمام کرے کہ میں مسلمان کا ذبیحہ نہ کھاؤنگا تو وہ ایک شعار اسلام کا تارک ہوگا حالانکہ اکل ذبیحہ مسلم فی نفسہ واجب نہیں یوں ہی گو ذبح بقر فی نفسہ واجب نہو مگر چونکہ شعار اسلام ہے اس لئے اس کا باقی رکھنا واجب ہے اگر کوئی ایک شخص بھی اس کے ترک کا عزم و اہتمام کریگا تو وہ شعار اسلام کا تارک ہوگا چہ جائیکہ پوری قوم اور پورا ملک اس کا اہتمام کرے اور اس کو مطلقاً ترک کر دے پس خلاصہ یہ ہے کہ گائے کا گوشت کھانا اور اس کا ذبح کرنا خواہ قربانی کیلئے ہو یا فقط کھانے کیلئے از روئے قرآن و احادیث جائز ہے اور ہندوؤں کی خوشامد میں اس کا ترک کسی حال میں ایک شخص کیلئے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ تمام ملک کے لئے پس جو اسمیں ساعی ہوگا وہ ایک شعار اسلام کے مٹانے اور شعار کفر کے رواج دینے اور گاؤ پرستی کا عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں جمانے اور ما احل اللہ کے عملاً تحریم اور

۴۰

اتباع شیطان وافتراء علی اللہ کا مجرم ہوگا۔ لہذا مسلمانوں کو ایسے فعل سے احتراز واجب ہے ہندوؤں کے ساتھ اتفاق کی یہی صورت نہیں کہ مسلمان گاؤکشی چھوڑ دیں بلکہ اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے شعار مذہبی پر قائم رہیں اور ہندو اپنے شعار مذہبی کو قائم رکھیں یعنی خود گاؤکشی نہ کریں مگر مسلمانوں کی مزاحمت نہ کریں اور اگر ہندو اسپر رضامند نہوں تو پھر مسلمانوں کو صاف کہدینا چاہیے یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین۔ کیونکہ مسلمان آزاد نہیں ہیں کہ اپنی مرضی سے اور اپنے خیالی و وہمی منصوبوں کی بناپر جس سے چاہیں صلح کریں۔ اور جس سے چاہیں جنگ کریں اور جن شرائط پر چاہیں اتفاق کریں بلکہ وہ خدائی قانون کے ماتحت ہیں اور وہ جو کچھ بھی کر سکتے ہیں قانون الٰہی کے تابع ہوکر کر سکتے ہیں اور قانون الٰہی انکو ترک گاؤکشی بغرض ارضاء ہنود کی اجازت نہیں دیتا لہذا ان کو ایسی ہندوؤں کی موافقت جائز نہیں ہے اور وہ اس کے خلاف کریں گے تو آخرت میں سخت سزا کے مستحق ہونگے اور دنیا میں جو کچھ رسوائی اور ذلت ہوگی وہ الگ ہے سخت افسوس کی بات ہے کہ اگر خدا کسی مسلمان کو دنیوی وجاہت عطا کرتا ہے اور کچھ لوگ اس کو بڑا ماننے لگتے ہیں تو وہ حمایت اسلام کے پردہ میں پہلا وار اسلام پر کرتا ہے اور اسکی شاخیں کاٹکر پھینکنا شروع کرتا ہے بلکہ جڑ تک اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہے برخلاف ہندوؤں کے کہ جب ان کو اپنی قوم میں مقبولیت ہوتی ہے تو وہ مخالفت سے یا موافقت سے جس طرح بن پڑتا ہے اپنے مذہب کو تقویت پہونچانے کی فکر کرتے ہیں پس مسلمانوں کو خدا و رسول سے شرمانا چاہیے اور ہرگز کوئی کارروائی اسلام کے خلاف نہ کرنی چاہیے سنا گیا ہے کہ بعض مقامات پر بعض لیڈران ہنود کے خوش کرنے کے لئے جاہل مسلمانوں نے اپنے ماتھوں پر تلک لگائے۔ اور بعض دیگر مقامات پر دیگر کفریات کا ارتکاب کیا۔ پس جبکہ ابتدائے اتفاق میں مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ماتھوں پر کفر کے نشان لگاتے اور دیگر کفریات میں ہندوؤں کی شرکت کرتے اور شعائر اسلام کو

۳۱

مٹاتے اور شعار کفر کو رواج دیتے ہیں تو آگے چلکر اُن کی کیا حالت ہوگی غرض کہ یہ واقعات نہایت خطرناک ہیں اور یہ ایک سخت امتحان کا مقام ہے مسلمانوں کو نہایت احتیاط اور حزم سے کام لینا چاہیے اور اسلام کے نادان دوستوں یا ہوشیار دشمنوں کے خطرہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ یاد رہے کہ حقیقی عزت آخرت کی عزت ہے جس کا بدون حق سبحانہ کو خوش رکھے حاصل ہونا ناممکن ہے۔ رہی دنیاوی عزت سو اول تو وہ کوئی چیز نہیں اور اگر کچھ ہو بھی تو وہ بھی حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے تم ہزار ہندوؤں کی خوشامد کرو اور دنیا کے لیے دین برباد کرو مگر خدا تمکو عزت نہ دینا چاہیں تم کچھ نہیں کر سکتے اور یہی ہندو جنکی خاطر آج اسلام کی بیخکنی کیجا رہی ہے وقت پر تمکو ذلیل کرنیکے آمادہ ہو جاوینگے۔ پس مسلمانوں کو اپنے اسلام کی بچاؤ کی فکر چاہیے نہ کہ دنیاوی عزت اور رضا ہنود کی اور ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ہاں اگر اسلام کو محفوظ رکھکر اور جائز تدبیر سے دنیوی عزت بھی حاصل ہو جاوے تو مضائقہ نہیں مگر دنیاوی عزت کے واقعی یا خیالی منصوبوں کی بنا پر اسلام کو ضرر پہونچانا اور افعال کفریہ کا ارتکاب کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا حق سبحانہ ایسے ہی دین فروش اور دنیا خر لوگوں کی نسبت فرماتے ہیں ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ الصمد حبیب احمد الکیرانوی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

التماس از اشرف علی

اس وقت دینی ضرورت ہے کہ ان جوابوں پر علماء سے دستخط کرا کر مسلمانوں میں بکثرت شایع کریں چنانچہ لوگوں کے خیال میں منسوب الی العلم ہونے کے سبب میں بھی ذیل میں دستخط کرتا ہوں وھو ھذا۔

احقر اشرف علی تھانوی نے یہ دونوں جواب دیکھے بالکل صحیح اور حق صریح ہیں قابل غور امر ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد یحلفون باللّٰہ لکم لیرضوکم واللّٰہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین اور ارشاد ہے یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللّٰہ لا یرضی عن القوم الفاسقین ان دونوں آیتوں میں تصریح ہے کہ اللہ و رسول کو ناراض کرکے جب مسلمانوں کا راضی کرنا بھی موجب عتاب و عقاب ہے تو اللہ و رسول کو ناراض کرکے کافروں کا راضی کرنا تو کس طرح موجب عتاب و عقاب نہ ہوگا اس امر کو خفیف نہ سمجھیں اسکا شدید ہونا دلائل شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے تحسبونہ ھینا و ھو عند اللّٰہ عظیم اس فتوے پر عمل کرنا واجب ہے اور اسکی مخالفت حرام ہے۔

۳۳

آغاز جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ ہجری بمقام تھانہ بھون

تصحیح دیگر علماء

احقر نے دونوں رسالوں کو دیکھا بحمد اللہ دونوں جواب صحیح ہیں اور اثبات مدعی میں کافی و وافی ہیں بیشک گائے کے ذبح کرنے کو ترک کرکے جو کہ شعائر دین سے ہے ہنود کی موافقت کو اور اللہ اور رسول کی مخالفت کو کوئی مسلمان گوارا نہیں کر سکتا۔

کتبہ

انوار الحق امروہوی مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ محتاج رحمت رب احد احقر الوریٰ بندہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ میں نے رسالہ تصلیۃ سقر کو بالتفصیل اور دوسرے رسالہ کو بالاجمال دیکھا بحمد اللہ دونوں جواب صحیح اور مقصود کی توضیح میں کافی وافی ہیں اللہ تعالیٰ مجیبین کو جزائے وافر عطا فرمائیں جماعت علماء کو اس وقت اس رائے کا شدت کے ساتھ مقابلہ اور رد کرنا واجب ہے جو بعض اتفاق پرستوں نے ظاہر کی ہے کہ مسلمانانِ ہند کو گائے کی قربانی ترک کر دینا چاہیے یہ لوگ محض ہنود کی خوشامد سے ایک اسلامی شعار کو باطل کرنا چاہتے ہیں واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یحلفون لکم لترضوا عنہم فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفسقین ۔ حق تعالیٰ دین اسلام کی نصرت کیلئے ہر زمانہ میں ایک جماعت کو کھڑا کر دیتے ہیں جو شعائر اسلامی کی حفاظت کرتے ہیں اسلئے جماعت اہل حق کو اسوقت شعار اسلامی کی حفاظت کیلئے کھڑا ہو جانا چاہیے اور تقریر و تحریر سے اس رائے کی پوری تردید کرنا چاہیے بھلا جس اتفاق کی ابتدا اسلامی شعار کے ابطال سے ہو اسمیں فلاح و برکت کب ہو سکتی ہے ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما ۔ والسلام ۔ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۳۸ھ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۔

اما بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اہل الزمن السید احمد حسن ملتمس خدمت ناظرین ہے کہ صورت مسئولہ میں گائے کا ذبح بند کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ علاوہ مخالفت شعار دین کے اخلاق عامہ کے بھی خلاف ہے جسکا آج کل کے مہذبین کو بڑی زور سے دعویٰ ہے کیونکہ یہ ایک سخت بے شرمی ہے اور غیرت اسلامی اس خوشامد کی ہرگز اجازت نہیں دیتی ۔ اور حیا سے ہاتھ اٹھا لینا گوارا ہو تو اختیار ہے جو دل چاہے کیا جاوے فقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی اذا لم تستحی فاصنع ما شئت رواہ البخاری اور نیز یہ خوشامد غایت پست ہمتی ہے اور پست ہمتی حق تعالیٰ نیز مخلوق کو ناپسند ہے فقد روی الطبرانی فی الکبیر عن السید الحسن بن علی رض مرفوعا ورجالہ ثقات کما فی العزیزی ان اللہ تعالیٰ یحب معالی الامور واشرافہا ویکرہ سفسافہا اھ نیز یہ امر مخلوق سے طمع بھی ہے اور طامع محبوب عند الناس نہیں ہو سکتا فقد روی ابن ماجۃ وغیرہ وسندہ حسن کما فی بلوغ المرام عن سہل بن سعد رض قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ دلنی علی عمل اذا عملتہ احبنی اللہ واحبنی الناس فقال ازہد فی الدنیا یحبک اللہ وازہد فیما عند الناس یحبک الناس اھ حاصل یہ ہے کہ یہ بے شرمی و پست ہمتی و افعال ناپسندیدہ عند الخالق و

دیباچہ

کتاب الدر المنضود ترجمۃ البحر المورود

الملقب بوصیت مشائخ حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدی وروحی سید الاولین والاٰخرین نبینا وشفیعنا حبیب اللہ ورسولہ محمد ختم المرسلین مراد العاشقین ومرام المشتاقین وقرۃ عیون المسلمین صلے اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلے آلہ واصحابہ وعترتہ الطاہرین الطیبین صلوٰۃ وسلاماً دائمین متلازمین کما یحب ویرضی ربنا آمین۔ **امابعد** یہ محتاج رحمت رب احد احقر الوریٰ بندہ ظفر احمد عرض کرتا ہے کہ ۱۳۲۵ ہجری میں جب یہ احقر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً کی زیارت سے مشرف ہوا تو بعض اوقات خدمت بابرکت حضرت سیدی مولانا محب الدین[1] صاحب مہاجر مکی دامت برکاتہم میں حاضری کا موقع ملتا تھا اور حضرت مولانا بھی اس احقر کے حال پر توجہ فرماتے تھے ایکبار غایت شفقت سے فرمایا کہ تو نے علامہ شعرانی کی کتاب عہود محمدیہ کا بھی مطالعہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی نہیں نام بھی آج ہی سن رہا ہوں فرمایا کہ اس کا مطالعہ جماعت اہل

---

[1] یہ بزرگ حضرت قطب العالم سیدی حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۲ -

دیوبند کے ہر فرد کو ضروری ہے جو اتباع سنت کے دلدادہ ہیں چنانچہ احقر نے کتاب موصوف کو
خرید کر مطالعہ کیا واقعی اس کتاب میں اتباع سنت کی ترغیب جس عمدہ پیرایہ میں دی گئی ہے
بہت کم کسی کتاب میں نظر سے گذری ہے علامہ شعرانی رحنے اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعلیم کو عہد و وصیت کے پیرایہ میں بیان کیا ہے پھر اپنے مشایخ و ائمہ طریق کے کلام سے انکی
شرح فرمائی ہے جس سے تعلیم نبوی کی حقیقت بخوبی منکشف ہو جاتی ہے اور ہر عہد کے اخیر
میں بہت سی احادیث نقل فرمادی ہیں عہود محمدیہ کے حاشیہ پر ایک دوسری کتاب البحر المورود
چھپی ہوئی ہے وہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے اسمیں وہ وصیتیں اور معاہدے جمع کئے
ہیں جو ان کے مشایخ نے ان سے لیے تھے میں کیا کہوں کہ وہ معاہدے کیسے عجیب و غریب ہیں
انکو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کیا چیز ہے اور حقیقت کسکو کہتے ہیں نیز ان سے صوفیہ کرام
کا طریقہ تربیت بھی واضح ہوتا ہے کہ کتنا پاکیزہ راستہ ہے اور ان لوگوں کی غلطی بھی کھلجاتی
ہے جو شریعت و طریقت کو الگ الگ دو چیزیں سمجھتے ہیں اس کتاب سے یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی
کہ صوفیہ کرام کو تزکیہ اخلاق و درستی معاملات و معاشرات و آداب و مصالح عباد و انتظام ۲
امور کا کس درجہ اہتمام تھا نیز یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ حضرات کیسے بیدار مغز ہوتے ہیں نفس کے
امراض اور شیطان کے فریبوں کو کس خوبی سے سمجھتے اور بیان کرتے ہیں۔ اور طالبان سلوک
کے اخلاق و عادات معاملات و معاشرات کی اصلاح کسطرح عہد لیکر وصیت کر کے فرماتے ہیں۔
آج کل لوگوں نے تصوف صرف اسی کا نام سمجھ رکھا ہے کہ اوراد و اشغال کی کثرت کرلیجائے
تسبیحیں اور نوافل زیادہ پڑھ لیجائیں پاس انفاس وغیرہ کی مشق ہو جائے انوار و انکشافات ہونے
لگیں دل جاری ہو گیا تو بس مدعائے تصوف حاصل ہو گیا حالانکہ تصوف کیلئے ایسی بیداری کی
بھی ضرورت ہے جس سے تمام معاملات و معاشرات میں ہر چیز کا پورا حق ادا ہو ان آداب کی
بھی ضرورت ہے جنکے بعد کسی کو زبان ہاتھ وغیرہ سے ایذا نہ پہونچے ہر کام کے ایسے انتظام
کی ضرورت ہے جس سے دل کو تمام الجھنوں سے نجات ہو کر جمعیت و یکسوئی کے ساتھ مشاہدہ
جمال حقیقی نصیب ہو ان اخلاق کی بھی حاجت ہے جن سے دربار الٰہی کی پاک جماعت
اور منزہ مجلس میں شامل ہونے کی قابلیت پیدا ہو کیونکہ مرتبہ احسان جسکا حصول نسبت سے ہے

تعبیر کیا جاتا ہے یہ خاص صدیقین اور اولیاء صالحین کا مقام ہے اس مقام پر وہی شخص فائز ہو سکتا ہے جو تزکیۂ اخلاق وغیرہ سے اُن کی طرح پاک وصاف ہو چکا ہو گندہ اور ناپسندیدہ اخلاق کے ساتھ اس مجلس میں باریابی مشکل ہے پھر جو شخص ایسے اعلیٰ و برتر مقصود کا جسکے سامنے واللہ العظیم ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے طالب ہو اور اُس کے احوال و اقوال و افعال پر گرفت کیجائے وہ بھی اگر یوں کہے کہ شیخ بہت سختی کرتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ کرتے ہیں تو حیرت و تعجب کا مقام ہے ان صاحبوں کو شرمانا چاہیے کہ عاشقان مجازی ایک فانی صورت کی محبت میں کیسی کیسی سختیاں اور تکالیف عمر بھر جھیلتے ہیں تو کیا جمال حقیقی کا طالب چند روز بھی شیخ کی سختی کو نہ برداشت کرے تو پھر ایسے انوکھے محبوب کے طالب ہی کیوں بنتے ہو اپنے گھر راحت و آرام سے بیٹھے ہوتے ۵

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں | شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اگر اس راستہ میں قدم رکھنا ہی ہے تو سب سے اول اپنے ارادہ و اختیار و عزت و جاہ کو فنا کر دینا چاہیے اور اس بات کیلئے تیار ہو جانا چاہیے کہ اگر برسرِ راہ بھی جوتیاں ماری جائیں تو دل میں تغیر اور ابروؤں پر بل نہ پڑے یاد رکھو بسا اوقات نفس سمجھتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میرے اندر کبر و عجب و اخلاق رذیلہ نہیں رہے مگر امتحان کے وقت اسکی حقیقت کھل جاتی ہے کہ یہ سب جھوٹے دعوے تھے تو کیا شیخ اسکا امتحان بھی نہ کرے اور امتحان کے بعد اسکی اصلاح بھی نہ کرے اگر خدا کے طالب بنکر بھی یہی چاہتے ہو تو طلب کا کیوں نام لیا کس نے تمہاری خوشامد کی خوش خوش اپنے گھر رہو اور کبھی کسی شیخ کے پاس جانے کا نام نہ لو شیخ جو کچھ کرتا ہے تمھارے ہی بھلے کو تمھارے ہی نفع کیلئے کرتا ہے بس اس راستہ میں قدم رکھنے سے پہلے سرمد کی یہ رباعی پیش نظر کر لینی چاہیے

۵ سرمد گلہ اختصار می باید کرد | یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد | یا قطع نظر زیار می باید کرد

البحر المورود کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ مشائخ صوفیہ نے طالبین سے کیسی ذرا ذرا سی باتوں کا عہد لیا ہے مگر وہ حقیقت میں ذرا سی نہیں ہیں اُن کے نتائج بہت قیمتی ہیں اور کیسی خفیف خفیف باتوں پر مواخذہ کیا ہے جو ظاہر میں ہلکی معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں

بہت زہریلا مادہ ہے ان باتوں کو دیکھکر روز روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ سچا اور مقبول سلف
طریقہ تصوف وہی ہے جسکو آج خدا کی ایک خاص برگزیدہ جماعت نے دنیا کے سامنے پیش
کیا ہے میں نے چاہا تھا کہ اول عہود محمدیہ کا ترجمہ احباب کے سامنے پیش کردوں مگر ایک بار حضرت
حکیم الامت دامت مجدہم کے سامنے جو یہ ارادہ عرض کیا تو فرمایا کہ عہود محمدیہ بڑی کتاب ہے اسکے
ترجمہ میں بہت زمانہ صرف ہوگا میری رائے میں پہلے البحر المورود کا ترجمہ کرنا چاہیے کہ وہ چھوٹی
کتاب ہے اور عام لوگوں کے لئے زیادہ نافع بھی ہے اسلیئے بنام خدا اول اسی کا ترجمہ شروع
کیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ ان قیمتی اور انمول جواہر سے اپنے احباب کی ضیافت نکروں اس لئے
اپنی وسعت کے موافق عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کرکے پیش کرتا ہوں حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور
مجھے اور سب مسلمانوں کو ان سے منتفع فرمائیں جس جگہ مجھکو شبہ ہوگا اپنے بزرگوں سے اسکو
حل کرکے لکھونگا اس کے بعد بھی کوئی غلطی رہے تو ناظرین میں جسکو معلوم ہوجائے مطلع
فرماویں۔ کہیں کہیں بین القوسین کچھ عبارت توضیح مقصود کیلئے بڑھادی ہے وہ مترجم کی طرف سے
ہے اگر کہیں اختصار یا خلاصہ کیا جائے گا اسکی اطلاع حاشیہ میں کردی جاے گی اس ترجمہ کا
نام **الدر المنضود من البحر المورود الملقب بہ وصیت مشائخ** رکھتا ہوں حق تعالےٰ
شانہ اسکو میرے لئے ذریعہ نجات بناویں اور خاص اپنی ذات کیلئے اس عمل کو قبول فرمائیں
اور غوائل نفس سے محفوظ رکھیں آمین میں اپنی اس ناچیز خدمت کو اعلیٰ حضرت سیدی سندی
مولائی ومرشدی قطب العارفین ظل اللہ علی العالمین مولانا **خلیل احمد** صاحب لازال
ظلال جلالہ وجمالہ علی رؤس الطالبین کی بارگاہ عالی میں بطور تدرکے پیش کرتا ہوں گر قبول
افتد زہے عز وشرف والحمد للہ اولا وآخرا وظاہرا وباطنا۔ سہولت کیلئے کتاب کے
چند حصے کردیئے گئے پہلا حصہ مستقل طور پر طبع ہورہا ہے جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا
اگر جی چاہے مترجم کے نام درخواست بھیجدیں جیسے طبع[لہ] ہوتے ہی بھیجدیا جائیگا اسوقت رسالہ
الامداد میں دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے حق تعالیٰ یہ سلسلہ بخوبی قائم رکھیں آمین۔

۴

لہ اسکے بعد انشاء اللہ عہود محمدیہ کا ترجمہ بھی پیشکش کیا جائیگا اس کا نام العقود المسردیہ ترجمۃ العہود المحمدیہ الملقب بہ وصیت رسول ہوگا ۱۲ لہ قیمت کا تخمینہ ۱۰ ہے اور اسکا نمونہ دو ورق پر بطور اشتہار کے چھپ چکا ہے درخواست آنے پر ارسال ہوسکتا ہے ۱۲ ظفر احمد عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

ناظرین اس کتاب سے منتفع ہوتے وقت مترجم کو بھی دعا میں یاد رکھیں مقصود شروع کرنے سے پہلے حضرت حکیم الامت کے وہ قیمتی اور مبارک الفاظ جو بعد ملاحظہ حصہ اول کے حضرت نے تحریر فرمائے ہیں نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ کتاب کیلئے باعثِ برکت و زینت اور ناظرین کیلئے کاشفِ حقیقت و موجبِ رغبت ہوں۔

تقریظ عالی حضرت حکیم الامت جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر اشرف علی عرض کرتا ہے اس رسالہ الدر المنضود کو جو ترجمہ ہے البحر المورود کا میں نے جا بجا سے متناً و حاشیۃً کہیں مع اصل کے کہیں صرف ترجمہ دیکھا جو خوبیاں اصل کتاب میں ہیں اگر وہی داعی ہیں اس ترجمہ کی طرف جسکی تحریک میں میں بھی شریک ہوں جس کی زیادہ غایت یہ دکھلانا ہے کہ حضرات سلف اہل طریق کی تربیت کا کیا طرز تھا جو آج کل قلت علم و غلبۂ رسوم کے سبب منکر و مستغرب سمجھا جاتا ہے) وہ خوبیاں تو ترجمہ میں ہیں ہی (چنانچہ ظاہر ہے کہ ایک کا دوسرے کیلئے مرادف ہونا لازم ہے) اُن کے علاوہ خود ترجمہ کے محاسن مزید ہیں عبارت کا سلیس و مطلب خیز ہونا جا بجا توضیح کے لئے عبارات کا اضافہ موقع بموقع حواشی سے توضیح۔ اللہ تعالیٰ مترجم کو ماتن کے ساتھ جزائے خیر میں ملحق فرماوے میرے نزدیک اس رسالہ کا ہر صاحب طریق خصوص اپنے سلسلہ والوں کی پاس رہنا اور وقتاً فوقتاً اُس کا مطالعہ کرتے رہنا اور معاملات کے وقت اُس کے مضامین کا مستحضر رکھنا ضروری اور نہایت ضروری ہے والسلام ۲۶ ج ۱ ۱۳۳۸ھ بمقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔

(ہمسے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے ہمارے کسی ایسے ہمعصر کی تعریف کرے جو ہمپر اعتراض کیا کرتا ہے تو ہم بھی اُس تعریف اور مدح میں موافقت کریں (اور اسکی تائید کریں) اور اسمیں کچھ مین میخ نہ نکالیں کیونکہ اسمیں مجاہدۂ نفس بھی بہت زیادہ ہے اور بہت جلد (اُس کے دل سے) عداوت زائل ہو جانے کی بھی امید ہے کیونکہ جب اُس ہمعصر کو معلوم ہوگا کہ ہمنے ایسے لوگوں کے سامنے اُسکی مدح کی ہے جنکے سامنے اپنی مدح کا ہونا وہ بھی چاہتا ہے تو ضرور وہ ہماری طرف مائل ہو جائے گا اور دشمنی اُس کے دل سے کم ہو جائیگی اور اگر وہ ہمعصر نہ ہماری تعریف کرتا ہو نہ مذمت (تب تو اُس کی مدح میں بدرجۂ اولیٰ موافقت و تائید کرنا چاہئے)

5

اسی طرح ہمکو رفتار زمانہ کی بھی رعایت کرنا چاہیے یعنی جس شخص کو حق تعالیٰ نے علم و تقویٰ اور بزرگی اور کثرت معتقدین کی وجہ سے مشہور کردیا ہو ہمکو بھی اسکی تعریف کرنا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ نے جو اُسکو مشہور کردیا ہے اور ہمکو گمنام رکھا ہے اسمیں ضرور کوئی بڑی حکمت ہوگی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعضے لوگ اپنے ہمسر و ہمعصر کی تنقیص اور اُسپر اعتراض اس غرض سے کرتے ہیں تاکہ اُسکے معتقد ہونے سے لوگوں کو روکیں اور اُس سے نفرت دلائیں مگر اس سے لوگوں کو اُس کا اعتقاد اور زیادہ ہوجاتا ہے اور یہ (اعتراض کرنے والا) پہلے سے زیادہ مقہور ہوجاتا اور نظروں سے گرجاتا ہے اور پہلے سے زیادہ گمنام اور پست ہو کر ترقی سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ شخص خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق چلتا (اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا اور جسکو خدا نے شہرت بخشی ہے اسکے درپے نہ ہوتا) تو یہ اسکے لئے زیادہ بہتر ہوتا واللہ علیم خبیرہٗ (یہ عہد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ذرا اس زمانہ کے علماء اور سالکین غور سے دیکھیں کہ اسپر کہاں تک عمل کیا جاتا ہے افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اس مرض میں ہم سب مبتلا ہیں کسی ہمعصر کی یا اپنے شیخ کے سوا کسی دوسرے بزرگ کی تعریف سننا ہمکو گوارا نہیں اگر کسی کی تعریف سنتے ہیں تو اکثر یہی کوشش ہوتی ہے کہ اسمیں کوئی اعتراض نکالا جاوے اور اگر زبان سے بھی کچھ نہ کہا تو دل سے تو ہرگز خوش نہیں ہوتے) واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۰

(ہمسے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کا علم (ابھی تک) اُسکے نفس ہی میں رکھا ہوا ہو (اور دل تک اُس کا اثر نہیں پہونچا) اُس سے مجاہدہ اور تہذیب اخلاق کا مطالبہ نکریں (نہ اسکی اس سے امید رکھیں) کیونکہ (اس حالتمیں تہذیب اخلاق و مجاہدہ نفس پر) وہ قادر نہیں ہوسکتا بلکہ ہمکو چاہیے کہ چپکے چپکے اخلاق صالحہ اُس کے اندر آہستہ آہستہ پہونچائیں (اول) دوسروں کے حق میں مثالیں بیان کرکے (اخلاق حمیدہ کی فضیلت اور خصائل ذمیمہ کی مضرت اُسپر ظاہر کریں) یہاں تک کہ علم (کا اثر) اُسکے لطیفہ قلب یا لطیفہ روح یا لطیفہ سر تک پہونچ جائے جب ان میں سے کسی ایک میں بھی (علم کا اثر) پہونچ جائیگا تو پھر اُس سے اخلاق حسنہ خود بخود ظاہر ہونے لگیں گے بخلاف اپہلی حالت کے جبکہ علم کا اثر نفس ہی تک پہونچا ہو کہ اُس وقت اخلاق حسنہ کا ظہور بہت دشوار ہے جب تک علم کا اثر قلب یا روح یا سر میں نہ پہونچ جائے مجاہدات و ریاضات

سب بیکار ہیں اور یہی حالت طلب کی ہے کہ جب تک طلب کا اثر نفس سے گذر کر لطیفۂ قلب یا لطیفۂ روح وسر میں سے کسی میں نہ پہونچا ہو اُس وقت تک سالک سے ریاضات ومجاہدات کی توقع بیکار ہے بلکہ اول آہستہ آہستہ طلب کا اثر ان لطائف میں پہونچانا چاہئے پھر خود بخود اُسکی حالت درست ہوتی چلی جاوے گی بخلاف علمِ نفس کے کیونکہ نفس سراپا ظلمہ ہے اور ظلمت میں تلبیس ہوتی ہے (اسلئے نفسانی علم سے نور نہیں پیدا ہو سکتا ایسا علم ہمیشہ دھوکہ میں ڈالے رکھتا ہے) اور قلب وروح وسر یہ لطائف سراپا نور ہیں (جب علم وطلب وغیرہ کا اثر ان میں سے کسی میں پہونچتا ہے تو علم میں نورانیت آجاتی ہے) اور نور (علم) کی پہچان یہ ہے کہ انسان کو حق وباطل کا پورا امتیاز ہونے لگے جس سے حق کا اتباع خود کرنے لگے اور باطل کو چھوڑ دے۔

(ہمسے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کسی مؤذن یا کسی خادم مسجد سے خواہ وہ دربان ہو یا فرش بچھانے والا یا روشنی کرنے والا یا پاخانوں اور غسلخانوں کا صاف کرنے والا ہو دشمنی کبھی پیدا نکریں خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرض منصبی کو محض ثواب سمجھکر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں (تب تو اور زیادہ ان کا احترام چاہئے) البتہ کسی ضرورتِ شرعی سے (اگر عداوت کیجائے تو مضائقہ نہیں مثلاً کہ یہ وہ لوگ حرام کاموں میں مبتلا ہوں بشرطیکہ شرعی ضرورت محقق بھی ہو جائے (اور محض بدگمانی سے کام نہ لیا جاوے) اور یہ ادب اگرچہ انہی لوگوں کے ساتھ خاص نہیں (بلکہ سب مسلمانوں کے ساتھ یہی برتاؤ رکھنا چاہئے) مگر ان لوگوں کے ساتھ اس ادب کی رعایت کرنا بہت زیادہ ضروری ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو غیبت سے بچنا چاہئے (حالانکہ غیبت سے بچنا سب کو ضروری ہے مگر روزہ دار کو خصوصیت کے ساتھ اس سے بچنے کا حکم کیا گیا کیونکہ اسکی خاص حالت کا یہی تقاضا ہے کہ جب حلال کاموں کو اس نے چھوڑ دیا کھانا پینا بند کر دیا تو حرام کاموں سے اسکو بدرجہ اولیٰ بچنا چاہئے اسی طرح دشمنی کرنا سب سے ناجائز ہے مگر خدام مسجد سے کرنا سخت ناجائز ہے) اسکو خوب سمجھ لو اور حق تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرکے ان لوگوں سے عداوت نکرو کیونکہ وہ خدا کے دربار کے خادم ہیں خصوصاً مؤذن کا مرتبہ ہے) کیونکہ وہ (اکثر اذان صبح کیلئے رات سے جاگ اوٹھتا ہے اور) پچھلی راتوں کو خدائی شان کے ساتھ دربارِ خاص میں حاضر ہوتا ہے (کیونکہ یہ وقت خاص تجلی الٰہی کا وقت ہے تمام عارفین

کی روحیں اسوقت دربار آلہی میں حاضر ہوتی ہیں جنمیں اکثر اذان دینے والے بھی شریک ہو جاتے
ہیں اگرچہ وہ بڑے عارف نہوں مگر اسوقت میں جو کوئی بھی جاگتا ہے اور خدا کو یاد کرتا ہے ضرور
اُس تجلی سے تھوڑا بہت حصہ لے ہی لیتا ہے) اور اسوقت یہ مؤذن سے عداوت رکھنے والا اکثر
جنابت کی حالت میں پڑا سوتا ہوگا کہ اُس کے پاس کوئی فرشتہ بھی نہ پھٹکتا ہوگا (کیونکہ جنابت
کی حالت میں ملائکہ رحمت پاس نہیں آتے) نیز اُس بارگاہ آلہی سے نکالا ہوا دور کیا ہوا محروم پڑا
ہوگا تو جو شخص مؤذن سے عداوت رکھے اُس نے یقیناً اپنے آپ کو غضب آلہی کا نشانہ بنادیا
کیونکہ مؤذن کی بددعا اُسپر ناحق ظلم کرنے والیکے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے اور میں نے اپنے
بھائی افضل الدین رح سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے وظیفے وظائف چھوڑ کر پڑا
سو رہا تھا پھر جو اُٹھا تو میں نے دنیا بھر کے اولیاء اللہ کو دیکھا کہ مجھسے پہلے ہی حق تعالی کے سامنے
صف باندھے کھڑے ہیں اسوقت کچھ نہ پوچھو کہ مجھپر کیا گذری میں تو بیٹھا پیشاب پاخانہ کر رہا تھا
گویا شیطان کے دربار میں حاضر تھا اور اولیاء اللہ دربار آلہی میں حاضر تھے اُسوقت مجھے حق تعالی
سے ایسی شرم آئی کہ ہلاکت کے قریب ہوگیا اھ (یہ واقعہ شیخ رح نے کشف سے دیکھا جو ہر اک
کو ہونا کچھ ضرور نہیں مگر ہم جیسوں کو اگر کشف نہیں ہوتا تب بھی اسمیں کیا شک ہے کہ رات کا آخری
حصہ خاص تجلی کا وقت ہے حدیث شریف میں صراحۃً موجود ہے کہ حق تعالی شانہ رات کی آخری
تہائی حصہ میں آسمان اول کی طرف نزول فرماتے ہیں (یعنی عالم دنیا کی طرف خاص توجہ فرماتے
ہیں) اُس وقت پیشاب و پاخانہ و جنابت وغیرہ میں مشغول رہنا سالک کو تو مناسب نہیں یہ
سب کام آخری تہائی حصہ سے پہلے کرنا چاہئیں واللہ یہدی من یشاء الی صراط
مستقیم) اسکے بعد اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ امام کا رتبہ سب خدام مسجد سے بڑھا ہوا ہے اس لئے
اُسکی محبت کرنا اور اُسکی دشمنی سے پرہیز کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ امامت میں وہ سیدنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے (اور تم خود سمجھ لو کہ نائب رسول کا کیا حق ہونا چاہئے)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسجد کی خدمت کرنے والوں کی مثال وہی ہے جو ایوان شاہی کے دربانوں
کی ہے اور جو شخص دربار شاہی میں جانیکا قصد کیا کرتا ہے اُسکو خدام شاہی و دربان خاص
کے ساتھ ادب سے پیش آنا (اور اُن کی عزت و مرتبہ کا پاس کرنا) نہایت ضروری

(باقی آئندہ)

(باب پرندوں کی پیدایش کی حکمت میں)

قال اللہ تعالیٰ سبحانہ - الم تروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکہن
الا اللہ ترجمہ کیا تم پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ فضاء آسمانی میں کیونکر چلتے پھرتے ہیں اُن کو
خدا کے سوا کوئی نہیں روکتا - اے عزیز خدا تمپر رحم فرمائے دیکھو حق تعالیٰ نے پرندوں کو کیسی
عجیب حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ اوڑنیکے لیے جسم کی خفت کی ضرورت تھی تو اُن میں
کوئی ایسی چیز نہیں بنائی جو اُن کو بوجھل کر دی اور اُسی خفیف جسم میں تمام وہ چیزیں جنکی
اسکو ضرورت اور جنپر اُس کا قیام موقوف ہے پیدا کر دیں اُسکی غذا کو تمام اعضا کی طرف مناسب
طور پر تقسیم کر دیا بعضے اعضا نرم ہیں بعض سخت بعض بین بین ہیں ہر عضو کی طرف غذا میں
سے وہی حصہ پہونچتا ہے جو اُسکے لائق ہے - خدا تعالیٰ نے پرندوں میں ہاتھ نہیں بنائے بلکہ
صرف دو پیر پیدا کئے ہیں جو بوقت ضرورت چلنے پھرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل
ہونے میں کام آتے ہیں اور اوڑنیکے وقت زمین سے اُٹھنے میں اُن سے امداد ملتی ہے پنجے
چوڑے ہوتے ہیں تاکہ زمین پر جم سکیں جیسے اونٹ کا پیر ہوتا ہے یا ان میں انگلیاں
بھی ہوتی ہیں جو سخت کھال سے بنائی جاتی ہیں مگر بہ نسبت پنڈلی کی کھال کے نرم ہوتی
ہیں اور پنڈلیوں کی کھال موٹی اور بہت سخت و مضبوط بنائی گئی ہے تاکہ گرمی اور سردی سے
بدون پروں کے محفوظ رہیں نیز اس خاص صورت پر اُسکی پنڈلیاں بنانیمیں اور بھی بہت
حکمتیں ہیں کیونکہ پرندہ دانہ چگنے میں اور اپنی غذا حاصل کرنے میں گارے پانی کی جگہ سے
بچا نہیں رہ سکتا تو اگر اُسکی پنڈلیوں میں پر ہوتے تو اُن کے بھیگنے اور ملوث ہونے سے
اُسکو تکلیف ہوتی (مثلاً اُسکے بوجھ سے اوڑنے میں دقت ہوتی) تو خدا نے اُسکے پیروں کو
سخت بنا کر پروں سے مستغنی کر دیا تاکہ اوڑنیکے لئے ہر وقت آزاد رہے اور جن پرندوں کے
پیر لمبے بنائے گئے ہیں اُن کی گردن بھی لمبی کیگئی ہے تاکہ اپنی غذا بدون کسی دقت و تکلیف
کے حاصل کر سکیں اگر پیر لمبے اور گردن چھوٹی ہوتی تو اُسکو خشکی اور تری ہر جگہ میں بدون
سینہ کے بل اوندھا ہوئے دانہ چگنا ممکن نہوتا اور کبھی گردن کی لمبائی کے ساتھ چونچ کی لمبائی

سے بھی مدد ملیگی ہے تاکہ اُسکو اپنا مطلوب حاصل کرنا بہت ہی آسان ہو جاوے۔ اور اگر
گردن لمبی اور پیر چھوٹے ہوتے تو اُسکو گردن کے بوجھ کی تکلیف ہوتی اور دانہ چگنے کے لئے
چلنا پھرنا بر باد و دشوار ہو جاتا اور حق تعالیٰ نے ہر قسم کے پرندہ کیلئے اُس کے مناسب چونچ
بنائی ہے تو جو پرندے شکاری ہیں اور جنکی غذا گوشت ہے اُن کی چونچ ٹیڑھی ہوتی ہے تاکہ
گوشت کو کاٹ چھانٹ کرسکیں اور بعض کی چونچ چوڑی اور تیز ہوتی ہے اُسکی تمام جانبیں
جس چیز کو وہ پکڑتی ہیں اُسپر خوب ملجاتی ہیں کسی کی چونچ اعتدال کے ساتھ پکڑنے والی ہے
کسی کی لمبی چونچ ہے تاکہ غذا کو اچھی طرح بند کرسکے اور خدا نے چونچ کو ہڈی کی مانند سخت بنایا
ہے مگر بہ نسبت ہڈی کے اُسمیں کسیقدر نرمی ہے کیونکہ اُسکے استعمال کی بہت ضرورت
پڑتی ہے اور پرند کیلئے چونچ ایسی ہے جیسے حیوانات کیلئے دانت (اسلئے اُسکے لئے سختی
ہی مناسب ہے) اور خدا نے پرندے کے بازو کی جڑ کو مضبوط بنایا ہے اور اُسکو مثل بانس کے
پورے بازووں کی سخت کھال میں قائم فرمایا ہے کیونکہ اوڑنے کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے
اور اسوقت حرکت قوی ہوتی ہے تو اُسکی مضبوطی کی بہت ضرورت تھی اور خدا نے پرندوں
میں پروں کو سردی اور گرمی کی تکالیف سے بچاؤ کیلئے پیدا کیا ہے نیز اوڑنے کے وقت
ہوا اُن کے درمیان سے نکل جاتی ہے تو پروں سے اوڑنے میں امداد ملتی ہے اور بازووں پر
مضبوط اور مستحکم جلدی اوگنے والے پر پیدا کئے ہیں کیونکہ اس سے بہت کام پڑتا ہے باقی
تمام بدن میں بھی کثرت سے پر پیدا کئے ہیں جو اُسکے لئے بمنزلہ لباس کے سردی گرمی کا بچاؤ ہیں
اور اُن سے اُسکی زینت وخوبصورتی بھی ہے اور سبکی جڑوں کو بہت مضبوط کر دیا ہے کیونکہ اُن سے
پرندوں کے بدن کا قیام ہے اور خدا نے پروں میں ایک یہ حکمت بھی رکھی ہے کہ پانی کی
تری سے وہ خراب نہیں ہوتے نہ میل وغیرہ کا اُن پر اثر ہوتا ہے کہ میلے ہو جائیں اگر پانی کبھی
لگ بھی جاوے تو ذرا سے جھاڑنے سے تری دور ہو جاتی ہے اور پھر ویسا ہی ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے
اور پرندوں میں پیشاب و بیٹ اور انڈے نکلنے کیلئے ایک ہی رستہ رکھا گیا ہے تاکہ بدن
ہلکا رہے بھاری نہ ہو جاوے اور دُم کے اوپر لمبے پر پیدا کر دیے جس سے اوڑتے وقت کسی جانب
سیدھا ہونے میں بہت امداد ملتی ہے اگر دُم کے پر نہ ہوتے تو اوڑتے ہوئے بازووں کا دائیں بائیں

(باقی آئندہ)

۵۶

ضمیمہ اولیٰ تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت نصف اخیر ۱۳۳۷ھ

و نصف اول ۱۳۳۸ھ

مضمون اول علاوہ[1] پچاس حضرات مذکورین تتمات سابقہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت و تلقین کی اجازت دیگئی (۵۱) مولوی واحد بخش ولد میاں محمد عیسیٰ مقام و ڈاکخانہ قائم پور تحصیل خیرپور ٹامی والہ ریاست بہاولپور (۵۲) مولوی عبد المجید ولد نور علی ساکن مدار شاہ ڈاکخانہ فتح آباد ضلع چاٹگام (۵۳) حکیم نور احمد کانپور محلہ ہربنس محال عرف نہرہ **اطلاع**[2] **متعلق مجازین** اجازت یافتگان سابقین میں سے اور دو صاحبوں کی وفات کی خبر پہونچی ایک مولوی عبد الحق موہن پوری مذکور نمبر (۱۰) تتمہ اولیٰ یہ خبر کفیل احمد چاندپوری کے خط سے معلوم ہوئی دوسرے حکیم محمد یوسف بجنوری مذکور نمبر (۱۳) تتمہ اولیٰ یہ خبر بجنور سے موصول ہوئی۔ پس ان کی منہائی کے بعد بقیہ (۵۱) رہے آئندہ اسی عدد سے سلسلہ رہیگا۔

مضمون ثانی بعض کتب و مواعظ جدیدۃ التالیف بترتیب سلسلہ سابقہ[3] (۴۲۸) خیر الحضور فی السفر الی کانپور (۴۲۹) خیر الحدور فی السفر الثالث الی گورکھپور (۴۳۰) انوار المحسنین (۴۳۱) الصلوٰۃ (۴۳۲) الحیوٰۃ (۴۳۳) احکام المال (۴۳۴) احکام الجاہ (۴۳۵) الہویٰ والہدیٰ (۴۳۶) امانۃ التقویٰ (۴۳۷) چار جزی بہشت یعنی نمونۂ الشیخ (۴۳۸) شکر العطار (۴۳۹) اقسام الریاء (۴۴۰) طریق القلندر[4] ربانی تربیت السالک و امداد الفتاویٰ حوادث الفتاویٰ و ترجیح الراجح و مکتوبات خبرت کا سلسلہ بھی جاری ہے مگر ان کے مضامین کا عدد ان کے حصص سابعہ سابقہ ہی کے اجزاء ہونے کے سبب مستقل[5] قرار نہیں دیا گیا

عه[1] ملاحظہ ہو تتمہ سابعہ کا صفحہ اخیر سطر ۱۲ قولہ اگر کبھی کوئی مضمون الخ ۱۲

عه[2] ملاحظہ ہو تتمہ سابعہ کا صفحہ اول سطر ۵ قولہ اطلاع متعلق مجازین الی قولہ اسی عدد سے سلسلہ رہیگا ۱۲

عه[3] ملاحظہ ہو تتمہ سابعہ صفحہ ۴ سطر ۲ قولہ اب عدد تالیفات الخ مع سباق و سیاق ۱۲

عه[4] گو کچھ صاف ہونا باقی ہے مگر بہت زیادہ حصہ صاف ہو چکا ۱۲

عه[5] ملاحظہ ہو تتمہ سابعہ کا صفحہ اخیر سطر ۱۳ قولہ اسی طرح تربیت الخ ۱۲

۵

اور تتمہ سابعہ کے صفحہ میں جو ایک جگہ بند ہونا مذکور ہے سو مراد اس سے التزام ہے نہ مطلق ارتسام ۱۲ منہ۔

مضمون ثالث (۱) قصد السبیل کا گجراتی ترجمہ ہاشم بن یوسف صاحب بھروچی نے کرکے چھپوا دیا ہے
(۲) دین محمد صاحب نے قریہ فیروز شاہ ضلع لاڑکانہ سندھ سے لکھا ہے کہ رسالہ علاج القحط والوباء
کا ترجمہ سندھی میں کرچکا ہوں (۳) غوث محمد خاں صاحب سالدار میجر ای ڈی جی نے پونا
رجمنٹ ۱۰۲ سے لکھا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو بہشتی زیور کا ترجمہ پشتو میں کرایا جاوے چونکہ ہمارے
ملک میں لوگ اردو بہت کم سمجھتے ہیں چنانچہ خوشی سے اجازت دی گئی۔ (۴) مطیع الرحمن عرف
عبد المطلب مدرس انگریزی ضلع نواگانوں ملک آسام نے لکھا ہے کہ کتاب جزاء الاعمال حضور را
بندہ ناقص العقل از بسکہ باسعان نظر تحقیق کردہ ترجمہ بزبان بنگالہ نقل کردم ہنوز در مطبع داخل نکردہ ام

اطلاع انتظام جدید مفید

۲

تتمہ خامسہ تنبیہات میں بذیل حرف (ب) مدرسہ کے ایک واعظ کے تقرر کی خبر درج کیگئی تھی وہ سلسلہ بعض عوارض سے منقطع ہو گیا تھا۔
الحمد للہ کہ ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۸ ہجری سے پھر اس کا احیاء ہوا ہے یہ صاحب مختلف محلات و
دیہات میں بلا نذرانہ وعظ کہنے کیلئے جاویں گے اور اگر دور و دراز مقامات پر بلانے کی خواہش
کی گئی تو دو شرط سے جاسکیں گے ایک یہ کہ وقت پر کوئی خاص وجہ مانع نہ ہو دوسرے یہ کہ کرایہ
آمد و رفت مع ایک ہمراہی کے دیا جاوے یہ صاحب مولوی عبد المجید بچھرایونی اجازت یافتہ مذکور
تتمہ ثالثہ نمبر (۱۹) ہیں جنمیں ضروری واقفیت کے ساتھ ظاہراً آثار خلوص محسوس ہوتے ہیں جو
نفع و تاثیر میں خاص دخل رکھتا ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ اوقات فراغ میں وہ تین کام اور بھی کیا کرینگے۔
۱ مقیمین خانقاہ کی تصحیح قرآن جنکو حاجت ہو۔ ۲ چھوٹے چھوٹے رسالے ضروریات
دین کے تالیف کرنا جو بوقت وسعت شائع کئے جایا کریں ۳ مفید ملفوظات کو ضبط کرنا
واللہ الموفق ومنہ اتمام النعم وبیدہ ازمۃ الاحکام والحکم فقط

کتبہ

اشرف علی جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۸ھ

قرآن شریف مع ترجمہ و تفسیر کی اجرا کار اور جلد طبع ہونیکی خوشخبری

امداد المطابع کی عمر کا چھٹا سال رجب ۱۳۳۰ھ سے شروع ہوتا ہے۔ مطبع نے ایک ہی سال کے بعد تفسیر بیان القرآن
کی اشاعت کو ضروری سمجھکر دوسرے سال کے شروع میں بغرض اشاعت دینی تفسیر مذکور کو بصورت قرآن شریف
چھاپنے کا عزم کرلیا تاکہ مسلمان بہت تھوڑی قیمت یعنی صرف چھ روپیہ میں اس سے منتفع ہوسکیں۔ اور چونکہ مطبع
میں اسکے طبع کی گنجایش نہ تھی اس لئے پیشگی قیمت کی فہرست کھولدی تاکہ چار پانچ سو خریداروں سے پیشگی
قیمت وصول ہوجائے اور طبع تفسیر کا کام بسہولت تمام ہوجاوے سو اگرچہ خریداروں کی تعداد حسب خیال پوری ہوگئی
لیکن ہمارا تخمینہ مصارف اس لئے غلط ہوگیا کہ جنگ یورپ جسکا بوقت اشتہار ہمکو وہم بھی نہ تھا چھڑ گئی
اور کاغذ و دیگر سامان طبع اسقدر گراں ہوگیا کہ تخمینہ مصارف چہ سہ و چہار چند ہوگیا۔ اور جو رقم ہمنے خریداروں
سے پیشگی وصول کی تھی وہ اور اسی قدر مطبع کی ذاتی رقم صرف [illegible] میں صرف ہوگئی اور چونکہ مطبع میں [illegible]
کام جاری رکھنے کی استطاعت نہیں تھی۔ اس لئے حق سے اسکے اتمام کی دعا و امید کرتے رہے تا انتظام رقم
طبع اس کام کو روک دیا گیا۔ اس انتظار میں دو سال صرف ہوگئے اور طبع کے لئے روپیہ کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔
اس تاخیر کو دیکھکر بہت سے خریداران از خود یا دوسروں کے اغوا سے بددل ہوگئے اور اپنی رقوم کی واپسی کی درخواستیں
کرنے لگے۔ مطبع اول تو گرانی کی وجہ سے مالی مشکلات میں پھنسا ہوا تھا ہی۔ واپسی کی درخواستوں نے اسکی مالی
مشکلات میں اور اضافہ کردیا۔ ان مالی مشکلات کی وجہ سے جو تاخیر طبع قرآن شریف یا واپسی رقوم میں ہوئی [illegible]
لوگوں نے مطبع کی بددیانتی اور بدمعاملگی پر محمول کرکے اسکو بہت سخت طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا اور بہت کچھ
بدنام کیا مگر خدا کا شکر ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ لوگوں پر مطبع کی نیک نیتی اچھی طرح ظاہر ہوجاویگی اور
وہ خوب سمجھ لیں گے کہ مطبع کا اشتہار کسی بدنیتی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس کا منشا محض نفع رسانی مسلمانان
تھا کیونکہ حضرات اہل کرم عالی ہمم حضرات مندرجہ ذیل سوداگران کلکتہ نے مطبع کو چھ ہزار روپیہ برائے تکمیل
قرآن شریف اس وعدہ پر دیا ہے کہ اس رقم کے معاوضہ میں بقیمت لاگت یہ قرآن شریف انکو دیئے جاوینگے جنکو
یہ لوگ مساجد و مدارس وغیرہ میں اور دیگر شائقین مستحقین کو مفت تقسیم فرماوینگے اور اس رقم سے اس طبع قرآن
شریف کا کام نہایت اہتمام کے ساتھ شروع کردیا گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ چھ سات ماہ میں قرآن شریف مکمل
ہوکر شائقین کے پاس پہنچ جاویگا۔ اس تاخیر ہی میں گو بہت شائقین کو تکلیف انتظار اٹھانا پڑی مگر اسکے

ان خریداران کو جنھوں نے مطبع پر اطمینان فرماکر اپنا روپیہ واپس نہیں لیا یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ انکو قرآن شریف نصف قیمت میں مل گیا اسلئے کہ اب اُسکی قیمت ۵ روپیہ ہے اور بہت سے حاجتمند شائقین کے پاس تفسیر مفت پہنچ جائیگی کیونکہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرات مندرجہ ذیل نے جو قرآن شریف خریدے ہیں وہ ان کو مفت تقسیم فرمادینگے۔ یہ تاخیر بھی مسلمانوں کے لئے حق سبحانہ کی ایک نعمت ثابت ہوئی اور اس سے حضرت مولانا مدظلہم العالی جو کہ مصنف تفسیر ہیں اور مطبع کی نیک نیتی پر استدلال ہوسکتا ہے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ تکمیل طبع کے لئے دعا فرمادیں و نیز سوداگران کلکتہ جنھوں نے مطبع پر اعتماد کرکے اس کار خیر میں اتنی بڑی رقم سے اعانت فرمائی اور جناب مولوی حافظ محمد ابوشعیب محمد اسمٰعیل صاحب جنکی کوشش سے یہ اعانت ہوئی اور دیگر حضرات جنھوں نے دعا سے یا اور کسی طرح اس تکمیل میں مدد فرمائی ہو ان کو بھی دنیا و عقبیٰ کی دعا فرمادیں۔ مطبع بھی اُن حضرات کا نہایت شکر گذار اور انکے لئے دست بدعا ہے۔ والسلام۔

فہرست اسمار گرامی معاونین و خریداران قرآن شریف

(۱) جناب سیٹھ صدیق جمال صاحب نمبر ۱۸ الگن اسٹریٹ کلکتہ ... الـــ
(۲) جناب سیٹھ اشرف عثمان صاحب ... الـــ
(۳) جناب سیٹھ عثمان جمال صاحب اینڈ سنز ... صما
(۴) جناب سیٹھ عبدالرحمان عثمان صاحب ... صما
(۵) جناب سیٹھ عبداللہ جان محمد صاحب ... صما
(۶) جناب سیٹھ قاسم جمال صاحب میرا اسٹریٹ نمبر ۴۷ کلکتہ ... ماعمہ
(۷) جے ایم گانگجی کمپنی نمبر ۱۵ ازرا اسٹریٹ۔ کلکتہ ... ماعمہ
(۸) جناب سیٹھ فیض اللہ بھائی گانگجی نمبر ۴ پالک اسٹریٹ کلکتہ ... ماعمہ
(۹) جناب سیٹھ حبیب محمد صاحب نمبر ۲۹ گاڈنس لین کلکتہ ... ماعمہ
(۱۰) جناب سیٹھ محمد الیاس صاحب نمبر ۲ امرتلہ اسٹریٹ کلکتہ ... ماعمہ
(۱۱) جناب سیٹھ عبدالرزاق حاجی عبدالستار نمبر ۲۵ بریم بارمی لین کلکتہ ... ماعمہ
(۱۲) جناب سیٹھ مسٹر فاضل عبداللہ صاحب نمبر ۱۰ سکیس لین کلکتہ ... لعصہ
(۱۳) جناب اللہ دین بھائی والجی عبد کریم بھائی اینڈ کمپنی لمیٹڈ نمبر ۱۳۲ ازرا اسٹریٹ ... لعصہ
(۱۴) عالیجناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کولوٹولہ نمبر ۸ کلکتہ ... الہا

ستمہ

راقم رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۷

۷۸۶

وقال الله تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا وفی الحدیث ان من البیان لسحرا

اشارة الی آیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث کہ دال ست
بر مندوبیت قصے از فصل در ارشاد صحیفه شهریه ملقبه

الامداد

مشتمل بر شعب علمیه متنوعه خمسه مسلسله و دائره

یعنی امداد الفتاوی فی الفقه والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیده و تربیة السالک
فی الاحوال الخاصة من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة منه و ملفوظات خیرت و مکتوبات خیرت
فی الفوائد المختلفة النقلیة و العقلیة و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقه که کل آن از افادات سلسله
حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظله است یا جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاه
محمد امداد الله ست که لقب مشیرست به تبرک نام نامیش نیز و شامنها الاشتات که از تحقیقات و افره دیگر اهل فضل ست

عدد (۲) بابت ماه شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ هجری جلد (۶)

باداره الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

ایں صحیفہ کامدش امداد نام — یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔

(مدیر رسالہ)

تصحیح الامداد بابت جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ صفحہ ۲ مضمون امداد الفتاوی کے شروع میں جو حصہ ہشتم الخ لکھا ہے اسکی تصحیح یہ ہے کہ متن میں بجائے اسکے یہ عنوان ہونا چاہیے (آغاز از سنہ ۱۳۳۸ھ) اور لفظ آغاز پر حاشیہ کا نشان بنا کر حاشیہ میں یہ عبارت لکھا جانا چاہیے۔

ع ہر چند کہ التزام قدیم کا مقتضا یہ تھا کہ یہاں حصہ ہشتم کا عنوان ہوتا مگر بعض سہولتوں کی رعایت سے یہ التزام اور اسکے ساتھ یہ عنوان متروک ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو تتمہ سابعہ صفحہ اخیر سطر ۱۳ قولہ اسی طرح تربیت الخ اور ضمیمہ اولی تتمہ سابعہ صفحہ اول سطر ۱ قولہ باقی تربیت الخ) اور اس خیال سے کہ شاید اہل اشاعت ہر سال کے مضامین کو ممتاز کرنا مصلحت سمجھیں [illegible] دیا ہو

ہر سال کے آغاز پر یہ عنوان جو متن میں موجود ہے بقلم جلی لکھ دیا کریں ۱۲ منہ۔ ناظرین اگر آپ اپنے رسالوں میں اسی طرح [illegible]

(مدیر)

اعتکاف کے دو درجہ ہیں اور اُس کا بیان کہ معتکف کو ہر وقت نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے

اور اس اعتکاف میں دو درجہ ہیں ایک درجہ کمال کا ہے وہ تو یہ ہے کہ ۲۰ تاریخ کو قبل از مغرب اعتکاف میں بیٹھے اور عید کا چاند دیکھکر باہر نکلے اور دوسرا درجہ اس سے کم ہے اور وہ یہ کہ دس دن سے کم ہو لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر درجہ کمال حاصل نہ ہو تو ناقص درجہ کے حاصل کرنے سے فضیلت حاصل نہیں ہوتی اگر اسقدر نہ ہوگی تو کچھ تو ضرور ہو جاوے گی صاحبو اگر دس دن ممکن نہو سکے ۹ دن سہی اسقدر بھی نہو سکے سات دن سہی غرض جسقدر بھی ہو سکے اور جتنے بھی دن ہو سکے چھوڑنا نہ چاہیے۔ اور ایک بہت بڑی فضیلت اعتکاف کی یہ ہے کہ معتکف کو ایام اعتکاف میں ہر وقت وہی ثواب ملتا ہے جو کہ نمازی کو نماز میں ملتا ہے دلیل اس کی یہ حدیث ہے لایزال احدکم فی الصلوٰۃ ما انتظر الصلوٰۃ جسکا ماحصل یہ ہے کہ اگر مسجد میں بیٹھکر نماز کا انتظار کیا جاوے تو وقت انتظار میں بھی وہی ثواب ہوتا ہے جو کہ وقت ادار الصلوٰۃ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ معتکف جب ہر وقت مسجد میں رہیگا تو اسکو صلوٰۃ کا انتظار ضرور رہے گا اگر یہ سوویگا بھی تو اس نیت سے کہ اٹھکر فلاں نماز پڑھنی ہے کوئی کام بھی کریگا تو اس نیت کے ساتھ کہ فلاں نماز تک یہ کام ہے غرض اسکا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا ہر حرکت صلوٰۃ کے حکم میں لکھی جائیگی صاحبو اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔

رجوع بجانب سُرخی (عشرۂ اخیرہ کے فضائل الخ)

یہ تقریر تو اسپر مبنی تھی کہ عشرۂ اخیرہ میں ایک فضیلت اعتکاف سے ہوئی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اعتکاف میں جو فضیلت آئی ہے وہ عشرۂ اخیرہ کی وجہ سے ہے کہ زمانہ افضل میں عبادت کی زیادہ فضیلت ہوتی ہے لیکن یہ ہمکو کچھ مضر نہیں کیونکہ کبھی زمانہ میں بالذات ہی فضیلت ہوتی ہے جیسا کبھی بالغیر بوجہ اسکے مظروف کے ہوتی ہے پس غرض خواہ اعتکاف میں عشرہ

کی وجہ سے فضیلت ہو یا عشرہ میں اعتکاف کی وجہ سے دونوں صورتوں میں اعتکاف کی فضیلت ثابت ہے ہمکو اس کا حاصل کرنا ضروری ہے اس کریدکی ضرورت نہیں کسی نے خوب کہا ہے

گر بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف	بحث اگر بدر کند دانش آدم بکف

صاحبو چارہ داؤں کا کام یہ آپ کے مرض کو مفید ہے آپ کو اسے استعمال کرنا چاہیے اس تفتیش کی ضرورت نہیں کہ اس دوا سے اس میں قوت تمنفی یا اس سے اسمیں یہ تفتیش دوسرے کا کام ہے جو اس فن کو من حیث الفن حاصل کرے مریض کا کام صرف استعمال ہے۔

کاندریں راہ کار باید کار	کار کن کار بگذر از گفتار
کہ اصلے ندارد دم بے قدم	قدم باید اندر طریقت نہ دم

والدین کی خدمت کی فضیلت اور اسکے ترک پر ملامت خاکر جبکہ بوڑھے ہوں اور اسکی شکایت کہ آدمی اکثر ان کی تنک مزاجی سے تنگ ہوتے ہیں اور اسکی وجہ

۳۰۴

حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا رغم انفہ رغم انفہ رغم انفہ صحابہ یہ الفاظ سنکر گھبرا گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص آپ نے فرمایا کہ ایک تو وہ شخص کہ اپنی زندگی میں بوڑھے ماں باپ کو پاوے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے حضور نے بوڑھے کی قید اس لئے بڑھادی کہ اگر ماں باپ خود جوان ہیں تو اول تو وہ اس کے محتاج نہیں ہوں گے جیسے اسکے پیر ہاتھ چلتے ہیں ان کے ہاتھ پیر بھی چلتے ہیں دوسرے ان کی خدمت سے دل بھی نہیں گھبراتا اس لئے اگر انکی کچھ خدمت بھی کردی تو کچھ بڑی بات نہیں بخلاف بوڑھے ماں باپ کے کہ وہ اس کے محتاج ہوتے ہیں اور چونکہ اکثر قویٰ بالکل کمزور ہو جاتے ہیں خود کچھ بھی نہیں کر سکتے اور اکثر کام مرضی موافق نہیں ہوتے تو تنگ مزاج بہت ہو جاتے ہیں اسلئے ایسے ماں باپ کی خدمت

کرنا بوجہ اُن کی معذوری کے ضروری اور انکی تنگ مزاجی سے تنگ ہوجانا اور نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہے مگر اکثر آدمی تنگ ہونے لگتا ہے جسکی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانہ طفولیت و عالم احتیاج کو بھول جاتا ہے کہ اُسوقت والدین نے کیسے کیسے ناز اٹھائے ہیں اگر وہ یاد رہیں تو بڑا نفع ہو۔

حکایت - ایک بنئے کی حکایت مشہور ہے اُس نے اپنے بڑھاپے میں ایک مرتبہ اپنے ایک لڑکے سے دریافت کیا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز بیٹھی ہے صاحبزادہ اول تو اس پر دل میں بہت خفا ہوے کہ اس لغو سوال کی آپ کو ضرورت ہی کیا تھی مگر خیر تہذیت سے کلام کیا بتلادیا گہ اباجان کوا ہے بنئے نے پھر پوچھا کہ بھائی یہ دیوار پر کیا چیز بیٹھی ہے صاحبزادہ نے کہا ابھی تو بتلا دیا تھا کہ کوا ہے تیسری بار اس نے پھر پوچھا تو صاحبزادہ نے بگڑ کر جواب دیا کہ تمھارا تو دماغ چل گیا ہے چپکے پڑے رہو اس پر بنئے نے اپنا بہی کھاتا منگایا اور کھولکر دکھلایا کہ صاحبزادہ دیکھو تم نے ایکسو بار مجھے اپنے بچپن میں یہی سوال کیا تھا اور میں نے ہر مرتبہ محبت سے جواب دیا تھا تم دو ہی بار میں گھبرا گئے۔

بوڑھے ماں باپ کی تنگ مزاجی سے تنگ ہونے کو جو منع کیا جاتا ہے اسپر شبہ اور اسکا جواب اور قرآن کے کلام الٰہی ہونیکی ایک لطیف دلیل

لیکن شاید کوئی شخص یوں کہے کہ صاحب بوڑھوں کی تنگ مزاجی سے ناگواری تو امر طبعی ہے اگر اسپر بھی باز پرس ہے تو سخت مشکل کی بات ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ امور طبعیہ پر خدا تعالیٰ نے ہمیں باز پرس نہیں فرمائی باز پرس امور اختیاریہ پر ہے کلام مجید اس شبہ کا خود ازالہ فرما رہا ہے پارہ سبحان الذی میں حقوق والدین کو ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا جسکا

خلاصہ یہ ہے کہ والدین کی ہر وقت کی تنگ مزاجیوں سے جو گھبراہٹ تمہارے دلوں میں پیدا ہو گئی ہے یہ تو امر طبعی ہے اگر کوئی خشک کلمہ منہ سے نکل جاوے اسمیں معذور ہو لیکن خدا تعالیٰ دل کی نیت کو جانتا ہے اگر دل میں ان کی اطاعت ہے اور غالب تم میں صلاحیت ہے تو ایسی بے اعتنائی سے معذرت کرنے کو بخشدیتا ہے صاحبو ظاہر نظر میں اسجگہ پر یہ آیت بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے لیکن تقریر بالا سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مضمون بالا سے کسقدر چسپاں ہے اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی یہ بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ اسمیں ہر ہر بات کے وہ وہ مخفی پہلو لئے گئے ہیں کہ دوسرے کے کلام میں اسقدر رعایات ممکن نہیں اسی طرح کلام مجید کی تمام آیتیں ایک دوسرے سے امر بوط ہیں مگر افسوس ہے لوگ کلام اللہ کو رسمی طور پر پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اسکے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنکر درود نہ پڑھنے پر ملامت

ایک شخص تو رغم انفہ کا محل یہ ہوا دوسرا وہ جس کے سامنے میرا نام آوی اور وہ درود نہ پڑھے

رمضان میں توبہ اور اعمال صالحہ کرنا موجب مغفرت ہیں اور اُن کے ترک پر ملامت اور اس کا بیان کہ مغفرت کا حاصل کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے

تیسرے وہ شخص[۱] کہ رمضان شریف آئے بھی اور گذر بھی گئے اور اُس نے اپنی مغفرت نہ کرائی یعنی ایسے عمل اور توبہ نہ کرلی جس سے گناہ معاف ہو جاتے ایک دوسری حدیث میں بھی مغفرت سے رمضان کے تعلق کی نسبت ارشاد ہوتا ہے ہو شہر اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ واٰخرہ عتق من النیران اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ سراپا رحمت

[۱] رغم انفہ کا محل ہے ۱۲

ومغفرت ہے پس اس میں انسان اپنی مغفرۃ کا سامان کرے اور مغفرت حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ نیک عمل کرے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مغفرت کی تحصیل امر اختیاری ہے چنانچہ خدا تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموات والارض اعدت للمتقین الذین ینفقون الخ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی مغفرت اور اسکی جنت کی طرف دوڑو جسکو متقی لوگوں کے واسطے طیار کیا گیا ہے تو جو شخص اس رستہ چلے اور اس مقرر شدہ قانون پر عمل کریگا وہ مغفرت کو حاصل کریگا جو شخص ایسا نہ کریگا محروم رہے گا پس معلوم ہوا کہ مغفرت کا حاصل کرنا خود ہمارے اختیار میں ہے اور اگر ہم چاہیں اسکو خود حاصل کر سکتے ہیں کہ متقی بنجاویں۔

بے علم واعظوں کی غلطی اور اس کا بیان کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ہر کام کا ایک قانون مقرر ہے

اس موقع پر بے علم واعظوں کی ایک غلطی کا بیان کرنا بہت ضروری ہے کہ وعظوں میں کہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات بالکل بے پرواذات ہے وہ چاہے تو ایک نکتہ میں بخشدے اور چاہے تو ایک نکتہ میں جہنم بھیجدے اور یہ بات ایسے طور سے کہتے ہیں جس سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی مقرر شدہ قانون نہیں بلکہ یوں ہی اناپ شناپ بے سمجھے طور پر جو چاہتے ہیں کر دیتے ہیں اس قسم کے مضامین سننے سے اکثر لوگ بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اور عبادت ریاضت سب چھوڑ بیٹھتے ہیں اس لئے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ خدا جانے کس نکتہ پر اچانک پکڑ ہو جاوے اور ساری محنت برباد ہی جاوے اسی طرح اکثر لوگ خوب جی بھر کر معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی مقرر شدہ قانون ہی نہیں ایک نکتہ ہی پر عذاب وثواب کا مدار ہے تو اپنی خواہشات کو کیوں ترک کریں اور خواہ مخواہ کی مصیبت کیوں اختیار کریں ممکن ہے اسی میں سے کوئی نکتہ پسند آجاوے کہ اسی پر نوازش ہو جاوے گویا کارخانہ خداوندی اندھیر نگری کی سلطنت ہے کہ جہاں سارے کام بے ڈھنگے

ہی ہوتے ہیں۔

حکایت مشہور ہے کہ چیلہ گرو سفر کرتے ہوئے ایک شہر پہونچے نام پوچھا تو اندھا دھند نگر معلوم ہوا
جسکے معنی ہیں بے اتفاقی کا شہر اشیاء کا نرخ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اناج سے لیکر گھی دودھ
تک ہر ہر چیز ٹکے سیر کی ملتی ہے یہ سنکر چیلہ تو بہت خوش ہوا کہ خوب گھی دودھ کھاکر فربہ ہونگے
مگر گرو نے کہا کہ بھائی اس جگہ قیام مناسب نہیں یہ شہر تو بہت ہی بے ڈھنگا معلوم ہوتا ہے کہ
چھوٹے بڑے میں کچھ امتیاز ہی نہیں مگر چیلہ نے اصرار کیا آخر رہ پڑے۔ چند روز میں سیر کرتے
کرتے عدالت کی طرف پہونچے دیکھا کہ ایک مقدمہ راجہ صاحب کی اجلاس میں درپیش ہے
اور لوگوں کا ہجوم ہے پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کوئی چور مدعی ہے مہاجن مدعا علیہ ہے۔ دعویٰ
یہ ہے کہ ہم دونوں چوری کرنے اس کے گھر گئے نقب لگایا میرا رفیق اندر جانے لگا تو دیوار دب
سے آپڑی مر گیا قصاص چاہتا ہوں مدعا علیہ سے بازپرس ہوئی کہ وہ دیوار ایسی کیوں
بنائی تھی اس نے کہا معمار سے پوچھئے بنانے والا وہ ہے وہ بلایا گیا اس نے کہا گارہ دینے
والے سے پوچھا جاوے اسکو بلایا گیا اس نے کہا کہ گارہ بنانے والے سے پوچھئے اسکو بلایا اس نے
کہا سقہ نے پانی ڈالدیا جس سے گارا پتلا ہو گیا اس کو بلایا اس نے کہا سرکاری ہاتھی چھپٹا ہوا آتا تھا
خوف سے پانی زیادہ نکل پڑا فیلبان کو بلایا اس نے کہا ایک عورت پازیب پہنے آتی تھی اسکی جھنکار
سے ہاتھی دوڑ پڑا عورت کو بلایا اس نے کہا سنار نے ایسا ہی باجا ڈالدیا اس کو بلایا وہ جواب نہ دیسکا
حکم ہوا کہ سنار کو پھانسی دیدیجاوے پھانسی کے لئے لے چلے جب اسکو پھانسی پر چڑھایا گیا تو پھانسی
کا حلقہ اس کے گلے سے بڑا نکلا لوگوں نے آکر راجہ صاحب سے عرض کیا کہ حلقہ اس کے گلے سے بڑا ہے
راجہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دیدو غرض موٹے آدمی کی تلاش شروع
ہوئی اتفاق سے مجمع بھر میں اس چیلہ سے زیادہ موٹا کوئی نہ نکلا آخر اسی کو تجویز کیا گیا اب تو چیلہ
صاحب بہت گھبرائے اور گرو سے کہا کہ خدا کے لئے بچاؤ اس نے جواب دیا میں نہ کہتا تھا یہاں
رہنا اچھا نہیں آخر نتیجہ دیکھا آخر گرو نے یہ تدبیر نکالی کہ پھانسی کے وقت خود بڑھکر کہا کہ صاحب
اس کو پھانسی نہ دو مجھکو دیدو لوگوں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اسوقت میں نے جوتش میں جو
دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسوقت جو شخص پھانسی دیا جاویگا وہ سیدھا بیکنٹھ میں جاویگا۔ راجہ صاحب

۴۸

نے جو یہ سنا تو بڑھ کر فرمایا کہ اچھا جب ایسی بات ہے تو ہمکو پھانسی دیدو تاکہ جنت ہمیں حاصل کرلیں چنانچہ راجہ صاحب کو پھانسی دیدی گئی۔ غرض کم جہاں پاک صادق ہوا۔ تو ان نیم دانشمندوں کے ایسے بیانوں سے یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ کارخانہ خداوندی بھی دوسرا اندھیر نگری ہے صاحبو یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے ہاں ہر کام کا ایک قانون مقرر ہے۔ ثواب کا بھی ایک قانون ہے عذاب کا بھی ایک قانون مقرر ہے۔

مغفرت کا حاصل کرنا امر اختیاری ہے اور اس کا طریقہ

ثواب کا قانون تو یہی ہے جو اس آیۃ میں ارشاد ہوتا ہے وسارعوا الخ یعنی تقوی حاصل کرلو اور مغفرت وجنت لے لو تو معلوم ہوا کہ مغفرت ورحمت کا لینا بالکل ہمارے اختیار میں ہے ورنہ اگر اسکو اختیار میں نہ مانا جاوے تو سارعوا کے کوئی معنی نہیں ہوں گے کیونکہ تکلیف مالا یطاق محال ہے اور خلاف نص ہے اور یہاں امر ہوا مسارعۃ الی المغفرۃ کا تو ضرور وہ تحت الاختیار ہے پس جب رحمۃ اور مغفرۃ کا حاصل کرنا ہماری اختیار میں ہے تو اسکی تحصیل کی کوشش کرو

توبہ میں تاخیر نکرنا چاہیے اگرچہ آئندہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو کیونکہ توبہ کرنا اس حالت میں بھی مفید ہے اور اسکا ترک مضر ہے

اگر یہ خوف ہو کہ توبہ ٹوٹ جاویگی اور گناہوں سے باز نہ رہ سکیں گے تو بھی ہمت نہ ہارو کیونکہ پھر توبہ کرلینا دیکھو اگر ایک کپڑا پھٹ جاتا ہے تو اس کو بالکل پھٹا ہوا نہیں چھوڑتے کہ سینے کے بعد پھر پھٹ جاویگا بلکہ سی کر پھر کام میں لاتے ہیں پس یہی حالت توبہ کی ہے کہ محض اس کے ٹوٹنے کے احتمال سے اسکو ترک کرنا نہ چاہیے بلکہ اُس وقت پھر توبہ کرلینا چاہیے باب توبہ بند نہیں ہوا بلکہ اگر دن میں سو دفعہ بھی توبہ ٹوٹ جاوے تو پھر توبہ کرو مایوس نہ ہو جاو خوب کہا ہے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر وگبر وبت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

بلکہ اسی ترک توبہ ہی کی وجہ سے ہمکو معاصی پر زیادہ جرأت ہوگئی ہے کیونکہ جو شخص توبہ کرتا رہیگا اس کے دل میں عظمت خداوندی کسی نہ کسی درجہ میں ضرور باقی رہے گی یہ بڑا سبب ہی معاصی سے رُک جانے کا بر خلاف اُس شخص کے جو کبھی توبہ نہ کریگا وہ خدا کو بالکل بھول جاویگا اور جب اسکی عظمت پیش نظر نہ ہوگی تو کچھ بھی اس سے ہو جاوے بعید نہیں۔

عشرۂ اخیرہ میں جو منکرات کئے جاتے ہیں انکی اصلاح

اس عشرہ اخیرہ میں اکثر مساجد میں قرآن شریف ختم ہوتا ہے اُسمیں اکثر لوگ پڑھنے والوں کو کچھ دیا کرتے ہیں سو یہ لینا چھوڑ دو دوسرے اکثر مساجد میں ختم کے دن شیرینی تقسیم ہوتی ہے اُسمیں جو گڑبڑ ہوتی ہے سبھی جانتے ہیں اور اُن گڑبڑوں کی وجہ سے جو شرعی قباحتیں اسمیں پیدا ہو جاتی ہیں اُن کو بھی متعدد مرتبہ بیان کر دیا گیا ہے اسوقت صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ اس کے مفاسد پر نظر کر کے اسکو بھی چھوڑ دو دیکھو اسکی بدولت بیچارے بعض غربا پر سخت بار ہو جاتا ہے اس انتظام کے متعلق بعض غریب جلاہوں نے شکریہ میں یہ کہا کہ ہم بہت ممنون ہیں کیونکہ ہم کو چندہ دینے کی مصیبت سے بچا لیا معلوم ہوا کہ لوگوں پر چندہ لینے سے بار ہو جاتا ہے بتلائیے یہ کیونکر جائز ہوگا بعض رئیسوں نے مجھسے کہا کہ آپ غریبوں کو منع کیجئے لیکن امیروں کو منع کرنے کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ خیال بالکل لغو ہے اس لئے کہ اگر امیروں نے نہ چھوڑا تو شرم وحجاب کی وجہ سے غرباء سے چھٹنا بہت مشکل ہے اور اگر امیروں نے چھوڑ دیا تو غریبوں کو چھوڑنا کچھ مشکل نہیں بعض مساجد ایسی بھی ہیں کہ اُن میں چندہ سے شیرینی تقسیم نہیں ہوتی لیکن وہاں دوسری خرابیاں ہوتی ہیں مثلاً ریاؤ نمود کے لئے تقسیم کرنا عوام الناس اور بچوں کی ہجوم سے مسجد کی بے حرمتی ہونا لڑکوں کا حصہ مانگنے میں بلا وجہ پٹنا غرض اس قسم کی بہت سی خرابیاں ہیں کہ زیرک آدمی اُن کو خود سمجھ سکتا ہے۔ ایک مرتبہ بریلی میں قرآن سنانے کا اتفاق ہوا ختم کے روز میرے بھائی نے تقسیم شیرینی کیلئے کہا میں نے منع کیا لیکن انھوں نے کہا کیا مضائقہ ہے اُن کا اصرار دیکھکر میں نے سوچا کہ بہتر یہ ہے کہ اُن کو خود ان خرابیوں کا مشاہدہ ہو جاوے چنانچہ میں خاموش ہو رہا شب کو شیرینی تقسیم کی گئی اور انھوں نے اپنے اہتمام سے خود تقسیم کی لوگوں کے

(باقی آئندہ)

۳۱۰

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد عـ۱ جلد ۵

اور اسپر قیام کرنے سے عاجز آویگا پس اُسے خرقہ پہنا دیتے ہیں تاکہ قوم کے ساتھ متشبہ ہو جاوے
اور ان کی وضع بنالے تو یہ بات اُسکو اُن کی مجالس اور محافل سے قریب کرے گی پھر اُنکے
ساتھ اختلاط کرنے کی برکت سے اور اُن کے احوال اور سیرت کے دیکھنے سے وہ اُس کی خواہش
کریگا کہ راہ اُن کی چلے اور اس ذریعہ سے کچھ اُن کے احوال تک پہونچے گا اور شیخ احمد غزالی
کے اس قول سے وہ قول موافق ہے جو ہمارے شیخ رحمۃ اللہ نے ابوالقاسم جنید بغدادی سے
بواسطات روایت کیا کہ وہ کہتے تھے جب کسی فقیر سے تو ملے تو علم (یعنی ضابطہ) سے ابتدا
مت کر اور نرمی سے آغاز کر اسلیئے کہ علم اُسے متوحش کرتا ہے اور نرمی اُسے مانوس کرتی ہے
اور صوفیہ جو متشبہین سے نرمی پیش آتے ہیں اس سے مبتدی طالب کو نفع ہوتا ہے اور انمیں
جسقدر کوئی حال میں اکمل اور علم میں علامہ ہوگا اُسی قدر زیادہ وہ مبتدی طالب کے ساتھ نرمی
اور رفق کریگا بعض صوفیہ سے حکایت ہے کہ اُنکی صحبت میں ایک طالب رہنے لگا تو وہ اپنے
نفس سے کثرت معاملات اور مجاہدات میں خوب دار و گیر کرتا تھا اور اسکی نیت اس سے صرف
یہ تھی کہ مبتدی اُسے دیکھے اور اسکے ادب سے ادب سیکھے اور اُسکے عمل کی اقتدا کرے[1] اور یہ وہ ۷۹
نرمی ہے کہ کسی چیز میں داخل نہیں ہوتی مگر یہ کہ اُسکو زینت اور رونق دیدی پس متشبہ حقیقی کے
لیے قوم کے طریق کے ساتھ اعتماد ہے اور اسکے موافق عمل ہے اور سلوک واجتہاد ہے جیسا کہ
اوپر ذکر کیا ہے کہ وہ صاحب مجاہدہ اور محاسبہ ہے پھر وہ متصوف صاحب مراقبہ ہو جاتا ہے
بعد ازاں وہ صوفی صاحب مشاہدہ ہو جاتا ہے لیکن جو شخص متصوف اور صوفی کے حال کی طرف
تشبہ کے ساتھ نظر نہ کرے اور نہ وہ اُن کے اوائل مقاصد کا قصد کرے بلکہ فقط ظاہری تشبہ
ظاہری لباس اور شارکت وضع اور صورت سے کرتا ہے بدون سیرت اور صفت کے تو وہ
متشبہ بصوفی نہیں ہے اسواسطے کہ اُن کے ابتدائی حالات میں داخل ہو کر اُن کی نقل و حکایت
نہیں کرتا تو وہ اس حالت میں متشبہ کا متشبہ ہے جو کہ قوم کی طرف صرف اپنے لباس سے
منسوب ہوتا ہے مگر باوجود اس کے بھی وہ ایسی قوم ہے کہ اُن کا جلیس بھی بے نصیب نہیں رہتا
اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے ایک قوم کی مشابہت کی تو وہ شخص اُسی قوم سے ہے

[1] اور اس سے مبتدی کی ہمت قوی ہوا اور اس سے اسکو طریق آسان معلوم ہوا اور اسی کو نرمی کہا ۱۲

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سے ملائکہ ہیں جو ان ملائکہ سے فاضل ہیں جو لوگوں کے اعمال نامے لکھتے ہیں وہ راستوں میں پھرا کرتے ہیں اور مجالس کو ڈھونڈھا کرتے ہیں تو جب کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہیں تو وہ باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں چلے آؤ اپنے مقصود کی طرف پس اُس قوم کو اپنے بازوؤں سے آسمان تک ڈھک لیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حالانکہ وہ خود دانا تر ہے میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ تیری حمد کہتے ہیں اور تیری تسبیح اور تیری تمجید کرتے ہیں پھر فرماتا ہے کیا مجھے ان لوگوں نے دیکھا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں پس فرماتا ہے جو مجھے دیکھ پاتے تو کیا ہوتا وہ کہتے ہیں اگر تجھے دیکھتے تو اور زیادہ تسبیح اور تحمید اور تمجید کرتے پھر فرماتا ہے مجھ سے کیا مانگتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ کیا بہشت دیکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ نہیں پھر فرماتا ہے کہ کیا ہوتا اگر اسے دیکھتے تو وہ کہتے ہیں اگر اُسے دیکھتے تو اُن کی طلب اور حرص اور زیادہ ہوتی فرشتوں نے کہا اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو فرماتا ہے آیا اُسے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ نہیں پھر فرماتا ہے کیا ہوتا اگر اُسے دیکھتے فرشتوں نے کہا اور زیادہ پناہ مانگتے اور اس سے بھاگتے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ ہر آئینہ میں نے اُن کو بخشا پھر ایک فرشتہ ان میں سے کہتا ہے کہ فلاں شخص ان لوگوں میں سے نہیں ہے وہ فقط ایک ضرورت سے آیا تھا تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ایسے ہمنشین اور ہم صحبت ہیں کہ اُن کا ہمنشین بھی بے نصیب اور بے بہرہ نہیں رہتا پس صوفیہ کا جلیس اور ان کا متشبہ اور محب بھی محروم نہیں رہتا

۸۰

آٹھواں[1] باب ملامتی کے ذکر اور اُسکے حال کی شرح میں

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ملامتی وہ شخص ہے جو نیکی کو ظاہر نہ کرے اور برائی کو مخفی نہ کرے اور اسکی شرح یہ ہے کہ ملامتی کی رگ رگ میں اخلاص کا ذائقہ پیوست ہو جاتا ہے اور وہ

[1] اس جلد کے اس باب سے ترجمۂ قدیمہ کی اصلاح احقر نے کی ہے اور جہاں توضیح کی ضرورت تھی وہاں حاشیہ یا قوسین کے درمیان توضیح کر دی ہے اور جو مقام میری سمجھ میں نہیں آیا اُسکو حضرت مولانا سے سمجھ لیا ہے اور اخیر میں حضرت مولانا کو سنا دیا ہے ۱۲ انوار الحق امروہوی غفرلہ

صدق کے ساتھ متحقق اور متصف ہوتا ہے پس وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اُس کے حال اور اعمال پر
مطلع ہو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے دریافت کیا کہ اخلاص کی کیا حقیقت ہے آپ نے فرمایا میں نے جبرئیل علیہ السلام سے
دریافت کیا تھا کہ اخلاص کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے حق تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ اخلاص
کیا ہے تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ وہ میرے اسرار میں سے ایک سر ہے جسے میں اُس شخص کے
دل میں امانت رکھتا ہوں جسکو اپنے بندوں میں سے دوست رکھتا ہوں پس ملامتی کو اخلاص
کے التزام میں زیادہ خصوصیت ہے کہ وہ احوال اور اعمال کے اخفاء کو ضروری سمجھتے ہیں اور
اوسکے چھپانے میں لذت پاتے ہیں حتیٰ کے اگر اُن کے اعمال اور احوال کسی پر ظاہر ہو جاویں تو
اُس سے ایسے پریشان ہوتے ہیں جیسے کہ گنہگار اپنے گناہ کے ظاہر ہونے سے پریشان ہوتا ہے
پس ملامتی اخلاص کے وقوع اور اُس کے مقام کی قدر و منزلت کرتا ہے اور اُس کا اعتبار
(اور لحاظ) کرتے ہوئے اُس کا التزام کرتا ہے (یعنی اس کو اخلاص کی طرف التفات ہوتا ہے
اور صوفی (کامل) اخلاص کے اندر اپنے اخلاص سے غائب (اور بیخبر) ہو جاتا ہے۔ ابو یعقوب
سوسی رح نے کہا ہے کہ جب وہ اپنے اخلاص کے اندر اخلاص کو دیکھتے ہوں (اور اُسپر اُن کی
نظر ہو) تو اُن کے اس اخلاص کو بھی اخلاص[1] کی حاجت ہے اور ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا ہے کہ تین چیزیں اخلاص کی علامات میں سے ہیں عوام کی مذمت اور تعریف کا (اُسکے
نزدیک) یکساں ہونا (کہ نہ اُن کی مذمت کرنے کی پرواہ ہو اور نہ اُن کی تعریف کی) اور
اعمال کے اندر ان پر نظر کرنے کو بھول جانا اور آخرت میں اعمال کے ثواب ملنے کی خواہش
کو چھوڑ دینا (یعنی اُس کی طرف ملتفت نہو نہ یہ کہ اُس سے مستغنی ہو) ابو عثمان مغربی رح
سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اخلاص وہ ہے کہ جسمیں کسی حالت سے کسی قسم کا (نفس
کو) حظ نہو اور یہ عوام کا اخلاص ہے اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ وہ (خود) اُن پر جاری ہو
نہ کہ اُن کے اہتمام سے (یعنی اخلاص اُن کے حق میں بمنزلہ امر طبعی کے ہو کہ اُس کے لئے
اُن کو اہتمام نکرنا پڑے۔) پس طاعات اُن سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ (حق تعالیٰ میں مشغول

۸۱

[1] یعنی اخلاص کو اس بات سے کہ اُسپر نظر ہو خالص کرنا ضروری ہے ۱۲

ہونے کی وجہ سے طاعات کی طرف التفات کرنے سے برطرف ہوتے ہیں اور ان کی نظر ان پر نہیں ہوتی اور نہ اُن کو کچھ شمار کرتے ہیں (اسی وجہ سے اُن کے چھپانے کا اہتمام بھی نہیں کرتے) پس یہ خواص کا اخلاص ہے۔ اور یہ تفصیل جو شیخ ابو عثمان مغربی نے کی ہے اس سے صوفی اور ملامتی کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا کیونکہ ملامتی نے اپنے عمل اور حال سے مخلوق کو نکالا لیکن اپنے نفس کو قائم رکھا (کیونکہ وہ اخلاص کا اہتمام اور اعتبار کرتا ہے پس اس کے ضمن میں اُسکی نظر اپنے عمل پر ہے) پس وہ مخلِص[1] (یعنی اپنے حال اور عمل کو خالص کرنیوالا) ہے اور صوفی نے اپنے اعمال اور حال سے جیسے کہ اپنے غیر کو نکالا ہے اسی طرح اپنے نفس کو بھی نکالدیا ہے (کیونکہ وہ نہ اخلاص کا اہتمام کرتا ہے اور نہ اُسپر اُسکی نظر ہوتی ہے) پس وہ مخلَص[2] (یعنی خالص کیا ہوا) ہے اور (اپنے عمل کو) خالص کرنے والے میں اور جو کہ خالص کئے جاتے ہے خالص ہو چکا ہے بڑا فرق ہے ابوبکر زقاق نے فرمایا ہے کہ ہر مخلِص (بکسر اللام) کے اخلاص میں یہ نقصان ہے کہ اسکی اپنے اخلاص پر نظر ہوتی ہے پس جب اللہ تعالے کو منظور ہوتا ہے کہ اُس کے اخلاص کو خالص کردیں تو اُس کے اخلاص میں سے اس پر نظر ہونے (کے نقصان) کو دور کر دیتے ہیں پس وہ مخلَص (بفتح اللام) ہو جاتا ہے نہ کہ مخلِص (بکسر اللام) ابو سعید خراز نے فرمایا ہے کہ عارفوں[3] کی ریا مریدوں کے اخلاص سے افضل ہے اور اُن کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ مریدوں کے اخلاص میں تو یہ عیب ہوتا ہے کہ اُنکی اپنے اخلاص پر نظر ہوتی ہے اور عارف (کی جو ریا ہے) حقیقۃً ریا نہیں ہوتی کیونکہ وہ اُس ریا سے منزہ ہے جو عمل کو باطل کردے ولیکن شاید وہ اس وجہ سے اپنے حال اور عمل میں سے کچھ ظاہر کرتا ہے کہ اُس کے پاس اُس اظہار (کی ضرورت) کا علم کامل ہوتا ہے (مثلاً یہ کہ کسی مرید کی کشش مقصود ہو (تاکہ وہ اس سے فیض حاصل کرے) یا اُسے اپنے حال اور عمل کے ظاہر کرنے میں اخلاق نفس سے کسی خلق کی (مشق اور) محنت کشی[4] مقصود ہو

۸۲

[1] بکسر اللام ۱۲-

[2] بفتح اللام ۱۲-

[3] یعنی کاملین ۱۲-

[4] مثلاً یہ کہ حال اور عمل کے ظاہر کرنے سے آدمی اسے ریا کار کہیں اور یہ آدمیوں کی بدگوئی پر نفس کو صابر بنانا چاہتا ہو ۱۲

(باقی آئندہ)

سلسلہ کیلئے دیکھو
الامداد ربیع الاول ۳۵ھ

۷۹

منقول ہے کہ ابوحفص حداد رح لطیف کپڑے پہنا کرتے اور ان کا ایک گھر تھا جسمیں ریت بچھی ہوئی تھی شاید آپ اُسپر بغیر بچھونے کے سویا کرتے تھے اور اصحاب صفہ میں ایک جماعت تھی جو کہ اسکو ناپسند کرتی تھی کہ زمین کے اور اُن کے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو اور ابوحفص رح کا لطیف کپڑا پہنتا کسی مصلحت اور نیت کی بنا پر ہوگا کہ اُسکی صحبت کے ساتھ اللہ سے ملیں گے اسی طرح صادقین اگر اپنی کسی مصلحۃ سے نرم کپڑا پہنیں تو اُن پر اعتراض نکرنا چاہئے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ دنیوی شان و شوکت کم کرنے کی نیت سے گدڑی اور موٹا جھوٹا کپڑا پہننا تو تمام فقراء کے لئے شایاں ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص نے زینت کے کپڑے پہننے چھوڑ دیے اور وہ اُس کے پہننے پر قادر بھی تھا تو اللہ تعالیٰ اُسکو جنۃ کی پوشاک پہنائے گا لیکن نازک کپڑے پہننا صرف ایسے ہی شخص کے لئے شایاں ہے جو اپنی حالت سے واقف ہو اور اپنے نفس کے صفات سے پورا آگاہ ہو اور نفس کی پوشیدہ خواہشوں کا متلاشی رہتا ہو تاکہ اسکے ساتھ جو نیک نیت اسمیں کی ہو اللہ تعالیٰ سے ملے اور حسن نیت کی اسمیں متعدد صورتیں ہیں کہ اُن کی شرح طویل ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ کسی خاص قسم کے کپڑے پہننے کا قصد نہیں کرتے نرم ہوں خواہ سخت ہوں بلکہ جیسا کپڑا خدا تعالیٰ اُن کے پاس پہونچا دیتے ہیں اُسے پہن لیتے ہیں پس وہ بحکم وقت ہوتا ہے اور یہ اچھا طریقہ ہے اور اس سے بھی اچھا یہ ہے کہ وہ اس بارہ میں اپنے نفس کو ٹٹولے پس اگر اُس کپڑے میں جسکو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس بھیجا ہے نفس کی کوئی حرص اور خواہش ظاہر یا پوشیدہ دیکھے تو اُسکو اپنے سے دور کردے مگر یہ کہ اس کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترک اختیار ہو پس اسوقت اُسکو لازمی ہے کہ اُس کپڑے کو پہن لے جو اللہ تعالیٰ نے اسکے پاس بھیجا ہے اور ہمارے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کسی خاص وضع کے پابند نہ تھے بلکہ بغیر تکلف و اختیار اتفاقاً جو ملجاتا پہن لیتے کبھی تو دس دینار کا عمامہ پہنتے اور کبھی ایک دانق کا۔ (دانق درم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) اور شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک وضع کا لباس پہنتے تھے اور طیلسان (ایک قسم کے چادرے کا نام ہے) پہنتے تھے۔ اور شیخ علی ہیتی رح دیہاتی فقیروں کا سا لباس پہنتے تھے۔ اور زنجان میں ابوبکر فراء تھے کہ عام لوگوں کی طرح سخت پوستین پہنا کرتے تھے اور ہر ایک کی اپنے لباس اور وضع میں نیک نیت ہوتی تھی

اور اسکے اندر مراتب کے تفاوت کی شرح طویل ہے اور شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ علیہ کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترک اختیار تھا آپ کے پاس نازک کپڑے لائے جاتے (پس آپ اُن کو قبول کر لیتے) اور پہن لیتے اور آپ سے کہا جاتا کہ اکثر اوقات ان کپڑوں کے پہننے کی وجہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ پر اعتراض آتے ہیں پس آپ فرماتے کہ ہماری ملاقات صرف دو ہی قسم کے شخصوں میں سے کسی شخص سے ہوتی ہے ایک تو وہ شخص جو ہم سے شرع کے ظاہری حکم کا مطالبہ کرتا ہے پس اُسکو تو ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ شرع کی رو سے ہمارے یہ کپڑے مکروہ ہیں یا حرام ہیں پس اُسے کہنا پڑتا ہے کہ نہیں اور ایک وہ شخص جو ہمسے اہل عزیمۃ کی جماعت کے حقائق کا مطالبہ کرتا ہے پس اُسکو ہم یہ جواب دیدیتے ہیں کہ کیا تم اس لباس کے پہننے میں ہمارا کچھ اختیار دیکھتے ہو (کہ ہمنے اسے خود حاصل کیا ہو) یا ہمارے اندر اسکی خواہش پاتے ہو پس وہ کہتا ہے کہ نہیں (سو اس طرح وہ بھی لاجواب ہو جاتا ہے پس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی) اور بعض اہل اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو نرم و نازک کپڑے کا بھی مقدور ہوتا ہے اور موٹے جھوٹے کا بھی ولیکن وہ (اپنی رائے سے کسی وضع کو اختیار کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ یہ) چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خود اُن کے لئے کوئی خاص وضع تجویز کردیں پس وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف التجا اور عاجزی کرتے ہیں اور اُن سے دعا کرتے ہیں کہ جو وضع آپ کو زیادہ پسند ہو اور ہماری دین اور دنیا کے لئے زیادہ مصلحت ہو وہ ہمیں دکھلا دیجئے کیونکہ انہیں کسی خاص لباس کی طلب اور خواہش نہیں ہوتی (اسواسطے وہ اسکی کوشش کرتے ہیں کہ جو وضع خدا تعالیٰ کو پسند ہے وہ معلوم ہو جاوے) پس اللہ تعالیٰ اُن پر اُسکو مکشوف کر دیتے ہیں اور ایک خاص وضع اُن کو بتلا دیتے ہیں پس وہ اس وضع کو لازم کر لیتے ہیں پس اُن کا لباس باللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی تجویز سے) ہوتا ہے اور یہ اُس سے اتم اور اکمل ہے جسکا لباس للہ ہو (یعنی اپنے اجتہاد سے کسی لباس کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے یعنی اچھی نیت سے پہنا ہو) اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو علم میں کامل حصہ ہوتا ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ اُن پر وسعت کرتے ہیں وہ اُس وسعت کے موافق بسر کرتے ہیں پس وہ لباس علم و یقین سے پہنتے ہیں اور خواہ کیسا ہی لباس پہنیں وہ اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتے نرم و نازک ہو یا موٹا جھوٹا ہو اور بعض اوقات وہ لطیف

۸۰

کپڑا پہنتے ہیں اور اُنمیں اُن کے نفس کو اختیار او حظ بھی ہوتا ہے اور اُسکے اندر جو اُن کو حظ ہوتا ہے وہ اُن کے تابع ہوتا ہے[1] (اُن پر غالب نہیں ہوتا جیساکہ ابو الحال کی حالت ہوتی ہے) انہیں (بعد فنا ہونے کے[2]) از سر نو دیا ہوا اور عطا کیا ہوا ہوتا ہے خدا تعالیٰ اُن کے نفس کے ارادہ میں اُن کی موافقت فرماتے ہیں اور یہ حضرات طہارت (اخلاق) میں کامل اور محبوب اور مراد ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کی مرادیں اور خواہشیں بہت جلد پوری کر دیتے ہیں لیکن اس جگہ اکثر مدعیوں کو لغزش ہو جاتی ہے[3]۔ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ وہ پہلے ابتدائی حالت میں پرانے اور بالوں کے بنے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے پھر آخر عمر میں لطیف کپڑے پہننے لگے یہ حال بازید سے ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا جب مسکین یحییٰ موٹے جھوٹے کپڑوں (کی مضرتوں) پر صبر نہ کر سکا تو نرم و نازک کپڑوں (کی مضرتوں) پر کیسے صبر کریگا اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو لباس اُن کے پاس آنے والا ہوتا ہے اُنہیں پہلے سے اسکا علم ہو جاتا ہے پس (جب وہ لباس اُن کے پاس آتا ہے تو) وہ اُسکو پہن لیتے ہیں۔ اور وہ اُسمیں محمود ہوتے ہیں (اسکی وجہ سے اُن پر کوئی ملامت نہیں ہوتی) اور صادقین کے احوال گو مختلف قسم کے ہیں مگر سب مستحسن ہیں قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا (یعنی آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے اور اگرچہ یہ تمام احوال مستحسن ہیں لیکن موٹے جھوٹے کپڑوں کا پہننا بندہ کیلئے زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے اور (مضرتوں سے) خالی اور آفات سے دور ہے۔ مسلمۃ بن عبد الملک نے کہا ہے کہ میں عمر بن عبد العزیز کی بیماری میں عیادت کرنے کے لئے اُن کے پاس گیا پس میں نے دیکھا کہ اُن کا کرتہ میلا ہو رہا ہے میں نے اُن کی زوجہ فاطمہ سے کہا کہ امیر المومنین کے کپڑے دھو دینا اُس نے کہا کہ انشاء اللہ ایسا ہی کرینگے کہا پھر

---

[1] فی الاصل یکفر لہ قال القاموس والتکفیر فی المعاصی کالاحباط فی الثواب وان یخضع الانسان لغیرہ و تتوج الملک بتاج اذا رای کفر لہ ۱۲

[2] ابتدا میں غلبہ حال کی وجہ سے حظوظ نفسانی فنا ہو جاتے ہیں اور منتہی ہونے کے بعد وہ غلبہ نہیں رہتا اس لئے حظوظ پھر عود کر آتے ہیں ۱۲۔

[3] یعنی وہ اپنے کو تام التزکیہ سمجھکر حظوظ حاصل کرنے لگتے ہیں جس سے اُن کو ضرر پہونچتا ہے ۱۲۔

(جب) دوبارہ عیادت کرنے گیا تو دیکھا کرتا ویسا ہی (میلا) ہے پس میں نے کہا کہ اے فاطمہ کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اسے دھو دینا اُس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اسکے سوا انکے پاس کوئی اور کرتا نہیں اور سالم نے کہا ہے کہ عمرؒ بن عبدالعزیز قبل اسکے کہ ان کو خلافت سپرد کیجائے آدمیوں میں سب سے زیادہ نرم و نازک کپڑے پہننے والے تھے پس جب کہ ان کو خلافت سپرد کیگئی تو گھٹنوں کے درمیان سر دیکر روئے پھر انھوں نے پرانے کپڑے منگائے اور انہیں پہنا منقول ہے کہ جب ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو ان کے کپڑے میں چالیس پیوند پائے حالانکہ آپ کی تنخواہ چار ہزار (درم) تھی اور زید بن وہبؒ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے ایک قمیص رازی[1] پہنا اور وہ ایسا تھا کہ جب اسکی آستین کھینچی جاتی تو انگلیوں کے سر تک پہونچتی پس خارجیوں نے (آستینوں کے لمبے نہ ہونیکی وجہ سے) آپ پر اعتراض کیا آپنے فرمایا کیا تم ایسے لباس کی وجہ سے مجھپر اعتراض کرتے ہو۔ جو تکبر سے بہت دور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان (اسمیں) میری اقتدا کریں اور منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی (آدمی کے بدن) پر باریک کپڑے دیکھتے تو درہ لیکر اسپر چڑھجاتے اور فرماتے یہ باریک کپڑے عورتوں کے لئے رہنے دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے قلوب کو بالوں کے لباس سے نورانی کرو وہ دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں نور ہے اور کہیں ایسا نہ کرنا کہ تم اپنے دین کو لوگوں کی تعریفوں سے خراب کر ڈالو اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا پہنا پھر جب آپنے اُس کی طرف نظر کی تو آپ کو اچھا معلوم ہوا پس آپنے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کیا آپ سے اسکے متعلق پوچھا گیا آپنے فرمایا کہ مجھے اسکا خوف ہوا کہ کہیں میرا رب مجھسے خفا نہو جائے اسلئے میں نے ان کے سامنے عاجزی کی (پس) ضرور ہے کہ یہ رات کو میرے گھر نہ رہے کیونکہ اسکی وجہ سے مجھکو خدا تعالیٰ کی خفگی کا اندیشہ ہوا پس آپنے اسکو اتار ڈالا اور جو مسکین آپ کو اول ملا اسکو دیدیا پھر آپنے حکم دیا تاکہ اور جوتا خرید جاوے) پس آپکے لئے (پرانا) گھسا ہوا جوتا خرید لیا اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اکثر اوقات) بالوں کا بنا ہوا کمبل اوڑھا اور گھسا ہوا جوتا پہنا ہے اور غلاموں کو ساتھ کھانا کھلایا ہے

[1] ملک رے کا بنا ہوا۔ ۱۲

(باقی آیندہ)

۸۲

حال- اس درمیان میں عرصہ پندرہ یوم کا ہوا کہ طبیعت میری خراب ہوگئی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ بارہ تسبیح اور چھ ہزار اسم ذات کا ورد برابر جاری رہا اس سے قبل بجائے بارہ تسبیح کے اٹھارہ تسبیح پڑھتا تھا اب تک اسم ذات بعد نماز عصر مغرب کے وقت تک میں پڑھتا تھا اب طبیعت چاہتی ہے کہ اسی چھ ہزار اسم ذات کو نماز پنجگانہ کے وقتوں میں تقسیم کرکے پڑھا کروں اگر کچھ نقصان نہ ہو تو حالت میری یہ ہے کہ بعض روز سوتا رہتا ہوں اور ذکر لا الہ الا اللہ زبان سے جاری رہتا ہو جب اٹھتا ہوں۔ جو لوگ جاگتے رہتے ہیں بیان کرتے ہیں اور بعض روز جب تہجد کے وقت اٹھتا ہوں تو زبان سے آہستہ آہستہ لا الہ الا اللہ اور ناک سے جو سانس آتی ہو اسمیں اللہ اللہ قلب سے الا اللہ کی آواز جاری پاتا ہوں۔

تحقیق- چھ ہزار کو پانچ وقت پر تقسیم کرنے سے ہر جلسہ میں بہت کم رہ جاویگا کیا اسکی کوئی خاص ضرورت پیش آئی اور سوتے ہوئے ذکر کا جاری رہنا کوئی کمال کی حالت نہیں ہو گو علامت اچھی ہے اسی طرح سے سانس کی آواز سے ذکر کا محسوس ہونا بھی سمجھا جاوے۔

حال- احوال یہ ہے کہ میرا حال یکساں نہیں رہتا کبھی کیسا اور کبھی کیسا کبھی تو دل میں ایمان کی فرحت اور خوشی ہوتی ہے اور دل خوش خوش رہتا ہے اور کبھی اپنے برے وجود کا خیال اور خاتمہ کا خوف غالب رہتا ہے اور دل اندر ہی اندر کہا کرتا ہے کہ دیکھئے میرا کیا حال ہوگا ایسی حالت میں کمزوری ہو جاتی ہے اور کمزوری میں کچھ نہ کچھ بیماری ہو جاتی ہے بیماری اور خوف دونوں ملی جلی ہوتی ہیں اور نہ بیماری ہی معلوم ہوتی ہے نہ خوف ہی آجکل یہی حالت ہے کہ عرصہ ایکماہ سے بیمار ہوں اول تو دس پندرہ روز خوف طبیعت پر غالب رہا بعد کو فصلی بیماری ہوگئی بوجہ خوف خاتمہ کوئی بات اچھی معلوم نہیں ہوتی دل مایوس رہتا ہے اور طبیعت گھبرایا کرتی ہے اور یہی خیال رہتا ہو کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں اور وقت مرگ قریب آتا جاتا ہے نہ معلوم میرا کیا حال ہوگا صحت کے وقت میں یہ خیال کم رہتا ہے اور بیماری کے وقت میں زیادہ خوف رہتا ہے ظاہر میں کچھ بیماری بھی نہیں معلوم ہوتی کچھ نہ کچھ ہلکی تکلیف جسم میں رہتی ہے غرضیکہ طبیعت مایوس رہتی ہو اور دل گھبرایا کرتا ہے خاصکر رات کے وقت زیادہ خوف غالب رہتا ہے اور طبیعت بہت گھبرایا کرتی ہے ایسے وقت میں کیا کیا کروں ایسے وقت میں جو معمول وغیرہ ہیں

۲۵

وہ بھی خوشی سے ادا نہیں ہوتے مشکل سے پڑھا جاتا ہے اور ایسے وقت میں ہر وقت توبہ کرنے کو جی چاہتا ہے اور صحت اور خوشی کے وقت عبادت کرنے کو زیادہ جی چاہتا ہے۔ اور کبھی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں بہت جوش و خوشی و محبت ہے اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کچھ ہے ہی نہیں صحت اور خاتمہ بخیر کی دعا کیجئے۔

تحقیق۔ جو کچھ مجموعی حالت لکھی ہے اس سب کا حاصل قبض و بسط ہے اور دونوں حالتیں نہایت رفیع ہیں اور دونوں سے قرب حق بڑھتا ہے اسواسطے دونوں کو نعمت سمجھکر شکر کرنا چاہیے قبض کے غلبہ کے وقت اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا تلائیں ترجمہ اربعین میں کتاب الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیے میں بھی دعا کرتا ہوں۔

سوال۔ میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ جو حضور کا سادہ طریقہ دنیوی معاملات میں مثلاً کپڑا پہننے دکھلانے وغیرہ میں ہے میں بھی اپنا مشرب اسی کے موافق بنا کر اس حدیث کا مصداق ہو جاؤں حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مگر یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر آپ کے جیسے کپڑے اور ٹوپی وغیرہ پہنیں تو شاید لوگوں کے دلوں میں یہ خیال ہو کہ حضرت مولانا سے (یعنی حضور سے) بیعت ہے اور یہ ان کا خیال میرے لئے ریا کا باعث ہو جاوے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں کہ میں حضور کی محبت کی وجہ سے جیسی حضور کی ٹوپی ہے اور لباس وغیرہ ہے اگر میں ایسا پہنوں تو ریا تو نہیں ہو جاویگی۔

جواب۔ ریا بدون قصد ریا نہیں ہوتی جب آپ کی نیت اچھی ہے یہ ریا نہیں۔

حال۔ اب دوام عاجزانہ اور گذارش ہیں اور حضور عالی اُس کا ایک جامع علاج مطلوب ہے نماز وغیرہ کی تحریک و ترغیب میں کبھی کسی کے کہنے سے اور کبھی اُس کا فائدہ اور ضرورت محسوس کر کے غلام از خود وعظ و نصیحت کر دیا کرتا ہے اور یہاں کی امامت بھی غلام ہی کرتا ہے۔ زیادہ تر انہیں وجوہ سے دو مہتم بالشان خباثت کا مورد ہو رہا ہے ایک طلب حب جاہ دوسرے ریا ہر چند کہ غلام اسکے ازالہ کی فکر میں ہے لیکن بعض اوقات اعمال خصوص تلاوت قرآن شریف میں للہیت اور اخلاص باقی نہیں رہتا امید کہ حضور اس کا علاج تجویز فرما دینگے۔

تحقیق۔ ازالہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وسوسہ ہی نہ آوے بلکہ خود دکبر دریا کا قصد نہونا چاہئے

۴۶

اور جب وسوسہ آوے اُسکو مذموم سمجھنا چاہیے بس کافی ہے زیادہ اسکے پیچھے پڑنا نہ چاہیے۔ یہ تو ذکر و طاعت کے وقت کا دستور العمل ہے باقی دوسرے اوقات میں سے کوئی خاص وقت معین کرکے ان دونوں صفتوں کی مذمت اور ان پر جو وعیدیں ہیں اُن کو خوب مستحضر کرکے ان سے محفوظ رہنے کی دعا کیجاوے انشاء اللہ تعالیٰ اسمیں اضمحلال ہو جاویگا۔

حال - میں ایک غریب شخص ہوں حضور کی تصانیف کے مطالعہ سے اشتیاق دیدار کا ہوا خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپکے دیدار سے مشرف کردیا اور میرے حق میں خداوند تعالےٰ کی طرف سے جو بہتری ہونے والی ہے حضور کی ذات بابرکات سے وہ بھی ہو جائیگی اللہ سے امید قوی ہے اور آپ کی شفقت کے بھروسہ اب میں ارادہ مکان جانے کا رکھتا ہوں پھر حضور کی خدمت میں آنے کی توقع نہیں کیونکہ راہ خرچ آمد و رفت کا چھتیس ۳۶ روپیہ ہے علاوہ اسکے خوراک اس خیال سے دل پر ناامیدی چھا جاتی ہے حضور میرے حق میں جو بہتر ہو تجویز کریں۔

تحقیق - دوری جسمانی مضر نہیں اور قرب روحانی اس طرح رہتی ہے کہ ہمیشہ اطلاع حالات و اتباع تعلیمات کا التزام رکھا جاوے۔

حال - بندہ کو سلطان الاذکار میں تمام اجسام کی حرکت پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی ہے اُس حرکت میں کسی قسم کی تکلیف یا پریشانی نہیں بلکہ ایک قسم کی مسرت ہوتی ہے جب وہ حرکت زائل ہوتی ہے تب بدن کا بڑا ہونا محسوس ہوتا ہے اور ایک دفعہ سلطان الاذکار کے بعد بدن کا بالکل عدم مدرک معلوم ہوا کہ ہوا ہو گیا ہے دو تین منٹ بعد بدن علی حالہ تصور ہوا۔ اور دن میں ذکر اسم ذات کے بعد تمام سینہ اور تمام ہاتھ اور سر اور تمام چہرہ میں حرکت معلوم ہوتی ہے تمام خون میں جوش مدرک ہوتا ہے لیکن چار یا پانچ منٹ سے زیادہ دیر نہیں رہتا ہے۔

تحقیق - یہ سب آثار ہیں سلطان الاذکار کے اور علامات ہیں اسکے سرایت فی الروح اولاً و فی البدن ثانیاً کی اور گو یہ مقاصد میں سے نہیں مگر معین فی المقصود بواسطہ یکسوئی کے ضرور ہیں۔

حال - حضور میں اس بات کے لکھنے سے ڈرتا ہوں کہ شاید حضور کو ناگوار خاطر ہو مگر چونکہ میری ایک حالت یہ بھی ہے اسوجہ سے عرض کرتا ہوں حضور معاف فرماویں وہ یہ کہ مجھکو بعض وقت حضور کے ناخوشی کا اتنا ڈر اور خوف معلوم ہوتا ہے کہ اتنا اللہ تعالیٰ شانہ کا نہیں معلوم ہوتا

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کی طرح حضور ہر وقت میرے افعال سے اطلاع نہیں رکھتے مگر محض اس خیال سے کہ ؎

دست پیر از غائبان کوتاہ نیست　　دست او جز قبضۂ اللہ نیست

شاید کوئی حرکت حضور کی مرضی کے خلاف ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے حضور کو مطلع فرماویں اور حضور کشیدہ ہو جائیں تو ساری برکتیں مسلوب ہو جائیں اس خوف کے سبب سے میں نہایت تنگ رہتا ہوں سا اور حضور یہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر نہیں معلوم ہوتا اگر اسمیں کوئی خرابی ہو تو حضور دعا فرمادیں۔

تحقیق۔ کوئی خرابی نہیں امو طبعیہ میں انسان بے اختیار ہے اور تفاوت خوف طبعی میں ہے اور خوف عقلی میں تو اس کا عکس ہے اور مبنی اس امر طبعی کا یہ ہے کہ مخلوق کا مشاہدہ کیا ہے خالق کا مشاہدہ نہیں کیا۔

حال۔ تخمیناً بیس روز سے ایسی طبیعت کمزور ہے کہ معتد بہ محنت نہیں ہو سکتی اتفاق سے میرے تمام مشاغل دینی و دنیوی سب کے سب دماغی ہیں اس لئے معدہ و دماغ دونوں میں فتور محسوس ہوتا ہے اور بعض اوقات تکلیف ہوتی ہے اسی وجہ سے عریضہ روانہ کرنے میں عرصہ مدید ہو گیا خصوصاً ایسے وقت میں کہ بجائے حال کے بدحالی ہو رہی ہے۔ تاہم بالکل ترک نہیں کیا غالباً تھانہ بھون میں برسات قریب الختم ہوگی سرما کا موسم بھی شروع ہو گیا ہو گا اس لئے تقاضائے طبیعت ہے کہ رخصت لیکر حاضر ہوں مگر وہاں حاضر ہونے کے بعد تو محنت ہی محنت ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شاید برداشت نہ ہو سکے غرض حالت یہ ہے کہ اقدم اجلد و اوخر اخری کا معاملہ ہے اب آئندہ جیسی حضرت کی رائے عالی ہو سمعاً و طاعۃً عمل کروں گا بظاہر اسباب میری حاضری میں کوئی مانع نہیں ہے۔

تحقیق۔ دلگیر نہ ہونا چاہیے ایسے عوارض سبکو پیش آتے ہیں جن سے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہیں، المعذور ماجور لا مأزور ضعف دماغ کو مانع تشریف آوری نہ قرار دیا جاوے اگر کام کچھ زیادہ نہ کیا جاوے پاس رہنا بھی نافع ہے بنفع معتد بہ

(باقی آئندہ)

یا فتاح

الدر المنضود ترجمۃ البحر المورود

الملقب بہ

وصیت مشائخ حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۸۶) ہمسے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کوئی قرب خداوندی کا دعوی کرلے ہم اُس کے دعوے کو تسلیم کرلیا کریں (انکار کے درپے نہوں) بشرطیکہ اُسمیں قرب الٰہی کی علامات ظاہر بھی ہوں اور وہ علامات یہ ہیں کہ اُسمیں خدا تعالیٰ سے خوف و خشیت ہو خالق اور مخلوق سے حیا رکرتا ہو اور اپنے آپ کو ہر اک ہمنشین سے کم سمجھتا ہو اور عام مسلمانوں سے اس طرح باتیں کرتا ہو جیسا کسی بڑے[1] بادشاہ سے گفتگو کر رہا ہے اور باتیں کرتے ہوئے مخاطب پر آواز بلند نکرتا ہو اور

[1] یہ علامت جو علامہ نے بیان فرمائی ہے یہ خاص آپ کا ذوق ہے آپ کے اوپر سکنت اور تواضع کا بہت زیادہ غلبہ معلوم ہوتا ہے عارف کامل کیلئے متواضع ہونا تو ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ تواضع کا اثر بات چیت میں بھی ہر ایک کو معلوم ہوجایا کرے تواضع کا اصلی محل قلب ہے یعنی دل میں اپنے آپکو سب سے حقیر سمجھنا جب اسکا بہت غلبہ ہو جاتا ہے تو بات چیت سے بھی معلوم ہونے لگتا ہے کہ یہ اپنے آپکو بہت ہی ذلیل سمجھتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تواضع دل ہی میں رہتی ہے اقوال و افعال سے ہر ایک کو اسکا پتہ نہیں چلتا چنانچہ جو صوفیہ کرام اہل ارشاد و صاحب سیاست و انتظام ہوتے ہیں انکی حالت کا ہر ایک کو پتہ نہیں چلتا عام لوگ انکی سیاست و انتظام کو دیکھکر تکبر کا شبہ کرنے لگتے ہیں مگر حقیقت میں وہ تکبر سے پاک ہوتے ہیں اور طالب کی اصلاح کے لئے سیاست اور سختی اختیار کرتے ہیں ۱۲-

اسکے مثل بہت سی علامات ہیں پس اگر ہم اسکو ان علامات کے خلاف پائیں تو ظاہر میں اسکے دعوے کو رد کر دیں اور باطن میں (اب بھی) تسلیم کرتے رہیں (کیونکہ ممکن ہے کہ اسکی طبیعت میں اخفار بہت زیادہ ہو اسلیئے ہمکو علامات سے اسکی حالت کا پتہ نہ چلا ہو چنانچہ صوفیہ میں ایک فرقہ ملامتی کہلاتا ہے وہ اپنی حالت کو بہت چھپاتے ہیں ظاہری علامات سے ان کو کوئی بزرگ نہیں کہہ سکتا مگر پاس رہنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ واقعی وہ کس درجہ اور کس مرتبہ پر پہونچا ہوا ہے)

اور میں نے سیدی علی خواص سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مقربان الٰہی کے آداب میں ہزار ادب تو اصل الاصول ہیں اور ان کی فروع بہت زیادہ ہیں اور عزیزمن! یہ بات جان لینی چاہیئے کہ صوفیہ کرام جہاں کہیں قرب کا لفظ بولتے ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ دل سے اس بات کا مشاہدہ ہو جائے کہ میں حق تعالیٰ شانہ کے سامنے ہوں (بس قرب خداوندی کے یہی معنی ہیں جب دل میں یہ مشاہدہ پختہ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس بندہ کو اپنا بنا لیتے ہیں) اور جسوقت کوئی دل اس مشاہدہ سے خالی ہوتا ہے وہ اسوقت شیاطین کے دربار میں ہوتا ہے کیونکہ اس عالم میں دو ہی دربار ہیں (ایک دربار خدا دوسرا دربار شیطان) جب ان میں سے کسی ایک میں داخل ہو گا دوسرے سے نکل جائیگا اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ نماز اور خارج نماز کہ انسان ان دو حالتوں سے کبھی خالی نہیں ہو سکتا یا تو نماز میں ہو گا یا نماز سے باہر ہو گا نماز پڑھتے ہوئے نماز سے خارج نہیں ہوتا اور نماز سے باہر ہو کر نماز میں نہیں ہوتا اسی طرح دربار خدا میں ہوتے ہوئے شیطان کے دربار میں نہیں ہوتا اور شیطان کے دربار میں ہوتے ہوئے خدا کے دربار میں نہیں ہوتا اور خدا کے دربار میں ہونیکا مطلب یہ ہے کہ دل سے اس بات کا مشاہدہ کرتا رہے کہ میں

لہ اور یہی مرتبہ حصول نسبت کے نام سے مشہور ہے جسکو اصطلاح میں درجۂ تکمیل کہتے ہیں سالکین اسی کیلئے کوششیں کرتے ہیں اسکے بعد احکام شرعیہ پر استقامت نصیب ہو جاتی ہے پھر وہ طبیعت ثانیہ بنجاتے ہیں جس سے رضاء الٰہی جو کہ اصل مقصود ہے حاصل ہو جاتی ہے اسکے بعد اور بہت سے مراتب ہیں جنکی کوئی حد و انتہا نہیں کثرت ذکر اور اجتناب معاصی سے نسبت کو قوت اور دن بدن ترقی ہوتی رہتی ہے ؎ ای برادر بے نہایت درگہیست ✦ ہرچہ بروے می رسی بروے مایست ۱۲ مترجم۔

خدا کے سامنے ہوں جب اس مشاہدہ سے غافل ہوگا وہ اُسوقت خدا کے دربار میں نہیں بلکہ شیطان کے دربار میں ہے اسی لئے حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امت محمدیہ کے گناہوں میں غور کیا تو غفلت سے بڑا کوئی گناہ نہیں پایا اھ کیونکہ غفلت کے وقت انسان شیاطین کے دربار میں داخل ہو جاتا ہے پھر اُس سے جو گناہ بھی سرزد ہو جائے کچھ بعید نہیں میں کہتا ہوں کہ جب غفلت سے بڑا کوئی گناہ نہیں تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضورِ حق سے بڑی کوئی طاعت نہیں حضورِ حق نصیب ہو جائے تو ساری طاعات اور تمام اعمال آئینہ کی طرح سامنے ہو جاتے اور سہل ہو جاتے ہیں) پس گویا کہ حق تعالیٰ شانہ شیطان اور اُسکے لشکروں سے فرماتے رہتے ہیں کہ جو کوئی میرے دربار سے باہر ہو جائے تم اُسکے پیچھے لگ جاؤ چنانچہ ارشاد ہے واستفزز من استطعت منهم بصوتك واجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الاموال والاولاد وعدهم وما يعدهم الشيطان الا غرورا ه ان عبادي ليس لك عليهم سلطان ط وكفى بربك وكيلا ه اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے (یعنی اغوا اور وسوسہ سے) اُس کا قدم اکھاڑ دینا اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا (مراد شیاطین کا لشکر ہے کہ سب ملکر گمراہ کرنے میں خوب زور لگا دیں) اور اُن کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور اُن سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے میرے خاص بندوں پر (جو مجھ تک پہنچ جائیں) تیرا ذرا قابو نہ چلیگا اور آپکا رب کافی کارساز ہے (معلوم ہوا کہ شیطان کا قابو اُسی پر چلتا ہے جو خدا کے دربار سے باہر ہو اور جو دربارِ قرب میں داخل ہو جاتا ہے اُسپر شیطان کا قابو نہیں چلسکتا) اور میں نے بعض غیبی خدائی آوازوں میں سوتے ہوئے سُنا ہے (گویا حق تعالیٰ فرما رہے ہیں) کہ جو کوئی میرے دربار سے باہر ہوتا ہے میں اُسپر اپنے دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہوں پس دربارِ الٰہی سے نکلنے والا اپنے ہی نفس کو ملامت کرے (شیطان کو الزام نہ دے کیونکہ اسنے خود ہی دشمن کو اپنے اوپر قابو دیا پھر دوسرونکو کیوں الزام دیتا ہے) دربارِ الٰہی کے کوچوں میں کوئی کوچہ ایسا نہیں جسکے دروازے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا نہیں جو ہر وقت اس کا منتظر رہتا ہے کہ ان میں سے کوئی خدا کی مرضی کے خلاف ذرا قدم باہر نکالے تو میں اُسپر اس طرح سوار ہو جاؤں جیسا کہ انسان گدھے پر سوار ہوتا ہے کہ جسطرح چاہے اور جسطرف چاہے اُسکو

پھیر دیتا ہے اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ مباح بھی دربار خداوندی میں داخل ہے (اور جو شخص جائز کاموں میں مشغول ہے وہ دربارِ الٰہی سے باہر نہیں) مگر مباح کام میں مشغول ہونا شیطان سے اتنا نہیں بچا سکتا جتنا کہ فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات وغیرہ میں مشغول ہونا اُس سے بچا سکتا ہے جو کہ مباح سے اعلیٰ درجہ میں ہیں اور اسکی وجہ کہ مباحات انسان کو شیطان سے زیادہ دور نہیں کر سکتے یہ ہے کہ رضاء الٰہی کے تمام مراتب میں مباح کا درجہ سب سے ادنی ہے اسکے بعد وہی چیزیں ہیں جنکا بندہ سے سرزد ہونا خدا کو پسند نہیں پس مباح گویا اُن کاموں کا دروازہ ہے جنکا بندہ سے صادر ہونا حق تعالیٰ نہیں چاہتے (تو جو شخص دروازہ سے گذر کر اندر پہونچیگا وہ تو دشمن سے بالکل محفوظ ہو گیا اور جو دروازہ ہی پر کھڑا رہا وہ دشمن سے پوری طرح محفوظ نہیں اگر ذرا بھی ایک قدم باہر ہوا تو دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہو جائیگا) کیونکہ (ظاہر ہے کہ) دروازہ سے باہر ہو جانا یہی دربار سے نکل جانا ہے اسکے بعد یہی درجہ ہے اور کچھ نہیں خوب سمجھ لو (اور ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ اکثر اوقات واجبات یا مستحبات میں مشغول رہا کرو کیونکہ ان میں اگر سستی ہوگی تو مباح کی طرف اترو گے جب بھی معصیت سے بچے رہو گے اور خدا سے دور نہ ہو گے اور اگر مباحات ہی میں مشغول رہے تو ان میں ذرا سی سستی کرنے سے معصیت کی طرف آجاؤ گے اور دربار الٰہی سے نکل جاؤ گے واللہ یتولی ھداک)

۱۲

(۸۷) ہمسے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنی طبعی صفات بشریہ کے مشاہدہ سے غافل نہ رہا کریں (بلکہ ہمیشہ اُن میں تامل اور غور کرتے رہیں) کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وفی انفسکم افلا تبصرون کہ خود تمھاری ذات میں (دلائل قدرت و توحید خداوندی) موجود ہیں پھر تم اُن کو کیوں نہیں دیکھتے اور جو شخص اس مقام میں پختہ ہو جائے اُس سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سوا شرک کے کسی اچھی یا بری صفت سے بھی جو اُسکی طرف منسوب کیجائے اپنی برات کرنے لگے (اور اپنے آپ کو پاک صاف سمجھے بلکہ وہ ہر بُرے سے بُرے کام میں اپنے مبتلا ہو جانیکو ممکن خیال کریگا) کیونکہ ہر شخص میں اُن تمام صفات کی قابلیت موجود ہے جو کہ تمام عالم میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ؎

اتحسب انک جرم صغیر | وفیک انطوی العالم الاکبر

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تو ایک ذرا سا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر تمام عالم اکبر سمایا ہوا ہے (اور دنیا بھر کی تمام صفات اچھی اور بری تیرے اندر موجود ہیں کیونکہ) جب ایک طینت کی خمیر میں وہ تمام چیزیں ملائی جائیں جو کہ تمام عالم وجود میں (پھیلی ہوئی) ہیں خواہ وہ جواہر ہوں یا اعراض یہانتک کہ (سب مل ملاکر) ایک (جسم و) روح بنجائے پھر اسکو متفرق کردیا جاوے اور اس کے جسقدر چھوٹے سے چھوٹے اجزار عقلاً ہو سکتے ہیں بنائے جائیں تو عقل یہی فیصلہ کرے گی کہ اسکے ہر ہر جزو میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو تمام اجزا میں متفرق طور پر پھیلی ہوئی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے سوا تمام بنی آدم کی طینت کا یہی حال ہے (کہ ان کی طبیعت میں تمام عالم کی خاصیتیں موجود ہیں کیونکہ انسان کے اندر وجود بھی ہے جسمیں تمام عالم کا یہ شریک ہے جسمیت بھی ہے جسمیں جمادات کے ساتھ شریک ہے نشو و نما بھی ہے جسمیں نباتات کا شریک ہے جان اور حس و حرکت بھی ہے جسمیں تمام حیوانات کا ساتھی ہے اربعہ عناصر اسکے اندر مجتمع ہیں جس سے آگ پانی ہوا اور مٹی کی تمام صفات اسکے اندر جمع ہیں اسکو عقل و ادراک بھلے برے کی تمیز بھی ہے جسمیں جنات اور ملائکہ کے مشابہ ہے غرض اسمیں حیوانات اور جنات اور فرشتوں کی بلکہ تمام عالم کی طبائع موجود ہیں پھر ان سب کی صفات اسمیں کیوں نہونگی) اور (ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام کی طینت بھی دوسرے انسانوں کی طرح بنائی گئی ہے مگر حق تعالیٰ نے ان کی طبیعتوں میں سے برائی کا مادہ نکالدیا ہے) اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام ہر برائی میں مبتلا ہونے سے معصوم ہو گئے کیونکہ حق تعالیٰ نے ہمکو بتلادیا ہے کہ ان کی طینت اور طبیعت کو خدا تعالیٰ نے اپنی عنایت سے پاک صاف کردیا ہے اور ان کی تمام صفات کو اچھا ہی بنایا ہے (کہ ان میں برائی نام کو بھی نہیں) باقی انبیاء علیہم السلام کے سوا جتنے بھی ہیں سب اپنی اصلی حالت پر ہیں (کہ ان کے خمیر میں تمام عالم کی صفات رکھی ہوئی ہیں اچھی بھی اور بری بھی) اور جو باتیں پیدائش کے وقت سے فطری ہوں ان کا بدون ذات کے معدوم ہوئے زائل ہوجانا محال ہو (جب تک انسان کی ذات ہے تمام اچھی بری صفات کی قابلیت بھی اسمیں ضرور رہے گی) لیکن جب تک کہ خدا کی عنایت بندہ کے شامل حال ہے اسوقت تک تمام صفات حمیدہ اپنا کام کرتی رہتی ہیں اور بری صفات سب کی سب یا بعض معطل اور بیکار پڑی رہتی ہیں کہ ان کو کام میں نہیں لایا جاتا (اور اگر خدا تعالیٰ

۱۴

کی عنایت بندہ کو گھیرے ہوئے نہو تو اسوقت بری صفات کا استعمال ہونے لگتا ہے اور صفات حمیدہ بیکار ہو جاتی ہیں (ان کا اثر ظاہر نہیں ہوتا) اسی لئے بعض دفعہ تم نیک آدمی کو بخیل اور بزدل پاؤ گے اور تمہارے دل پر اس کا بوجھ معلوم ہوگا کہ تمکو اپنے اندر اس کا اعتقاد وغیرہ کچھ نہ معلوم ہوگا اور کبھی معاملہ اسکے برعکس دیکھو گے (کہ اس سے اعتقاد بھی ہوگا محبت بھی ہوگی اور تمام خوبیاں اسکے اندر نظر آئیں گی) پس اگر یہ بات نہوتی کہ انسان کے اندر تمام صفات اس طرح چھپی ہوئی ہیں جیسا کہ گٹھلی میں کھجور کا درخت پوشیدہ ہوتا ہے تو بزرگی کے مرتبہ پر پہونچ جانے کے بعد اس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہوتا پس (اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ولی محفوظ ہو کر ابنیاء علیہم السلام کے ساتھ ایک وقت تک ملحق (اور جبھی تک ان کے مشابہ) رہتا ہے جب تک کہ وہ (گناہوں سے) محفوظ ہے اسوقت لوگ اس سے امداد کے طالب ہوں گے اور یوں کہیں گے کہ حضور ذرا ہمارے حال پر توجہ کیجئے اور ہمکو فیض پہونچائیے اور اگر عنایت خداوندی اسکے شامل حال نہو تو صفات حمیدہ سب معطل

لہ صوفیہ کرام نے بیان فرمایا ہے کہ جس طرح ابنیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں اسی طرح ولی بھی ایک مقام پر پہونچکر گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے مگر دونوں کی حفاظت میں فرق بہت بڑا ہے نبی سے گناہوں کا سرزد ہونا عادۃً محال ہو جاتا ہے اور ولی سے عادۃً بھی محال نہیں ہوتا البتہ ایک خاص مقام پر پہونچ کر دشوار ضرور ہو جاتا ہے حضرت حکیم الامۃ نے اس فرق کو اس طرح بیان فرمایا کہ نبی سے گناہوں کا سرزد ہونا ایسا محال ہے جیسا کہ عقلمند آدمی سے پیشاب پاخانہ کا کھانا پینا ان کو طبعاً گناہوں سے ایسی ہی نفرت ہوتی ہے جیسا کہ ہمکو پیشاب پینے پاخانہ کھانے سے ہو ان کو قصداً گناہ کی طرف کبھی میلان نہیں ہوتا اور ولی کو گناہوں سے ایسی نفرت ہوئی ہے جیسا کہ مریض کو مٹھائی وغیرہ سے کہ طبیعت کو تو میلان ہوتا ہے مگر چونکہ طبیب نے منع کر دیا ہے اور مضر بتلایا ہے اسلئے جرأت نہیں کرتا اور اس سے بچتا ہے مگر چونکہ طبیعت میں میلان اور تقاضا موجود ہے اسلئے اگر کبھی ہمت سے کام نہ لیا تو غلطی کر بیٹھے گا ولی کو مرتے دم تک مجاہدہ کی ضرورت رہتی ہے لیکن مبتدی اور منتہی کے مجاہدہ میں ایسا فرق ہے جیسا کہ غیر شائستہ اور شائستہ گھوڑے میں گھوڑا شائستہ ہونے کے بعد بھی کبھی شوخی شرارت کیا کرتا ہے مگر ذرا سے ایڑ کے اشارہ میں سیدھا ہو جاتا ہے اور غیر شائستہ گھوڑا جب شرارت پر آتا ہے تو کسی کے سنبھالے نہیں سنبھلتا یہی فرق ہوتا ہے مبتدی اور منتہی میں منتہی کے نفس کو بھی معصیت کی طرف میلان کبھی ہوتا ہے مگر تھوڑی سی ہمت اور توجہ سے سیدھا ہو جاتا ہے اور مبتدی کو بہت دشواری کا سامنا ہوتا ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

۱۴

ہوجائیں گی اور بری صفات کو حرکت ہوگی پھر اسی شخص کے بارہ میں لوگ یوں کہنے لگیں گے کہ خدا اسکی شر سے پناہ میں رکھے اور اس سے بیزاری ظاہر کرنے لگیں کیونکہ اب وہ محفوظ نہیں رہا اس تحقیق کو خوب سمجھ لو یہ بہت نفیس بات ہے اور ہمیشہ جتنی برائی کی باتیں تمھاری طرف منسوب کیجائیں سبکو مان لیا کرو اگرچہ تمھارے اوپر اس حقیقت کا انکشاف بھی نہوا ہو کیونکہ اگر ابھی تک تم کسی برائی میں مبتلا نہیں ہوئے ہو تب بھی اندیشہ مبتلا ہونے کا ضرور ہے تم ہر وقت اسکے قابل ہو اور (اسی وجہ سے) بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی کی نسبت قطعی جنتی ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے ہاں اگر کسی کی نسبت کوئی نبی ہی شہادت دیدے وہ البتہ مستثنےٰ ہے (اُسکو یقیناً جنتی کہسکتے ہیں جیسا کہ حضرات صحابہ عموماً اور عشرہ مبشرہ خصوصاً) باقی ان کے سوا کسی دوسرے کی نسبت جب تک کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں نہ پہونچ جائیں ہم یقین نہیں کرسکتے کہ وہ کسی گناہ سے بالکل محفوظ ہوگیا (اس سے پہلے کیسے خبر ہے کہ وہ کیا سے کیا ہوجائے) یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ○ خدا تعالیٰ جو چاہیں لکھدیں جو چاہیں مٹا دیں اور انہی کے پاس اصل کتاب ہے (تقدیر کی کسی کو کچھ خبر نہیں) ہاں اگر حق تعالیٰ کسی (ولی) کو کسی کے خاتمہ کی یا اور کسی حالت کی ایسے طریقہ سے اطلاع دیدیں جسمیں تغیر اور تبدل کا احتمال نہ رہے تو اُسمیں اسوقت کلام نہیں۔ اور خدا تعالیٰ تمکو ہدایت کرے۔

۱۵

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یہ بھی فرمایا کہ مجاہدہ سے امراض باطنیہ کا قلع قمع نہیں ہوتا اسمیں بہت سے مشائخ بھی غلطی میں مبتلا ہیں بلکہ مجاہدہ سے امراض میں ضعف اور اضمحلال ہوجاتا ہے بالکل قلع قمع انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ولی سے کبھی گناہ ہوجاتے ہیں نبی سے نہیں ہوسکتے پس مجاہدہ کی تکمیل کے بعد کوئی یہ نہ سمجھے کہ اب میں گناہ سے بالکل بچ گیا مجاہدہ کی تھوڑی بہت ضرورت اب بھی رہے گی اور ساری عمر رہے گی ؎
اندریں رہ می تراش و میخراش + تا دم آخر دمے فارغ مباش + حضرت حکیم الامت کی اس تحقیق کی علامہ کے کلام سے پوری تائید ہوتی ہے ۱۲ مترجم

۱۵؎ الہام اور کشف دوسروں کے حق میں ظنی ہوتا ہے مگر صاحب کشف کے حق میں قطعی ہوتا ہے اگر کسی کو کشف صحیح سے کوئی بات معلوم ہوجائے اُسپر یقین کرنا اُسکو جائز ہے چنانچہ جو لوگ خضر علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے بلکہ ولی کامل کہتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام نے اپنے کشف سے اُس معصوم بچے کا جسکا قصہ (بقیہ صفحہ ائندہ)

(۸۸) **ہمسے عہد لیا گیا ہے** کہ اس زمانہ میں اپنے اور خوشی کی ضیافتوں اور ولادت کی تقریبوں میں جانیکا دروازہ نہ کھولیں البتہ اگر کسی بڑے ولی کامل کے ایصال ثواب کے واسطے (دعوت) ہو یا کسی مسکین غریب کی دلداری کیلیئے (تقریب ولادت وغیرہ میں) جایا جائے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ وہاں کوئی بات خلاف شرع نہو) اور اولیاء کاملین میں سے امام شافعی اور امام لیث اور ذوالنون مصری اور سیدی احمد بدوی اور سیدی ابراہیم دسوقی وغیرہ ہیں کیونکہ یہ لوگ برکت وجود عالم ہیں زندگی میں بھی اور مرنیکے بعد بھی واللہ واسع علیم ؀

(۸۹) **ہمسے عہد لیا گیا ہے**) کہ نذر ومنت کا اور تعزیت میت کا کھانا نہ کھایا کریں اور تیسویں عہ اور ساتویں کا (کھانا کھائیں) حتی کہ دفن وغیرہ کے وقت اگر کوئی شخص لوگوں کو پانی پلاتا ہے اُس سے پانی بھی (لیکر) نہ پئیں اسی طرح ختنہ اور شادی کی تقریب کا اور بڑی بڑی دعوتوں کا کھانا جو محفلوں میں (کھلایا جاتا) ہے علی ہذا اُن ضیافتوں کا کھانا جنمیں عادۃً تکلف ہوتا ہے نہ کھائیں البتہ کسی شرعی مصلحت سے کھانے کو نکھانے پر ترجیح ہو جائے (تو مضائقہ نہیں مثلاً کسی کے یہاں فاقہ ہو کھانیکو کچھ پاس نہو تو ایسے شخص کیلیئے ان کھانوں کی اجازت ہے اب اُن سبکی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قرآن میں ہے آئندہ چلکر کافر ہونا معلوم کیا تھا اسلیئے اُسکو قتل کرنا آپ کیلیئے جائز تھا لیکن اسپر ایک اشکال واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ خضر علیہ السلام کیا اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں کہ اپنے کشف سے کسی بات کا یقین کرکے اُسکے موافق عمل کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے کیونکہ شریعت میں کشف کی وجہ سے قتل وغیرہ جائز نہیں اور یقیناً اسوقت خضر علیہ السلام شریعت محمدیہ کے پابند ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا ولی ہوں اسکا جواب حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان امور میں بمنزلہ بیدقدرت کے ہوتے ہیں جیسا کہ ملائکہ علیہم السلام کی شان ہے وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرتے ان امور میں وہ مجبور محض ہوتے ہیں اور مجبوری کیحالت میں تکالیف شرعیہ باقی نہیں رہتیں اور اسکی دلیل قرآن میں بھی موجود ہے وما فعلتہ عن امری کہ میں نے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کیا واللہ اعلم ۱۲ مترجم

عہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح اس زمانہ میں میت کا چالیسواں اور دسواں ہوتا ہے اُس زمانہ میں تیسواں اور ساتواں ہوتا تھا کہ ایک ہفتے اور ایک مہینے کے بعد میت کے ایصال ثواب کی واسطے کھانا پکاتے تھے چونکہ اسمیں خلاف شرع باتیں ہوتی تھیں اسلیئے منع کیا گیا ۱۲ مترجم۔

(باقی آئندہ)

اڑنا دشوار ہوجاتا تو پرندے کیلئے دم وہ کام دیتی ہے جو کشتی کا دنبالہ کام دیتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے چال کو درست کیا جاتا ہے اور خدا نے پرندوں میں ایک چوکنا پن رکھا ہے تاکہ اپنی سلامتی کا بچاؤ کرسکیں اور چونکہ پرندہ اپنی غذا کو بدون چبائے ہوئے نگلتا ہے تو بعضوں کی چونچ ایسی سخت بنائی ہے کہ اس سے گوشت وغیرہ کو بلا تکلف کاٹ لیتے ہیں اور چھری کاٹنے کا کام دیتی ہے اور چونکہ وہ اپنی غذا کو ویسے ہی سالم نگل لیتا ہے اسلئے اسکے پیٹ میں اتنی زائد حرارت رکھی ہے کہ وہ کھانے کو اچھی طرح پیس ڈالتی ہے چبانے کی اسکو ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ خواہ مخواہ دانتوں کا اور بوجھ ہوتا اور یہ بات اس طرح معلوم ہوئی ہے کہ انگور وغیرہ کا دانہ حیوانات کے پیٹ میں سے ویسے ہی سالم نکلتا ہے (اگر وہ سالم نگلجائیں) اور پرندے کے پیٹ میں سے پسا ہوا نکلتا ہے (حالانکہ وہ ہمیشہ سالم ہی نگلتا ہے) پھر خدا نے پرندوں کیلئے یہ طریقہ رکھا کہ وہ انڈے دیتے ہیں بچے نہیں جنتے تاکہ اڑنے میں بوجھ کی تکلیف نہو کیونکہ اگر بچہ تکمیل کے وقت تک ان کے پیٹ ہی میں رہا کرتا تو اس کے بوجھ سے اڑنے کے واسطے اٹھنا مشکل ہوجاتا بس کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے ہر مخلوق کے لئے اسکے مناسب کیسی تدبیریں رکھی ہیں غور تو کرو کہ پرندوں کے دل میں کس نے یہ بات ڈالدی کہ انڈوں پر ہر وقت بیٹھیں اور سوتے جاگتے ایک معین مدت تک ان کو سیویں کس نے ان کو یہ بات سکھائی کہ پہلے دانہ چگیں پھر جب پیٹ میں جاکر نرم ہوجائے تو اسکو منہ میں نکالکر بچوں کو چوگا دیں بعضے پرندے اسی طرح کیا کرتے ہیں پھر دیکھو پرندے اتنی مشقتیں کیونکر برداشت کرتے ہیں حالانکہ نہ ان کو کسی بات کی فکر ہے نہ سوچ ہے نہ انجام کا خیال ہے نہ اپنے بچوں سے ان کو کسی قسم کی امید ہے جیسا کہ انسان کو اپنی اولاد سے عزت و آسائش اور نام باقی رہنے کی امید ہوتی ہے بس کیا بجز الہام الٰہی کے اور بھی کوئی اس کا سبب ہوسکتا ہے قطعاً نہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے انکے اندر اس بات کی کیسی پہچان رکھی ہے کہ اب مادہ کے انڈے دینے کے دن ہیں پھر اسوقت ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی جاتی ہے کہ گھاس پھوس تنکے وغیرہ اٹھا کر انڈے سینے اور بچے نکالنے کی جگہ ہموار طریقہ سے جمع کریں اور بستر کی طرح اسکو نرم بنائیں تاکہ نرم جگہ کی وجہ سے انڈے کی حفاظت رہے اور اسکی رطوبت اور تراوٹ فنا نہو جائے پھر اس نرم بستر میں

۵۷

بیضہ بہت ہی محفوظ رہتا ہے جسکو وہ انڈے سینے کے واسطے بہت ہی خوبصورت بناتے ہیں
دیکھو خدا نے کبوتر وغیرہ کو اس بات کی کیسی پہچان دی ہے کہ اب بچہ پورا ہوگیا اور پرورش کامل
ہو چکی تو اُسوقت وہ انڈے کو توڑ کر بچہ کو نکال لیتا ہے اور اگر انڈا کسی وجہ سے گندہ ہو جائے تو
اُس کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے پھر دیکھو خدا نے ان کو چوگا دینے کا طریقہ کیسا عجیب تبلایا کہ
اول وہ بچے کے منہ میں صرف ہوا پہونچاتے ہیں تاکہ پوٹا اس قابل ہو جائے کہ اُس میں کوئی
چیز رکھی جائے اور اُسمیں وسعت ہو جائے اسکے بعد پیٹ سے نکال کر ہضم شدہ غذا سے
اُسکو چوگا دیتا ہے پھر اپنے پوٹے میں کسیقدر غذا کو نرم کرکے اُسکو چوگا دیتا ہے ترتیب کے
ساتھ درجہ بدرجہ ایسا کرتے ہیں یہانتک کہ بچہ کا پوٹا مضبوط ہو جاتا ہے کیونکہ اگر پہلے ہی سے
سالم دانہ اُسکو کھلانے لگے تو بوجہ کمزوری جسم کے اُس کے ہضم کرنے سے بچہ عاجز ہو جائے
پس غور کرو کیا یہ پرندوں کا کام اور اُن کی حکمت ہو سکتی ہے (ہرگز نہیں بلکہ یہ سب باتیں خدا
تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں ڈالدی ہیں) پھر دیکھو کہ جب بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو پرندہ اُسکو
اپنے پہلو میں کس طرح جگہ دیتا ہے اور کیونکر پروں میں اُسکو چھپا لیتا ہے تاکہ اُسکی حرارت دفعۃً
کم نہو جائے کہ اس سے نقصان پہونچتا ہے اور بعضے پرندوں کی خلقت اور پرورش اور طرح ہوتی
ہے اُسمیں دوسری حکمتیں ہیں نیز تاکہ یہ بات بھی معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی قدرت ایک ہی
قسم میں منحصر نہیں بلکہ ہر حالت کیلئے حق تعالیٰ نے ایسی حکمتیں رکھی ہیں جن سے اُس کی مصلحت
محفوظ رہتی ہے دیکھو مرغیوں مین بچوں کو چوگا دینے کی قابلیت نہیں تو اُن کے بچے انڈوں سے
نکلتے ہی دانہ اٹھانے لگتے ہیں پھر دیکھو کبوتروں میں نر و مادہ باری باری کس طرح انڈے کو گرمی
پہونچاتے اور سیتے ہیں تاکہ انڈا گندہ نہو جائے آگے پیچھے کبھی وہ بیٹھتا ہے کبھی وہ گویا اُن کو
بھی خبر ہے کہ اس تدبیر کے نہ کرنے سے انڈا خراب ہو جائے گا پھر ذرا انڈے کی پیدائش میں
اور اُن میں جو خدا نے حکمتیں رکھی ہیں ان میں غور کرو کہ اُس میں ایک تو گاڑھی زردی ہوتی ہے
اور ایک پتلی سفیدی ہوتی ہے ایک حصہ سے اُس کا بدن بنتا ہے ایک حصہ بچہ کے نکلنے
تک اُسکی غذا بنتا ہے اسمیں کیسی عجیب حکمت ہے کہ ایک ہی انڈے میں جو کہ بچہ کے کامل ہونے
اور نکلنے تک بند رہتا ہے ساتھ ساتھ اُس کی غذا بھی رکھدی گئی ہے۔ پھر ذرا پرندے

۵۸

کے پپوٹے اور اُسکے گلے کی حکمت وتدبیر میں تامل کرو کہ معدہ تک تو غذا پہونچنے کا رستہ بہت
تنگ ہے اُسمیں غذا تھوڑی پہونچتی ہے تو اگر پرندہ ایک دانہ کھاکر اُسکے معدہ میں
پہونچنے تک دوسرا دانہ نہ کھا سکتا تو قصہ بہت طویل ہوجاتا اور کام بڑھجاتا خصوصًا جبکہ اُسمیں
موذی چیزوں کا خوف اور اُن سے بچنے کے لئے چوکناپن بھی بہت زیادہ ہے (اس صورت میں آہستہ
آہستہ دانہ چگنے میں بہت ہی دشواری ہوتی) تو وہ ایکدم سے غذا کو اپنے اندر جمع کرتا رہتا ہے
تاکہ غذا بھی حاصل کرلے اور چوکنا بھی رہے تو خدا نے اُسکے لئے پپوٹا ایسا بنادیا جو مثل تھیلی کے اُسکے
سامنے لٹکا رہتا ہے تاکہ جو غذا جلدی جلدی حاصل کرے اُسمیں جمع کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اُس کو
معدہ میں پہونچائے نیز اسمیں یہ بھی حکمت ہے کہ جو پرندے اپنے بچوں کو چونگہ دیتے ہیں اُن کو نزدیک
سے غذا کا مُنہ میں واپس لانا آسان ہوتا ہے پھر پرندوں کے پروں کو دیکھو کہ کپڑے کی طرح باریک
دھاگوں سے اُن کی بُناوٹ کیگئی ہے اور اُن میں یبوست اور خشکی ایسی رکھی ہوتی ہے کہ اُس کے
سبب سے اپنے گرداگرد کو تھامے ہوئے ہیں اور نرمی ایسی ہے کہ اُسکی وجہ سے ٹوٹتے نہیں اندر سے
کھوکرے ہیں ایک دوسرے سے ایسے ملے ہوئے ہیں جیسے تاگا تاگے سے اور بال بال سے بٹا جاتا
ہے پھر اگر تم پرندے کے پروں کو کھولنا چاہو تو وہ ایکدم سے بالکل الگ الگ ہوکر نہیں کھُلتے بلکہ
کچھ کچھ کھلتے ہیں تاکہ اوڑتے وقت اُسمیں ہوا بھر کر اُسکو بھاری بوجھل نکردے اور تم پروں کے
بیچ میں ایک سخت مضبوط لمبی ہڈی کا ستون پاؤگے جسکے اوپر پروں کی بُناوٹ کی گئی ہے تاکہ
اُس کے سختی اور مضبوطی سے پر تھمے ہوئے رہیں ورنہ اگر اُس کے بغیر پرندہ اپنے پروں کو پھیلاکر اوڑتا
تو مقابل کی ہوا پروں کو توڑ ڈالتی ۔ اور باوجود سختی ومضبوطی کے وہ ہڈی کا ستون اندر سے کھوکرا
ہوتا ہے تاکہ اوڑنے کے لئے ہلکا پھلکا رہے ذرا لمبی ٹانگوں والے پرندوں کو دیکھو کہ اُن کی ٹانگیں
لمبی ہونے میں حکمت یہ ہے کہ وہ اکثر تھوڑے پانی میں چرا کرتے ہیں جسپر ہر اک خاموش بیٹھا تامل
کرتا رہتا ہے گویا کہ مراقبہ کر رہا ہے پھر جہاں کسی چیز کو پانی میں چلتے ہوئے دیکھا تو آہستہ آہستہ قدم
بڑھاتا ہے حتی کہ اُسکو پکڑ لیتا ہے پس اگر اس پرندے کی ٹانگیں چھوٹی ہوتیں تو جسوقت وہ شکار کی
طرف بڑھتا اُس کا سینہ پانی سے ملجاتا جس سے پانی کو حرکت ہوتی اور شکار ڈر کر اس سے دور
بھاگ جاتا۔ دیکھو چڑیا وغیرہ دن بھر اپنی غذا کی طلب میں پھرتی رہتی ہیں نہ تو غذا سے محروم ہی رہتی

۵۹

ہے نہ کھٹی ایک جگہ سے اُسکو غذا ملتی ہے اور مخلوق کیلئے حق تعالیٰ کی یہی سنت و عادت جاری ہے کیونکہ اُن کی صلاح اسی میں ہے کہ طلب رزق کیلئے دوڑ دھوپ کریں دیکھو اگر پرندہ ہی ایک جگہ اپنی پوری غذا موجود پالے تو اُسپر اندھے باؤلے کی طرح گر پڑے اور جب تک اچھی طرح پیٹ نہ بھر لے ہٹنے کا نام نہ لے جسکا انجام یہ ہوتا کہ بوجھ کی وجہ سے اڑنا مشکل ہوجاتا اور کسی شکاری کے قبضہ میں بآسانی گرفتار ہوجاتا کیونکہ پرندہ کو غذا کے منہ سے پھینک ڈالنے کی اور قے کرنے کی طاقت و عادت نہیں جیسے دریائی پرندکرتا ہے کہ وہ مچھلی وغیرہ کھاکر اگر کوئی گھبراہٹ کی بات دیکھتا ہے اور اسوجہ سے اُڑنا چاہے تو فوراً مچھلی کو منہ سے قے کر دیتا ہے اور اُڑنے کے واسطے بہت جلدی ہلکا ہوجاتا ہے اسی طرح انسان بھی اگر اپنی روزی ایک جگہ اکھٹی پالیا کرے اور کوشش و سعی کی ضرورت نہو تو پھر ایسے فارغ البال ہوجائیں کہ دنیا دین کی انکو خبر نہ رہے اور بڑے فساد عظیم میں پڑجائیں ذرا پرندوں کی اُس قسم کو بھی دیکھو جو فقط رات ہی کو نکلتے ہیں جیسے الو چمگادڑ وغیرہ کہ ان کی زندگی فضاء آسمانی میں اُڑتے رہنے ہی سے ہے تو حق تعالیٰ نے مچھر پروانے اور بہت سے کیڑے اسی میدان میں جو آسمان زمین کے درمیان ہے پھیلا دیئے تاکہ وہ ان سے اپنی غذا حاصل کرسکیں کیونکہ شاید اُن کی نگاہ کی روشنی زمین سے غذا اُٹھانے کیواسطے کافی نہیں ہوتی کیونکہ وہ دھوپ کے وقت نکل ہی نہیں سکتے ہاں چھپے چوری نکل آئیں وہ بھی کچھ دیر کیلئے تو ممکن ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے پروانوں مچھروں وغیرہ کے دل میں یہ بات ڈالدی کہ وہ بھی اسی فضاء آسمانی میں پھیلے رہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے کورچشم پرندے غذا حاصل کریں اور دیکھو چمگادڑ کے پر نہیں ہوتے تو خدا نے اُسکے ہاتھوں میں کیسے پنکھے لگادیئے ہیں جو اُڑتے وقت پروں کا کام دیتے ہیں اور اُسکے منہ بھی ہے دانت بھی ہوتے ہیں اور مثل حیوانات کے بچے جنتا ہے اور پھر بھی خدا نے اُسکو اڑنے کی طاقت دی ہے اس سے حق تعالیٰ نے یہ بات ظاہر کردی کہ اڑنے کی طاقت دینا صرف اُن ہی چیزوں میں منحصر نہیں ہے جنکے پر ہوتے ہیں بلکہ ہم جسکو چاہیں اوڑنے کے طاقت بدون پروں کے بھی دیسکتے ہیں اور کوئی ایک یا دو قسم کیلئے خاص نہیں بلکہ مچھلی میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک قسم اوڑنے والی پیدا کی ہے جو لمبی مسافت تک پانی سے نہ اوڑتی چلی جاتی ہے پھر پانی میں گھس جاتی ہے فسبحان العلیم الحکیم۔

(باقی آئندہ)

و تاثیرات بعض ایام کا انکار نہیں کیا گیا بلکہ اسمیں اہل نجوم وغیرہ سے پوچھنے کو منع کیا ہے اور یہ امر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کیونکہ آپنے بر تقدیر صحت احادیث بعض ایام کے بعض تاثیرات کا اثبات فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے من اتی کاھنا فصدقہ فیما یقول فقد بریٔ مما انزل علی محمد نیز یہ بھی فرمایا ہے من اقتبس بابا من علم النجوم بغیر ما ذکر اللہ فقد اقتبس شعبۃ من السحر المنجم کاھن والکاھن ساحر والساحر کافر رواہ رزین۔ ہشتم اسلئے کہ اس نے صواعق محرقہ کی عبارت نقل کی ہے کہ عاشورہ کے بیان میں صواعق محرقہ میں ہے وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل ببدع الناصبۃ المتعصبین علی اہل البیت او الجہال المقابلین للفاسد بالفاسد والبدعۃ بالبدعۃ والشر بالشر من اظہار غایۃ الفرح والسرور اس عبارت کو سعادت و نحوست ایام سے کچھ بھی تعلق نہیں پس یہ معترض کی کج فہمی کی کھلی دلیل ہے۔ نہم اسلئے کہ اس نے کہا ہے ہمکو تو علامہ مناوی اور حلیمی کا قول بالکل الٹا معلوم ہوتا ہے اسکے بعد اس نے قول مذکور نقل کیا ہے پس باوجودیکہ وہ قول بہشتی زیور کے مخالف نہیں ہے مگر معترض نے اپنی کج فہمی سے اسکو اس کا مخالف سمجھا ہے یازدہم اسلئے کہ اس نے کہا ہے کہ بالفرض اگر یہ شرک ہو بھی تو ہر امر شرک کا دریافت کرنا بھی شرک ہے مسلم نہیں اسکی دلیل چاہیئے یہ اعتراض تغیر یسیر نعوذ باللہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے۔ کیونکہ انھوں نے فرمایا ہے من اتی عرافا فسالہ عن شیٔ لم تقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ۔ پس جسطرح بہشتی زیور پر اعتراض کیا گیا ہے کہ ہر امر شرک کا دریافت کرنا بھی شرک ہے یہ مسلم نہیں یوں ہی کہا جا سکتا ہے کہ عراف سے ہر بات کا پوچھنا گناہ ہے یہ مسلم نہیں اسکی دلیل چاہیئے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ دوازدہم اسلئے کہ مولوی عبدالحی صاحب اپنے فتاوے میں کہتے ہیں شرعاً نحوست در چیزے نیست و فال بد گرفتن و در چیزے نحوست اعتقاد کردن در احادیث منع ازاں وارد شدہ است صفحہ ۱۰۲ جلد دوم پس معترض کے بیان کی بنا پر مولوی صاحب کا یہ فتوی بہشتی زیور سے زیادہ قابل اعتراض ہے کیونکہ اسمیں نحوست کو سلب کلی ہے جو کہ بعض احادیث کے ظاہر کے خلاف ہے مگر معترض کا ان پر اعتراض نہ کرنا اور بہشتی زیور پر اعتراض کرنا اُسکی سراسر بے انصافی اور ہٹ دھرمی اور اُس کے بغض و عناد کی کھلی ہوئی

۱۳۳

دلیل ہے۔

تحقیق (۱۸) متعلق شگون

بہشتی زیور میں شگون لینے کو کفر اور شرک کی باتوں میں شمار کیا تھا اسپر معترض نے اعتراض کیا ہے کہ شگون اردو زبان کا لفظ ہے جو شگون نیک و شگون بد کو مع جمیع اقسامہا شامل ہے پس مطلب یہ ہوا کہ شگون لینا مطلقاً شرک و کفر ہے حالانکہ ہر شگون کی ناجوازی ثابت نہیں چہ جائیکہ شرک و کفر کیونکہ فال نیک لینے کی اجازت شارع علیہ السلام سے آئی ہے انتہی ما قال بتغییر یسیر (النظامیہ ماہ مارچ ۱۶ء)

تنقید

یہ کلام بچند وجہ مخدوش ہے اولاً اس لئے کہ معترض نے کہا ہے کہ شگون اردو زبان کا لفظ ہے حالانکہ نفائس اللغات میں ہے شگون بضم اول و دوم لغت فارسی است در اردو ی ہندی مستعمل بمعنی فال اعم ست ازانکہ نیک باشد یا بد واز فرہنگ ترکی معلوم می شود کہ ترکی ست اھ اور ثانیاً اس لئے کہ اس نے شگون کی دو قسمیں کی ہیں ایک نیک اور دوسرا بد نیک شگون کو وہ فال نیک کہتا ہے اور فال نیک کو مطلقاً جائز کہتا ہے خواہ کسی کتاب سے لی جاشے یا کسی اور طریق سے نیز خواہ وہ اس کے مؤثر غیر حقیقی ہونے کا معتقد ہو یا اس کے مؤثر ہونے کا اصلاً اعتقاد نہ رکھتا ہو اور خواہ وہ اس مضمون کا جو فال سے ثابت ہوتا ہے یقین اور اسکی تصدیق کرے یا حق سبحانہ سے اسکے وقوع کی توقع رکھے (جیسا کہ آپکو تحقیق متعلق بہ فال گرفتن از کتب بزرگان سے معلوم ہوگا) ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عوام جو جانوروں کی بولی یا اسکی حرکات یا آنکھ کے پھڑکنے وغیرہ سے نیک فال لیتے ہیں وہ معترض مجتہد کے نزدیک جائز ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سنئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاطیرۃ وخیرھا الفال اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیرہ سے مطلق شگون مراد لیا ہے خواہ نیک ہو یا بد اور دلیل اسکی یہ ہے کہ آپنے خیرہا میں

۱۳۴

خیر کو ضمیر طیرۃ کی طرف مضاف فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فال نیک جسکو آپنے خیر فرمایا ہے طیرۃ کا فرد ہے وقال الحافظ فی فتح الباری رداً علی الکرمانی اخرج الترمذی من حدیث حابس التیمی انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول العین حق و اصدق الطیر الفال ففی ھذا التصریح ان الفال من جملۃ الطیرۃ لکنہ مستثنی اھ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اشعۃ اللمعات میں حدیث لاطیرۃ میں طیرہ کو بمعنی مطلق شگون وفال فرمایا ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب لاطیرۃ وخیرہا الفال کے معنی یہ ہوئے کہ مطلق شگون لغو ہے بجز فال کے کہ وہ بیشک اچھی چیز ہے اب یہ سنئے کہ فال کیا چیز ہے اسکی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی الکلمۃ الصالحۃ یسمعہا احدکم پس اس مجموعہ سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شگون نیک کو اچھا نہیں فرمایا بلکہ صرف الکلمۃ الصالحۃ یسمعہا احدکم کو اچھا فرمایا ہے اور باقی تمام شگونوں کو خواہ وہ نیک ہوں یا بد اپنے ارشاد لاطیرۃ سے ملیامیٹ کردیا اور الطیرۃ شرک فرماکر ان کو کفر وشرک کی باتوں میں داخل فرمایا ہے۔ نیز کرمانی نے حدیث لاطیرۃ کی شرح میں لکھا ہے ان من جملۃ الطیرۃ کما تقدم تقریرہ التیامن فبین بھذا الحدیث انہ لیس کل التیامن مردوداً بل بعضہ مقبول اھ از فتح الباری اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے اصل التطیر انھم کانوا فی الجاھلیۃ یعتمدون علی الطیر فاذا خرج احدھم لامر فان رأی الطیر طار یمنۃ تیمن بہ واستمر وان راٰہ طار یسرۃ تشاءم بہ ورجع وربما کان احدھم یھیج الطیر لیطیر فیعتمدھا فجاء الشرع بالنھی عن ذلک وقد کان بعض عقلاء الجاھلیۃ ینکر التطیر ویتمدح بترکہ وکان اکثرھم یتطیرون ویعتمدون علی ذلک ویصح معھم غالبا لتزیین الشیطان ذلک وبقیت من ذلک بقایا فی کثیر من المسلمین اھ ان تصریحات سے بھی معلوم ہوا کہ ہر شگون نیک ماذون شرعی نہیں ہے بلکہ ماذون شرعی وہی شگون نیک ہے جسکی شارع علیہ السلام نے الکلمۃ الصالحۃ یسمعہا احدکم سے تفسیر فرمائی ہے اور باقی تمام شگون خواہ نیک ہوں یا بد طیرہ میں داخل اور شرعاً مردود اور شرک وکفر کی باتوں میں داخل ہیں جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب سمجھو الکلمۃ الصالحۃ یسمعہا احدکم کے کیا معنی ہیں؟

سو اسکے معنی یہ ہیں کہ آدمی اتفاقاً کسی سے کوئی اچھی بات سن لے بدون اسکے کہ کوئی ایسی
تدبیر کرے جس سے اچھی بات سنائی دے ورنہ وہ بھی طیرہ میں داخل ہو جاویگا چنانچہ فتح الباری
میں لکھا ہے ومن شرطہ ان لا یقصد الیہ فیصیر من الطیرۃ اور اسکی زبردست
تائید اس سے ہوتی ہے کہ باوجودیکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلمہ صالحہ سے فال لیتے
اور اسکو پسند فرماتے تھے مگر ایک مرتبہ بھی منقول نہیں ہے کہ آپنے کوشش کی ہو کہ کوئی اچھی بات
میرے کان میں پڑے جس سے میں فال لوں پھر یسمعہا احدکم سے بھی بے تکلف یہی مفہوم ہوتا
ہے کہ بے اختیار سماع ہونا چاہیے کما لا یخفی علی من لہ ذوق سلیم پس ثابت ہوا کہ اگر کوئی
اچھی بات بے تکلف کان میں پڑجاوے تو اس سے نیک شگون لینا جائز ہے ورنہ کتابوں میں
ٹٹولنا یا کسی سے بلوانا جائز نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ دیوان حافظ وغیرہ سے بھی فال
لینا جائز نہیں بلکہ وہ طیرہ میں داخل اور ممنوع ہے ومن ههنا تبین ضعف ما قال علی
القاری فی شرح الفقہ الاکبر فی وجہ التطبیق بین اقوال المجوزین للتفاول من
الکتب والمانعین لہ کما سیجیئ بیانہ اس تمام تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ معترض کا ہر نیک
فال کو جائز کہنا اور اسکو نصوص شرعیہ کا مدلول بتانا بالکل غلط ہے۔

۱۳۶

اور ثالثاً اسلئے کہ بہشتی زیور میں ہر شگون لغوی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس شگون کی
ممانعت ہے جو کہ عوام میں متعارف ہے اور جسکو عوام میں شگون کہا جاتا ہے اور جو شگون
ان میں متعارف ہے وہ وہ شگون ہے جو کہ از قبیل عیافت یا از قبیل رسوم واہیہ لا اصل لہا
من الشرع ہے اور جسکے ساتھ فساد عقیدہ بھی شامل ہوتا ہے پس نہ فال شرعی اسمیں داخل ہوگی
اور نہ وہ فال جو کتابوں سے لیجاوے کیونکہ فال شرعی سے نہ تو عوام واقف ہیں اور نہ اسکو
شگون کہتے ہیں رہی وہ فال جو کتابوں سے لیجاوے سو وہ اسلئے داخل نہیں ہے کہ عرف میں
اسکو شگون نہیں کہتے نیز اسکے شگون میں داخل نہ ہونے کا ایک زبردست قرینہ یہ بھی ہے
کہ اس کا حکم شگون سے الگ بیان کیا گیا ہے پس اگر وہ اسمیں داخل ہوتے تو اسکو الگ بیان
کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور جبکہ دونوں قسم کی فالیں شگون سے خارج ہوئیں تو اب نہ اعتراض
ہو سکتا ہے کہ مولانا نے فال شرعی کو ناجائز کہا اور نہ یہ کہ مولانا نے اپنے عمل سے بہشتی زیور کے مسئلہ کی تنسیخ کی

(باقی آئندہ)

مختصر فہرست کتب موجودہ مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تہذیب السالکین حصہ اول	۱۲/	اجوبۂ اربعین	۸/	اوثق العریٰ	/
فتویٰ گاؤ کشی	۱/	کریما واضح قلم	[illegible]	جزاء الاعمال	۱/
نشر الطیب	[illegible]	وحدۃ الوجود	-	ارشاد مرشد	۱/
بہترین جہیز	۱/	قصیدہ مدحیہ	/	جمال القرآن	۲/
الدعاء والدواء	۱/	جہد المقل حصہ اول و دوم	۱۰/	الانتباہات المفیدہ	[illegible]
انشائے سفیر عالم	۱/	تحائف آخرت	۱/	میراث المسلمین	۳/
خلاصہ شرح وقایہ اردو	۶/	اتمام النعم	۱/	گفتگو نامہ فارسی	[illegible]
کریما خفی قلم	/	مرثیہ	۱/	انشائی خرد افروز	۱/
حقیقۃ التشیع	[illegible]	اکسیر	۸/	قواعد فارسی	۱/
براہین قاطعہ	۱۴/	فتاویٰ محمدی	[illegible]	فتاویٰ خربوزہ	[illegible]
لطائف رشیدیہ	۱/	یادِ یاراں	۲/	کریما مترجم	۱/
طریقۂ مولد	[illegible]	اصلاح الرسوم	۶/	فیوض قاسمی	۱۰/
تنشیط الاذان	۱۰/	پنجسورہ غیر مترجم	۱/	القطوف الدانیہ	۱/
حقیقۃ التصوف	۱/	انشائے بہار رقم	۱/	ترغیب الصلوٰۃ	۱۰/
انتصار الاسلام	۱۰/	الصلاح الاولہ	[illegible]	مباحثہ شاہجہانپور	۴/
تذکرۃ الرشید حصہ اول و دوم	[illegible]	کریما غیر مترجم	/	حفظ الایمان	-
اصلاح انقلاب حصہ اول	[illegible]	جواب ترکی بہ ترکی	۲/	الرای النجیح	[illegible]
تواریخ حبیب اللہ	۸/	تنزیہ القرآن	۱/	فرض نماز میں	/
چشمۂ رحمت	[illegible]	قصائد قاسمی	۱/	فوائد الصحبۃ	۱۰/
افصح الانشاء	۲/	قبلہ نما	۳/	حقوق العلم	۲/

ملنے کا پتہ = دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑہ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ عـ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔ امسال عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہونگے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جاویں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

٭ دلیل اس عقیدہ کے جواز کی ردالمختار مطبوعہ مصر ۱۲۷۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رسٹرڈ نمبر ل ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیۃ دال است بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث کہ دال است بر ندبیت قصر از

فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و خبرت و مکتوبات
خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از
افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب ظلہ است بجل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج شاہ
محمد امداد اللہ ست کہ ملقب صحیفۂ شہریت بہ تبرک نام نامی شان نمودہ فی سعیہا الاشتات از تحقیقات دیگر اہل فضل است

عدد (۳) بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۸ھ جلد (۶)

(بادارۃ الاحقر رفیق احمد)

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

ایں صحیفہ کامدہ شس امداد نام	یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

(جو)

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

الاشتہارات

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

یہ رسالہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے نہایت نافع ہے اس میں بہت سے معارف کے مسئلہ پر عقلی بحث کی گئی ہے۔ ۱۲ منہ

بے ڈھنگے پن کو دیکھکر وہ اسقدر پریشان ہوئے کہ بعد تقسیم خود کہا کہ آپ کی رائے بہت صائب تھی واقعی یہ خرافات کبھی نہ کرنی چاہئے اور اس کا احساس اُن کی دانشمندی کی دلیل ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود خرابیاں سمجھ جانے کے بھی اپنے خیال سے باز نہیں آتے اور اس کو نہیں چھوڑتے۔

آخری جمعہ کو خطبہ الوداع کا پڑھنا بدعت ہے اور گو اُس کے اندر مصلحتیں ہوں لیکن جب کہ اُس کے اندر مفاسد بھی ہیں اور خود امر ضروری بھی نہیں ہے اس لئے اُس کا ترک لازم ہے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر رمضان۔ ہو شہر اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ وآخرہ عتق من النیران۔ یہ حدیث شریف ایک بڑی حدیث کا جزو ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان المعظم کے آخری جمعہ کے دن خطبہ میں پڑھا تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں ایک خاص خطبہ پڑھا جو کہ اور جمعوں میں نہ پڑھتے تھے مسلمانوں سے تعجب ہے کہ انھوں نے اُس منصوص خطبہ پر تو توجہ نہ کی اور شعبان کے آخری جمعہ کے لئے کوئی خاص خطبہ تجویز نہ کیا جس سے وہ عامل بالسنت ہوتے اُسکے بجائے رمضان کے آخری جمعہ کے لئے ایک خاص خطبہ الوداع اختراع کیا جس کا کہیں حدیث میں پتہ نہیں اور پھر اُس کے ساتھ ایسا شغف ہوا کہ بغیر اُس خاص خطبہ کے پڑھے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا جمعہ ہی نہیں ہوا اگرچہ بحمد اللہ اس وقت لوگوں کو اُس کے نہ پڑھنے سے وہ وحشت جو کہ اس کے قبل ہوتی تھی نہیں ہوتی لیکن تاہم اب بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں جو کہ اُس خاص الوداعی خطبہ کو آخری جمعہ رمضان کا لازمی عمل سمجھتے ہیں اور بڑا تعجب تو یہ ہے کہ بعض اہل علم کو بھی دھوکا ہو گیا اور وہ سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے کہتے ہیں کہ اگرچہ آخری جمعہ کے لئے کوئی خاص خطبہ تجویز کرنا بدعت ہے لیکن چونکہ اس کی وجہ سے لوگ

اکثر جمع ہوجاتے ہیں اس لیئے اسکو اجتماع کے لیے سعین اور ادار صلوٰۃ کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے باقی رکھنا چاہیے۔ حالانکہ یہ سخت غلطی اور موجب خدا اور رسول پر اعتراض کرنا ہے۔ غلطی تو اس لیے کہ شریعت کا مشہور حکم ہے کہ اگر کسی کام کے کرنے میں کچھ مصلحتیں بھی ہوں اور کچھ مفاسد بھی ہوں اور وہ کام بالذات یا بالغیر مطلوب شرعی نہو تو اُن مفاسد پر نظر کر کے اس کام کو ترک کر دینگے اور مفاسد سے بچیں گے مصالح کا اعتبار نہ کرینگے۔ اور یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے جس کو اہل علم بخوبی سمجھ گئے ہونگے لیکن عوام کے سمجھانے کے لیے میں اسکی ایک مثال بیان کرتا ہوں مثلاً ایک شخص مجلس رقص منعقد کرے اور کہے کہ اگرچہ رقص فی نفسہ ممنون اور حرام ہے لیکن میری غرض اس مجلس سے لوگوں کو جمع کرنا ہے تاکہ جمع ہوجانے کے بعد میں اپنی وجاہت سے کام لیکر اُن کو نماز پڑھنے پر مجبور کروں اور اسی طرح اُن کو نماز پڑھنے کی عادت ...... ہوجاوے تو دیکھیئے بظاہر اس مجلس کی غایت کس قدر خوبصورت ہے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالی جاتی ہے لیکن چونکہ اس مجلس میں ایک مصلحت کے ساتھ بہت سے مفاسد بھی ہمدوش ہیں اور مجلس رقص بالذات یا بالغیر مطلوب نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اسلیئے شریعت اُس مصلحت مذکورہ کی وجہ سے اسکی اجازت نہ دی گی بلکہ اس کے مفاسد پر نظر کر کے اس مجلس کے انعقاد سے باز رکھی گی۔

۳۱۲

جو امر کہ خود ضروری ہو لیکن اُس کے اندر مفاسد بھی شامل ہو گئے ہوں تو اُس سے منع نکیا جاویگا بلکہ خود اُن مفاسد کا انتظام کیا جاویگا جیسے نماز عید کیلیئے عیدگاہ میں جمع ہونمیں اگر مفاسد پیدا ہوگئی جاویں

ہاں اگر کوئی کام بالذات یا بالغیر مطلوب ہو اور اُس میں مصالح کے ساتھ مفاسد بھی ہوں تو اُس کام کو اُن مفاسد کی وجہ سے ترک نہ کیا جاویگا بلکہ اسکو باقی رکھکر مفاسد کی اصلاح کرنیکی کوشش کیجاوے گی مثلاً عیدگاہ کا اجتماع ادای صلوٰۃ کے لئے شرعاً مطلوب ہے پھر اگر لوگ

اپنی بدتمیزی کی وجہ سے اسمیں کچھ خرابیاں آمیز کرلیں جیسا کہ مثلاً آج کل عام طور سے بچوں کو عیدگاہ میں لیجانے کا رواج ہوگیا ہے جسکو دیکھو وہ اپنے ساتھ ایک دم چھلا ضرور لئے ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود ہر سال تکلیف اٹھانے کے پھر بھی لوگوں کو اسکی ذرا حس اور تمیز نہیں ہوتی شاید کوئی سال ایسا ہوتا ہو کہ بچے عیدگاہ میں جاکر عین نماز کے وقت رونا بسورنا شروع کرتے ہوں بلکہ ایک دو تو ان میں سے ہگ موت بھی دیتا ہے خود میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ میرے ایام تعلیم میں ایک میرا عزیز کم عمر میرٹھ کی عیدگاہ میں والد صاحب کے ساتھ گیا اور اس نے نماز کے وقت قضاء حاجت کی فرمائش کی اسکی فرمائش سنکر سخت پریشانی ہوئی اول تو عین نماز کا وقت دوسرے میرٹھ کی عیدگاہ جسمیں ہزاروں آدمیوں کا مجمع کہیں قریب ایسا جنگل بھی نہیں جسمیں اسکو بٹھلا دیا جاتا پھر نماز کھڑے ہونے کا وقت بالکل قریب آخر یہ تجویز ہوئی کہ ایک حلوائی کو چار آنہ دے گئے اس نے اپنے تخت کے نیچے ان کو بٹھلا لیا چاروں طرف سے کپڑا لٹکا ہوا تھا اوپر رنگ برنگ کی مٹھائی اور اندر یہ تحفہ بھرا ہوا تھا۔ (جملہ معترضہ)

۳۱۳

ہمارا ظاہر و باطن یکساں نہیں ہے

یہاں ایک عبرت ناک مضمون خیال میں آیا کہ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اس مٹھائی کی طرح ہمارا ظاہر تو نئے نئے انداز سے پر رونق اور چکنا چپڑا رہتا ہے لیکن ہماری باطن کی یہ حالت ہے کہ گو در گو مرغی کا گو ہوائے نفسانی سے لبریز بیہودہ خیالات سے پر خدا سے دور شیطان سے قریب ایک محقق نے خوب فرمایا ہے ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل	واندروں قہر خدائے عز و جل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید	واز درونت ننگ میدارد یزید

صورت تو ایسی مقطع کہ معلوم ہو کہ اگر وحی منقطع نہ ہو چکی ہوتی تو حضرت جبرئیل انہیں کی خدمت میں آتے اور دل کی یہ حالت کہ شیطان کے بھی شیطان جیسا حدیث میں ہے السنتھم احلی من السکر وقلوبھم امر من الذیاب یلبسون جلود الضان۔

رجوع بجانب سرخی (جو امر کہ خود تو ضروری ہو الخ)

غرض عیدگاہ کی حاضری میں مصلحت بھی ہے اور مفسدہ بھی ہے تو اگر کوئی عاقل پہلے قلیہ کی بنا پر یہ کہے کہ ان مفاسد کیوجہ سے عیدگاہ کا اجتماع بھی چھوڑ دینا چاہئے تو اس سے کہا جاویگا کہ چونکہ عیدگاہ کا اجتماع شریعت میں مطلوب ہے اس لئے اس موقع پر وہ قاعدہ نہ برتا جاویگا اور عید کا جانا ترک نہ کیا جاویگا بلکہ بجائے اسکے ان مفاسد کی اصلاح کی کوشش کیجاویگی یعنی مثلاً لوگوں سے کہا جاویگا کہ بچوں کو عیدگاہ میں لیکر نہ آیا کریں۔

نماز عید کیلئے عیدگاہ میں جمع ہونا شریعت کو مطلوب ہے اور اسکا راز اور اس کا بیان کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا گو اس سے وساوس آتے ہوں تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

اور اگر کسی کو اس اجتماع کی مطلوبیت میں کلام ہو جیسا اس وقت بعض نام کے مشائخ بجائے عیدگاہ کے اپنی مساجد ہی میں بلا ضرورت صرف امتیاز کے لئے عیدین پڑھتے ہیں تو میں اسکا ثبوت حدیث سے دیتا ہوں۔ دیکھئے مسجد نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے لیکن باوجود اس کثرت ثواب کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس موقع پر عیدگاہ میں تشریف لیگئے اور مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھی پس معلوم ہوا کہ عیدگاہ کا اجتماع ایک مہتم بالشان مطلوب ہے اور ممکن ہے کہ عیدگاہ کے ثواب میں بجائے کثرت کمی کے کیفاً کثرت ہو جاتی ہو یعنی وہ ایک ثواب ہی ان پچاس ہزار ثواب سے زیادہ ہوتا ہو اور اسی کثرت کیفی کی وجہ سے نبی کریم مسجد کو چھوڑ کر عیدگاہ جاتے ہوں سکی ایسی مثال ہے کہ ایک بچے کے سامنے ایک گنی اور دس روپیہ پیش کئے جاویں تو بچہ دس روپیوں کو عدد میں زیادہ دیکھکر انہیں کو اٹھالیگا لیکن اگر کسی بڑے آدمی کے سامنے ان دونوں کو پیش کیا جاوے تو وہ روپیوں کو چھوڑ دیگا اور گنی اٹھالیگا کیونکہ گنتی میں گو ایک اور دس کا فرق ہے لیکن کیفاً وہ ایک ان دس سے زیادہ ہے پس اسی طرح ممکن ہے کہ عیدگاہ کے اجتماع میں کیفاً اسقدر ثواب ہو کہ مسجد نبوی کے اجتماع میں وہ نہو اور ہر چند کہ یہ تضاعف

۳۱۴

ثواب مسجد نبوی کا مخصوص ہو فرایض کے ساتھ اور اس وجہ سے ممکن ہے کہ کسی کو استدلال مذکور میں خدشہ ہو کر صلوٰۃ عیدین میں یہ تضاعف مسجد نبوی میں نہو تا پس استدلال تام نہیں سو جواب یہ ہے کہ واجب بھی ملحق ہوتا ہے فرض کے ساتھ پس دونوں کا یکساں حکم ہوگا اور عیدگاہ کے اجتماع میں بالخصوص یہ بھی بھید ہے کہ مسلمان مختلف اطراف سے سمٹے ہوئے ہر ایک میدان میں جمع ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں تو ان کا اجتماع ان کے بدخواہوں کے قلب پر موثر ہوتا ہے اور اسلامی شوکت ظاہر ہوتی ہے اور یہ اعظم مقاصد ملت سے ہے اور اس خاص اجتماع میں مطلق اجتماع جو متحقق ہے وہ خود بھی اسرار مہمہ پر مشتمل ہے چنانچہ ایک ادنی راز یہ ہے کہ سب کی عبادات مجتمع ہو کر جو سرکار میں پیش ہونگی اگر بعض بھی قابل قبول ہوئی تو اس کی برکت سے بقیہ بھی مقبول ہونگی اور انہیں حکمتوں سے شرع میں جماعت کا بہت اہتمام ہے حتی کہ جماعت کی نماز اگر وسوسوں کے ساتھ بھی ہو تب بھی تنہا نماز سے بدرجہا بڑھکر ہے اسلئے کہ وہ شرعاً مطلوب ہے اور قطع وساوس اس درجہ مطلوب نہیں ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں	خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

افسوس ہے کہ بعض اکابر کو یہ دھوکا ہو گیا کہ اگر جماعت کی نماز میں وسوسہ آویں اور تنہائی میں اجتماع قلب ہو تو تنہا پڑھنا بہتر ہے جماعت کو چھوڑ دینا چاہئے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اسکو ہم اپنی رائے سے غلط نہیں کہتے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسکی تغلیط فرمائی ہے ہم ان بزرگوں پر اعتراض نہیں کرتے ہم صرف ان کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔

حاصل سابق نماز عید کیلئے عیدگاہ میں اجتماع کا مطلوب ہونا اور بچوں کے وہاں لیجانے کی ممانعت

غرض چونکہ شریعت میں اجتماعی مصالح کی زیادہ رعایت ہے اور ظاہر ہے کہ جو اجتماع عیدگاہ میں ہوگا مسجد میں نہوگا لہذا گو کماً عیدگاہ کا ثواب زیادہ نہو لیکن کیفاً زیادہ ہے اسلئے باوجود کسی مفسدہ کے اسمیں جمع ہونا ترک نہ کرینگے بلکہ اسمیں جو مفسدہ بچوں کے اجتماع

سکا ہے اسکی اصلاح کرینگے اور ہم خود کیا اصلاح کرینگے ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خود اسکی اصلاح فرما گئے ہیں ارشاد ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم کہ اپنی مسجدوں سے اپنے بچوں کو علیحدہ رکھو لیکن ممکن ہے کہ کوئی صاحب عیدگاہ کو مسجد میں داخل نہ کریں اسلئے استدلال مذکور کو کافی نہ سمجھیں تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ مساجدکم میں دو احتمال ہیں یا تو اس کو عام لیا جاوے کہ مطلق مقام صلوٰۃ مراد ہو تب تو عیدگاہ کا اس حکم میں داخل ہونا ظاہر ہی ہے اور اگر اسکو عام نہ لیا جاوے تو گو ان الفاظ میں عیدگاہ داخل نہ ہوگی لیکن یہ دیکھنا چاہیے کہ آخر علت اس حکم کی کیا ہے سو ظاہر ہے کہ علت اس حکم کی یہی ہے کہ چونکہ بچے پاک صاف نہیں ہوتے اُن کی آمدورفت سے ایسی جگہ کے ملوث ہونے کا اندیشہ ہے جہاں نماز ہوگی اور اس سے نماز میں خلل پڑیگا اور یہ علت جیسے کہ مسجد میں پائی جاتی ہے عیدگاہ میں بھی پائی جاتی ہے لہذا وہاں بھی یہ حکم جاری ہوگا چنانچہ خود عیدگاہ کے باب میں حضور کا ارشاد ہے ولیعتزلن الحیض المصلے۔

رجوع بجانب سرخی (آخری جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھنا بدعت ہے الخ)

پس اس مثال سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ وہ کلیہ اُسوقت ہے جبکہ وہ امر مطلوب ہو ورنہ مفسدہ کی اصلاح کرینگے اور اس کام کو ترک نہ کرینگے یہ تو دعویٰ غلطی کی دلیل میں تھا رہا دوسرا دعویٰ کہ خطبۃ الوداع میں مصلحتیں بیان کرنا مع وجہ خدا و رسول پر اعتراض ہے سو اُس کا بیان یہ ہے کہ جب بعض بدعتیں بھی بوجہ مصالح مطلوب ہوئیں تو گویا اس شخص کے نزدیک کتاب و سنت کی تعلیم ناتمام ہوئی کہ بعض مصالح ضروریہ کی تعلیم میں فروگذاشت ہوگئی کیا کوئی اس کا قائل ہوسکتا ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر بدعت کو ضلالت فرمایا ہے اور بعض بدعت کے حسنہ ہونے سے اگر شبہ ہو تو درحقیقت وہ بدعت ہی نہیں اور اس قسم کا احتمال خطبۃ الوداع میں نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر یہ معنی سنت ہوتا تو سلف میں اسکی نظیر ضرور ہوتی پھر بعد عرق ریزی کے اگر کوئی دور کی نظیر نکال بھی لیجاوے تو دوسرے مانع کا کیا جواب ہوگا کہ عوام کے التزام سے بدعت ہو گیا اور بدعت بھی بدعت ضلالت جسکو حضور نار کی عید فرماتے ہیں اور حضور کا ارشاد عین ارشاد حق ہے تو ایسے امر کا التزام تو اس میں مصلحتیں نکالنا خدا و رسول پر اعتراض ہی ہے اور خدا و رسول سے مزاح بھی ہے۔

تربیت اور ارشاد ہر شخص کا کام نہیں ہے اور جو لوگ اُس کے اہل ہیں اُن کی پہچان

اہل علم کی ایسی ہی لغزشوں کی وجہ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ بعضے لوگ بدعات میں مصالح بیان کرتے ہیں اور اسکی حقیقت کو نہیں سمجھتے یہ کہا جاتا ہے کہ تربیت اور ارشاد خصوص حکمت فہمی اور اجتہاد ہر شخص کا کام نہیں ہے کہ جسکا جی چاہے چند اصطلاحات یاد کر کے مسند ارشاد پر متمکن ہو جاوے بلکہ یہ اُس شخص کا کام ہے کہ ظاہری ضروری علم کے ساتھ مدد خداوندی بھی اُسکے ساتھ ہو اور اُس کی علامت یہ ہے کہ علماء راست نے اُسکے اقوال کو قبول کر لیا ہو اور علماء کا گروہ اسکی طرف متوجہ ہو چنانچہ اس قسم کی ایک لغزش یہ ہے کہ بعضے لوگ جمعہ کی نسبت کہتے ہیں کہ دیہات میں گو نہ ہو لیکن اگر پڑھ ہی لیا جاوے تو نہ پڑھنے سے تو ہر صورت پڑھنا اچھا ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ بمبئی میں گو حج نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی کر لیا جاوے تو کیا حرج ہے نہ کرنے سے تو اچھا ہی ہے اس کا کیا جواب ہے آخر یہی کہو گے کہ بمبئی حج کا محل نہیں ہیں کہونگا دیہات جمعہ کا محل نہیں۔

مقتدا وہ ہو سکتا ہے جو کامل العقل ہو اور بھولا ہونا کوئی کمال نہیں

غرض فہم دین کے لئے عقل کامل کی ضرورت ہے اسمیں ظاہر بینی اور بھولا بھالا ہونے سے کام نہیں چلتا اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کامل العقل ہوئے ہیں کوئی نبی بھی بھولا نہیں ہوا اکثر لوگ بزرگوں کی تعریف میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ بہت بھولے ہیں لیکن یاد رکھو کہ بھولے ہونے سے اگرچہ بعض اوقات انسان بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے اور اسلئے بھولا ہونا بھی گونہ فضیلت ہے لیکن فی نفسہ بھولا ہونا کوئی کمال نہیں ہے کیونکہ اس سے آدمی بہت سے فضائل سے محروم رہتا ہے اس لئے کوئی نبی بھولا نہیں ہوا تمام انبیاء کرام کامل العقل ہوئے ہیں اور واقع میں عقل ہے بھی بڑی نعمت۔

۳۱۷

سالک کا مجذوب سے افضل ہونا اور عقل کی فضیلت

حکایت۔ ایک صوفی سے میرے سامنے ایک شخص نے سوال کیا کہ سالک کا مرتبہ بڑا ہے یا مجذوب کا انھوں نے اس کا عجیب جواب دیا مجھے وہ جواب بہت ہی پسند آیا فرمانے لگے کہ اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ عقل اتنی بڑی نعمت ہے کہ شریعت نے شرب خمر کو حرام کردیا جس سے وہ زائل ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ سالک کی عقل ٹھکانے رہتی ہے اور مجذوب عقل سے باہر ہوتا ہے اب تم خود سمجھ لو کہ سالک کا رتبہ بڑا ہے یا مجذوب کا شرح الصدور علامہ سیوطی رح کی ایک کتاب ہے وہ اُسمیں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر اُسوقت تمھاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم قبر میں تن تنہا رکھے جاؤگے اور دو نہایت عجیب الخلقت فرشتے تمسے آکر توحید و نبوت کے بارے میں سوال کریں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور کسقدر پیارا جواب عرض کیا اور اگر وہ بھی یہ جواب نہ دیتے تو کون دیتا عرض کیا یارسول اللہ یہ فرمایئے کہ اُسوقت ہماری عقل رہیگی یا نہیں حضور نے فرمایا کہ ہاں عقل باقی رہے گی بلکہ عقل میں اور ترقی ہوجائیگی کیونکہ ہیولانی حجاب اُسوقت باقی نہ رہیں گے حضرت عمر نے کہا کہ یارسول اللہ اگر عقل باقی رہے گی تو کوئی خوف کی بات نہیں انشاء اللہ سب معاملہ درست کرلونگا دیکھئے یہ حضرات صحابہ عقل کی کسقدر عزت کرتے تھے اور اُسکو کتنی بڑی نعمت سمجھتے تھے ایک ہم لوگ ہیں کہ ذہاب عقل کو امارات بزرگی سے سمجھتے ہیں ایک قصہ اس مقام پر یاد آیا گو میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اس لئے ممکن ہے کہ غلط ہو لیکن اُسکے غلط ہونے سے ہمارا ضرر نہیں کیونکہ ہم تو اپنے مضمون کو حدیث سے مؤید کرچکے ہیں وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت رابعہ کو جسوقت دفن کیا تو حسب قاعدہ فرشتوں نے آکر سوال کیا تو حضرت رابعہ نہایت اطمینان سے جواب دیتی ہیں کہ کیا اُس خدا کو جسکو عمر بھر یاد رکھا اگر بھر زمین کے نیچے آکر بھول جاؤنگی تم اپنی خبر لو کہ بڑی مسافت طے کرکے آئے ہو تمکو بھی یاد ہے کہ نہیں۔ سبحان اللہ ان حضرات کا یہی اطمینان ہے اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎ گرنکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست ✦ گویم آنکس کہ ربود این دل دیوانہ

(باقی آئندہ)

اور عارفین کے پاس اس معاملہ میں علم دقیق ہوتا ہے کہ دوسرا اُسکو نہیں جانتا پس کم علم اس اظہار کو ریار کے مشابہ سمجھتا ہے حالانکہ وہ ریا نہیں ہوتی بلکہ وہ اظہار صریح علم (یعنی معرفت) ہوتا ہے اور وہ اللہ ہی (کی رضار) کیلئے اور اللہ ہی کے (امر کے) ساتھ ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُس میں نفس کی کچھ شرکت ہو یا کوئی خرابی شامل ہو۔ رویم رحمنے کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ صاحب اخلاص اُسپر دنیا اور آخرت میں کسی عوض اور دونوں ملکوں میں سے کسی حظ پر راضی نہو (یعنی اس رضار مذکور کی طرف التفات نہو) اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ کمال اخلاص یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ دائمی طور پر مشغولی ہونے کی وجہ سے خلق کے دیکھنے کو بھول جاوے (اور ان سے اُسکی نظروں میں خلق کا وجود نرہے) اور ملامتی چونکہ خلق کو دیکھتا ہے (اور اُسکی نظروں میں اُن کا وجود ہوتا ہے) اسلئے وہ اپنے عمل اور حال کو (اُن سے) چھپاتا ہے اور جو کچھ کہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے (کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی مشغولی ہو کہ مخلوق کی خبر نرہے) وہ سب صوفی کے اخلاص کی صفت ہے (نہ کہ ملامتی کے اخلاص کی کیونکہ اُس کا اخلاص کامل نہیں ہوتا) اور اسی وجہ سے زقاق رحمنے کہا ہے کہ ہر مخلص (بکسر اللام) کی اپنے اخلاص پر ضرور نظر ہوتی ہے اور یہ کمال اخلاص سے نیچے کا درجہ ہے اور اخلاص (کامل) وہ ہی ہے کہ (صاحب اخلاص کو اس کا اہتمام نکرنا پڑے بلکہ) اللہ تعالیٰ خود اُسکی حفاظت فرما دیں حتی کہ اُسکو اُسپر اوپر اوتار دیں جعفر خلدی رحنے کہا ہے کہ میں نے ابو القاسم جنید بغدادی رح سے دریافت کیا کہ کیا اخلاص اور صدق میں کچھ فرق ہے فرمایا کہ ہاں (ان دونوں میں بڑا فرق ہے) صدق[۵] اصل ہے اور وہ اول ہے اور اخلاص (اُسکی) فرع ہے اور وہ تابع ہے اور ان دونوں میں فرق ہے اسلئے کہ اخلاص اُسوقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ عمل شروع کیا جاوے (لیکن صدق عمل شروع کرنے سے قبل بھی ہوتا ہے) پھر فرمایا کہ کئی چیزیں ہیں ایک اخلاص ہے اور ایک مخالصۃ الاخلاص ہے اور ایک خالصہ ہے مخالصہ کے اندر پس اس (تقسیم) کی بنا پر اخلاص تو ملامتی کا حال ہے اور مخالصۃ الاخلاص (یعنی اخلاص کا اُسپر نظر ہونے سے خالص کرنا) صوفی کا حال ہے اور خالصہ جو مخالصہ کے اندر ہے وہ

۸۳

[۵] صدق ملکہ ہے اور اخلاص اس کا اثر ہے ۱۲-

خالصۃ الاخلاص کا ثمرہ (اور نتیجہ) ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس وجہ سے کہ اپنے قیام (بالطاعات)
کو اپنے قیوم کے ساتھ دیکھ رہا ہے اس امر سے بےخبر ہو جاوے کہ یہ میرے اعمال ہیں بلکہ (وہ یہ ہے
کہ) اپنے قیام ہی کی اسکو خبر نہ ہے اور (اپنے اعمال سے بےخبر ہو جانا) یہی استغراق[لے] ہے ذات
میں آثار سے اور طہارت ہے پوشیدگی کی آمیزش سے اور یہ صوفی کا نقد حال ہے اور ملامتی
اپنے اخلاص کے مقام میں مقیم ہے (کہ اس کے اہتمام میں مصروف ہے) اور (پوشیدگی آمیزش
سے) اپنی خلاصی کی حقیقت سے بےخبر ہے اور یہ صوفی اور ملامتی کے درمیان فرق واضح ہے
اور خراسان میں ملامتیوں کا ایک گروہ ہمیشہ رہا ہے اور ان کیلئے مشائخ ہیں جو ان کے اصول
کو مقرر کرتے ہیں اور ان کے حال کے شروط (اور آداب) ان کو بتلاتے ہیں اور ہم نے عراق کے
اندر ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اس طریقہ پر چلتے ہیں مگر وہ ملامتیہ کے نام سے مشہور نہیں ہیں اور
اہل عراق کی زبان پر یہ نام بہت کم آتا ہے نقل ہے کہ ایک ملامتی (مجلس) سماع میں مدعو کیا گیا
پس وہ شریک نہوا اس سے اسکی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ میں اسواسطے حاضر نہیں ہوا کہ اگر
حاضر ہوتا تو میرے اوپر وجد ظاہر ہوتا اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کسی کو میرا حال معلوم ہو۔ اور
منقول ہے کہ احمد بن ابی الحواری نے ابو سلیمان دارانی سے کہا کہ جب میں خلوۃ میں ہوتا ہوں
تو اپنے معاملہ کی ایسی لذت پاتا ہوں جو آدمیوں کی صحبت میں ہونے کے وقت نہیں پاتا
انھوں نے فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تو تم ضعیف ہو (کہ مخلوق سے نظر نہیں ہٹا سکتے) پس
ملامتی ہر چند کہ اخلاص کے دستہ کو پکڑے ہوئے ہے اور صدق کے بستر کو بچھائے ہوئے ہے و
لیکن (نقص کا) ایک بقیہ اُس پر باقی رہگیا ہے کہ وہ مخلوق کو دیکھتا ہے (یعنی یہ کہ اُسکی نظروں
میں مخلوق کا وجود ہے اور (گو یہ ایک گو نقص ہے مگر) اخلاص اور صدق کے تحقق کا بقیہ (جو اسکے
اندر موجود ہے وہ) نہایت[٢] اچھی چیز ہے اور صوفی اس بقیہ[٣] سے بھی پاک ہو گیا ہے عمل اور ترک کی

۸۲

لے یعنی جب تک کہ یہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی اسوقت تک ذات میں استغراق نہیں ہوتا اور اپنے عمل پر نظر ہونے کی
وجہ سے ذات حق سے ایک قسم کا حجاب باقی رہتا ہے اور جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو ذات میں استغراق ہو جاتا ہے اور
کسی قسم کا حجاب نہیں رہتا ۱۲ ٢ اصل کتاب کی عبارت یہ ہے وما احسنہا من بقیۃ تحقق الاخلاص والصدق تامل اور مشورہ
کے بعد اسکا جو مطلب ہماری سمجھ میں آیا وہ لکھدیا اگر کسی صاحب کی سمجھ میں اس سے بہتر مطلب آوے تو وہ اسکے ساتھ الحاق کر دیں ۱۲

٣ یعنی رویت خلق کے بقیہ سے ۱۲ منہ

دونوں طرفوں میں (کہ) مخلوق کے لئے (نہ عمل کرتا ہے) اور نہ اُن سے چھپانے کیلئے عمل ترک کرتا ہے اور (یہ اسلئے کہ) اُس نے مخلوق کو بالکل برطرف کردیا ہے اور اُن کو فنا اور زوال کی آنکھ سے دیکھا ہے اور اُسپر دیباچۂ توحید ظاہر ہوگیا ہے اور اُس نے حق تعالیٰ کے اس قول کا راز مشاہدہ کرلیا ہے کہ کل شئ ھالک الا وجھہ (ترجمہ خدا تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شے فانی ہے) جیسے کہ اُن میں سے بعض نے اپنی کسی غلبہ کی حالت میں کہا ہے کہ دارین میں اسکے سوا کوئی موجود نہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ملامتی دو وجہ سے اخفاء حال کرتا ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسے اخلاص اور صدق کا متحقق کرنا مقصود ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے اور یہ اکمل ہے کہ ایک قسم کی غیرت کی وجہ سے اپنے غیر سے حال کو چھپانا چاہتا ہے اسواسطے کہ جو اپنے محبوب کے ساتھ خلوت کرتا ہے وہ غیر کے اُسپر مطلع ہونے کو گوارا نہیں کرتا بلکہ کمال محبت میں تو یہاں تک نوبت پہونچتی ہے کہ اُسے یہ بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کے ساتھ جو اُسکو محبت ہے اُسپر کوئی مطلع ہو اور یہ حالت گو عالی ہے لیکن صوفی کے مذہب میں عیب اور نقصان ہے پس اس بناء پر ملامتی متصوف پر مقدم ہے اور صوفی سے موخر ہے اور کہتے ہیں کہ اصول ملامتیہ میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے ذکر زبان سے اور ذکر قلب سے اور ذکر سر سے اور ذکر روح سے پس جب ذکر روح صحیح ہوجاتا ہے تو سر اور قلب اور زبان ذکر سے بند ہوجاتے ہیں اور یہ ذکر مشاہدہ ہے اور جب ذکر سر صحیح ہوجاتا ہے تو قلب اور زبان ذکر سے خاموش ہوجاتے ہیں اور یہ ذکر ہیبت ہے اور جب قلب کا ذکر صحیح ہوجاتا ہے تو زبان ذکر سے سست ہوجاتی ہے اور یہ نعمتوں اور انعامات کا ذکر ہے اور جب قلب ذکر سے غافل ہوجاتا ہے تو زبان ذکر کرنے لگتی ہے اور یہ عادت کا ذکر ہے اور ان ذکروں میں سے ہر ایک کیلئے اُن کے نزدیک ایک ایک آفت ہے پس ذکر روح کی آفت یہ ہے کہ سر کو اُس پر اطلاع ہو اور ذکر سر کی آفت یہ ہے کہ قلب کو اُسپر اطلاع ہو اور ذکر قلب کی آفت یہ ہے کہ نفس کو اُسپر اطلاع ہو اور ذکر نفس (یعنی ذکر زبان) کی آفت یہ ہے کہ اُسپر نظر ہو اور اسکی قدر ہو یا اُس کے ثواب کو طلب کرے یا (اسکی وجہ سے) کسی درجہ پر پہونچنے کا گمان کرے اور تمام مخلوق میں کم رتبہ کمترین خلائق قدر و قیمت میں اُن کے نزدیک وہ شخص ہے جو اُس کے اظہار کا ارادہ کرے اور اس سے مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہے اور اس اصل کا راز جسپر یہ اصل مبنی ہے یہ ہے

۸۵

کہ اُن کے گمان میں ذکر روح ذات کا ذکر ہے اور ذکر سر صفات کا ذکر ہے اور ذکر قلب اثر صفات یعنی نعمتوں کا ذکر ہے اور ذکر نفس میں اغراض (یعنی ثواب) پر نظر ہوتی ہے پس اُن کے اس قول کے معنی کہ سر مطلع ہو روح (کے ذکر) پر یہ ہیں کہ وہ (اس کلام سے) اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ذکر ذات کے وقت ذاکر کو بالکل فنار کے ساتھ متحقق ہونا چاہیئے (اور جبکہ ذکر روح پر سر کو اطلاع ہوگی تو وہ ذکر ہیبۃ ہو جائیگا) اور ذکر ہیبۃ اس وقت میں (ہوگا تو وہ) ذکر صفات ہے (جو کہ مشعر ہے کہ (ابھی اسمیں) ہیبت کا نصیب ہے[۱] اور وہ ہیبۃ کا وجود ہے اور ہیبۃ کا وجود (ذاکر کے وجود اور بقیہ کو مقتضی[۲] ہے اور یہ حالِ فنار کے منافی ہے (پس ذکر روح پر سر کا مطلع ہونا اُس کے لئے آفت ہوا) اسی طرح ذکرِ سر وجود ہیبۃ ہے اور وہ ذکر صفات ہے جو کہ مشعر ہے کہ اسکو نصیب قرب حاصل ہے اور (قلب کو اُسپر اطلاع ہوگی تو وہ ذکر قلب ہو جاویگا) اور ذکر قلب جو کہ نعمتوں اور انعامات کا ذکر ہے مشعر ہے کہ ابھی اسکو ایک قسم کا بُعد ہے کیونکہ وہ ذکر نعمت کے ساتھ اشتغال ہے اور منعم سے غفلت ہے اور منعم کے دیکھنے سے نعمۃ کے دیکھنے میں مشغول ہونا ایک قسم کا بُعد مرتبہ ہے اور (اسی طرح ذکر قلب پر نفس کی اطلاع اُسکے لئے آفت ہے کیونکہ) نفس کی اطلاع بوجہ ثواب پر نظر ہونے کے عمل کے وجود کو معتد بہ سمجھنا ہے (کیونکہ ثواب پر تو نظر اُسی وقت ہوگی جبکہ اپنے عمل کو کسی قابل سمجھے گا) اور یہ حقیقت کے اعتبار سے عین علت[۲] ہے اور یہ اس جماعۃ کے اقسام ہیں اور بعض ان کے بعض سے اعلیٰ ہیں واللہ اعلم۔

۸۶

---

[۱] یعنی ہیبت اُسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اپنے وجود کی کچھ خبر ہو پس جب ہیبت ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کو اپنے وجود کی خبر ہے ۱۲۔

[۲] جو نسخہ ہمارے پاس ہے اُس میں عبارت اس طرح ہے وذالک عین الاعتدال اور ترجمہ قدیمہ میں عین الاعتلال کا ترجمہ کیا ہے اور وہی مناسب بھی ہے ۱۲

(باقی آئندہ)

اور جبکہ نفس محل آفات ٹھہرا پس اُس کے پوشیدہ حیلوں اور مخفی شہوتوں اور چھپی ہوئی خواہشوں پر اطلاع پانا نہایت دشوار ہوا پس لائق اور سزاوار اور اولیٰ یہ ہے کہ جسمیں احتیاط ہو اُسکو اختیار کرے اور تردد کی شق کو چھوڑ کر اُس شق کی طرف مائل ہو جسمیں کچھ تردد نہو اور بندہ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ گنجایش میں داخل ہو مگر جبکہ گنجایش کا پورا علم ہو اور نفس کی طہارت کامل ہو اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ نفس اپنی اُس خواہش کے فنا کے ساتھ جسکا وہ اتباع کرتا تھا فانی (اور مضمحل) ہو جائے اور نیت خالص ہو جائے اور علم صریح واضح کے ساتھ تصرف اُس کا موقع سے ہونے لگے اور عزیمۃ کی اختیار کرنے والی ایسی جماعتیں ہیں کہ وہ عزیمت پر قائم رہتی ہیں اور (ہر بات میں) اُس کی رعایت کرتی ہیں اور رخصتوں کی طرف نزول کرنے کو پسند نہیں کرتیں اِس خوف سے کہ دُنیا کے اندر زہد کرنے کی فضیلت فوت نہو جائے اور نازک کپڑا بھی دنیا کی چیزوں سے ہو (اسلیے وہ نازک کپڑے بھی نہیں پہنتے) اور البتہ کہا گیا ہے کہ جس شخص کا کپڑا باریک ہے اُس کا دین بھی باریک ہے اور کبھی نرم و نازک کپڑے پہننے کی ایسے شخص کو رخصت دیدی جاتی ہے جو زہد کا پابند ہو اور شرع کی رخصت پر ٹھہر جاتا ہو علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں وہ شخص داخل نہو گا جسکے دل میں ایک ذرہ کی برابر تکبر ہو گا پس ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی چاہتا ہے کہ اُس کے کپڑے اچھے ہوں اور اُس کا جوتا اچھا ہو (پس کیا یہ بھی تکبر ہے) پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو دوست رکھتے ہیں پس یہ رخصت اُس شخص کے حق میں ہو گی جو اُسکو اس طرح پہنے کہ نہ تو اُس کے نفس کو اُسکے اندر خواہش ہو اور نہ اُس کے ساتھ فخر اور غرور کرتا ہو لیکن جو (عمدہ) کپڑے اسلئے پہنے تاکہ (سامان) دنیا کے ساتھ شیخی اور فخر کرے پس اُس کے حق میں تو وعید آئی ہے (لہذا اُسکے لئے یہ رخصت نہیں ہو سکتی) ابو ہریرہ رضی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی ازار آدھی پنڈلی تک ہے اُس کے اور ٹخنوں کے درمیان درمیان اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو پس وہ دوزخ میں ہے جو شخص اترانے کیلئے اپنی ازار (ٹخنوں سے نیچی رکھے گا اور اُسے) گھسیٹ کر چلے گا خدا تعالیٰ قیامت کے دن اُسکی طرف توجہ نکرینگے تم سے پہلی اُمتوں میں کا ایک شخص اپنی چادر میں اتراتا ہوا جا رہا تھا جب

اُسکی چادر اُسکو اچھی معلوم ہو رہی تھی وہ اسی حالت میں تھا کہ خدا تعالیٰ نے اُسکو زمین میں دھنسا دیا پس وہ اسمیں قیامت کے دن تک حرکت کرتا چلا جائیگا۔ اور احوال (لوگوں کے) مختلف ہوتے ہیں اور جس شخص کا کہ علم کے ساتھ حال صحیح ہوتا ہے اُسکی نیت کھانے اور لباس اور تمام کاروبار میں صحیح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ باطن کے مستقیم ہونے کی وجہ سے تمام احوال میں وہ مستقیم اور راہ راست پر رہتا ہے اور جیسی کہ باطن میں استقامت ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی حسن توفیق سے اسی کے موافق بندہ کے تمام تصرفات بھی مستقیم ہو جاتے ہیں۔

پینتالیسواں باب قیام لیل کی فضیلت کے ذکر میں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان (ترجمہ اُسوقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تمپر اونگھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اُس پانی کے ذریعے سے تمکو پاک کرے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے) یہ آیت جنگ بدر کے دن مسلمانوں کے بارہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ وہ ایک ریت کے ٹیلہ پر (جاکر) اُترے تھے جسمیں (آدمیوں کے) قدم اور گھوڑوں کے سم دھنسے جاتے تھے اور مشرکین بدر عظمیٰ کے پانی پر اُن سے پہلے ہو چکے تھے اور اُسپر قبضہ کرنے میں مسلمانوں سے غالب ہو گئے تھے اور مسلمانوں کی صبح اس حال میں ہوئی کہ کسی کو وضو کی حاجت تھی اور کسی کو غسل کی اور (بھی) پیاس کا بھی تقاضا ہوا پس شیطان نے اُن کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تم گمان کرتے ہو کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں حالانکہ پانی پر مشرکین غالب ہو گئے ہیں اور تم (کو وضو اور غسل کے لئے بھی پانی نہیں ملتا حتیٰ کہ) بے وضو اور بے غسل ہی نماز پڑھ رہے ہو پس تم اُن پر فتح پانے کی امید کیسے رکھتے ہو پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایسی بارش فرمائی کہ نالے بہنے لگے پس مسلمانوں نے اُس سے پانی پیا اور نہائے اور وضو کیا اور گھوڑوں کو پانی پلایا مشکیں بھر لیں اور (بارش سے) زمین (کا ریتا) جمگیا یہاں تک کہ قدم اُسپر ٹھہرنے لگے (چنانچہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ویثبت بہ الاقدام اذ یوحی ربک

الی الملئکة انی معکم (ترجمة اور تاکہ بذریعہ اُس بارش کے تمہارے قدموں کو ٹھہراوے جبکہ تمہارا رب فرشتوں کی طرف یہ حکم بھیج رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) سو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اُن کی مدد کی حتی کہ وہ مشرکین پر غالب ہوگئے (سو اس آیت کی شان نزول تو یہ ہے مگر) قرآن کی ہر آیت کا ایک ظہر ہے اور ایک بطن ہے اور حد اور مطلع ہے پس جسطرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے اندر اونگھ کو صحابہ کے لئے خاصکر رحمۃ اور اطمینان کر دیا تھا اسی طرح یہ تمام مؤمنین کے حق میں بھی رحمت ہے اور اونگھ ایک عمدہ قسم ہے اُن رحمتوں میں سے جو طالبین کو دنیا میں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اُن کے قلوب کے لئے ایک امن ہے نفس کے منازعات سے اسواسطے کہ سونے سے نفس کو راحت ملجاتی ہے پھر وہ تعب اور تھکن کی شکایت نہیں کرتا (پس نفس کی استراحت سے قلب کو بھی امن ہوتی ہے) کیونکہ نفس کی شکایت اور تعب سے قلب کو کدورت ہوتی ہے اور سونے کے ساتھ اُسکی رعایت کرنے سے بشرطیکہ علم اور اعتدال ہو قلب کو راحت ہوتی ہے اس واسطے کہ جب نفس کو اطمینان ہوتا ہے تو اُسوقت (عبادت کے اندر) طالبین سالکین کے لئے نفس اور قلب دونوں متفق ہوجاتے ہیں پس (چونکہ مناسب انداز کے ساتھ سونا قلب کے لئے راحت ہے اسلئے) کہا گیا ہے کہ رات اور دن (کے اوقات) کا تہائی حصہ سونے کے لئے رکھنا چاہئے تاکہ بدن مضطرب نہو پس سونے کیلئے آٹھ گھنٹے ہوئے طالب کو چاہئے کہ ان میں سے دو گھنٹہ تو دن میں مقرر کرلے اور چھ گھنٹہ رات میں (مگر یہ تعیین ہر موسم کے لئے نہیں ہے بلکہ) جیسے کہ سردیوں اور گرمیوں میں رات کے اندر کمی بیشی ہو اسکے موافق ایک میں سے کم کرکے دوسرے میں زائد کرے (جب رات بڑی ہو تو اسمیں سونے کا وقت چھ گھنٹہ سے زیادہ کرے اور دن میں دو گھنٹہ سے اُسی قدر کم کرے اسی طرح جب رات چھوٹی ہو تو چھ گھنٹہ سے کم کرے اور دن میں اُسی قدر زیادہ کردے) اور کبھی حسن ارادہ اور صدق طلب کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ سونے کا وقت (رات اور دن کے) ثلث سے کم کردیا جاتا ہے اور کچھ مضر نہیں ہوتا اور ایسا اُسوقت ہوتا ہے جبکہ رفتہ رفتہ اُسکی عادت ہوجاوے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (عبادت کے اندر) اُنس اور راحت کا ہونا بیداری کی گرانی اور نیند کی قلت کی برداشت کرلیتا ہے (اول تو) اسواسطے کہ نیند کی طبیعت (چونکہ) بارد رطب ہے (اسلئے)

۸۵

بدن اور دماغ کو نفع دیتی ہے اور حرارت اور خشکی بدن میں پیدا ہوتی ہے اسکو تسکین بخشتی ہے
پس اگر (رات دن کے) ثلث سے کم کردی جاتی ہے تو دماغ کو مضر ہوتی ہے اور اس سے جسم
کے مضطرب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے پس جبکہ قلب کی راحت اور انس اسکے قائم مقام ہوجاتی
ہے تو نیند کی کمی مضر نہیں ہوتی اسواسطے کہ جیسے نیند کی طبیعت بارد رطب ہے ایسے ہی راحت
اور انس کی بھی طبیعت بارد رطب ہے اور (دوسرا اسلئے کہ) راحت اور انس کی وجہ سے رات کی
درازی کم ہوجاتی ہے پس راحت کی وجہ سے لمبی رات کی مدت چھوٹی رات کی مثل ہوجاتی
ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ وصل[۱] کا سال ایک اونگھ ہے اور ہجر کی اونگھ ایک سال ہے۔

علی بن بکار سے منقول ہے کہ چالیس برس سے مجھے کوئی بات ایسی پیش نہیں آئی جو مجھکو
رنجیدہ کرے بجز اس کے کہ (ابھی رات سے سیری نہیں ہونے پاتی ہے کہ جلدی سے) صبح
نمودار ہوجاتی ہے اور بعض صوفیہ سے کہا گیا کہ رات کے ساتھ تمھارا کیا ماجرا ہے فرمایا
کہ میں رات کو کبھی اچھی طرح نہیں دیکھنے پایا بس اتنا ہوتا ہے کہ وہ اپنی صورت دکھلاتی ہے
اور (فوراً) لوٹ جاتی ہے حالانکہ ابھی میں نے اسکو نگہ بھر کے بھی نہیں دیکھا ہوتا ہے اور ابو
سلیمان دارانی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ جتنا مزہ کھیل کود کے شوقینوں کو اپنے کھیل تماشہ میں آتا ہے
شب بیداروں کو اپنی رات میں اس سے زیادہ مزہ آتا ہے اور صوفیہ نے کہا ہے کہ دنیا میں
کوئی لذت ایسی نہیں ہے جو اہل جنت کی لذت کے مشابہ ہو بجز مناجات کی حلاوت کے جسکو
اہل نیاز شب میں اپنے قلوب کے اندر پاتے ہیں پس مناجات کی حلاوت شب بیداروں
کے لئے ایک قسم کا انعام ہے جو دنیا ہی کے اندر اُن کو ملجاتا ہے اور بعض عارفین نے کہا ہے
کہ اللہ تعالیٰ آخر شب میں جاگنے والوں کے دلوں پر نظر کرتے ہیں پس اُن کو نور سے بھر دیتے
ہیں پس اُن کے قلوب پر فیوض نازل ہوتے ہیں پس وہ منور ہوجاتے ہیں پھر وہ فیوض انکے
قلوب سے غافلین کے قلوب کی طرف پھیلتے ہیں اور البتہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے بعض انبیاء کی طرف جن باتوں کی وحی کی تھی اُن میں اس بات کی بھی وحی کی تھی کہ میرے

[۱] اصل العبادۃ ہکذا سنۃ الوصل سنۃ وسنۃ الہجر سنۃ اس کے یہی معنی ہمکو عمدہ معلوم ہوئے اگر کسی صاحب
کو اس سے عمدہ معنی معلوم ہوں وہ اسکے ساتھ لاحق کردیں ۱۲۔

(باقی آئندہ)

۸۶

سلسلہ کیلئے دیکھو
الامداد ۱۲ جلد ۵-

۱۰۸

نیکبخت لڑکے ایسا نہیں کیا کرتے اور اگر پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔ نمبر ۳۵ ماں کو چاہئے
کہ بچہ کو باپ سے ڈراتی رہے۔ نمبر ۳۶ بچہ کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو کھیل ہو یا کھانا ہو یا کوئی
اور شغل ہو جو کام چھپا کر کریگا سمجھ جاؤ کہ وہ اسکو برا سمجھتا ہے۔ سو اگر وہ برا ہے تو اس سے چھڑاؤ
اور اگر اچھا ہے جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پئے۔ نمبر ۳۷۔ کوئی کام محنت کا
اسکے ذمہ مقرر کرو جس سے صحت اور ہمت رہے سستی نہ آنے پاوے مثلاً لڑکوں کیلئے ڈنڈ مگدر
کرنا ایک آدھ میل چلنا اور لڑکیوں کے لئے چکی یا چرخہ چلانا ضرور ہے اسمیں یہ بھی فائدہ ہے
کہ ان کاموں کو عیب نہ سمجھیں گی۔ نمبر ۳۸ چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ چلے نگاہ اوپر
اٹھا کر نہ چلے۔ نمبر ۳۹ اسکو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو زبان سے چال سے برتاؤ سے
شیخی نہ بگھارنے پاوے یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھکر اپنے کپڑے یا مکان یا خاندان
یا کتاب و قلم دوات تختی تک کی تعریف نہ کرنے پاوے۔ نمبر ۴۰ کبھی کبھی اسکو دو چار پیسے دیدیا کرو
کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے مگر اسکو عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔

نمبر ۴۱ اسکو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ تھوڑا تھوڑا ہم لکھے دیتے ہیں

کھانے کا طریقہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ شروع میں بسم اللہ کہو اپنے سامنے سے کھاؤ اوروں سے
پہلے مت کھاؤ کھانے کو گھور کر مت دیکھو کھانے والوں کی صورت مت دیکھو بہت جلدی جلدی
مت کھاؤ خوب چبا کر کھاؤ جب تک لقمہ نہ نگل لو دوسرا لقمہ منہ میں مت رکھو شوربا وغیرہ
کپڑے پر نہ ٹپکنے پاوے انگلیاں ضرورت سے زیادہ سننے نہ پاویں۔

محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ۔ جس سے ملو ادب سے ملو نرمی سے بولو محفل میں تھوکو نہیں
وہاں ناک صاف مت کرو اگر ایسی ضرورت ہو وہاں سے الگ چلے جاؤ وہاں اگر جمائی یا چھینک
آوے منہ پر ہاتھ رکھ لو آواز پست کرو کسی کی طرف پشت مت کرو کسی کی طرف پانوں مت کرو
ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ دیکر مت بیٹھو انگلیاں مت چٹخاؤ بلا ضرورت بار بار کسی کی طرف مت دیکھو
ادب سے بیٹھے رہو بہت مت بولو بات بات میں قسم مت کھاؤ جہاں تک ممکن ہو خود کلام مت شروع
کرو جب دوسرا شخص بات کرے خوب توجہ سے سنو تاکہ اس کا دل نہ بجھے البتہ اگر گناہ کی
بات ہو مت سنو یا تو منع کردو یا وہاں سے اٹھ جاؤ جب تک کوئی شخص بات پوری نہ کر لے

بیچ میں مت بولو جب کوئی آوے اور محفل میں جگہ نہو ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ مل کر بیٹھ جاؤ کہ جگہ ہو جاوے جب کسی سے ملو یا رخصت ہونے لگو السلام علیکم کہو اور جواب میں وعلیکم السلام کہو اور طرح طرح کے الفاظ مت کہو ختم ہوا مضمون بہشتی زیور کا امید ہے کہ اہل وعیال کی تعلیم و تربیت کے متعلق مضمون مذکور کافی ہو جاویگا اسی طرح اور بھی جس جس پر قدرت ہو جیسے شاگرد و مرید و نوکر و رعیت وغیرہم سب کی تعلیم و تربیت میں یہی طریقہ مشترک ہے

انتہت عبارۃ رسالۃ بہشتی زیور وبانتہاءھا تمت احکام النفقات الروحانیۃ

اصلاح انقلاب متعلق لقطہ

(اوپر کے باب میں اپنے مال کے خرچ کرنے کے احکام تھے اسمیں دوسرے کے مال کے بعض افراد کے احکام ہیں کیونکہ لقطہ ایسی پڑی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جسکا مالک معلوم نہو) اسمیں بھی مختلف و متعدد کوتاہیاں واقع ہوتی ہیں چنانچہ ایک کوتاہی اس باب میں یہ ہے کہ بعضے لوگ ایسی چیز کو بالکل اٹھاتے ہی نہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ نہ اٹھانا ہی افضل ہے حالانکہ جہاں غالب گمان ہو کہ نہ اٹھانے سے وہ چیز ضائع ہو جاویگی وہاں اٹھا لینا واجب ہے اگر نہ اٹھاویگا تو گنہگار ہوگا۔ (درمختار) اور یہی حکم ہے پڑے ہوئے بچہ کا (درمختار) اور اگر اٹھا کر پھر وہاں ہی رکھدیا تو گناہ تو ہے ہی مگر بعض کے نزدیک اس کے ذمہ ضمان بھی لازم ہے (ردالمحتار) ایک کوتاہی اس کے مقابل یہ ہے کہ بعضے لوگ اس نیت سے اٹھاتے ہیں کہ اسکو اپنے کام میں لاویں گے تو اس نیت سے اٹھانا گناہ بھی ہے اور اس اٹھانے سے وہ ضامن بھی ہو جاویگا جب تک مالک کے پاس نہ پہونچاوے (ردالمحتار عن نور العین عن الخانیۃ)

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے اٹھاتے تو اسی نیت سے ہیں کہ ہم مالک کو پہونچا دینگے مگر مالک کو نہ پہونچاتے ہیں نہ اسکو تلاش کرتے ہیں گھر میں لیکر بیٹھ جاتے ہیں کہ کوئی ڈھونڈھتا ہوا آویگا دیدیں گے ورنہ کون مشقت کرے سو ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ اسکی تشہیر واجب ہے یعنی جس جگہ وہ ملی ہے وہاں بھی اعلان کرے اور مواقع اجتماع پر بھی جیسے بازار میں اور مساجد کے دروازوں پر اور جہاں جہاں احتمال مالک کے ملنے کا ہو اور مدت اس تشہیر کی یہ ہے کہ گمان غالب یہ

۱۰۹

ہوجاوے کہ اب مالک نے اسکی تلاش چھوڑدی ہوگی یا اس چیز کے بگڑنے کا اندیشہ ہونے لگے جیسے پھل وغیرہ (درمختار) پھر اس کے بعد اسکو دو اختیار ہیں ایک یہ کہ اسکو بعینہ محفوظ رکھے اور دوسرے یہ کہ اسکو خیرات کردے پھر اگر خود مسکین ہے تو اپنے نفس پر بھی خیرات کرسکتا ہے اور اگر مسکین نہیں ہے تو مساکین پر تصدق کردے اور یہ بھی اختیار ہے خواہ بعینہ تصدق کردے خواہ فروخت کرکے دام تصدق کردے اور اگر اسکو یا اس کے داموں کو محفوظ رکھا تو وصیت کرجانا بھی واجب ہے۔ (ردالمحتار) **مسئلہ** اگر کسی وجہ سے خود تشہیر نہ کرسکے تو دوسرے شخص کو بشرطیکہ امانت دار ہو تشہیر کیلئے دے سکتا ہے (ردالمحتار) **مسئلہ** جسکے ذمہ کچھ حقوق العباد ہوں اور اہل حقوق معلوم نہیں یا معلوم ہیں مگر مرگئے اور انکے وارث بھی نہیں تو ایسے حقوق بمنزلہ لقطہ کے ہیں کہ مالک کے نہ ملنے کے وقت خیرات کردینا چاہیئے اور یہ خیرات ایسے حقوق کی اور اسی طرح لقطہ کی مالک کی نیت سے ہونا چاہیے **مسئلہ** اگر بعد تصدق کے مالک آگیا تو اس کو اختیار ہے خواہ اس تصدق کو جائز رکھے اور ثواب مالک کو ملیگا اور خواہ اس سے ضمان لے اور ثواب اس لاقط کو ملیگا۔ (ردالمحتار) **مسئلہ** اگر کسی کا قرض یا کوئی حق اسکے ذمہ آتا ہو اور اس نے نہ اسکو دیا اور نہ اسکے ورثہ کو تو قیامت میں اسپر دعویٰ کون کریگا اسمیں قول مختار یہ ہے کہ ظلم کا دعویٰ تو مورث کریگا کہ اس کا حق نہ دیا تھا اور حق کا دعویٰ وارث کریگا کیونکہ وہ مال اس میت سے وارث کی طرف منتقل ہوگیا اور اگر وارث کو دیدیا تو وارث کا دعویٰ تو جاتا رہا مورث کا رہیگا اس کے لئے دعا و استغفار کیا جاوے (ردالمحتار) **مسئلہ** تمہارے گھر کوئی مسافر مرگیا اور اس کے ورثہ معلوم نہیں تو اس کا ترکہ بحکم لقطہ ہے (درمختار) **مسئلہ** تم نے کوئی گھر خریدا اور اسمیں کچھ دفینہ نکلا تو وہ بحکم لقطہ ہے (ردالمحتار)

اصلاح انقلاب متعلق مفقود

(لقطہ مال تھا جسکا اسکے اہل کو پتہ نہیں یہ انسان ہے جسکا اسکے اہل کو پتہ نہیں) اسمیں بھی کچھ غلطیاں کیجاتی ہیں اور ان کے سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ کلیہ سمجھ لینا چاہئے اس سے

اُن غلطیوں کا سمجھنا آسان ہو جاویگا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ مفقود چونکہ وقت مفقود ہونے کے زندہ تھا اور ابتک اُسکی موت کی کوئی دلیل نہیں تو اُس کا ظاہر حال یہی ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اور ظاہر حال جسکو استصحاب بھی کہتے ہیں حجۃ دافعہ ہے حجۃ مثبتہ نہیں۔ پس یہ حیات ظاہری اُسکا حق تو دوسرے کے مال میں ثابت نہ کرے گی لیکن اُسکے مال میں دوسریکا حق ثابت ہونے دیگی۔ یعنی اگر اُس کے زمانہ فقدان میں اسکا کوئی مورث مثلاً اُس کا باپ مرا اور اُس کے دو بیٹے تھے ایک یہی مفقود دوسرا موجود تو اُس کے ترکہ میں اس مفقود کا یقینی حق نہیں ہوگا بلکہ احتمال حیات کے سبب اُس کا حصہ بطور امانت کے رکھیں گے اگر آگیا تو لے لیگا اور اگر نہ آیا یہانتک کہ انتظار کی مدت شرعیہ کے بعد (جسکی مقدار آگے آتی ہے) اُسکی موت کا حکم کیا گیا تو وہ امانت رکھا ہوا حصہ اسی موجود کا سمجھا جاویگا اگر وہ زندہ ہوا تو وہ لیگا ورنہ اُس کے شرعی ورثہ لیں گے یوں نہ سمجھا جاویگا کہ وہ اس مفقود کا حق ہے تاکہ اُس کے مال کیساتھ وہ بھی اُس کے ورثہ کو دیا جاوے اور یہی مطلب ہے حجۃ مثبتہ نہونے کا اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ مفقود غیر کے حق میں میت ہے باقی حکم بالموت تک اُسکا ترکہ بھی تقسیم نہوگا اور یہی مطلب ہے حجۃ دافعہ ہونیکا اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ وہ اپنے نفس کے حق میں حی ہے

اس قاعدہ کے بعد اب اُن غلطیوں کو سمجھنا چاہیے سو ایک غلطی یہ کیجاتی ہے کہ اُس کے مفقود ہونے کے زمانہ میں جو اس کا مورث مرتا ہے اُس کے ترکہ میں سے اُس مفقود کا حصہ کوئی شخص نہیں رکھتا ورثہ حاضرین باہم تقسیم کر لیتے ہیں حالانکہ گو اس کا استحقاق یقینی نہیں مگر محتمل تو ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ صحیح سالم آگیا اگر اُسکو اپنے استحقاق کا علم ہوا اور اُس کے وصول کی قوت بھی ہوئی تب تو نزاع ہوگا اور اگر علم نہوا یا قدرت نہوئی تو دوسرے ورثہ حق العباد کے وبال میں مبتلا ہونگے اور ایک غلطی یہ ہو سکتی ہے (گو سُنی نہیں گئی) کہ اگر اُس کا حصہ امانت کے طور پر محفوظ رکھا جاوے تو جسوقت اُسکی موت کا حکم شرعاً کیا جاویگا اور خود اسکا ترکہ اُس کے ورثہ موجودین وقت الحکم بالموت میں تقسیم کیا جاویگا تو ممکن ہے کہ اُس حصہ امانت کو بھی اُسکی ملک سمجھکر اُسکو بھی اُسکے ترکہ کے ساتھ تقسیم کر دیا جاوے حالانکہ اوپر کے قاعدہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس صورت میں وہ حصہ امانت کا اُن ورثہ کا حق ہے جنکے حصہ میں سے یہ امانت نکالکر رکھی گئی تھی

(باقی آیندہ)

۱۱۱

یافتاح

توضیحات (ترجمہ) تنبیہات

(مولفہ مولانا مولوی رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ) (از مولانا مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری سلمہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام محامد اُس ذات کے شایاں ہیں جسکی سلطنت قاہرہ کے انوار موجودات کے صفحات پر چمکتے ہیں اور جبروت واحسانات کے آثار مخلوقات کے رخساروں پر نمایاں ہیں جسکے علم سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی غائب نہیں۔ اُسی نے اپنی قدرت کاملہ سے بطریق اختراع کے تمام ممکنات کو لباس وجود پہنایا۔ اُسکی کمال حکمت پر وہ افعال متقنہ ومحکمہ دلالت کرتے ہیں جو تمام مصنوعات میں جلوہ گر ہیں۔ اور اُسکی وحدانیت پر خدائی صفتوں میں تمام کائنات کا انتظام مشاہد۔ شاہد عادل ہے۔ اُسی ذات نے بنی نوع انسان کو مکرم ومشرف پیدا کرکے اکمل سعادات کے حاصل کرنے کی ہدایت وتوفیق عنایت فرمائی۔ اور اُسی نے ادا رطاعات اور معاصی ومنکرات سے بچنے کا انسان کو حکم فرمایا۔ اُسی نے جنت ودوزخ کو پیدا کیا تاکہ ابرار ونکوکار جنت میں مراتب عالیہ پر فائز ہوں اور فاسق وفاجر جہنم کے درکات سافلہ میں اپنے کرتوتوں کی سزا پائیں۔ یہ اُسکا لطف عام اور بڑا افضال ہے کہ اُس نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا اور اُن کی تصدیق معجزات باہرہ سے کی۔ ونیز ایسے نبی پر درجۂ نبوت کو ختم کردیا جو اُن سے مرتبہ میں اجل اور مذہب وملت کے اعتبار سے اعدل ہے جنکا نام نامی واسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جنکو ہماری ہدایت کے واسطے قرآن آیات بینات کے ساتھ مبعوث کیا۔ لہٰذا ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوا اُس معبود حق کے اور کوئی معبود نہیں جو کہ حیی۔ قیوم۔ قادر۔ احد۔ (یکتا) صمد (بے نیاز) حکیم مطلق اور عالم بجمیع معلومات ہے۔ اسی

ہم چاہتے ہیں کہ ہمکو بذریعہ تمام طرز و ہدایت کے اُن حضرات کے راستہ کی ہدایت و رہنمائی کر جنپر اُس نے تمام حالتوں اور مقاموں میں انعام کیا ہے۔ اور التجا کرتے ہیں کہ جہالات و گمراہیوں کے کنڈ میں واقع ہونے سے بطفیل اپنے لطف سرمدی کے ہمکو بچا۔ اور سوال کرتے ہیں کہ اپنے حبیب وصفی پر جو ہمارے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رحمت کاملہ نازل فرما اسی طرح اُن کے اصحاب پر جو ہدایت و رہنمائی کے ستارے اور اُن کی آل پر جو ظلمت و اندھیری کے چراغ ہیں اکمل تحیات اور افضل صلوات نازل کر آمین۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد امیدوار نعمت پروردگار منان رحمت اللہ ابن خلیل الرحمن گویا ہے اللہ تعالےٰ اپنے لطف جلی و خفی اور عفو و مغفرت کا دونوں کے ساتھ معاملہ کرے کہ اس زمانہ میں اکثر بھائی احتیاج الی البعثت کے انکار کرنے میں جمہور براہمہ و صابئیہ اور فرقہ تناسخیہ کی رای کی طرف مائل ہوگئے اور اعتقاد کر لیا کہ اشیا نافعہ کو اشیا مضرہ سے تمیز کرنے میں عقل بشری کافی ہے جس فعل کے حسن پر عقل حکم لگادے اسکو کیا جائے اور جسکے قبح پر حکم کرے وہ چھوڑ دیا جائے ہاں جسکے حسن و قبح پر عقل حاکم نہو حاجت کے وقت اسکو کر لیا جائے اور عدم حاجت پر ترک کر دیا جائے اور مطلقاً حشر کے انکار میں خواہ جسمانی ہو یا روحانی۔ قدماء فلاسفہ طبیعین کے خیالات کے پابند ہوگئے جب اُن کے ذہنوں میں یہ دونوں خیال مستحکم ہوگئے تو ہر ایک عقل بمنزلہ رسول ہوگئی بلکہ ہر ایک نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنالیا۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ یہ دونوں خیال نکال موبد اور عذاب مخلد کی طرف پہونچانے کا ذریعہ ہیں لہذا میں نے ارادہ کیا کہ ایک ایسا مختصر رسالہ لکھوں جو ناظرین کو عقلاً ان دونوں خیالوں کے بطلان پر تنبیہ کرے اور ثابت کرے کہ بعثت و حشر کی احتیاج لازمی ہے۔ یہ رسالہ بارہ تنبیہوں پر مشتمل ہے اسی بنا پر میں نے اس کا نام تنبیہات رکھا۔ خدا کے سوا اور کسی پر میری توفیق نہیں اُسی پر میرا اعتماد و بھروسہ ہے اور اُسی کی جانب مآل کار رجوع کرونگا پہلی تنبیہ احتیاج الی البعثت و نبوت کے ثابت کرنے میں مطابق مذہب محققین فلاسفہ

(ناظرین) یہ بالبداہت ثابت ہے کہ انسان ایسی ضروری مصلحتوں کا محتاج ہے جنکے بغیر اسکی بقا نا ممکن ہے مثلاً غذا لباس مسکن و دیگر اسباب و آلات وغیرہ اور یہ بھی یقینی محقق ہے کہ شخص واحد ان تمام ضروری مصلحتوں کی انجام دہی کے بار کو اٹھانے کی تنہا قدرت نہیں رکھتا

۲

بلکہ لازمی ہے کہ بنی نوع انسان میں سے دوسرے لوگ بھی ان ضرورتوں کے انجام دینے میں اُس شخص واحد کے ساتھ شریک ہوں مثلاً کوئی کھیتی کرنے والا ہو۔ کوئی پیسنے والا ہو۔ کوئی پکانیوالا ہو۔ کوئی درزی ہو کوئی مکان بنانے والا ہو وغیرہ ذلک اسی طرح تمام مصنوعات کا حال ہے الغرض لامحالہ انسان اپنی معیشت و تعیش میں اپنی بنی نوع انسان کا محتاج ہے تاکہ اُن کے تعاون و تشارک سے ان مصلحتوں کی انجام دہی علی وجہ الکمال ہوجائے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے کیونکہ تمدن اسی اجتماع و اتحاد کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معاونت و مشارکت بغیر اُن معاملات و معاوضات کے ممکن نہیں جو آپس میں جاری ہوتے ہیں لہذا یہ معاملات بھی انسان کے واسطے ضروری ہوئے مگر چونکہ اکثری حالت میں اُن معاملات میں آپس میں تنازع واقع ہوجاتا ہے جس سے اختلاف و قتل کی نوبت پہونچ جاتی اور دینی امور میں خلل پیدا ہوجاتا ہے لہذا ضروری ہے کہ بنی نوع انسان کے واسطے ایک ایسا قانون ہو جو عدل و انصاف پر مبنی اور جور و اعتساف سے مبرا اور انسان کے معاش و معاد کے ضروری امور پر مشتمل ہو اور اُسپر سب متفق ہوجائیں تاکہ پھر کشت و خون اور اختلاف و اختلال امور کی نوبت نہ پہونچے۔ اگرچہ عنایت خداوندی تمام جانداروں پر عام ہے بایں طریق کہ ہر جاندار کو اُسکی شان کے لائق اُس حکیم علی الاطلاق نے جو مناسب سمجھا عطا فرمادیا۔ اور ایسے امور کی رہنمائی کی جنمیں اُس ذی روح کی بقا اور بذریعہ اُن کے اُسکا قوام ہے۔ اور انسان چونکہ ان سب میں محتاج تر ہے لہذا اُس کے واسطے ضروری ہے کہ کوئی ایسا انتظام ہو جسکی وجہ سے وہ زندگی بسر کرسکے اور چونکہ وہ اشرف الحیوانات (بلکہ مخلوقات) ہے اور جتنی انواع حیوانی میں سب انسان کی مسخر و منقاد تو کیونکر متصور و ممکن ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم باوجودیکہ اُسکی عنایت ازلی انسان کے حق میں زیادہ ہے اُسکو اپنی جانب سے کسی ایسے قانون کی ہدایت نہ کرے جسکی وجہ سے اس کے معاش و معاد[1] کے امور کا انتظام حاصل ہو اور سب خاص و عام اُس قانون کے پابند و مطیع

[1] تقریر مقام سے ایسے قانون کی ضرورت کا مبنی صرف انتظام تمدن ثابت ہوتا ہے تو اس کلام کو تنزل و الزام پر محمول کیا جاویگا یعنی تمدن کی حفاظت تو تم لوگوں کے نزدیک بھی مسلم ہے اسکا بھی مقتضا یہی ہے ورنہ اس ضرورت سے زیادہ سعادت حقیقیہ روحانیہ کی تکمیل ضرورت ہے کہ خود تمدن اُسی کا آلہ بنایا گیا ہے اور وہ اعمال و افعال خاصہ سے وابستہ ہے اور اعمال خاصہ کا احاطہ عقل نہیں کرسکتی اسلئے قانون وحی کی حاجت ہے مولف نے لفظ معاد سے اجمالاً اسی طرف اشارہ کردیا ہے۔ ۱۲

۳

ہو جائیں لہذا ضروری ہے کہ کوئی قانون ہو اسی قانون کا نام شرع ہے ادہر یہ بھی مسلم ہے
کہ ذات خداوندی نہایت تقدس و پاکی میں اور ہماری ذات اعلی درجہ کے تدنس و ناپاکی میں
ہے تو بغیر کسی واسطہ کے اُس قانون شرعی کا حاصل ہونا ممکن نہیں چنانچہ عقلاً یہ ظاہر ہے
پس واسطہ کی ضرورت ہے۔ اب اسکی ضرورت ہے کہ وہ واسطہ ذوجہتین ہو اور دو جانب
رکھتا ہو تاکہ ایک جہت سے اسکو ذات پاک کے ساتھ اعلی درجہ کی مناسبت ہو اور دوسری
جہت سے ہمارے ساتھ تعلق تام ہو پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اُس واسطہ کو انسان ہونا
ضروری ولازمی ہے ورنہ طریق تعلیم و تعلم ممکن نہیں۔ اور انسان بھی ایسا کہ جو مقدس اور دوسرے
کسی خصوصیت کی وجہ سے ممتاز ہو اور وہ خصوصیت ایسی ہو کہ خداوند تعالی کی طرف سے اسکو
عطا ہوئی ہو۔ اور استحقاق طاعت وانقیاد ایسے امر کے ساتھ مختص ہو جو اُس واسطے کی تصدیق
پر دلالت کرے پس یہ خصوصیت بعثت و نبوت کہلاتی ہے اور وہ انسان (واسطہ) نبی اور وہ
امر معجزہ کہلاتا ہے۔ لہذا مقدمات مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ محققین فلاسفہ بھی احتیاج الی البعثت
و نبوت کے معترف ہیں اور یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اقرار نہ کریں حالانکہ انسان جو مخلوق
ضعیف ہے وہ بھی اپنے اہل خانہ کے واسطے قانون وضع کرتا ہے جسکے ذریعہ سے اہل بیت کو مضرتوں سے
بچاتا اور منافع پہونچاتا ہے جب انسان ضعیف البنیان نے یہ قاعدہ مقرر کر رکھا ہے تو اُس
ارحم الرحمین اور حکیم عادل سے کس طرح یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی اشرف المخلوقات کو
بغیر کسی ایسی شریعت کے مہمل چھوڑ دے جسکی وجہ سے اُس کے معاش و معاد کے امور کا انتظام
ہو۔ فلاسفہ کے شیخ الرئیس (ابو علی بن سینا) نے شفا میں بیان کیا ہے کہ عنایت الٰہی ایسی
مصلحتوں کی بھی مقتضی ہے جنکو کچھ بھی بقا میں دخل ہو جیسے پلکوں اور بھووں میں بالوں کا اگانا
تلووں میں گڑھوں کا پیدا کرنا وغیر ذلک پس کس طرح ممکن ہے کہ عنایت الٰہی ایسی مصلحتوں کی
مقتضی نہو جنکو بقاء انسانی میں ضروری اور اعلی درجہ کا دخل ہو بلکہ تمام منافع کی اساس اور
نظام خیر کی تمہید ہوں لہذا واجب ہے کہ عنایت الٰہی ایسی مصلحتوں کی مقتضی ہو اور کیونکر ضروری
نہو حالانکہ ایسی مصلحتوں کا وجود ہو گیا جو پہلی مصلحتوں پر مبنی اور ان کے ساتھ متعلق ہیں
تو کیونکر یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ مبداء اول اور ملائک جو مبداء اول کے بعد ہیں مٹی کے عالم

ہوں اور مبنی علیہ کو نہ جانیں اُن متعلقات کا علم رکھتے ہوں اور اصل سے غافل حاشا وکلا۔
دوسری تنبیہ۔ اس امر میں کہ عقل انسانی بہت سے امور کی معرفت میں مستقل نہیں مثلاً معاد جسمانی اکثر احوال آخرت بعض صفات خداوندی۔ وظائف عبادات وغیرہ یہ امور ایسے ہیں کہ ان میں عقل صرف کو استقلال کا حق نہیں ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ امر معاش سے زیادہ مہتم بالشان اور اہم امر معاد ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ تمام اوقات اُن اشیا میں جنکی معرفت میں عقل مستقل ہے عقل کا حکم قابل وثوق نہیں کیونکہ عقول متفاوت ومختلف ہیں تو غیر مستقل ہونیکی حالت میں حکم عقل کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ ہم اس امر کا بھی لحاظ کرلیں کہ مزاجوں اور عادتوں کو بھی اعتقادات میں دخل ہوا کرتا ہے اور ہر ایک فرقہ کے واسطے کچھ قضایا مشہورہ ہوتے ہیں جو اسی قوم کے ساتھ مختص اور اُسکے نزدیک مسلم ہوتے ہیں حتی کہ وہ اپنے یہاں بمنزلہ بدیہیات کے اُن کو سمجھتے اور شمار کرتے ہیں باوجودیکہ دوسرے لوگ اُن قضایا کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وجوہ بار دکرتے ہیں تو ایسی صورت میں صرف عقل کے حکم پر کس طرح اعتماد واعتبار کیا جاسکتا ہے۔ ونیز جب اس امر کا بھی لحاظ کرلیں کہ قوت وہمیہ کا نفس منقاد ومسخر ہے اور وہم کا اُسپر غلبہ عظیم ہے تو اور بھی واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ عقول متفاوت ہیں اور اُن کے حکم پر وثوق ضروری نہیں۔ اسی بنا پر آپ سمجھتے ہیں کہ لوگ مدت عمر تک اوہام باطلہ میں مبتلا و منہمک رہتے ہیں۔ پس اکثری حالت میں عقل پر مشہورات و وہمیات قضایا اولیہ کے ساتھ مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ آپ کو ملیں گے جو مسکرات اور نشہ والی چیزوں کے استعمال کو مستحسن واچھا سمجھتے ہیں کیونکہ وہ سرور کو پیدا کرتے ہیں لیکن غلبہ وہم کی وجہ سے اُن کی مضرتیں اور مفاسد وخرابیاں جیسے صحت جسمانی کا زائل ہو جانا۔ فقر ومحتاجی کا آگھیرنا۔ لوگوں میں ذلت وعار کا ہونا وغیرہ اون پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لہذا اس جیسے امر کو عقل کے سپرد کردینے سے اختلال نظام اور کشت وخون اور تنازع کے پیدا ہونے کا غالب گمان ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس چیز کا حسن وقبح معلوم ہو واقع میں حسن ہوتی ہے جسکا کرنا ضروری ہوتا ہے اور کبھی واقع میں قبیح ہوتی ہے جسکا ترک وچھوڑ دینا لازم وواجب ہوتا ہے۔ ونیز یہ ثابت ہے کہ جو شئے عقل کے مخالف ہو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود جزم ویقین کے اُس کا تحقق ووجود نہیں ہوتا

لہذا ثابت ہوا کہ ادراک میں عقل کافی نہیں اور نبی کی احتیاج ضروری ولازمی ہے۔ یہی نبی عقل
کے حکم کو اُن امور میں محکم و مؤکد کر دیگا جنکی معرفت میں اسکو استقلالی حیثیت حاصل ہے اور اسکے اسکو
معتمد وموثوق بہ قرار دیگا مثلاً وجود باری۔ قدرت باری۔ علم باری کہ یہ امور عقل و نبی دونو
نزدیک مسلم ہیں تو گویا مدلول واحد پر عقل و نبی دو دلیلیں قائم ہو جاتی ہیں اور جن امور میں عقل کو
استقلالی حیثیت حاصل نہیں ہے اُن میں نبی عقل کا راہنما اور ہادی ہوگا مثلاً معاد جسمانی
کہ اسمیں عقل صرف کافی نہیں اسمیں نبی اس کا راہبر ہوگا اور عقل کو اسکی پابندی کرنی لازمی
ہوگی۔ لہذا نبی قضایائے مشہورہ ووہمیہ کو اولیات کیساتھ مشتبہ ہونے سے حکم عقل کو مامون
ومحفوظ رکھیگا اور اُن اشیاء کے چہروں سے پردہ اٹھا دیگا جنکے حسن وقبح کے ادراک میں عقل کو دخل
نہیں یا اُن چیزوں سے عقل کی مخالفت علی سبیل الجزم واقع ہوئی ہے پس یہاں سے ثابت
ہوگیا کہ بعثت نبی ضروری اور عالم کے واسطے رحمت ہے کیونکہ اسمیں بے انتہا حکمتیں اور بے شمار
مصلحتیں ہیں اور منکر اس کا سفیہ اور دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم فرض بھی
کرلیں کہ تکالیف شرعیہ واحوال وافعال کی معرفت بذریعہ عقل کے ممکن ہے جب بھی نبی کی
ضرورت ہے اور اُس سے استغنا نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ امر ممکن نہیں کہ جن دواؤں کے خواص
وطبائع کو ایک طبیب حاذق وماہر جانتا ہے عام لوگ بذریعہ فکر وتجربہ کے اُن سے واقف ہوسکتے
ہیں لیکن تجربہ کے محتاج ہونگے جو ایک زمانہ دراز میں حاصل ہو سکتا ہے اور یہ امر قرین قیاس ہے
کہ وہ لوگ ادویہ مفیدہ کے فوائد سے اس طویل زمانہ میں محروم رہیں اور چونکہ دواؤں کا علم حاصل
نہیں ہوا اس بنا پر ادویہ مضرہ کو استعمال کر کے اپنے آپ کو مہالک میں اور اپنے نفسوں کو تعب ومشقت
میں ڈالدیں اور کاروبار ضروریہ سے معطل اور مصالح معاشیہ سے غافل ہو جائیں تو یہ ممکن ہے ہاں اگر
طبیب حاذق سے اسکو حاصل کریں تو اس مشقت سے رہائی پائیں اور مضرتوں سے بچکر منافع سے
نفع پذیر ہونگے پس جسطرح کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ عام لوگوں کو طبیب کی حاجت نہیں کیونکہ بذریعہ
تجربہ کے حصول معرفت ادویہ اُن کو ممکن ہے اسی طرح کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ نبی کی ہمکو حاجت
نہیں اور اُس سے مستغنی وبے پرواہیں کیونکہ اپنی عقول کے ذریعہ سے معرفت تکالیف شرعیہ
اور احوال افعال کے علم کا حصول ممکن ہے چنانچہ عقلاء پر پوشیدہ نہیں بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ

۶

نبی عدم استغنا کے ساتھ زیادہ اولیٰ ہے اسلئے کہ نبی جن چیزوں کو جانتا ہے ان کا علم اسکو جہت خداوندی سے حاصل ہوا ہے جس جہت کی وجہ سے اسکو بنی نوع انسان میں امتیازی شان حاصل ہے بخلاف طبیب کے کہ اسمیں جہت من اللہ نہیں پائی جاتی صرف اس کا تجربہ اسکا معین ہے جسمیں غلطی ممکن بلکہ واقع ہے بس ثابت ہوگیا کہ یہ قول کہ عقل کو نبوت کی حاجت نہیں باطل ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ایسا شخص عالم سے صلاح و سلامتی کے اٹھانے کی کوشش کرتا اور فتن و مظالم سے دنیا کو بھرنا چاہتا ہے لہذا ایسے شخص کو عالم یا حکیم کہنا ظلم بلکہ جاہل و ظالم کے خطاب کا مستحق ہے

تیسری تنبیہ اس امر میں کہ بعثت اپنی ذات یا اپنے لازم کے ممتنع ہونے کی وجہ سے محال نہیں شق اول کہ ذات کی وجہ سے محال ہو اسکے بطلان پر پہلی دونوں تنبیہوں میں ایک دلیل بیان ہو چکی ہے دوسری دلیل اسکے بطلان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطاع ہے کیونکہ بادشاہ مطاع وہ ذات ہوتی ہے جو اپنے بندوں اور ماتحتوں پر امر و نہی کی قدرت رکھتی ہو اور یہ وصف خداوند تعالیٰ میں علی وجہ الکمال پایا جاتا ہے لہذا وہ ملک مطاع ہے تو اب لازمی ہے کہ ایسے بادشاہ کا کوئی مبلغ (پیغامبر) ہو اسی مبلغ کو نبی کہا جاتا ہے۔ اس مبلغ نبی کو اپنے مرسل ہونے کا علم یقینی حاصل ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجکو مخلوق کی رہنمائی کے واسطے نبی بنا کر بھیجا ہے اور کسی نے نہیں۔ اس علم کی دو صورتیں ہیں یا تو خداوند تعالیٰ اس نبی میں اس کے مرسل ہونیکا علم بدیہی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ مبلغ جان لیتا ہے کہ میں نبی ہوں یا اس کے ہاتھ پر ایسے آیات و معجزات اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے جن سے جملہ مخلوق عاجز و قاصر ہوتی ہو تو اس وقت اس مبلغ کو اپنے نبی ہونے کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مبعوث الیہ (مخلوق انسانی) کو اس کے نبی ہونیکا علم حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ نبی ہے اور بغیر لیت و لعل کے اسکی تصدیق واجب ہے بشرطیکہ مبعوث الیہ عاقل اور قوت نظریہ پر قادر ہو اور کسی معجزہ کو جو خلاف عادت ہو دیکھ بھی لے اور وہ معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ مقترن بھی ہو تو پھر اس کے مرسل ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں کر سکتا بس اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ بعثت اپنی ذات کے لحاظ سے مستحیل و محال نہیں۔ اب ثانی صورت پر نظر ڈالئے کہ بعثت اپنے لازم یعنی تکلیف شرعیہ کے اعتبار سے بھی ممتنع نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو پیدا کیا ہے تو وہ ان کا خالق ہے اس بنا پر ماننا پڑیگا کہ وہ سبکا مالک ضرور ہے اور جب مالک ہوا تو امر و نہی

اسکو لازمی ہے لہذا امور مستحسنہ کا آمر اور امور قبیحہ سے ناہی ہوگا اور امر و نہی کا جواز اس سے ثابت ہے
کہ اپنی خاص ملک میں یہ مالک کا تصرف ہے تو جائز ہونے میں کسکو کلام ہو سکتا ہے۔ دوسری دلیل
یہ ہے کہ مضرتوں کے اعتبار سے تکلیف شرعی میں دینوی و اخروی زیادہ فائدے ہیں اور ظاہر
ہے کہ شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو چھوڑ دینا خصوصاً اس ترک کا صدور ارحم الراحمین سے ہو عقل جائز
نہیں رکھتی پھر یہ تکلیف بھی بوجہ ایسے غرض کے ہو جو بندوں کی طرف عائد ہے یعنی منافع مذکورہ
تو ارحم الراحمین اسکو کیوں ترک کریگا۔ ہاں یہ شبہ ہوگا کہ عاصی کو عقاب کیوں کیا جاتا ہے تو یوں
سمجھنا چاہیے کہ اسکو جو سزا دیجائیگی اسکی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آقا کی حکم عدولی کی جسکی وجہ
سے آقا کی اہانت ہوئی اس اہانت کے باعث وہ سزا کا مستحق ہوا کہ ایسے محسن حقیقی کی اہانت
کو تو نے کیوں گوارا کیا اسی طرح کفار کی مضرت بھی ان کے برے خیالات کی طرف منسوب ہے کہ انھوں
برائی و خرابی کو کیوں پسند و اختیار کیا۔ نیز یہ تکلیف استغراق فی معرفۃ اللہ تعالیٰ اور فنائی عظمۃ
اللہ تعالیٰ سے قلب کو مانع نہیں ہے اسلئے کہ معرفت و صفات خداوندی اور اس کے افعال میں
تفکر کرنا تکلیف ہی کے اغراض میں سے ہے جتنی شرعی تکلیفیں ہیں سب اسی کی طرف داعی اور
ایسی صلاح معاش کا وسیلہ ہیں جو صفاء اوقات پر معین ہے۔ اور ایسی تشویشات سے نجات
ہو جاتی ہے جنکے ساتھ مشغول ہونا شغل تکلیف پر فضیلت رکھتا ہے پس ان جملہ مقدمات و تقریر
سے ثابت ہو گیا کہ بعثت اپنے لازم کے اعتبار سے بھی محال نہیں ہے اور یہی مدعا تھا۔

چوتھی تنبیہ شرائع میں بہت سے ایسے احکام ہوتے ہیں جنکے مشروع ہونے کی حکمت عقول
قاصرہ پر ظاہر نہیں ہوتی اسی بنا پر ان کو احکام تعبدیہ کہتے ہیں۔ ایسے احکام کے مشروع ہونے میں
مصلحت یہ ہوتی ہے کہ جس وقت نفس کو ان کی حکمتیں معلوم ہو جائیں گی تو اس کی تابعداری
فقط امتثال حکم خداوندی کے لحاظ سے نہ ہوگی بلکہ اس حکمت و مصلحت کے اعتبار سے بھی انقیاد ہوگا
تو ممکن ہے کہ بسا اوقات نفس کو اعجاب حاصل ہو اور خیال پیدا ہونے لگے کہ میں بھی ذی قوت
اور راسخ العلم ہوں اور جب احکام کی حکمتیں معلوم نہ ہونگی تو اسکی اطاعت صرف امتثال امر کے
لحاظ سے ہوگی اور وہ اعجاب و غرور نفس کا باطل ہو جائیگا جو حکمتیں معلوم کرنیکے وقت ہوتا پس عدم
علم کی صورت میں اسکی تکلیف میں آزمائش علی وجہ الکمال ہوگی اور ظاہر ہو جائیگا کہ اوامر و نواہی

کی اطاعت میں نفس کسدرجہ تک منقاد ہے۔ اسلیئے کہ خلقتاً نفس ایسی چیزوں سے انکار کرتا ہے جنکی حکمت کا اُسکو علم نہو۔ اور ممکن ہے کہ اُن احکام میں دوسری حکمتیں اور مصلحتیں بھی ہوں جنکا علم بجز خداوند تعالیٰ اور راسخین فی العلم کے اور کسی کو نہو تو اطاعت امتثال امر کی وجہ سے کرنی ہوگی۔ جو شریعتیں صادقہ حقہ ہیں اُن میں ہرگز ایسے احکام نہیں پائے جاتے جنکو حس یا براہین قطعیہ باطل کردیں۔ ہاں اگر بعض شرائع میں ایسے احکام پائے جائیں تو اُن کی دو صورتیں ہیں اگر اُن کا ثبوت شارع سے بطریق تواتر کے جو جامع للشرائط ہے ہو تو اُن کی تاویل کرکے محامل حسنہ پر محمول کردیئے جائیں گے ورنہ رد کردیے جائیں گے اور کہنا پڑیگا کہ یقیناً یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تاکہ اعتبار کرکے اُن کو معمول بہا بنایا جائے بلکہ یہ ناقص العقل حضرات کے اختراعات اور اُن کی سنتوں میں سے ہیں۔

پانچویں تنبیہ۔ مغیبات گذشتہ اور آیندہ پر جی کے مطلع ہوجانیکا فلاسفہ بھی انکار نہیں کرتے کیونکہ اُن کے مذہب کے مطابق نفوس انسانیہ مجرد عن المادۃ اپنی ذات کے اعتبار سے ہیں مادہ میں حلول نہیں ہے بلکہ لامکانی ہیں اور اُن کو تجرد میں مبادی عالیہ یعنی عقول ونفوس سماویہ کے اتصال حاصل ہے جنمیں اُن اشیا کی صورتیں منقش ہوتی ہیں جو اس عالم حادث (فانی) میں پیدا ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ وہ بذواتہا ہیں پس نفس انسانی کبھی بواسطہ جنسیت کے اُن مبادی عالیہ کے ساتھ باتصال معنوی متصل ہوجاتا ہے اور اُن صورتوں کا جو مبادی عالیہ میں مرتسم ہیں مشاہدہ کرنے لگتا ہے پس نفس میں وہ صورتیں مرتسم ہوجاتی ہیں جن کے انتقاش کے واسطے وہ مستعد ہوتا ہے جیسے ایک شفاف آئینہ کسی منقش آئینہ کے مقابل رکھا جاوے تو وہ نقوش جو نقش آئینہ میں موجود ہیں اُس شفاف آئینہ میں منعکس ہوجاتے مگر اتنے ہی جتنا کہ وہ آئینہ مقابل ہوگا۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ حوادثات کی وہ تمام صورتیں جو مبادی عالیہ میں منقش ہیں نفس میں مرتسم و منقش ہوجائیں کیونکہ ہر صورت کے قبول کرنے کے واسطے ایک خاص استعداد کی ضرورت ہے جو اُس صورت کو ارتسام کے واسطے خاص کرے پس تمام صور کو نفس کا مرتسم ہونا ضروری نہیں اور تجربہ و سماعت دونوں اس امر پر شاہد ہیں کہ اتصال ایسے نفس میں پایا جاتا ہے جسکے شواغل کم ہوں اور کمی کی کئی صورتیں ہیں یا تو

مجاہدات کی ریاضت سے نفس کے شواغل کم ہوجاتے ہیں یا کوئی مرض ایسا لاحق ہوجائے جو نفس کو شواغل بدن اور استعمال آلات سے غافل کردے یا ایسی خواب لاحق ہو جسکی وجہ سے انکے احساسات ظاہریہ منقطع ہوجائیں پس جبکہ یہ اتصال مرتاض ۔ مریض اور نائم میں پایا جاتا ہے تو اس اتصال کا نبی کے حق میں کیسے انکار کیا جاسکتا ہے حالانکہ نبی کا نفس باعتبار اشخاص بالا کے نہایت تقدس اور غایت رفعت میں ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ نبی اس اتصال میں دوسروں سے امتیازی شان رکھے کہ اُس کا اتصال بغیر مرض ونوم اور بدون ریاضت کے ہو پس کوئی استبعاد نہیں کہ مغیبات گذشتہ وآئندہ پر نبی کو اطلاع حاصل ہوجائے یہی حق بھی ہے ۔

چھٹی تنبیہ ۔ نبی سے ایسے افعال کا صادر ہونا جو خارق للعادۃ اور اُس کے خلاف ہوں فلاسفہ کے نزدیک بھی مستبعد نہیں کیونکہ بدن کے ساتھ نفس کا علاقہ ۔ علاقہ تدبیر وتصرف کا ہے نہ حلول وانطباع کا ۔ مواد بدنیہ میں نفس کی تاثیر ثابت ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شرمندگی کیوقت سرخ اور خوف کے وقت زرد اور غضب کے وقت گرم ہوجاتا ہے ۔ بلند جگہ سے جبکہ عریض نہو گرتا ہے پشت سے نہیں گرتا اگرچہ چلنے کی جگہ چوڑائی میں بلند مقام سے کم ہو چنانچہ مشاہد ہے پس جبکہ ارادے اور تصورات ہر نفس کے بغیر حلول وانطباع کے اپنے اپنے اثر کنندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ بعض نفوس قدسیہ ایسے قوی ہوں کہ فقط ارادہ اور تصور سے بغیر استعمال کرنے کسی آلہ کے اپنے بدنوں کے علاوہ دوسرے جسموں میں تصرف کریں بلکہ جملہ عناصر میں وہ تصرف کرسکیں خصوصاً اُس عنصر میں جسکے ساتھ اُس کے مزاج کو زیادہ مناسبت ہے اُس کا تصرف کسی طرح بھی مستبعد نہیں ہوسکتا ۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ یہ عالم حرکات وسکنات میں بمنزلہ بدن منقاد کے اُس نفس کا منقاد ہوجائے اور اُس کے ارادہ سے زمین میں ہوجائیں ۔ زلزلے ۔ احتراق غرق ظالم شخصوں کا ہلاک ہوجانا ۔ فاسد شہروں کا خراب ہوجانا ۔ پتھروں سے پانی جاری ہوجانا وغیرہ وغیرہ من الخوارق پیدا ہوجائیں تو کچھ بعید اور عقلاً محال نہیں ۔ بلکہ ایسے امور کا ظہور صلحاء ۔ اولیاء اور اہل ریاضت سے ہر زمانہ گذشتہ میں ہوچکا ہے تو نبی سے ظاہر ہونا بھی کسی طرح مستبعد نہیں بلکہ قرین قیاس ہے ۔

ساتویں تنبیہ جسوقت مدعی نبوت کے ہاتھ پر کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو اُس کے سچے ہونے پر اللہ تعالیٰ علم بدیہی اور یقین قطعی پیدا کر دیتا ہے چنانچہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری بھی ہے پھر احتمالات محضہ اور تجویزات عقلیہ صرفہ اُس علم کے منافی نہیں ہوتے اسلئے کہ یہ احتمالات علوم عادیہ بدیہیہ ضروریہ قطعیہ کے منافی نہیں مثلاً کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں ایک جماعت کثیرہ کے سامنے دعویٰ کرے کہ میں اس بادشاہ کا قاصد و رسول ہوں تمھارے پاس اُسکا حکم لیکر آیا ہوں اور اُس جم غفیر نے اُس کے رسول ہونے پر اُس سے حجت طلب کی تو وہ مدعی یہ کہتا ہے کہ میرے رسول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میری تصدیق کے واسطے بادشاہ اپنی عادت کے خلاف کریگا اور بادشاہ سے اُس نے کہا کہ اپنی عادت کے خلاف تخت سے اُٹھ کھڑا ہو پھر بیٹھ جا اسی طرح تین مرتبہ کر تاکہ حاضرین اس امر کا یقین کرلیں کہ میں تیرا رسول ہوں بادشاہ نے اُس کے کہنے کے مطابق کیا تو بادشاہ کا یہ فعل اُسکی تصدیق کے قائم مقام ہو جائیگا اور حاضرین کو بغیر کسی شک و شبہ کے اُس مدعی کے سچے ہونیکا علم یقینی حاصل ہوگا اگرچہ وہ بادشاہ ظالم، کاذب ہی کیوں نہو اور اپنی رعیت کے گمراہ ہو جانے اور اپنے رسول کے استہزا کی پروانہ کرتا ہو مگر حاضرین کو قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے اور ان احتمالات عقلیہ صرفہ کی طرف التفات نہیں کیا جاتا اسی طرح اُس علم ضروری میں احتمالات محضہ کا اعتبار نہیں۔

آٹھویں تنبیہ۔ تواتر جسوقت اُن شرطوں کا جامع ہو جنکی تفصیل علم اصول میں کی گئی ہے تو علم بدیہی یقینی کا مفید ہوتا ہے اسلئے کہ بلاد بعیدہ اور اشخاص ماضیہ کے علم کا طریق سوائے تواتر کے اور کوئی چیز نہیں ہے تو جو چیز تواتر سے ثابت ہوگی اُس کے علم میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا پس جس شخص نے کسی نبی کے معجزہ کا مشاہدہ کیا ہے تو اُس کو اُس نبی کے سچے ہونیکا علم مشاہدہ سے حاصل ہو جاتا ہے اور جس نے مشاہدہ نہیں کیا مگر اُس تک اُسکی خبر بذریعہ تواتر جامع للشروط کے پہنچی تو اُسکو بھی علم حاصل ہو جائیگا پس مسلم کا حاصل ہونا ایسے شخص کو بھی بے شک ممکن ہے جس نے معجزہ کا مشاہدہ نہیں کیا۔

نویں تنبیہ۔ عقل کے نزدیک بواسطہ فرشتہ کے جو محسوس صورت میں ہو وحی کا نازل ہونا اور اس سے کلام سننا مستبعد نہیں ہے اگرچہ ظاہر کلام فلاسفہ کے لحاظ سے ملائکہ کی رویت اور ان سے سماع کلام

ومکالمت متصور نہیں کیونکہ اُن کے نزدیک مراد ملائکہ سے ذوات مجردہ ہیں اجسام مراد نہیں لہذا رویت نہیں ہوسکتی لیکن ملائکہ کے مصور بصورت محسوسہ ہونے اور اُن سے کلام سننے کے فلاسفہ کے نزدیک معنی یہ ہیں جیسا کہ اُن کی کتابوں میں مشرح ہے کہ قوت متخیلہ معقول مرتسم کو محسوس کا لباس پہنا دیتی اور حس مشترک میں منقش کر دیتی ہے جسطرح خارج سے محسوسات اسمیں منقش و مرتسم ہو جاتے ہیں اسی بناپر بعض اوقات سونے والے کو خواب میں نظر آتا ہے کہ کوئی شخص کلام منظوم کے ساتھ اُس سے کلام کر رہا ہے جو معانی صادقہ پر دال ہے۔ اور چونکہ عالم حس کی طرف نبی کے نفس کو التفات کم ہوتا ہے بایں وجہ شواغل بدنیہ سے خالی ہوتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا اتصال عالم قدس کے ساتھ اسکو ہوتا ہے اسلئے با آسانی عالم قدس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اُسکی قوت متخیلہ نہایت شدت میں ہوتی ہے۔ عالم غیب سے علوم حاصل کرنے میں قوی ہوتی ہے ظاہر کی جانب اُسکی توجہ بہت ہوتی ہو قوت مصورہ اُسکی کبھی نافرمانی نہیں کرتی اور نہ محسوسات قوت متخیلہ کو اُس کے افعال خاصہ سے غافل کر سکتے ہیں۔ پس نبی کا نفس بیداری میں جسوقت عالم قدس کے ساتھ منجذب و متصل ہو جاتا ہے تو معقولات کا مثل محسوسات کے مشاہدہ کرنے لگتا ہے اُسوقت عقول[1] مجردہ خصوصاً عقل عاشر جسکو عالم عناصر کے ساتھ زیادہ اختصاص ہو اُس نبی کے حس مشترک میں ایسی صورتوں اور اشباح کو منقش و مصور کر دیتی ہے جو اُس نبی سے خطاب کرتی اور اسکو ایسا کلام سناتی ہیں جو منظوم اور معانی مطابقہ للواقع پر دلالت کرتا ہے اور اُسکی تلاوت کیجا سکتی ہے اور یاد کر لیا جاتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی جانب سے ہوتا ہے پس اسمیں صورت موجودہ کا تخیل ہوتا ہے نہ ایسی چیزوں کا جنکا وجود بالکل نہیں جیسے مجنونوں اور مریضوں کا تخیل صور ہوتا ہے لہذا دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے اور بسا اوقات یہ اتصال و انجذاب نبی کی صفت راسخہ ہو جاتا ہے تو پھر اُسکی ادنیٰ توجہ سے یہ انجذاب حاصل ہو کر مشاہدہ صور کا ہونے لگتا ہے پس عقلاً وحی کا نزول اور مکالمت فرشتوں کی محال نہیں ہے۔

۱۲

[1] یہ شرع میں ثابت نہیں غالباً یہ کلام علی سبیل الالزام ہے جسکا حاصل یہ ہو کہ جس طرح تمھارے نزدیک عقول خصوص عقل عاشر سے ایسا ممکن ہو تو اگر کوئی شخص ملائکہ خصوصاً جبرئیل علیہ السلام کیلئے اسکا قائل ہو تو استبعاد کیا ہے۔ اشرف علی۔

(جیساکہ معترض نے اپنے بعض مضامین میں دعوی کیا ہے دیکھو النظامیہ بابت ماہ جنوری ۱۹ء)
اس جواب سے معترض کے اعتراض کا ایک دوسرا جواب بھی نکل آیا وہ یہ کہ اگر بالفرض شگون کو معنی
لغوی بھی مان لیا جاوے تب بھی معترض کا اعتراض صحیح نہیں کیونکہ شگون سے مراد ہر شگون
نہیں ہے بلکہ بعض شگون مراد ہیں (دلیل اسکی یہ ہے کہ کتابوں سے فال لینا اسمیں داخل
نہیں کیونکہ اسکو الگ بیان کیا گیا ہے) اور جبکہ کل شگون مراد نہیں ہیں تو اب یہ دعوی نہیں
کیا جاسکتا کہ فال شرعی اسمیں داخل ہے اور مولانا نے اسکو منع کیا ہے کیونکہ اسوقت عبارت
بہشتی زیور کے معنی یہ ہیں کہ بعض شگون لینا شرک وکفر کی باتوں میں داخل ہے سو یہ صحیح ہے
رہا یہ امر کہ وہ کونسا ہے سو اس بارہ میں عبارت مجمل ہے اس لئے اس میں توضیح کی ضرورت ہے
لیکن اسکو غلط نہیں کہا جاسکتا اور رابعاً اسلئے کہ معترض نے اس اعتراض میں بھی اپنی تخریج
اصول سے کام لیا ہے جسکا ہم اول تذکرہ کر چکے ہیں یعنی اس سے جہانتک ہو سکا حضرت مولانا
کی عبارت کو غلط محمل پر محمول کر کے اسپر اعتراض کیا ہے چنانچہ اول اس نے معنی متفاہم عند العوام
کو چھوڑ کر شگون کو اپنی طرف سے لغوی معنی پر محمول کیا اور پھر اپنی طرف سے اس کے کلیت کا
دعوی کیا اور جب کہ اس کے شریر نفس نے یہ سامان تیار کر دیا تو اس نے اعتراض کر دیا کہ مولانا
نے فال شرعی کو ناجائز بتلایا نعوذ باللہ من ہذا الجہل والعناد الحاصل اس تمام تفصیل سے ثابت
ہوا کہ بہشتی زیور کا مسئلہ شگون بالکل صحیح ہے اور اس میں کسی اہل علم کو کلام نہیں بجز ان لوگوں کے
جنھوں نے تخریب دین پر کمر باندھ رکھی ہے۔

١٣٧

تحقیق (۱۹) متعلق فال

بہشتی زیور میں کفر و شرک کی باتوں کے ضمن میں لکھا تھا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھکر
اس کو یقینی سمجھنا۔ اسپر معترض صاحب نے یوں اعتراض کیا ہے کہ بزرگ کے کلام سے فال دیکھکر
اسکو یقین کرنا کفر بتایا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اسمیں فال کی وجہ سے کفر آیا ہے۔ یا یقین کی وجہ سے
اگر فال کی وجہ سے کفر ہے تو جیسا کہ ہم آگے ثابت کرینگے۔ ہر فال لینا کفر نہیں ہے۔ اور اگر یقین
کی وجہ سے ہے۔ تو مابہ الامتیاز ظن اور شک کی صورت میں کیا ہے۔ پھر ایک امر اور دریافت طلب ہے

کہ آیا یقین سے مراد وہ مرتبہ علم ہے۔ کہ مطابق واقعہ اس حد تک پہنچا ہو۔ کہ جانب مخالف کا وہم بھی نہو۔ اور تشکیک مشکک سے بھی زائل نہو۔ تو اس صورت میں مطابق واقع اعتقاد سے کفر کیسے ہے اور اگر ظن وغیرہ سب کو شامل ہو۔ کما عند اصحاب الاصول۔ تو ظن کی صورت میں بھی شرک لازم آیگا۔ حالانکہ وہ مولانا کے اعتراف سے کفر و شرک نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چلکر مولانا کی عبارت پیش کرینگے بہت سے حضرات ہمارے مفصلہ بالا تقریر کو دلائل منطقیہ خیال کرینگے۔ ہم اُن کے اطمینان کے لئے ذیل میں احادیث لکھتے ہیں۔ جس میں فال نیک لینے کی اجازت شارع علیہ السلام سے آئی ہے (اُسکے بعد فال کے جواز کے متعلق احادیث لکھتے ہیں۔ اُس کے بعد کہا ہے) اسی طرح اور بہی احادیث ہیں۔ جو صراحۃً فال نیک بطریقۂ مذکورہ کو جائز بتاتی ہیں اور علمائے اقوال بہی اسکے اباحت پر دال ہیں مگر ہم بخیال طوالت سب کو تحریر نہیں کرتے۔ آخر میں خود حضرت مولانا یعنی مؤلف کتاب کی عبارت نقل کرتے ہیں امداد بابت ماہ صفر ۳۵ھ مضمون عذر نکاح جدید استخارہ کے ساتھ دینی کتابوں سے تفاول بھی کیا گو میں تفاول کو موثر نہیں سمجھتا۔ اور نہ ایسا سمجھنا جائز ہے۔ مگر محض تقویت رجار کے لئے ایسا کیا۔ توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر می کنند۔ اس سے تو ایک بار نہیں چند بار شگون لینا۔ بزرگوں کے کلام سے فال نیک لینا ثابت ہوا۔ رہا یہ کہ آپ فال کو موثر نہیں سمجھتے تو یہ بیشک سچ ہے کہ موثر حقیقی فال کو سمجھنا ناجائز ہے۔ مگر فال یعنی شگون نیک یقیناً کیسے شرک و کفر ہوا۔ فانظر بعین الانصاف ولا تکن من المجادلین (النظامیہ بابت ماہ مارچ ۱۸ء)

تنقید

مسلمانو۔ تم اس مضمون کو اول سے آخر تک پڑھو۔ اور غور کرو۔ کہ معترض باوجودیکہ حضرت مولانا مدظلہم کو منافقانہ طور پر فخر اللاحقین بالمہرۃ السابقین تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مگر باوجود اپنے اس دعوی تسلیم کے ان کے مقابلہ میں کسقدر بیباکانہ اور گستاخانہ انداز سے گفتگو کرتا ہے اور ایک ایسے جلیل القدر مقتدا پر جنکو آج حق سبحانہ نے محض اپنی فضل و کرم سے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ اگر آج اسکے بزرگ زندہ ہوتے تو شریعت ان کو بہی ان کی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ حسن ادب

کے لئے مجبور کرتی۔ کسقدر بیجا حملے کر رہا ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا یہ دعوی
کہ ہم مولوی اشرف علی صاحب کو فخر اللاحقین بالمہرۃ السابقین جانتے ہیں اور بخدا ہمکو مولانا سے
کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔ منافقانہ دعوی اور اس کے قسم منافقین کی قسموں کے قبیل سے نہیں ہے
اور کیا کوئی کہسکتا ہے کہ ایک ایسے شخص کو جسکی جہالت کو اس کے جلاد آفتاب سے زیادہ روشن
کر رہی ہے۔ ایک ایسے مقتدا پر جسکا فضل و کمال اسقدر بدیہی ہے کہ معترض بیحاندہ مکابر بھی انکار
نہ کر سکے اور گو دل سے نہیں مگر زبان سے اقرار کرے کہ ہم مولوی اشرف علی صاحب کو فخر اللاحقین
بالمہرۃ السابقین جانتے ہیں علم کا دعوی کر کے اسقدر بیباکانہ اور گستاخانہ گفتگو کا حق ہو سکتا ہے
پس اس سے تم ان کے دعووں کی حقیقت سمجھ سکتے ہو۔ اور جان سکتے ہو کہ دعوی اصلاح و نیک
نیتی وغیرہ وغیرہ محض فریب ہیں اور اصل مقصود ان کا عوام کو دھوکا دیکر ان کے دین و ایمان
مال و جاہ پر قبضہ کرنا ہے اور کچھ نہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرور انفسھم۔ اس تنبیہ
کے بعد ہم معترض صاحب کی جہالتوں کو روشن کرتے ہیں (۱) اس نے کہا ہے کہ پھر بزرگ
کے کلام سے فال دیکھکر اس کو یقین کرنا کفر بتلایا گیا ہے آہ۔ اس نقل میں اس نے خیانت سے
کام لیا ہے اسکو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ پھر بزرگ کے کلام سے فال دیکھکر یقین کرنا کفر و شرک
کی باتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ ان دونوں عنوانوں میں جو فرق ہے وہ مخفی نہیں کیونکہ عنوان اول
نص ہے۔ فعل مذکور کے کفر ہونے پر اور عنوان ثانی نص نہیں ہے بلکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے
کہ وہ خود کفر نہ ہو بلکہ اس کو کفر سے ایک خاص تعلق ہو۔ اور بہشتی زیور کا مدلول عنوان ثانی ہے
نہ کہ عنوان اول لہذا یہ نقل میں صریح خیانت ہے جو کہ معترض کے جہل یا خبث طینت پر دلالت
کرتی ہے (۲) اس نے کہا ہے کہ معلوم نہیں کہ اسمیں فال کی وجہ سے کفر آیا ہے یا یقین کی وجہ
سے اگر فال کی وجہ سے کفر ہے تو جیسا کہ ہم آگے ثابت کرینگے ہر فال لینا کفر نہیں ہے اور اگر یقین
کی وجہ سے ہے تو مابہ الامتیاز ظن اور شک کی صورت اور یقین کی صورت میں کیا ہے اھ مجتہد
صاحب اگر آپ بہشتی زیور کسی سمجھدار شخص سے پڑھ لیتے تو اچھا ہوتا کیونکہ اول تو آپ کی سمجھ ہی
ماشاءاللہ بہت اچھی ہے پھر حسد و عناد نے اس کو اور بھی چار چاند لگا دیئے۔ تو آپ خود اسکو
کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ جناب اصل بات یہ ہے کہ بزرگوں کے کلام سے فال لینے والے حضرت

۱۳۹

مولانا کے نزدیک دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو اسکو فال شرعی کی حد میں رکھتے ہیں اور
محض تقویت رجا کے لئے فال لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو اسکو حد شرعی سے بڑھا دیتے ہیں۔ سو
اول قسم کے لوگوں کیلئے تو کچھ کہنے کی حاجت نہ سمجھی گئی۔ رہے دوسری قسم کے لوگ سو وہ لوگ
ہیں جو اہل اللہ کے بارے میں غلو رکھتے ہیں۔ اور فال اس غرض سے دیکھتے ہیں کہ بزرگ موصوف
ہمکو اپنی تصرف سے واقعہ غیبی پر مطلع کردیں اور جب فال نکلتی ہے تو سمجھ لیتے ہیں کہ بس یوں ہی
ہوگا۔ پس چونکہ یہ لوگ فال دیکھکر اسپر یقین لاتے ہیں اور یہ یقین مبنی ہوتا ہے اسپر کہ اولیاء اللہ
کو علم غیب ہے جو کہ شرک ہے اس لئے حضرت مولانا مدظلہم العالی نے انکی اصلاح کیلئے تحریر فرمایا ہے کہ
کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھکر یقینی سمجھنا (جیسا کہ غلاۃ کیا کرتے ہیں) شرک و کفر کی بات
ہے کیونکہ وہ مبنی ہے اعتقاد علم غیب لاولیاء اللہ پر جو کہ شرک ہے) اھ مع التوضیح لیجئے آپکی
ساری منطق کا خاتمہ ہوگیا اور اب ساری اگر مگر ھباء منثورا ہوگئی فھل تری لہ من باقیہ
مسلمانوں ذرا غور کرو کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے بدعت کے معنی سمجھائے اور اسکی برائی جتلائی
تو معترض نے تعمق نظر سے اسقدر کام لیا کہ اسکے منشا تک پہونچے اور کہا کہ اس سے انکا مقصود بدعات
مروجہ کا قلع قمع ہے لیکن جب مسئلہ فال تک پہنچے تو اسکے منشا کو بالکل نظر انداز کردیا اور ظاہر
الفاظ پر نظر کرکے اگر مگر شروع کردی آپ سمجھے کہ اس فرق میں کیا راز ہے لیجئے ہم بتلاتے ہیں
وجہ اسکی یہ ہے کہ مسئلہ بدعت میں منشا پر نظر کرنا معین تھا اعتراض میں اسلئے وہاں اسپر نظر کی اور
مسئلہ فال میں منشا پر نظر کرنا اعتراض کا قلع قمع کرنا تھا اسلئے یہاں اسے نظر انداز کردیا آپ نے
دیکھا یہ ہیں ان مجتہد صاحب کے داؤ پیچ جن سے حضرت مولانا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کام لیا
جاتا ہے اس سے آپ ان کے مکنونات قلبیہ کا پتہ لگا سکتے ہیں (۳) انھوں نے لکھا ہے
پھر ایک اور امر دریافت طلب ہے کہ آیا یقین سے مراد وہ مرتبہ علم ہے کہ مطابق واقع اس حد تک پہونچا
کہ جانب مخالف کا وہم بھی نہ ہو اور تشکیک مشکک سے زائل بھی نہ ہو تو اس صورت میں مطابق
واقع اعتقادی کفر کیسے ہوا اور اگر ظن غیرہ سبکو شامل ہے کما عند اصحاب الاصول تو ظن کی صورت میں بھی شرک لازم آئیگا حالانکہ وہ
مولانا کے اعتراف سے کفر و شرک نہیں ہے جیسا کہ ہم آگے چلکر مولانا کی عبارت پیش کریں گے اھ
اسمیں چند وجوہ سے بحث ہے اولاً معترض نے یقین کی تعریف ایسے عنوان سے کی ہے جس سے

(باقی آئندہ)

۱۴۰

قطعہ تاریخ وفات والدہ ماجدہ مرحومہ نتیجہ کلک مولانا ممتاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جو مغفورہ خاتون تھی نیکو شیم — ہوئی زیب فردوس دار النعیم
ندا ارجعی فادخلی کی سنی — ہوا ختم یٰس پہ جب ختم دم
بہشت بریں میں ہوئی جلوہ گر — پرستار حوریں تو غلماں خدم
دل اُس کا تجلیگہ کعبہ تھا — اور اُسمیں تھی توحید شمع حرم
صلوٰۃ اُسکو تھی قرۂ باصرہ — غذا روح کی صوم فرض اہم
خدا بہر غفران و رضوان ہے بس — برائے شفاعت شفیع الامم

پسندیدہ بخشش ہے سال رحیل — اسی طرح ہے فوز باغ ارم
۳۷ ۱۳ھ — ۳۷ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ حضرت عم امجد حاجی صدیق احمد صاحب نوشتہ قلم مولانا ممتاز احمد صاحب

آہ صدیق احمد دیندار — زائر کعبہ کر گئے رحلت
زاہد و عابد و صبور و شکور — صادق ان پہ ہر اک حمیدہ صفت
بہر تعمیل ساد عوا اُٹھتے — فعل خیرات میں بڑی سرعت
راز الصوم لی سے واقف تھے — عاشق صوم تھے وہ خوش نیت
اے خدا دے اُنھیں تو اجر جزیل — باغ جنت نشیمن اُن فرحت
کردے اُن کو بھی فرد صدیقاں — نام صدیق کی ہو یہ برکت
ابنہ صالح رفیق احمد — الولد سر کی ہے بجا صورت
بس کر اے خامہ گہر تحریر — فکر تاریخ کی ہے یہ ساعت

جنداسال میں تفاؤل ہے — اول روز داخل جنت
۴۸ ۱۳ھ

الملتمس احقر محمد میاں بن منشی رفیق احمد مالک امداد المطابع تھانہ بھون

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے امسال بوجہ گرانی کاغذ ۓ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلیو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلیو ہوگا۔ امسال ۓ کا ویلیو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۷ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدد کرکے معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ہ دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۷

۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

وفی الحدیث عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و اتباعاً للحدیث کہ دال است بر تدریج و بہ نسبت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتملہ شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیرت و مکتوبات خیرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و تصحیح الاغلاط فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است با جمال آں از افادات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہ کہ ملقب بہ صحیفہ شخصیت بہ تبرک بنام نامیش نیز و تا سعہا الاشتہارات از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضلاء

عدد (۴) بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ ہجری	جلد (۶)

باہتمام و ادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدیر شبیر احمد نام		یافتہ امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شوال المکرم ۳۸ھ

:(جو):

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرتے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا + (مدیر رسالہ)

لیے اطمینان سے فرماتے ہیں کہ میں تو یہ جواب دیدونگا کہ آنکس کہ ربود ایں دل دیوانۂ ما، تو یہ سارا اطمینان بقاء عقل ہی کے ساتھ ہو سکتا ہے اس لئے اُس صوفی نے یہ کہا کہ بھائی سالک کا رتبہ بڑا ہے کیونکہ اسکی عقل باقی رہتی ہے جسکی بدولت اُسکو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات ہو جاتی ہے

سالک سے خلق کو ہدایت ہوتی ہے اور مجذوب محض اپنے کام کا ہوتا ہے

لیکن اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ انبیاء تو سب کے سب کامل العقل ہوئے اور صوفیہ میں جو کہ انبیاء ہی کے نائب ہیں کچھ سالک یعنی کامل العقل اور کچھ مجذوب یعنی جنکی عقل غلبہ حالات سے مغلوب ہو گئی ان میں یہ دو قسمیں کیوں ہوئیں سو اسکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو سب کے سب ارشاد و تربیت کی غرض سے بھیجے گئے تھے اسلیئے اُن کا کامل العقل ہونا ضروری تھا کیونکہ اس کے بغیر تربیت نہیں کر سکتے تھے اور اولیاء بعضے تو ارشاد خلق کی غرض سے پیدا ہوتے ہیں اُنکو تو سلوک کا مرتبہ عطا ہوتا ہے تاکہ بقاء عقل کے ساتھ تربیت کا کام انجام دے سکیں اور یہی لوگ ہیں جنکو ورثۃ الانبیاء کہا جاتا ہے اور بعضے محض اپنے ہی کام کیلئے پیدا ہوتے ہیں اُن کے متعلق تربیت نہیں ہوتی مجذوبین ان ہی میں ہوتے ہیں گو بعض غیر مجذوبین بھی ایسے ہوتے ہیں اُن کی یہ شان ہوتی ہے کہ ؎

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار	دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

بخلاف سالکین کے کہ اُنکی حالت اِن کی حالت کے بالکل خلاف ہے اُن کی یہ حالت ہے کہ

ع خاص کند بندہ مصلحت عام را

مجذوبین کے فیض کا غیر اختیاری ہونا

ہاں مجذوبین سے بھی ایک قسم کا فیض ہوتا ہے جو بلا اُن کے اختیار کے محض وجود باجود کی بدولت ہے سو اُسکے لئے بھی عقل کی ضرورت نہیں عقل کی ضرورت اُس فیض کیلئے ہے

جو باختیار ہو غیر اختیاری فیض کی مثال آفتاب کا نور ہے کہ گو آفتاب قصد نہ کرے لیکن اُسکا نور عالم کو پُرنور ضرور کرے گا اسی طرح اللہ کے نیک بندے جہاں کہیں ہوتے ہیں اُنکی برکات عالم کو منور ضرور کرتے ہیں اسی برکت کی نسبت ارشاد خداوندی ہے ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم جیسا کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے کہ بدکاروں کی بدولت اچھے لوگ تباہ وہلاک ہو جاتے ہیں۔

اس کا بیان کہ دیندار کو خدا تعالیٰ کی مخالفت پر غیظ وغضب کا ہونا لازم ہے اور یہ حمیت دین ہے نہ کہ تعصب جیسا آجکل سمجھا جاتا ہے

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس سے پہلا قاعدہ ٹوٹ گیا کیونکہ وہ اچھے لوگ جو کہ ان بدکاروں کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئے یا تو وہ صورۃً اچھے ہوتے ہیں واقع میں اچھے ہی نہیں ہوتے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاں شہر کو اُلٹ دو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اُس شہر میں فلاں شخص رہتا ہے جس نے کبھی آپکی نافرمانی نہیں کی کیا اُسکو بھی سب کے ساتھ اُلٹ دوں ارشاد ہوا کہ گو ظاہرا اُس نے نافرمانی نہیں کی مگر دوسروں کی نافرمانی دیکھکر اس میں کبھی تغیر پیدا نہیں ہوا لہذا اُسکو بھی اُلٹ دو دیکھیئے یہ شخص ظاہری حالت میں ایسا بزرگ تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی دھوکا ہو گیا لیکن واقع میں ایک بہت بڑے گناہ میں مبتلا تھا کہ اُسکو خدا تعالیٰ اور اُسکے احکام کے ساتھ محبت کا جوش ذرا نہیں تھا ورنہ یہ ممکن نہیں کہ خدا ورسول کی محبت ہو اور اُن کی مخالفت ونافرمانی دیکھکر یا شریعت کا استخفاف سُنکر اسکے دل میں مخالفین سے غیظ نہ پیدا ہو یا اُسکو اُنکی حرکات ناگوار نہوں اگر کسی دیندار کو ایسے امور ناگوار ہوتے ہیں تو اُسکو متعصب اور بدمزاج کہا جاتا ہے اور یہ رائے دی جاتی ہے کہ صاحب نرمی سے جواب دینا چاہیئے تھا مگر میں کہتا ہوں کہ کسی شخص سے یہ کہا جاوے کہ ہم نے تمھاری ماں کو بازار میں بیٹھے ہوئے اور بازاری عورتوں کی حرکات میں مبتلا پایا ہے تو کیا یہ شخص اپنی ماں کی نسبت

۳۲۰

ٹھنڈے دل سے یہ الفاظ سن لیگا اور کہنے والے پر حملہ کرنے کو آمادہ ہو جاویگا گیا اسکے اس جوش کو تعصب کہا جاویگا اسکو بھی ایسی رائے دیجاوے گی مگر مولویوں پر الزام ہے کہ یہ بہت جلد خفا ہو جاتے ہیں اور ان کی ناک پر غصہ دہرا رہتا ہے یہ بڑے متعصب ہیں لیکن صاحبو ذرا غور کیجئے اور انصاف سے کام لیجئے کوئی مولوی بھی سیدھی بات پر خفا نہیں ہوتا نہ کسی مولوی کی ناک پر غصہ دہرا رہتا ہے اگر پوچھنے کی طرح ان سے پوچھا جاوے اور بات کرنے کی طرح ان سے بات کی جاوے تو کوئی وجہ نہیں کہ مولوی غصہ کریں اور خفا ہوں ہاں جب انکے ساتھ استہزا اور خدا و رسول کے احکام پر اعتراض بطور عناد کیا جاتا ہے تو ضرور وہ بیتاب ہو جاتے ہیں اور غصہ یا بیتابی تعصب نہیں ہے یہ دین کی حمیت ہے صاحبو کیا شریعت کے احکام کی وہ عظمت اور محبت بھی دل میں ہونا چاہئے جو کہ اپنی ماں کی ہے کہ ماں کی نسبت ناگوار کلمات سنکر تو انسان قابو سے باہر ہو جائے اور اپنے آپے میں نہ رہے اور شریعت کی ہتک ہوتے ہوئے دیکھکر اسکو غصہ بھی نہ آجاوے اور جنکو غصہ نہیں آتا وہ ناحقیقت شناش ہیں اسلئے ان کو غیرت نہیں آتی کچھ دنوں اس رنگ میں اپنے قلب کو رنگو اور پھر بھی اگر یہ حالت رہے تو جانیں صاحبو محض الفاظ کے سننے سے پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ یہ کیفیت کیونکر ہو جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ اپنے اوپر یہ حالت گذری نہیں کسی نے خوب کہا ہے

۵	پرسید یکے کہ عاشقی چیست		گفتم کہ چو ما شوی بدانی

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تقلیداً ہی کہہ رہا ہوں لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جن حضرات کی تقلید اختیار کی ہے ان کو سچا سمجھتا ہوں۔

محبان حق کی کیا حالت ہوتی ہے اور اسکا بیان کہ جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہیں وہ جنت میں آپکے ساتھ رہیں گے

صاحبو ان حضرات کی غیرت کی یہ حالت تھی کہ خدا و رسول سے دور کرنے والی چیزوں کو گو وہ چیزیں انکی کیسی مرغوب و محبوب ہوں طاغوت سمجھتے ہیں حضرت طلحہ رض کا واقعہ ہے کہ

۳۲۱

وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اسمیں اڑکر آگیا اور چونکہ باغ نہایت گنجان تھا باہر نکل جانے کیلئے اس کو کوئی راستہ نہ ملا پریشان اِدہر اُدہر اُڑتا پھرنے لگا اس پرند کی یہ حالت دیکھکر حضرت طلحہ رض کے دل میں باغ کے گنجان ہونے پر گونہ مسرت پیدا ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ ماشاءاللہ میرا باغ کسقدر گنجان اور اسکے درخت ایک دوسرے کیسے پیوستہ ہیں کہ کسی پرندہ کو بھی باآسانی نکل جانے کی جگہ نہیں ملتی یہ خیال آتو گیا لیکن چونکہ دل میں عظمت و محبت خداوندی معراج کمال پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پُر برکت سے فیضیاب تھے اسلئے فوراً ہی تنبہ ہوا اور دل میں سوچے کہ اے طلحہ تیرے دل میں مال کی یہ محبت کہ حالت نماز میں تو اُدہر متوجہ ہوا آخر نماز کے بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے باغ نے آج مجھے عین نماز کی حالت میں خدا سے مشغول کرکے اپنی طرف متوجہ کر لیا لہذا اسکو میں اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا اور اس شغل عن الحق کے کفارہ میں میں اسکو وقف کرتا ہوں آخر اسکو وقف کر دیا جب دل کو اطمینان ہوا ان حضرات کی یہ شان ہے کہ اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون کہ اگر شیطان کے وسوسے سے کسی ضعیف درجہ میں بھی اُن کے قلب کو میلان الی الدنیا ہو جاتا ہے تو فوراً متنبہ ہوتے ہیں اور ایسا قلق ہوتا ہے کہ گویا ہفت اقلیم کی سلطنت اِن کے قبضہ سے نکل گئی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت نکل جانے سے بھی اتنا صدمہ نہیں ہوتا جو ان حضرات کے قلب پر اس میلان سے ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر چہ از دوست وامانی چہ کفر آں حرف چہ ایماں	ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

شاید لوگوں کو یہ تعجب ہو کہ ذرا سا خیال آجانے سے اُن کے دل پر ایسا صدمہ کیسے گذرا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اِن لوگوں کے نزدیک تمام دنیا میں شغل بحق کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتی اُن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

بر دل سالک ہزاران غم بود	گر زباغ دل خلالے کم بود

ایک خلال اتنا قیمتی ہے کہ دنیا تمام اس پر فدا ہے اور دنیا تو اُن کو کیا مطلوب ہوتی عالم آخرت کی طرف بھی ان حضرات کی توجہ صرف اس لئے ہے کہ وہ انکے مطلوب یعنی حق

۳۲۴

کا محل ہے ورنہ ان کی یہ شان ہے کہ ؎

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا	بے تو جنت دوزخ است ای دلربا

اور مولانا یہ بھی فرماتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق کای فتے	تو بغربت دیدہ بس شہرھا
پس کدامی شہر ازانہا خوشترست	گفت آں شہرے کہ دروی دلبرست

جنگل میں اگر محبوب کا ساتھ ہوجاوے تو ہزار آبادی سے بڑھکر ہے شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ اقوال غلبہ حالات وولولہ محبت کے ہیں کوئی واقعی تحقیق نہیں ہے تو یاد رکھو کہ اسکے بارہ میں نص موجود ہے حدیث میں ایک صحابی حضرت ثوبان کا واقعہ آیا ہے کہ وہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر ہم جنت میں گئے بھی تو ہمکو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہوسکتا جو درجہ آپکا ہوگا اور جب ہم اس درجہ میں نہ پہنچ سکیں گے تو آپ کے دیدار سے محروم رہیں گے اور جب آپکا دیدار نصیب نہ ہوگا تو ہم جنت کو لیکر کیا کریں گے حضور نے یہ سُنکر سکوت فرمایا آخر وحی نازل ہوئی کہ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الآیہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تسلی فرمائی یعنی یہ ضرورت نہیں کہ اس درجہ میں عارضی[؎] طور پر پہنچنے کے لئے اسی درجہ کے اعمال کی ضرورت ہو صرف اتباع اور محبت نبیؐ کافی ہے جیسے دربار شاہی میں خدمتگار محض معیت و خدمت شاہ کی وجہ سے دیگر رؤسا سے پہلے پہنچتا ہے اسلئے مع الذین فرمایا آگے ذلک الفضل میں تصریح بھی فرمادی ہے کہ اسکو اپنے اعمال کا اثر مت سمجھنا یہ محض فضل ہے اور واقع میں اگر غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ ہمارا دین اور ایمان ہماری دنیا اور سب سامان ہماری نماز ہمارا روزہ ہمارا ثواب درجات جو بھی کچھ ہے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طفیل ہے چنانچہ ان آیات کے شان نزول کے انضمام سے صاف معلوم ہوتا ہے جنمیں ارشاد ہوتا ہے ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما اسکا یا تو یہ مطلب ہے کہ اسمیں تمھارا کوئی کمال نہیں یہ محض فضل خداوندی ہے کہ تمکو ایک بہانہ محبت

۳۲۴

؎ اور عارضی طور پر اسلئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں استقرار او مقام کون جاسکتا ہے البتہ زیارت کیلئے رسائی ہوا کریگی جیسے دنیا میں مسکن ہر ایک کا جدا ہوتا ہے لیکن ملاقات کیلئے دوسرا بھی آجاتا ہے ۱۲ منہ

باریابی کی دولت نصیب ہوگئی اور یا یہ مطلب ہے کہ ذلک الفضل سے بعض مغلوب الیاس لوگوں کی ناامیدی دور کرنا ہے کہ شاید کسی کو یہ خیال ہو جاوے کہ ہمارے ایسے نصیب کہاں کہ ہم اس درجہ تک پہنچ سکیں تو انکی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ اگرچہ تم اس قابل نہیں لیکن نعمت تمہارے اعمال کی جزا نہیں ہے کہ تم ان پر نظر کرکے اس نعمت سے مایوس ہو جاؤ یہ تو محض خدا تعالیٰ کا فضل وجود ہے جسکے لئے تمہارے اعمال کامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے سبحان اللہ قرآن پاک بھی کیا عجیب چیز ہے کہ دو متعارض شبہے ایک عجب دوسرا یاس اور ایک جملہ میں دونوں کا جواب خواہ یوں کہلو خواہ یوں کہلو ؎

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد　　برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

ہر مذاق ہر طبیعت ہر رنگ کا علاج قرآن میں موجود ہے پس روایت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات بالکل صاف معلوم ہوگئی کہ ؎

باتو دوزخ جنت است اے جانفزا　　بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

کیونکہ ان کے اس خیال پر انکار نہیں فرمایا گیا بلکہ تسلیم کرکے تسلی کیگئی غرض یہ مضمون بالکل سنت کے موافق ہے نرا نکتہ تصوف یا شاعرانہ نہیں سو یہ ہے ان حضرات کی شان کہ دونوں عالم بھی ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کی رضا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لقا کی برابر نہیں خوب کہا ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

محبت اور غیرت کی تو خاصیت ہی ہے کہ جب یہ بڑھ جاتی ہے تو سب کچھ چھوٹ جاتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم نے غیرت ہی میں سلطنت چھوڑ دی تھی اور وجہ اس سب کی یہ ہوتی ہے کہ ایک حالت میں دو طرف توجہ کرنی پڑتی ہے اور یہ ممکن نہیں اسواسطے مجبوراً ایک طرف کی توجہ کو ترک کر دینا پڑیگا اب رہی یہ بات کہ کس جانب کو ترک کیا جاوے تو ظاہر ہے کہ توجہ الی اللہ کی دولت تو قابل ترک نہیں لہذا دنیا ہی پر لات مار دیتے ہیں خوب کہا ہے ؎

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے　　بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے وہوئے

حضرت ابراہیم بن ادہم نے اسی کے تحصیل کیلئے سلطنت پر لات ماردی۔

۳۲۴

انبیاء جو مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سو اُن کی یہ توجہ بھی بعینہ توجہ الی اللہ ہوتی ہے اور اُسکی توضیح ایک مثال سے

لیکن انبیاء علیہم السلام پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب دو طرف کامل توجہ نہیں ہوسکتی اور یہ حضرات علی سبیل الیقین جیسا کہ حکمت بعثت شاہد ہے متوجہ الی الخلائق تھے اور جب متوجہ الی الخلق تھے تو توجہ الی اللہ یقیناً کم ہوگی اور جب یہ کم ہوگی تو نقص ہوگا اور نقص اسلئے منافی نبوت ہے کہ مرتبہ نبوت مراتب کمال کے اعلیٰ پایہ کا نام ہے کہ بشر کو اس سے بڑھکر مرتبہ عطا ہو ہی نہیں سکتا پس جب انکو نبی مانا جاوے اور اسکی وجہ سے کامل فرض کیا جاوے تو کیا وجہ کہ ان میں انقطاع عن الخلق جو لازمہ کمال ہے نہیں پایا جاتا وجہ اس شبہ کی گنجایش نہونے کی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جو توجہ الی الخلق ہوتی ہے وہ چونکہ بامر خداوندی ہے لہٰذا اس امتثال کی وجہ سے اس توجہ الی الخلق میں خود توجہ الی اللہ موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اُمت کی طرف جو متوجہ ہوتے اور انکو پیغام حق پہنچاتے ہیں سو اسی لئے کہ اس توجہ اور تبلیغ کا ان کو حکم ہے اور اس کا امتثال ان پر واجب ہے حضرات انبیاء کی اس توجہ الی الخلق کے ساتھ توجہ الی اللہ کی مثال یہ ہے کہ اگر تم کسی آئینہ کی طرف اسلئے متوجہ ہو کہ اس میں تمھارے محبوب کا عکس نظر آرہا ہے جبکہ کسی وجہ سے خود اسکے عین کو نہ دیکھ سکو تو گو ظاہراً تمھاری توجہ آئینہ کی طرف ہے لیکن یہ توجہ عین محبوب کی طرف توجہ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے تمام خلائق مرآت ہیں جسکی طرف متوجہ ہونے سے مقصود ان کا توجہ الی الحق ہے پس ان کے لئے توجہ الی الحق سے مانع نہیں۔

رجوع بجانب سُرخی (محبان حق کی کیا حالت ہوتی ہے)

غرض محبان حق غیر حق کی طرف متوجہ ہونے سے غیرت کرتے ہیں اور اسی صفت غیرت سے ان میں جوشش دین پیدا ہوتا ہے جسکو لوگ تعصب کا غصہ سمجھتے ہیں اور وہ ایسا مطلوب ہے کہ جس کے نہونے سے وہ شخص الٹ دیا گیا ہے یہ شخص ظاہر میں نیک تھا اور واقع میں نیک نہ تھا

۳۲۵

پس وہ قاعدہ نہ ٹوٹا یا اگر وہ واقع میں بھی نیک ہوں تو وہ صورۃً ہلاک ہوتا ہے اور معنیً رحمت

برجوع بجانب سرخی (مقتدا وہ ہوسکتا ہے جو کامل العقل ہو الخ)

بہرحال یہ بات ثابت رہی کہ نیکیوں کی بعض برکات اضطراری بھی ہوتی ہیں جسمیں قصد اور اختیار کی ضرورت نہیں لیکن جو برکت اختیاری ہوگی اُس کے لیے عقل کامل وافر کی احتیاج ہے سو ایسے ہی لوگ جو کامل العقل ہیں اہل ارشاد ہوئے ہیں اور بعض اولیاء اللہ جنسے کوئی تربیت عام کا کام متعلق نہیں ہوتا ایسے لوگ البتہ بھولے بھالے ہوتے ہیں کیونکہ اُن کی سپرد صرف اپنی ذات کا معاملہ ہے اور اسمیں وہ اسیقدر کے مکلف ہیں جسقدر اُن کو عقل دی گئی ہے کسی دوسرے شخص کی تربیت اُن کے متعلق نہیں سو حاصل یہ ہوا کہ جن لوگوں کے متعلق تربیت عام ہے جیسے انبیاء امت جو مسند ارشاد پر متمکن ہیں ایسے لوگ بھولے بھالے نہیں ہوتے یہ لوگ بڑے فطین پورے عاقل ہوتے ہیں اور یہی کامل ہیں اور جن لوگوں کے متعلق کسی دوسرے کی تربیت نہیں ہوتی بلکہ محض اپنے ہی نفس کیلئے پیدا ہوتے ہیں یہ لوگ البتہ بھولے بھالے ہوتے ہیں اسلئے بعض نے تقسیم کی ہے کہ انسان چار قسم کے ہیں ایک وہ جنکو دین کی عقل بھی ہے اور دنیا کی بھی جیسے انبیاء اور ورثۃ الانبیاء یعنی وہ علماء و عقلاء جو مسند ارشاد پر متمکن ہیں دوسرے وہ جنکو دین کی عقل ہے اور دنیا کی نہیں جیسے بھولے بھالے صلحا و اولیاء امت تیسرے وہ جن کو دین کی عقل نہیں ہے اور دنیا کی عقل ہے جیسے عاقل کفار چوتھے وہ جنکو نہ دنیا کی عقل نہ دین کی عقل جیسے بیوقوف کفار۔

انبیاء اور علماء محققین کامل العقل ہوتے ہیں گو تجربہ زیادہ نہ ہو

غرض انبیاء اور علماء محققین کامل العقل ہوتے ہیں گو تجربہ میں اسلئے کمی ہو کہ وہ دنیاوی امور میں منہمک نہیں ہیں بعض لوگوں نے اس میں عجیب خلط کر دیا ہے کہ عقل اور تجربہ کو ایک چیز سمجھتے ہیں انمیں فرق نہیں کرتے اور چونکہ علماء کو تجربہ کار نہیں پاتے اسلئے علماء کو کم عقل اور بیوقوف کہتے ہیں حالانکہ تجربہ دوسری چیز ہے اور عقل دوسری چیز ہے تجربہ تکرار مشاہدہ جزئیات کا نام ہے

اور یہ شبہ کہ دونوں کے جمع ہونے میں کس کا اثر ظاہر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ غالب بالکثرۃ کا اثر ہوگا جیسا ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اور ثانی جیسا حدیث ہے قلنا یا رسول اللہ انھلک وفینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

دسویں تنبیہ فلاسفہ طبیعین کے قدمار نے جن کا فلسفہ میں کچھ اعتبار نہیں ہے حشر کا مطلقاً روحانی ہو یا جسمانی انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان اسی ہیکل محسوس کا نام ہے جو اپنے اعراض و قوی اور مزاج کے ساتھ پایا جاتا ہے یہ ہیکل محسوس موت سے فنا ہو جاتی ہے بجز اجزا ر عنصریہ متفرقہ کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی لہذا اُس کا اعادہ نہیں ہو سکتا جو حشر سے تعبیر ہے۔ اُن کا یہ قول بچند وجوہ باطل ہے۔ اول یہ کہ انسان اس ہیکل کا نام نہیں ہے جو اپنے مزاج مخصوص کے ساتھ پائی جاتی ہے بلکہ انسان ایک جوہر مجرد کا نام ہے محققین فلاسفہ اور علمار اسلام کے نزدیک یہی مختار ہے چنانچہ کتب حکمت وکلام میں مصرح ہے اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر سورۂ بنی اسرائیل کے ضمن میں اسکے متعلق بسط کے ساتھ بحث کی ہے اگر ضرورت ہو تو وہاں دیکھنا چاہئے اور جب پہلی مرتبہ بھی اُس کا تعلق بدن کے ساتھ ممکن ہونا ثابت ہے تو ضروری ہے کہ دوسری مرتبہ بھی اس کا تعلق بدن کے ساتھ ممکن ہو اور جو انسان کہ اعادہ کیا گیا ہے بعینہ وہ پہلا انسان ہو اسمیں کوئی استحالہ نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ انسان جیسا کہ فلاسفہ کا زعم ہے اسی ہیکل محسوس کا نام ہے تو بھی ہمارا مدعا انھیں کے خیال کے مطابق ثابت ہے اس لئے کہ پہلی مرتبہ اُن اجزار کی ترکیب ایک خاص طریق پر ممکن ہوتا تو ان کے نزدیک بھی مسلم ہے لہذا ضروری ہے کہ دوسری مرتبہ بھی تالیف اجزار ممکن ہو ورنہ اول مرتبہ کی تالیف کا بھی ثبوت نہیں ہو سکتا اور جبکہ فی نفسہ دوسری مرتبہ اُس کا امکان ثابت ہوا تو لازمی ہے کہ یہ من جانب اللہ ہوگا اس لئے کہ اگر خداوند تعالےٰ کی طرف سے نہ ہو تو اس میں دو استحالے لازم ہوں گے اور ایک سے تو کسی حال میں رہائی نہیں یا تو عدم صحت خدا کے عجز پر دلالت کریگی کہ ایک شئے فی نفسہ ممکن تھی لیکن اُسکے ایجاد پر وہ قادر نہیں یا اُس کی جہالت پر دال ہوگی بایں طریق کہ ابدان مکلفین کے اجزار اُس کو تمیز کرنا متعذر ہو گیا اور یہ دونوں امر ذات خداوندی میں مستحیل ہیں لہذا ضروری ہے کہ یہ من جانب اللہ ہوگا۔ تیسری بطلان کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ حکیم مطلق ہیں اور حکمت کا لازمی مقتضی یہ ہے کہ محسن و مسیئی مطیع و عاصی۔ مومن و کافر میں وہ حکیم فرق کردے اور یہ تفریق یا تو دار دنیا میں ہوگی یا کسی دوسری دار میں اول صورت باطل ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہو رہا ہے کہ فاسق و کافر بہت ہی راحت و آرام میں اور زہاد و صلحار بڑی

بڑی تکلیفوں اور محنتوں میں مبتلا ہیں اسی طرح جو اعلیٰ درجہ کے جاہل و فاسق ہیں بڑی
لذتوں اور غنی میں ہیں اور جو کمال درجہ کے عالم و زاہد ہیں اعلیٰ درجہ کی محتاجی و بلا میں پڑے
ہوئے ہیں تو دنیا میں تفریق کی صورت پائی نہیں جاتی بلکہ معاملہ برعکس ہے پس لامحالہ
اسکے لئے کسی دوسرے دار کی ضرورت ہے جسکی حکمت مقتضی ہے وہیں تمیز ہوگی اسی کا نام
دار آخرت ہے ۔ چوتھی وجہ بطلان کی یہ ہو کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے عقلیں عنایت فرمائی
ہیں جنکے ذریعہ اچھے برے میں تمیز کرتے ہیں و نیز ایسی قوتیں عطا فرمائی ہیں جن کے وسیلے
سے وہ خیر و شر کرنے پر قدرت رکھتے ہیں پس لازمی ہے کہ اسکی حکمت و عدل اس امر
کی مقتضی ہو کہ ان کو کفر و جہل اور جملہ سیئات سے منع کرے اور ایمان و حسنات کی ترغیب
دے اور یہ ثابت ہے کہ اس ممانعت و ترغیب میں صرف عقل کی تحسین و تقبیح حسنات و
منکرات کے بارہ میں کافی نہیں ہے چنانچہ تنبیہ ثانی میں معلوم ہو چکا ہے اور عقل اگرچہ انسان
کو فعل خیر اور ترک شر کیطرف بلاتی ہے مگر خواہش نفسانی شہوات جسمانیہ اور لذات بدنیہ
میں منہمک ہونے کی طرف انکو کھینچتی ہے پس تعارض ظاہر ہے لہذا اسکے علاوہ کوئی اور
مرجح چاہیئے جو ایک جانب کو متعین کرے ۔ وہ مرجح وعدہ وعید اور ثواب و عقاب کا فعل
و ترک پر مترتب ہونا ہے ۔ نیز یہ ضروری ہو کہ ثواب و عقاب موجود ہوں ورنہ اسکا کذب
ہونا لازم جو محال ہے کیونکہ وہ ذات مقدس نقائص سے پاک ہے و نیز عاقل سے کذب کا
صدور یا تو عاجزی کی وجہ سے ہوتا ہے یا جہل سے اور باری تعالیٰ ان دونوں سے منزہ
ہے تو اس سے کذب صادر نہیں ہو سکتا اور اگر اسکے محال ہونے سے قطع نظر کر لیں اور ترغیب
و ترہیب کے واسطے اس سے کذب کا صدور جائز رکھیں تو وعدہ و وعید سے یہ غرض ہرگز حاصل
نہیں ہو سکتی اسلئے کہ سامع ان صورتوں میں اس امر کو جائز رکھیگا کہ ہر ایک وعدہ وعید
کذب ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں پس جبکہ لزوم ثواب و عقاب ثابت ہو گیا اور دنیا میں یہ دونوں
ممکن نہیں چنانچہ وجہ ثالث میں معلوم ہو چکا تو ضروری ہے کہ کسی دوسری دار اور دوسری
حیات میں ہو اور اسی کو آخرت کہا جاتا ہے اسی بنا پر حشر ہونا چاہیئے ۔ پانچویں وجہ
یہ ہے کہ بادشاہ جبکہ قادر ۔ ناظر ۔ رحیم ۔ رعایا اور خدام پر مہربان ہو تو اس پر لازم ہے

۱۴۳

مظلوم ضعیف کی فریاد سُنے اور ظالم کو اُسکے ظلم کی سزا دیکر انصاف کرے اگر اس طرح نہ کرے گا تو اُس کے ظلم پر راضی ہوگا اور ظاہر ہے کہ رضا بالظلم بادشاہ مذکور کی شان کے ہرگز لائق نہیں اور جب بادشاہ دنیوی کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ جو صفت قدرت رحمت و شفقت میں کامل اور ظلم و عبث سے پاک و منزہ ہیں اُنپر تو رضا بالظلم کا کبھی بھی وہم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا واجب ہے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں اور ظالموں کے درمیان انصاف کریں اور ظاہر ہو کہ یہ انصاف اکثری حالت میں اس دار دنیا میں حاصل نہیں ہوسکتا اسلئے کہ ظالم کبھی نہایت عزت و قدرت میں اور مظلوم اعلیٰ درجہ کے ضعف و ذلت میں ہوتا ہے پس ضروری ہے کہ کوئی دوسرا مکان ہو جس میں یہ عدل و انصاف ظاہر ہو اور وہ روز قیامت ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ معاد کا تسلیم کرلینا طریق احتیاط ہو اسلئے کہ اگر ہم نے اُس کے واسطے کچھ سامان و تیاری کرلی اور اتفاقاً وہ حق ہوا تو ہم نجات پاجاینگے اور منکر ہلاک ہوجائیگا اور اگر باطل ہوا تو ہم کو یہ اعتقاد مضر نہیں ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ بعض لذات جسمانیہ ہم سے فوت ہوگئیں لیکن عاقل اُنکے فوت ہونے کی کبھی پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ لذتیں خسیسہ اور مشترکہ بین المخلوق ہیں و نیز سریعۃ الزوال اور بہت جلد فنا کے کنارہ پر پہونچنے والی ہیں پس وہ ہرگز اُن کو پسند نہ کریگا ؎

قال المنجم والطبیب کلاهما لا تحشر الاموات قلت الیکما

ان صح قولکما فلست بخاسر او صح قولی فالخسار علیکما

15

پس نہایت افسوس اُس شخص پر ہے کہ جو اپنی فکر کاسد اور زعم باطل کی وجہ سے معاد کا انکار کرے اپنی رہائی کی اُس وقت کیا تدبیر کرے گا جب کہ عذاب الیم میں مبتلا ہوگا اگر اُسکے خیال کے خلاف کہیں معاد کا وجود ہوگیا تو مرنے کے بعد اُس کو اشقی الناس بنا دیگا۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ فطرت انسانی اُنکے خیال کے باطل ہونے پر شاہد ہے کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام فرقے ہندی ہوں یا رومی۔ عربی ہوں یا عجمی اور تمام مذاہب مختلفہ والے اپنے مُردوں کی طرف سے صدقات و خیرات کرتے ہیں اُن کے واسطے بہتری اور نجات کی دعائیں مانگتے ہیں پس اگر انسان اپنی موت کی وجہ سے بالکل ہی فنا

ہوجائے تو اُسکے واسطے دُعا مانگنا اور اُسکے لیے صدقہ کرنا بیکار و عبث ہو پس تمام عالم کا اتفاق دلالت کرتا ہے کہ فلاسفہ کی یہ رائے صحیح نہیں۔ آٹھویں وجہ یہ ہو کہ بہت سے لوگ اپنے عزیز و اقارب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھتے ہیں کہ وہ کہہ رہے ہیں ہم نے تمہارے واسطے فلاں مقام پر خزانہ دفن کیا ہے اُسکو نکال لو یا فلاں کا مجھپر قرض ہے اُسکو ادا کردو اور جب خواب سے بیدار ہو کر اُس کی تفتیش کرتے ہیں تو اُسی طرح پاتے ہیں جس طرح خواب میں دیکھا تھا پس اس سے ثابت ہے کہ انسان بالکل فنا نہیں ہوتا۔

گیارھویں تنبیہ تمام مذاہب والے اور جمہور محققین فلاسفہ معاد کے حق ہونے پر متفق ہیں ہاں اُسکی کیفیت میں اختلاف ہے فلاسفہ کہتے ہیں کہ فقط روحانی ہے اور دوسرے مذاہب والے قائل ہیں کہ اجساد کا حشر ہوگا اور اہل اسلام میں سے محققین مثلاً حلیمی کعبی۔ امام غزالی۔ امام راغب۔ قاضی ابو زید دبوسی وغیرہم کا مسلک ہے کہ اس بدن کے فاسد ہوجانیکے بعد نفس جوہر باقی رہتا ہے جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے حشر کا ارادہ فرمائیگا وہ نفس پھر بدن کے ساتھ متعلق ہو کر اسی طرح تصرف کرنے لگیگا جس طرح دنیا میں کرتا تھا۔ صوفیہ کی بھی جماعت کثیرہ اسی کی قائل ہے یہی مسلک کرامیہ اور جمہور متاخرین امامیہ کا ہے ان حضرات کا قول ہے کہ عقل اس امر پر شاہد عادل ہے کہ ارواح کی سعادت اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کے ساتھ اور اجسام کی سعادت محسوسات کے ادراک میں ہے اور ان دونوں سعادتوں کا دنیا میں حاصل ہونا ممکن نہیں اس لیے کہ انسان جب عالم غیب کے انوار کی تجلیات میں مستغرق ہوجائے تو لذات جسمانیہ کیطرف متوجہ نہیں ہوسکتا اور اگر لذات جسمانیہ میں محو ہوجائے تو لذات روحانیہ کیطرف التفات نہیں کرسکتا اور یہ تعذر جمع اس بنا پر ہے کہ اس عالم میں ارواح بشریہ ضعیف ہیں اور موت کے سبب جب اپنے بدنوں سے جدا ہو کر عالم قدس سے امداد چاہتی ہیں تو قوی اور کامل ہوجاتی ہیں اور جب دوبارہ بدنوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں تو ان دونوں امروں کے جمع کرنے پر قوی و قادر ہوجاتی ہیں۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ حالت مراتب سعادات کی انتہائی حالت ہے اکثر محققین کا کلام اس امر پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ بدن فاسد کے اجزاء اصلیہ باقیہ سے ایک اور بدن

١٦

تیار کرتا ہے اور نفس مجرد باقی کو بدن کے خراب ہوجانے کے اوراُس بدن میں اعادہ کرتا ہے جس کو اب پیدا کیا ہے اور جب نفس وبدن کے اجزاء اصلیہ باقی رہتے ہیں تو اس بدن کا باعتبار تشخص کے پہلے بدن کے غیر ہونا مضر نہیں کیونکہ اعتبار نفس اور اجزاء اصلیہ کا ہے نہ ہیأت اور کمیات کا اسی واسطے انسان کو بچپنے سے لے کر بڑھاپے تک کہا جاتا ہے کہ یہ بعینہ وہی شخص ہے جو لڑکپن میں تھا اگرچہ اس عرصہ میں صور و ہیأتیں بدلتی رہیں اسی بنار پر اگر کسی نے جوانی کیحالت میں کوئی جرم کیا تھا اور بڑھاپے میں اُسکو سزا دی گئی تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ سزا غیر مجرم کو دی گئی کیونکہ صورتونکے بدلنے سے ذات شئی نہیں بدلتی۔

بارھویں تنبیہ ۱۲ جسطرح اہل طبیعات کا قول یقینی ضعیف ہے اسی طرح جمہور فلاسفہ کا حشر جسمانی سے انکار کرنا باطل ہے اس حشر میں عقلاً بچند وجوہ استحالہ نہیں ہے اول یہ کہ استحالہ انقلاب کے بدیہی ہونے کی وجہ سے معدوم ممکن وجود کا قابل ہے۔ پس وجود اول قبول وجود کے واسطے اگر زیادتی استعداد کا مفید ہو اس بنار پر کہ ملکہ اتصاف بالفعل

17

مکتسب ہوتا ہے تو اُس ممکن کا دوسری مرتبہ وجود کی قابلیت رکھنا قریں قیاس اور زیادہ قریب الی العقل ہے اور اُسکا اعادہ فاعل قادر پر اہون و آسان اور اگر زیادتی استعداد کا مفید نہو تو ضروری ہے کہ وہ تمام اوقات میں حسب کیفیت پر تھا اُس سے کم نہیں ہوسکتا دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس عالم میں نظر غائر ڈالے گا اور فکر صادق سے کام لیگا تو اُسکو بہت سے ایسے امور ملینگے جو حشر کے مشابہ اور اُسکے ممکن ہونے پر دال ہونگے اول منی کہ یہ ہضم رابع کا فضلہ ہے اغذیہ ماکولہ سے اسکا مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ غذا ایسی اجزاء عنصریہ سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ اجزاء اطراف عالم میں متفرق ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اُنکو جمع کرتا ہے تو اُن سے حیوان یا نبات پیدا ہوتی ہے جسکو انسان کھاتا ہے اُس سے خون پیدا ہوتا اور وہ خون اعضاء انسانی میں منقسم ہوجاتا ہے جس سے یہ اجزاء لطیفہ پیدا ہوتے ہیں پس یہ اجزاء لطیفہ مثل شبنم کے اطراف اعضاء میں متفرق تھے اسی بنار پر تمام اعضاء لذت صحبت میں مشترک ہوتے ہیں اور وقت انفصال اجزاء کے فتور و ضعف تمام بدن میں حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قوت شہوت کو مسلط کردیا اُس قوت نے اُن اجزاء لطیفہ میں سے ایک مقدار معین کو

ظرفِ منی میں جمع کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے اُن اجزار کو مار وافق بنا کر قرار رحم میں پہونچایا اور اُس
سے یہ انسان جیتا جاگتا پیدا ہوگیا اور جب مریگا تو یہ اجزا متفرق ہوجائیں گے جس طرح
پہلے تھے پس وہ قادر عالم جسکے علم سے ایک ذرہ بھی غائب نہیں اور جو کسی شئی ممکن سے عاجز
نہیں جب اُسنے اجزار متفرقہ کو اولاً جمع کرکے منی بنایا اور اُس سے ایسے شخص کو پیدا کردیا جس کے
اعضار کی صورتیں مختلف ہیں باوجودیکہ اجزا منی متشابہ ہیں اور اس میں قوت ناطقہ اور فہم
کو ودیعت رکھا جن کا منی تقاضا نہیں کرتی تھی تو وہ قادر اس امر پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ دوبارہ
اُن اجزار کو جمع کردے جو کہ موت کی وجہ سے متفرق ہوگئے اور اُن سے انسان پیدا کرکے نطق
و فہم کا اسی محل پر اعادہ کردے جس مقام پر پہلے تھے اس میں کیا استحالہ ہے منکرین حشر
کے نزدیک جب صورت اول محال نہیں تو یہ دوسری صورت بھی نہ ہونی چاہیے ورنہ
وجہ تفریق کیا ہے دوسرے دانہ اور گٹھلی ہے آپ غور کریں کہ دانہ باوجودیکہ اُس کی
مختلف قسمیں اور متفاوت شکلیں ہیں جب نمناک زمین میں ڈالا جائے اور اسپر پانی و مٹی غالب
ہو تو نظر عقلی اسکی مقتضی ہے کہ وہ خراب و متعفن ہوجائے کیونکہ حصول عفونت کیواسطے ان دونو
میں سے ایک ہی کافی ہے چنانچہ تجربہ شاہد ہے تو جب دونوں مجتمع ہوجائیں تو بطریق
اولے فاسد ہوجانا چاہیے لیکن فاسد و متعفن نہیں ہوتا بلکہ زمین میں باقی و محفوظ رہتا ہے
پھر جب زمین کی رطوبت زیادہ ہوتی ہے تو طویل دانہ کے سر میں ایک سوراخ پیدا ہوکر لانبے لانبے
پتے ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ گیہوں میں مشاہد ہے اور جو دانہ طویل نہیں ہوتا وہ وسط سے
دو ٹکڑے ہوجاتا ہے اور اس میں سے دو پتے نکلتے ہیں جیسے تجربہ شاہد ہے اور گٹھلی باوجودیکہ
بہت ہی سخت ہوتی ہے کہ اکثر انسان اُسکے توڑنے سے عاجز ہوجاتے ہیں جسوقت اُسکو
نمناک زمین میں ڈالا جاتا ہے تو اسمیں اللہ تعالیٰ دو شگاف پیدا کرتا ہے ایک نیچے اور ایک
اوپر پس اعلےٰ سے جزو صاعد (اوپر جانے والا) اور اسفل سے جزو ہابط (نیچے جانیوالا) نکل کر
اعماق زمین میں غرق ہوجاتا ہے حالانکہ پانی و زمین در عنصر و طبیعت نوات (گٹھلی) متحد
ہے پس جو ذات قادر ایسے امور کرتی ہے وہ بذریعہ موت کے افتراق کے بعد اجزار کے جمع کردینے
اور اعضار کو ترکیب دینے سے کیونکر عاجز ہوگی جو بسراسر عقل کے خلاف ہے تیسرا امر زمین ہے موسم

ربیع میں اسکے چشمے جوش مارتے ہیں ٹیلے بڑھتے ہیں۔ درختوں کی شاخوں اور رگوں میں پانی
جذب ہوتا ہو یہ ایسے امور ہیں جو مشاہد ہیں پھر درختوں میں کلیاں پھول پھل پیدا ہوتے
ہیں اگر نبات کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو اسکی جگہہ پر دوسرا جز پیدا ہو جاتا ہے اگر درخت
کی کوئی شاخ کاٹ دی جائے تو دوسری نکل آتی ہے اگر اسمیں کسی جگہہ پر گڑھا کر دیا جائے اور اسکو
کھود دیا جائے تو وہ زخم پر ہو جاتا ہے پھر جب موسم شتا آتا ہے اور سخت سردی پڑنے لگتی ہے تو چشمے
خشک ہو جاتے ہیں زمین کی رطوبت جذب اور سوکھ جاتی ہے سبزیاں خراب فاسد ہو جاتی
ہیں اگر کوئی شاخ درخت کی کاٹی جائے تو دوسری اسکی جگہہ پہ پیدا نہیں ہوتی اور جب دوسرا
موسم ربیع کا آتا ہے تو زمین پھر اپنی پہلی حالت حیات پہ ہو جاتی ہے۔ لہذا جب زمین کے
یہ معانی ہماری عقول میں آتے ہیں اور معلوم و محسوس ہوتے ہیں تو انسان جو اشرف الجمادات
ہے اسکے یہ معانی ہماری عقول میں کیوں نہیں آتے یہ خیال کہ بدن انسان کے اجزا متفرق
ہو جاتے ہیں اس کا جواب گیارہویں تنبیہ میں معلوم ہو چکا ہو کہ یہ افتراق مضر نہیں چوتھے پانی
ہے کہ اسمیں چار باتیں پائی جاتی ہیں اور ہر ایک ان میں سے جواز حشر پر دلالت کرتی ہے۔

اول یہ کہ پانی اپنی طبیعت و ذاتیت کے اعتبار سے ثقیل بھاری ہے اور ثقیل شی کا اوپر چڑھنا خلاف
طبیعت امر ہے لہذا ایک ایسے قادر کی ضرورت ہے کہ ایسی شے کو جس کا تقاضا ہبوط و نزول ہو
اوپر لیجائے اور اسکی طبیعت پر غالب ہو جائے پس جس قادر نے پانی کی طبیعت کو بدل دیا وہ ضرور قادر
ہے کہ پانی اور مٹی کے مادہ سے حیات و رطوبت پیدا کر دے دوسرے یہ کہ پانی کے اجزا اور ذری
افتراق کے بعد جمع ہو جاتے ہیں پس جس قادر نے ان ذروں کو جمع کر دیا وہ افتراق کے بعد اجزا آدمی
کو بھی جمع کر سکتا ہے اور جمع کر دیگا وہ اسپر قادر ہو تیسری بات ہواؤں کا چلانا ہے پس جو قادر
ہواؤں کے حرکت دینے پر جن کے بعض اجزا بعض کے ساتھ متصل ہوتے ہیں قدرت رکھتا ہو
وہ انسان میں قدرت رکھتا ہے کہ اسکے اجزاء متفرقہ کو دوبارہ جمع کر دے چوتھی بات بادلوں کا
پیدا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت پوری کرنے کے واسطے ان کو پیدا کیا اور پیدا کرتا
رہتا ہو اسی طرح مکلفین کو دوبارہ پیدا کرنے کی زیادہ حاجت و ضرورت ہو تاکہ وہ ان مراتب
ثواب و عقاب پر پہونچ جائیں جسکے دنیا میں مستحق ہوئے تھے یہ چار امر صرف پانی ہی میں پائے

جاتے ہیں جو جواز حشر پر دال ہیں۔ پانچواں امر جو عالم میں جواز حشر پر دلالت کرتا ہے شجرۃ النار ہی۔ ہر عاقل جانتا ہو کہ آگ اپنی طبیعت کے اعتبار سے بلندی اور صعود کی متقاضی ہو نیز لطیف و نورانی اور حار و یابس ہی لیکن درخت ہبوط و نزول کو چاہتا اور کثیف و ظلمانی اور بارد و رطب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن اجزاء ناریہ کو اجزاء درخت میں روک رکھا ہے تو اشیاء متنافرہ کو جمع کر دیا اور جب اس فعل سے وہ عاجز نہیں تو بدن میت میں حیات پیدا کرنے سے کیونکر عاجز ہو سکتا ہے اسلیئے کہ حیات اگرچہ بغیر حرارت و رطوبت کے حاصل نہیں ہو سکتی اور مٹی بارد و یابس ہونیکی وجہ سے اُس کی ضد ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ حرارت ناریہ اپنی صفت حرارت میں حرارت غریزیہ سے زیادہ قوی ہو پس جب حرارت ناریہ کا پیدا ہونا ایسے سبز درخت میں جس سے پانی ٹپکتا ہے ممتنع اور محال نہیں باوجودیکہ دونو میں اعلیٰ درجہ کی مخالفت ہے تو حرارت غریزیہ کا جسم تراب میں پیدا کرنا کیونکر ممتنع ہو سکتا ہے اور جو شخص امور ثلاثہ اخیرہ میں یعنی از ثالث تا خامس تامل کریگا تو اُس پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا کہ عناصر اربعہ امکان حشر و نشر پر شاہد ہیں۔ چھٹے سماوات ہیں انکی بناء اساس انسان کے بدن سے ارفع اور اسکی زینت جو نجوم و کواکب سے ہے اکمل ہو انسان کی زینت سے جو اسکو گوشت و پوست سے حاصل ہو رہی ہے اسی طرح اُنکی ترکیب انسان کی ترکیب سے اشد و اقوی ہی کیونکہ آسمانوں میں کسی قسم کا خرق وغیرہ نہیں پایا جاتا بخلاف بدن انسان کے کہ اسمیں مسامات وغیرہ موجود ہیں اور ظاہر ہو کہ تالیف اشد مثل نسج اصفق کے اور ترکیب اضعف مانند نسج اسخف کے ہو اول کو انسان بہت دشوار اور تعجب خیز دوسری کے اعتبار سے خیال کرتا ہی پس جو ذات اول پر قادر ہو گی ثانی پر بطریق اولی قادر ہو گی لہذا کس طرح یہ گمان صحیح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدن انسان کے اجزاء کو جمع کرنے اور دوسری مرتبہ اسکے اعضاء کو ترکیب دینے پر قادر نہیں۔ جب اعلیٰ کی ترکیب اُس ذات سے مستبعد نہیں تو ادنیٰ کی تالیف اُس سے کیوں مستبعد سمجھی جا سکتی ہے یہ تقریر تو اُن حکماء کے خیال کے مطابق ہو جو وجود افلاک کے قائل ہیں جیسے ارسطاطالیس اور بطلیموس وغیرہ لیکن جو حکماء وجود سماوات کے منکر اور انکو حد نظر جانتے ہیں جن کا مذہب آج زمانہ میں رائج ہے اور جنکو حکماء یوروپ کہا جاتا ہو اُنکی رائے کے

۲۰

موافق یہ تفسیر با عتبار کواکب کے جاری ہوگی بہرحال مقرین و منکرین افلاک دونوں کے خیال
کے مطابق حشر و نشر کا اثبات ہو سکتا ہے استحالہ کسی طرح ثابت نہیں ساتویں وجہ یہ ہے
کہ خود انسان جب اپنے اندر نظر غائر ڈالیگا تو اس کو ایسے امور ملینگے جو حشر جسمانی کے جائز
ہونے پر دلالت کرتے ہیں اسلئے کہ ہر ایک بدن میں فربہی کے وقت زیادتی اور لاغری
کے وقت نقصان و ذبول ہوتا ہے اور پھر موٹے ہونے کے وقت اپنی اصلی حالت پر لوٹ
آتا ہے پس جب بعض حصہ بدن کا عود جائز ہے تو کل بدن کا بھی جائز ہوگا اس سے ظاہر
ہے کہ اعادۂ انسان محال و ممتنع نہیں ہے۔ آٹھویں بیداری کے بعد خواب کا حاصل ہونا ہے
اسلئے کہ نوم اخ الموت اور بیداری مشابہ بالحیات موت کے بعد ہے اس سے بھی عقل جواز حشر
جسمانی بعد الموت پر استدلال کر سکتی اور جانتی ہو کہ اسمیں استحالہ نہیں نویں حیات کے
بعد موت کا حاصل ہونا بھی جواز حشر کی دلیل ہو کیونکہ احیاء بعد موت کا جو انکار کیا جاتا ہے
وہ اس بناء پر ہے کہ بعد احیاء حصول ضد ہے جو دوسری ضد کے حاصل ہونے کے بعد ہوتی
ہے لیکن قدرت خداوندی کے اعتبار سے مستنکر و مستبعد نہیں اس لئے کہ جب موت کا حیات کے
بعد حاصل ہونا جائز و واقع ہے تو دوسری مرتبہ بھی مرنیکے بعد حیات ممکن ہے کیونکہ موت و
حیات ضدین ہیں اور ضدین کا امکان امتناع میں ایک حکم ہوتا ہے لہذا اس سے بھی جواز
حشر جسمانی ثابت ہو۔ دسویں دودھ ہو۔ گھاس جسکو حیوان کھاتا ہے پانی اور مٹی سے پیدا
ہوتی ہے اور جب حیوان کھا لیتا ہے تو اسکے لطیف اجزاء سے خون پیدا ہوتا ہے اور اس خون
کے بعض اجزاء سے دودھ پیدا ہوتا ہے اس طور پر کہ خون کے بعض اجزاء اس حیوان کے ضرع
(تھن) میں جو گوشت غدودی نرم و سفید ہے گرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان کو صورت خون سے
صورت دودھ کیطرف بدل دیتا ہے پھر اسمیں تین جز پیدا ہو جاتے ہیں آپس میں جنکی طبیعتیں مختلف و
متضاد ہیں جس حصہ میں دھنیت ہے وہ حار رطب اور جسمیں مائیت ہے وہ بارد رطب اور جسمیں
جبنیت ہے وہ بارد یابس ہے یہ متضاد طبیعتیں اس گھاس میں جسکو حیوان نے کھایا تھا موجود
نہ تھیں پس وہ قادر جسنے طین (کیچڑ) کو گھاس سے اور گھاس کو خون سے اور خون کو دودھ سے
بدل دیا اور دودھ میں تین متضاد چیزیں پیدا کر دیں اور ان چیزوں کو ایک صفت سے دوسری صفت

کیطرف اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ایسی طریق سے بدلدیا کہ بعض بعض کے ساتھ مشتبہ اور مختلط نہیں ہوتے وہ خدا اس امر پر قادر ہو کہ اموات کے بدنوں کے اجزا کو صفت حیات وعقل کیطرف بدلدے جسطرح موت سے پہلے تھے تو کیا استحالہ اور استبعاد ہو پس یہ دس وجہ ہیں جو حشر کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہیں تیسری وجہ یہ ہو کہ حشر کے اثبات کا مدار تین اصول پر ہو اول یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر و ذو تمکین ہو دوسرا اصول یہ ہے کہ خدا تمام کلیات و جزئیات کا عالم ہے تیسرا اصول یہ ہے کہ جس شئی کا حصول بعض اوقات ممکن ہو وہ تمام اوقات میں ممکن الحصول ہو ان تینوں اصول کی حقیت پر براہین قطعیہ قائم ہو چکے ہیں پس امکان حشر ممکن ہوگا اسلیے کہ بدن مکلفین کے اجزا کی دوسرے ابدان سے تمیز کرنی اور ترکیب و حیات کا انہیں اعادہ کرنا جسطرح کہ پہلے سے خداوند تعالیٰ کے واسطے ممکن ہو لہذا حشر کے جواز میں کسی قسم کا شبہ نہیں چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نبوت کا انکار نہیں کرتے اور انبیاء کے تواتر سے جنکی نبوت براہین سے ثابت ہو چکی یہ ثابت ہے کہ وہ حشر و نشر کے قائل تھے انکے اقوال میں تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ تاویل کی حاجت تعذر کے وقت ہوتی ہو یہاں تعذر نہیں تاکہ تاویل کیجائے۔ جو لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں انکے دلائل یقینی ضعیف ہیں منکرین کی مشہور دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ ہو کہ کسی شئے کا بعینہ اعادہ اسکو کہتے ہیں کہ بغیر کمی زیادتی کے وہ شئی مع اپنے تمام عوارض کے اپنی اصلی حالت کیطرف رجوع کرے اور چونکہ وقت بھی عوارض میں سے ہو اسکا اعادہ ہوتا نہیں پس جو شئے کہ اعادہ کیجائے وہ بعینہ معاد نہیں ہو سکتی جبتک وقت کا بھی اسکے ساتھ اعادہ نہ کیا جاوے اور ظاہر ہے کہ وقت کا اعادہ محال ہے لہذا بعینہ کسی شئے کا اعادہ بھی محال ہے تو حشر بھی محال ہے مگر اسکا جواب یہ ہو کہ اعادہ کی تقدیر پر عوارضات مشخصہ کا اعادہ ضروری ہو مطلقاً عوارض کا اعادہ اسکے ساتھ لازم نہیں اور وقت عوارض مشخصہ میں سے نہیں ہو لہذا اسکا اعادہ بھی لازم نہیں کون نہیں جانتا کہ یہ کتاب جو اسوقت موجود ہے بعینہ اس سے پہلے موجود تھی جو شخص اسکا انکار کرے عقلا اسکو حمق و بیوقوفی کیطرف منسوب کرتے ہیں منقول ہے کہ بہمنیار کا جو شیخ ابو علی بن سینا کا شاگرد تھا یہ اعتقاد تھا کہ وقت بھی شئی کے عوارض مشخصہ میں سے ہو اس مسئلہ میں شیخ سے اُسنے بحث کی تو شیخ نے جواب دیا کہ اگر واقعہ اسی طرح ہے جیسا کہ تیرا خیال ہو تو مجھپر جواب دینا لازم نہیں کیونکہ میں اس وقت وہ نہیں ہوں جو

کشف اللثام عن وجہ الکشف والالہام

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ وذریاتہ اجمعین اما بعد حبیب احمد کیرانوی عفا ربہ عن ذنبہ الخفی والجلی عارض مدعا ہے کہ الامداد بابت ماہ شعبان میں جو رسالہ الدر المنضود شائع ہوا ہے اسکے حاشیہ واقعہ صفحہ ۱۵ میں مکرمی جناب مولوی ظفر احمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون کشف والہام کے متعلق شائع ہوا ہے چونکہ وہ مضمون عوام کو غلطی میں ڈالنے والا تھا۔ نیز پہلے سے بھی کشف والہام کے متعلق بہت سے لوگ غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور بعض علاۃ نے تو یہاں تک نوبت پہونچادی ہے کہ اس کو قرآن کا ہم پلہ بنادیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرے تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو ظاہر کردیا جاوے کہ شریعت میں کشف والہام کا کیا رتبہ ہے اور احکام شرعیہ پر اسکا کیا اثر ہے تاکہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہیں۔ پس اوّل ہم کشف والہام کی تحقیق کرتے ہیں اسکے بعد جناب مولوی ظفر احمد صاحب کی تقریر پر نظر کرینگے۔ سو واضح ہو کہ علماء نے جہاں اصول شریعت بتلائے ہیں وہاں صرف کتاب وسنت واجماع وقیاس کا ذکر کیا ہے اور جب وہ استدلال کرتے ہیں تو ان کا استدلال انہی چار دلیلوں کے دائرہ میں محدود ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کشف والہام دلیل شرعی ہونے کی اصلا حیثیت نہیں رکھتے یعنی نہ ان میں یہ قابلیت ہے کہ خود ملہم کے لیے کوئی حکم شرعی ثابت کریں اور نہ یہ کہ دوسرے پر کسی حکم کو لازم کریں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہ ان کو دلائل شرعیہ کے ضمن میں ذکر نہ کرتے یا انسے استدلال نہ کرنے سے انکے دلیل شرعی ہونیکی نفی کرتے ہوں بلکہ صاف لکھتے ہیں کہ الہام حجت شرعیہ نہیں ہے۔ چنانچہ صاحب کشف لکھتے ہیں۔ الالہام الذی لایبقے معہ شبہۃ لایوجد فی حق غیرہ ولو وجد واکرم غیرہ بذلک کان ثبوتہ لہ لحق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای لحرمتہ علی مثال کرامات الاولیاء فانہا تثبت لحرمۃ النبی علیہ السلام واتماما لمعجزتہ علے ماعرف واذا کان کذلک لایخرج بثبوتہ للغیر من خصائصہ علیہ السلام علا انہ ان ثبت للغیر لایکون حجۃ فی احکام الشرع فثبت ان کون الالہام حجۃ مخصوص بالنبی علیہ السلام اھ صفحہ ۹۲۵

یہ مسلک تو وہ ہے جو ہمیشہ سے حاملین شریعت کا رہا ہے مگر بعد کو کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جنھوں نے غلو کے ذریعہ کشف والہام کو اُسکے درجہ سے بڑھایا چنانچہ بعض نے کہا کہ کشف و الہام بھی ادلہ اربعہ کی طرح دلیل شرعی ہے اور اس سے بھی احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں اور بعض نے کہا کہ الہام خود مُلہم کے حق میں حجت ہے اور غیر کے حق میں نہیں۔ نسب صاحب مسلم الثبوت المذہب الاول الی قوم من الصوفیۃ والمذہب الثانی الی عامۃ العلماء اور بعض جہلاء زمانہ نے یہاں تک غلو کیا کہ اس کو وحی کا ہم پلہ بنا دیا اور اسکی بنا پر ایک نئی شریعت ایجاد کی جس کا نام مسلک باطن رکھا اور کہا کہ اگر الہام کتاب وسنت کے خلاف ہو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ مسلک ظاہر اور ہے اور مسلک باطن اور۔ اب ہم ان تمام مذاہب پر گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب اول تو باطل محض اور بدیہی البطلان ہے کما مبنا۔ رہا مذہب ثانی سو وہ اسلیے باطل ہے کہ اگر الہام کو حق ملہم میں حجت مانا جاویگا تو لازم ہوگا کہ وہ حق غیر میں بھی حجۃ ہو کیونکہ حق غیر میں حجۃ نہ ہونے کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ خود اسمیں حجت ہونے کی صلاحیت نہو دوسرے یہ کہ اسکے ثبوت و وجود میں شبہ ہو اور یہاں وجہ اول تو ہو نہیں سکتی کیونکہ حق ملہم میں اسکا حجت ہونا مسلم ہے تو ضرور دوسری وجہ ہوگی لیکن غور کرنے سے وہ وجہ بھی صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ جب مخبر الہام ثقہ و عدل ہوگا تو اُسکی خبر مفید ظن ہوگی اور غیر پر اُس کا ماننا لازم ہوگا واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ رہا مذہب ثالث سو وہ تو کفر محض و الحاد صرف ہے حفظنا اللہ و المسلمین من ہذا الجہل والکفر اس مقام پر ہمیں علامہ بحر العلوم کی اس تقریر کی حقیقت کا ظاہر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے حجیت الہام کے متعلق کی ہے تاکہ لوگ اس سے دھوکہ نہ کھاویں سو واضح ہو کہ شیخ ابن الہمام نے حجیۃ کشف کا بالکل انکار کیا تھا اور اُنکی وجہ یہ بیان کی تھی کہ کسی مر واقع فی القلب کو الہام من اللہ اُسی وقت کہا جا سکتا ہے جب کہ اُسکے من اللہ ہونے پر کوئی دلیل صحیح قائم ہو اور چونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں اس لیے اسکے من اللہ ہونے کا دعوی نہیں کیا جا سکتا اور جب کہ یہ دعوی نہیں کیا جا سکتا تو کوئی الہام حجت کیسے ہو سکتا ہے۔ اسپر علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ وفیہ ما فیہ فان الالہام لایکون الا بخلق علم ضروری انہ من عند اللہ تعالیٰ او من عند الروح المحمدی فحینئذ لا یتطرق الیہ شبہۃ الخطاء ہذا

۲

من العلم اعلی مما یحصل بالادلۃ الغیر القاطعۃ فالعجب کل العجب عن مثل ہذا الشیخ قد رفض وعار من العلم فلعلہ زعم ان الالہام ما یحدث فی القلب من قبیل الخطرات ولیس کذلک اما سمعت ما کتب الشیخ قطب وقتہ ابو یزید البسطامی قدس سرہ الشریف لبعض من المحدثین انتم تاخذون عن میت فتنتسبون الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن ناخذ من الحی الذی لا یموت وان تاملت فی مقامات الاولیاء ومواجیدہم واذواقہم کمقامات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملۃ والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدمہ علی رقاب کل ولی والشیخ سہل بن عبد اللہ التستری والشیخ ابی مدین المدنی والشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفۃ جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشبلی والشیخ عبد اللہ الانصاری والشیخ احمد النامقی الجامی وغیرہم قدس اسرارہم علمت علم یقین ان ما یلہمون بہ لا یتطرق الیہ احتمال وشبہۃ بل ہو حق حق حق مطابق لما فی نفس الامر ویکون مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالی لکن لا ینالون ہذا الا عیارا الا بالمدد المحمدی وتائیدہ لا بالذات ومن غیر وسیلۃ اصلا۔ وان تاملت فی کلام الشیخ الاکبر خلیفۃ اللہ فی الارضین خاتم فصل الولایۃ الشیخ محی الملۃ والدین الشیخ محمد بن العربی وفقنا اللہ لفہم کلماتہ الشریفۃ لما بقی لک شائبۃ وہم وشک فی ان ما یلہمون بہ من اللہ تعالی ومما یصلح کلمتنہا انہ علم ضرورۃ من الدین ان اولیاء ہذہ الامۃ افضل من اولیاء الامم السابقین کما ان نبیہم افضل من نبیی السابقین ولا شک ان الاولیاء الذین کانوا فی بنی اسرائیل مثل مریم وام موسی وزوجۃ فرعون کان یوحی الیہم ولا اقل من ان یکون الہاما ولا یکون الا مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالی فہو حجۃ قاطعۃ ولو لم یکن احد من ہذہ الامۃ المرحومۃ الفاضلۃ مثلہم فی تحصیل العلم القطعی فیکون مفضولۃ عنہم غایۃ المفضولیۃ لان التفاضل لیس الا بالعلم والفضل بما عداہ غیر معتد بہ ولا خلف اشنع من ہذا اللازم فافہم اھ اس تقریر کو دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ بحر العلوم کی تقریر اور مذاق علم سے اسقدر دور۔ وہ شیخ ابن الہمام کی متین دلیل پر تعجب کرتے ہیں مگر ہم کو انکے تعجب پر تعجب ہوتا ہے خیر اب ہم انکے جواب کی حقیقت دکھلاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں الالہام لا یکون الا مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالے او من عند الروح المحمدی اھ مگر یہ محض ایک دعوی ہی ہے جسپر انھوں نے کوئی دلیل نہیں قائم کی پس اگر ایسے ہی دعاوی سے دلائل کو رد کیا جا سکتا ہے تو پھر انکے دعوی کا اسکے خلاف کے دعوی سے رد کرنا تو بالاولی

جائز ہوگا پھر اگر اسکو تسلیم کر لیا جاوے کہ الہام کے ساتھ علم ضروری کا ہونا لازم ہی تو اول تو اسکی کیا دلیل ہے کہ وہ علم ضروری من اللہ ہے کیونکہ بہت سے علم ایسے ہوتے ہیں جنکو آدمی ضروری اور من اللہ سمجھتا ہے۔ مگر واقع میں وہ تسویلات نفسانیہ یا تخییلات شیطانیہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگوں کو اپنی مہدویت کا ایسا پختہ علم تھا کہ ان کو اسکے من اللہ ہونے میں اصلا شبہ نہ تھا مگر اس علم ضروری سے وہ من اللہ نہیں ہوگیا۔ نیز میں نے اپنے ایک دوست سے سنا ہے اور وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ پنجاب میں ایک شخص اس گمراہی میں مبتلا ہے کہ اُسنے اپنے یہاں ایک مکان بنا رکھا ہے جس کی نسبت وہ کشف والہام کی بناء پر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ خانہ کعبہ ہے اور اُس کو اہمیں ذرا شبہ نہیں پس کسی شخص کو کسی امر کے من اللہ ہونے کا علم ضروری اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ واقع میں من اللہ ہی اور اگر اسکو تسلیم کر لیا جاوے تو لازم ہے کہ ہر شخص کے تمام الہامات صحیح ہوں کیونکہ الہام کے لئے علم ضروری لازم اور علم ضروری کیلئے قطعیت لازم حالانکہ یہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے۔ کیونکہ خود صوفیہ کے الہامات و مکشوفات متعارض ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ اکبر اپنے مکشوفات و الہامات بیان کرتے ہیں اور مجدد الف ثانی اپنے کشف والہام سے انکی تردید فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں عجب کار دبارست شیخ محی الدین از مقبولان در نظر می آید واکثر علوم او کہ مخالف آرا اہل حق اند خطا و ناصواب ظاہر میشود۔ بلکہ خود ایک شخص کے الہامات و مکشوفات آپسمیں متعارض ہوتے ہیں مثلاً ایک وقت میں اسکو ایک امر منکشف ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں اُسکے خلاف مکشوف ہوتا ہے اور اپنے اپنے وقت میں ہر ایک کے متعلق اسکو علم ضروری ہوتا ہے کما لا یخفی علی من طالع المکتوبات للشیخ المجدد للالف الثانی۔ پس لازم ہے کہ متناقضین قطعی ہوجاویں۔ الغرض علم ضروری کسی الہام کے صحت و قطعیت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ اُسکے بعد کہتے ہیں فح لا یتطرق الیہ شبہۃ الخطاء یہ قول چونکہ متفرع ہے اسی دعوی بے دلیل پر اسلئے سراسر لچر ہے اُسکے بعد لکھتے ہیں وھذا النحو من العلم اعلےٰ مما یحصل بالادلۃ الغیر القاطعۃ یہ بھی اسی دعوی بے دلیل پر متفرع ہے لہذا یہ بھی مردود ہے۔ افسوس ہے کہ علامہ کو ان کے غلو فی الاعتقاد نے اسقدر مغلوب کر رکھا ہے کہ وہ ایسے امور کا التزام کرتے چلے جاتے ہیں جنکے نتائج کو سن کر ذی ہوش مسلمان

۱۴۴

گے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں علامہ کے ان تمام دعاوی کا حاصل یہ ہو کہ الہام اولیاء قرآن کے
نصوص قطعیۃ الدلالۃ کا ہم پلہ اور نصوص قرآنیہ ظنی الدلالۃ سے بھی مقدم ہے چہ جائیکہ احادیث
صحیحہ آحاد و مشہور حالانکہ علماء امت نے اسکو قیاس مجتہد کے برابر تو کجا اُس سے کمتر بھی نہیں
قرار دیا۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا یہ گفتگو تو بطور تنزل تھی ورنہ اگر غور کیا جاوے تو علامہ
کے دعاوی کی بناء پر الہام کا مطلقاً قرآن سے بڑھکر ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن اس صاحب
الہام کو بواسطہ خبر پہنچا ہے گو وہ خبر متواتر ہے اور الہام بلا واسطہ ولیس الخبر وان کان متواترا
کالمعاینۃ پس لازم کہ الہام قرآن سے بڑھکر ہو ولا یقول بہ مسلم اُسکے بعد انھوں نے مکتوب شیخ
بایزید کا ذکر کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے بایزید تک اسکی سند نہیں بتلائی پھر کیونکر
تسلیم کیا جائے کہ یہ نقل صحیح ہے اور بر تقدیر صحت شیخ ابن الہمام پر یہ قول کیونکر حجت ہے جب وہ
انکے الہام کو حجت تسلیم نہیں کرتے تو اس قول کو کیسے مان لینگے پھر اگر درحقیقت بایزید نے
ایسا لکھا ہو تو ان کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہمارے علوم تمھارے علوم پر مقدم ہیں کیونکہ ہمارے
علوم قطعی ہیں اور تمھارے علوم ظنی اور جبکہ ہماری اور تمہاری علوم میں تعارض ہوگا تو ہمارے علوم واجب
العمل ہونگے لانہ جہل عظیم لا یظن بمثل ابی یزید ان یتفوہ بہذا بلکہ مطلب اسکا یہ ہوگا کہ الہام
خواہ حجت شرعیہ نہو مگر اسکا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہم کو الہام ہوتا ہے اور چونکہ الہام اخذ
من اللہ بلا واسطہ ہوتا ہے اسلئے ہم تمسے صرف اتنی بات میں فضل ہیں کہ ہم مستفیض بلا واسطہ
ہیں اور تم بواسطہ اموات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ پس اس سے نہ قطعیت
الہام کا دعوی لازم آیا نہ اسکی حجیت کا اُسکے بعد کہتے ہیں ان تاملت فی مقامات الاولیاء الخ سو اس کا جواب یہ ہو کہ ہم کیا بڑے بڑے
نے تامل کیا مگر کبھی بے تحشف الہام کو اتنا رتبہ بھی نہ دیا کہ دلائل شرعیہ کی فہرست میں داخل ہو سکیں چہ جائیکہ کوئی انکو قطعی سمجھے اسکے بعد
کہتے ہیں ان تاملت فی کلام الشیخ الاکبر الخ اسکا جواب بھی وہی ہے کہ ہم تو کیا چیز ہیں بڑے بڑوں نے بہت سے معارف شیخ کو صراحۃ غلط قرار دیا ہے چہ
جائیکہ وہ انکو قطعی سمجھیں کما لا یخفی علی من طالع المکتوبات المجددیہ اور جواب آنکھ بند کرکے یہاں لانے میں انکو یا کسی کو کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے
قطعیت قائم کر سکیں پس انکے الہامات کی قطعیت معلوم اُسکے بعد لکھتے ہیں وما یصلح بہ حال الخ سو یہ کلام
بھی سراسر مختل اور بے سروپا ہے اولًا اسلئے کہ اگر اس کلام کو بے چون وچرا تسلیم کر لیا جاوے
تو اسکا نتیجہ صرف اتنا ہوگا کہ اس امت میں بھی ایسے بعض اولیاء ضرور ہونے چاہئیں جنکی

بعض الہامات قطعی ہوں مگر اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں کیونکہ نہ یہہ معلوم کہ وہ کون لوگ ہیں اور
نہ یہہ کہ وہ کون الہامات ہیں۔ پس یہہ جہالت اشخاص و جہالت الہامات کے سبب کسی شخص کے
کسی الہام کی نسبت یہہ دعوی نہیں کیا جا سکتا کہ فلاں شخص کا فلاں الہام من اللہ ہے اور جبکہ
واقعہ یہہ ہے تو کوئی الہام بھی حجت نہ رہا۔ اور ثانیا اسلئے کہ ان کا یہہ قول کہ ان اولیاء ہذہ
الامۃ افضل من اولیاء الامم السابقین اگر اسکا مطلب یہہ ہے کہ مجموعہ اولیاء ہذہ الامۃ مجموعہ اولیاء
امم سابقین سے افضل ہے تو مسلم ہے مگر ان کو کچھ مفید نہیں اور اگر یہہ مطلب ہے کہ ان کا ہر فرد
انکے ہر فرد سے افضل ہے تو غیر مسلم ہے اور ثالث اسلئے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ ان الاولیاء
الذین کانوا فی بنی اسرائیل الخ اس میں یہہ کلام ہے کہ یہہ قیاس سراسر فاسد ہے کیونکہ اس کا
مقتضی یہہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس امت کے اولیاء پر بواسطہ ملک وحی آنی چاہیئے کیونکہ
اول تو بعض اولیاء امم سابقین پر وحی بواسطہ ملک ہوئی ہے کہ مریم علیہا السلام اور اگر ان پر
بواسطہ ملک وحی نہ بھی ہوئی ہو تو ان پر تو ضروری ہونی چاہیئے کیونکہ یہہ افضل ہیں ان سے
اب اگر انپر بھی الہام ہی ہوا ہو تو فاضل اور مفضول میں مساوات لازم آئیگی اور جسطرح فاضل
کی مفضولیت ناجائز ہے یوں ہی مساوات بھی ممتنع ہے وہذا مما لا یخفے سخافتہ علی من لہ ادنے
فہم اور رابعا اسلئے کہ وہ فرماتے ہیں لو لم یکن احد من ہذہ الامۃ المرحومۃ الخ یہہ کلام بھی سراسر باطل
ہے کیونکہ اگر اس کا مطلب یہہ ہے کہ جب تک اولیاء ہذہ الامت کو اس خاص طریق سے علم قطعی نہو
جسطریق سے اولیاء امم سابقین کو ہوا تھا تو اولیاء ہذہ الامۃ مفضول ہو جاوینگے تو یہ بالکل
باطل ہے کیونکہ خصوص طریق کے مدار فضیلت ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں اور اگر یہہ مراد ہے
کہ جس طرح ان کو علم قطعی حاصل تھا اس طرح انکو بھی ہونا چاہیئے خواہ طریق علم جدا گانہ ہو
ورنہ یہہ مفضول ہو جاوینگے تب بھی غلط ہے کیونکہ مدار فضیلت تقرب عند اللہ ہے نہ کہ خصوص
علم اور بر تقدیر تسلیم صحابہ کو بواسطہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے علوم قطعیہ حاصل
تھے کہ ام موسی و زوجہ فرعون و مریم علیہا السلام کو اتنے نہ ہونگے پس اگر تحصیل علم قطعی ہی
مدار فضیلت ہو اور اولیاء ہذہ الامۃ سے وحی کیطرح الہام کا بھی سد باب ہو جائے تب بھی
اولیاء ہذہ الامۃ کی مفضولیت لازم نہیں آتی پس خلاصہ یہہ ہے کہ اگر الہام کا باب بالکل

٦

مسدود ہو جاتا تب بھی اولیاء ہذہ الامۃ کی مفضولیت لازم نہ آتی چہ جائیکہ وہ مسدود بھی نہ ہو
پس الہام کو تفضیل میں کوئی دخل نہیں اور نہ اس سے الہام کی قطعیت ثابت ہو سکتی ہے
اور خامساً اسلئے کہ وہ فرماتے ہیں لان التفاضل لیس الا بالعلم والفضل بما عداہ غیر معتد بہ اھ
یہ کلام ان کا سراسر باطل اور ان کے تبحر سے نہایت بعید ہے کون مسلمان کہہ سکتا ہے
کہ علم قطعی کے مقابلہ میں کثرت ثواب اور تقرب عند اللہ باب فضیلت میں غیر معتد بہ ہے
کوئی نہیں کہہ سکتا پس یہ کلام کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ دیکھئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جب اس امت کی پہلی امتوں پر فضیلت بیان فرمائی ہے تو علم کا اصلا ذکر نہیں کیا
بلکہ کثرت ثواب اور تقرب کا ذکر فرمایا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ علم قطعی مدار افضلیت ہے نہ کہ
غیر علم قطعی یہ تکذیب ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ الحاصل بحر العلوم کا کلام اس
بارہ میں حد غلو بلکہ کمال غلو تک پہنچا ہوا اور واقعیت سے بالکل عاری ہے کوئی صاحب
انکے تبحر اور انکے علو مرتبت سے دھوکا نہ کھاویں لانہ ما من احد غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا و یوخذ قولہ و یترک قولہ۔ پس خلاصہ تحقیق درباب کشف والہام یہ ہے کہ الہام وکشف دلائل
شرعیہ میں داخل نہیں اور نہ ان سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ان سے کسی
ادنی حکم شرعی کو رد کیا جا سکتا ہے اور یہ حکم ملہم وغیر ملہم دونوں کے لئے عام ہے یہی مذہب
ہے جمہور علماء امت کا اور مجمع علیہ ہے خیر القرون کا اور صاحب مسلم الثبوت نے جو مذہب
ثانی کو عامہ علماء کی طرف نسبت کیا ہے یا تو انکی غلط فہمی ہے یا ان علماء کا یہ قول کہ وہ حق ملہم
میں حجت ہی مؤول ہے جب ہم کشف والہام پر بحث کر چکے تو اب ہم مولوی ظفر احمد صاحب
کی تقریر پر بحث کرتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ الہام وکشف دوسرے
حق میں ظنی ہوتا ہے اور صاحب الہام کے حق میں قطعی ہوتا ہے اھ اس کلام سے مفہوم تو
یہ ہوتا ہے کہ یہ مطلق الہام کا حکم ہے مگر خود مولوی صاحب کے بیان سے معلوم ہوا کہ میری
مراد الہام سے بعض الہام ہیں پس اس مضمون میں دو نقص ہیں ایک اسکا بظاہر خلاف مراد
پر دلالت کرنا دوسرا اسکا خلاف واقع ہونا کیونکہ غیر نبی کے کسی الہام پر قطعیت کا حکم
کرنا صحیح نہیں لانعدام الموجب نسبتہ الی اللہ۔ مولوی صاحب موصوف کے اس قول

کا ماخذ جیسا کہ اُنکے بیان سے معلوم ہوا علامہ تفتازانی کا یہ قول ہے لاشک انہ قد یحصل بہ العلم لیکن چونکہ یہ قول خود بے دلیل ہے اسلئے اسپر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ وقولہ حکی عن کثیر من السلف لیس لشئی لانہ لایدری من ہم ومن ذا الذی حکی عنہم فلا یعتمد علی مثل ہذہ الحکایات التی لایدری ناقلوہا ولا المنقول عنہم فالصحیح ہو ما قال النسفی "والالہام لیس من اسباب المعرفۃ بصحۃ الشئے عند اہل الحق" وہو المعتمد اُسکے بعد کہا ہے اگر کسی کو کشف صحیح سے کوئی بات معلوم ہو جاوے اسپر یقین کرنا اسکو جائز ہے چنانچہ جو لوگ خضر علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے بلکہ ولی کامل کہتے ہیں وہ یہی فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام نے اپنے کشف سے اس معصوم بچہ کا جس کا قصہ قرآن میں ہے آیندہ چلکر کافر ہونا معلوم کیا تھا اس لئے اُسکو قتل کرنا آپکے لئے جائز تھا آھ یہ مضمون بھی ناقابل اعتماد ہے کیونکہ صحت کشف کے معنے وجود ما یوجب نسبتہ الی اللہ ہیں اور چونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اسلئے کسی کشف پر صحت کا بالجزم حکم لگانا ہی صحیح نہیں۔ پھر اگر کسی کو امارات و قرائن سے کسی کشف کی صحت کا جزم یا ظن غالب ہو جاوے تو اسپر عمل کرنے کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ شریعت اسپر یہ حکم لگاوے کہ یہ علم معتبر للعمل ہے کیونکہ ہر علم شرعًا معتبر للعمل نہیں ہے بلکہ معتبر للعمل وہی ہے جسکو شریعت نے معتبر قرار دیا ہو حالانکہ شریعت نے الہام غیر نبی کے معتبر للعمل ہونیکا کوئی حکم نہیں دیا پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر کسی کو کشف صحیح سے کوئی بات معلوم ہو جاوے تو اسپر یقین کرنا اسکو جائز ہے۔ رہا خضر علیہ السلام کا قصہ سو اس سے احتجاج کرنا صحیح نہیں کیونکہ کسی دلیل شرعی سے خود یہی متعین نہیں کہ ان کو قتل صبی کا حکم بذریعہ کشف والہام کے ہوا تھا پھر اس سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ لان احتمال الخلاف یہدم بناء الاستدلال پھر اگر یہ بھی متعین ہو جاوے تو خود یہ متعین نہیں کہ وہ نبی ہیں یا ولی۔ ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں اور الہام نبی حجت ہے تو الہام ولی کی حجیت پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا لما بینا اور پھر اگر ان کو ولی بھی تسلیم کر لیا جاوے تو ممکن ہے کہ اسوقت الہام حجت شرعی ہو جسکو شریعت مصطفویہ نے منسوخ کر دیا ہو پس حکم منسوخ سے استدلال کیونکر صحیح ہے اسکے بعد قصہ خضر پر ایک اشکال وارد کیا ہے اور اُسکے بعد اسکا جواب دیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ اسپر ایک اشکال واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ خضر علیہ السلام کیا اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں کہ اپنے کشف سے کسی بات کا یقین کر کے اُسکے موافق عمل کرتے ہیں اگر ایسا ہے

تو یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے کیونکہ شریعت میں کشف کی وجہ سے قتل وغیرہ جائز نہیں اور یقیناً اس وقت خضر علیہ السلام شریعت محمدیہ کے پابند ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا ولی ہوں اسکا جواب حضرت سیدی مولانا ...... صاحب نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان امور میں بمنزلہ قدرت کے ہوگئے ہیں جیسا کہ ملائکہ علیہ السلام کی شان ہے وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرتے ان امور میں وہ مجبور محض ہوتے ہیں اور مجبوری کی حالت میں تکالیف شرعیہ باقی نہیں رہتیں اور اسکی دلیل قرآن میں بھی موجود ہے وما فعلتہ عن امری کہ میں نے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کیا اھ اسمیں مختلف وجوہ سے کلام ہے اول اسلئے کہ جب جواب اشکال میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ مجبور محض ہیں تو جواز عمل بالکشف میں انکے فعل سے استناد کیسے ہوسکتا ہے۔ فآخر الکلام یناقض اولہ اور ثانیاً اسلئے کہ اشکال مذکور مبنی ہے تقدیر اختیار پر جیسا کہ مستدلین لجواز العمل بالکشف بعمل الخضر کا مسلک ہے اور جواب کی بنا اختیار طریق جبر واضطرار ہے پس اس جواب سے اشکال مذکور اس مسلک سے دفع نہیں ہوتا۔ اور ثالثاً اسلئے کہ عنوان جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب تحقیقی ہے نہ کہ مجرد احتمال پس اگر مقصود بھی وہی ہے جو کہ ظاہر جواب سے مفہوم ہوتا ہے تب تو یہ ایک ایسی تحقیق ہے جسپر کوئی دلیل نہیں اور اگر مقصود مجرد ابداء احتمال لدفع الاشکال ہے اور گفتگو مبنی ہے محض فرض صحت وحیات وعدم نبوت خضر وعمل بمکشوفاتہ پر تو نفس جواب اس تقدیر پر صحیح ہے گو تقدیر خود قابل تسلیم نہ ہو مگر جس انداز سے جناب مولوی ظفر احمد صاحب نے اس جواب کو بیان کیا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اول تو عنوان جواب سے اسکا جواب تحقیقی ہونا مفہوم ہوتا ہے نہ کہ تقدیری دوسرے اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ بنا بر فرض اختیار خضر جواب دے رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے پس ظاہر عنوان پر یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ جواب اشکال پر منطبق نہیں ہے۔ کیونکہ بظاہر اشکال ان لوگوں کے مسلک پر ہے جو خضر علیہ السلام کو عامل بالکشف والالہام بالاختیار مانتے اور انکے عمل سے جواز عمل بالکشف پر استدلال کرتے ہیں اور اس تقدیر پر

ع‌ ۵ یہ تمام گفتگو مولوی ظفر احمد صاحب کی تقریر پر ہے اور اسکا تعلق حضرت مولانا سے نہیں ہے کیونکہ معلوم کہ مولانا کا مقصود کیا ہے ۱۲

جواب اشکال پر منطبق نہیں ہوسکتا۔ اور رابعًا اسلیے کہ ما فعلتہ عن امری سے جبر واضطرار خضر پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اسمیں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے اضطرار مفہوم ہوتا ہو بلکہ مقصود اسکا صرف اسقدر ہو کہ میں نے یہہ کام بحکم حق سبحانہ کیے ہیں اور خود نہیں کیے اور اس سے نہ جبر ثابت ہوتا ہے نہ اضطرار۔ الحاصل یہ تقریر من اولہ الی آخرہ مختلف وجوہ سے مغالطہ میں ڈالنے والی ہے لہذا اسپر اعتماد نہ کیا جائے اب ہم تتمیما للفائدہ خضر علیہ السلام اور انکے الہام کے متعلق کسی قدر تفصیل کے ساتھ کلام کرتے ہیں تاکہ اس بارہ میں جو حق ہو وہ ظاہر ہو جاوے سو واضح ہو کہ اس مقام پر چند بحثیں ہیں۔ بحث اول اسمیں اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا غیر نبی مگر اس بارہ میں تحقیق یہی ہے کہ دونوں شقیں محتمل ہیں لانہ لم یصح فی الباب خبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حجۃ فی ہذا الباب فی آراء الرجال۔ بحث دوم اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ ہنوز زندہ ہیں۔ یا انتقال فرما گئے قال طائفۃ منہم البخاری وابراہیم الحربی وابو جعفر بن المنادی وابو یعلی بن الفراء وابو طاہر المنادی وابو بکر بن العربی انہ غیر موجود الآن وقال ابن الصلاح ہو حی عند جمہور العلماء والعامۃ معہم فی ذلک وشذ بانکارہ بعض المحدثین وتبعہ النووی وزاد ان ذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ و اہل الصلاح وحکایاتہم فی رویتہ والاجتماع بہ اکثر من ان یحصر آہ مگر مسلک صحیح اس بارہ میں بھی یہی ہے کہ کسی ایک شق کا حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس باب میں کوئی خبر نہیں دی وما روی فی ہذا الباب لا تقوم بہ الحجۃ بلکہ آپکے اس فرمانے سے رحم اللہ موسی لوددنا لو کان صبر حتی یقص علینا من خبرہما سے یہہ ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا ورنہ آپ خود ان سے ملکر عجائب کا مشاہدہ فرما سکتے تھے بلکہ انکی شہادت سے یہود پر اپنی نبوت کی حجت قائم فرما سکتے تھے نیز عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ آدمیوں کو اتنی طویل عمر نہیں دیتا اب وہ اگر زندہ ہونگے تو یہ خرق عادت ہوگا اور خلاف عادت کے باور کرنے کے لیے ایسی خبر کی ضرورت ہے جو حجت ہوسکے ولا خبر ہہنا کذلک۔ کیونکہ اخبار مرفوعہ تو اس بارہ میں واہی ہیں رہے دوسرے لوگوں کی خبریں سو ان میں بہت سی تو غیر ثابت یا مبنی بر ظن وتخمین ہیں اور بعض جنکے سند کو ذہبی یا حافظ ابن حجر نے جید کہا ہے جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہہ فرمانا ذاک اخی الخضر بشرنی انی سالی واعدل سو اسمیں انکے حیات کی تصریح

۱۰

ھ قال ابن حجر ولم یقع لی الے الآن خبر ولا اثر بسند جید غیرہ ۱۲ منہ

نہیں ہے ممکن ہو کہ خرق عادت کے طور پر روح خضر علیہ السلام یا ان کا کوئی لطیفہ متمثل بشکل انسانی خضری ہو گیا ہو پس اسمیں انکے حیات کی کوئی دلیل نہیں ہو رہی وہ اخبار جو اولیاء اللہ سے ملاقات خضر کے بارہ میں محکی ہیں سو اول تو ان میں بہت بھی بے سند ہیں پھر جسقدر ثابت ہیں تو ان میں تمثل روح خضر یا انکے کسی لطیفہ کا احتمال غالب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض جگہ شیطان اپنا کوئی مقصود خفی حاصل کرنے کے لئے بشکل خضر ظاہر ہوا ہو مثلاً یہ کہ اول وہ دو چار مرتبہ ملکر اور حقائق ان کو سنا کر اپنا خضر ہونا اپنے ثابت کرے اور پھر کبھی شکل خضری میں آکر ان کو کوئی دھوکا دیدے پس ان احتمالات کے ہوتے ہوئے وہ حکایات قابل استناد نہیں ہو سکتیں۔ بحث سوم یہ کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو افعال کئے وہ بذریعہ کشف والہام کے کئے یا کسی اور طریقہ سے اسمیں صحیح فیصلہ یہ ہے کہ ہم کو اسکے متعلق کچھ نہیں بتلایا گیا اور جبتک مخبر صادق اس بارہ میں کوئی خبر نہ دے اسوقت تک محض ظنون نا اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ نصوص سے ہم کو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ نے ان کو علم صحیح عطا فرمایا تھا اور وہ اس علم پر عمل کرنے کے لئے مامور تھے اس سے زیادہ ہم کو کچھ معلوم نہیں۔ اور اگر کوئی اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے اسکا قول حجت نہیں۔ کائنا من کان۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد نہ حضرت خضر پر کوئی اشکال وارد ہوتا ہے اور نہ انکے فعل سے کسی کے لئے احتجاج صحیح ہے۔ اور اگر کسی خاص شخص یا خاص جماعت پر کوئی اعتراض پڑے جنھوں نے غلطی سے خلاف تحقیق مسلک اختیار کر رکھا ہو تو اسکی حمایت ضرور نہیں بلکہ خود اس مسلک والوں سے کہا جاویگا کہ تم اس مسلک کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ خلاف تحقیق ہے آخر میں ہم بعض علماء صوفیہ کے بعض اقوال پیش کرتے ہیں جنسے کشف کا مفید قطع نہ ہونا ثابت ہوتا ہے قال الشعرانی فی میزانہ قد یکون دخل فی کشفہ التلبیس من ابلیس فان اللہ قد اقدر ابلیس کما قال الغزالی وغیرہ علی ان یقیم للمکاشف صورۃ المحل الذی یاخذ علیہ منہ من سماء او عرش او کرسی او قلم او لوح فربما ظن المکاشف ان ذلک العلم عن اللہ فاخذ بہ فضل واضل فمن ہنا اوجبوا علی المکاشف انہ یعرض ما اخذہ عن العلم من طریق کشفہ علی الکتاب والسنۃ قبل العمل بہ فان وافق فذاک والا حرم علیہ العمل بہ صنا جلد اول۔ اس سے شیطان کے کید کی عظمت معلوم ہو سکتی ہے اور سمجھ میں آسکتا ہے کہ مکشوفات وغیرہ میں شیطانی تصرف کا کسقدر قوی احتمال ہوتا ہے اگرچہ صاحب کشف کو پورا اطمینان ہو کہ میرا کشف صحیح ہے

11

اسپر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اسوقت ہے جبکہ کشف خلاف شریعت ہو لیکن جبکہ کشف شریعت کے بالکل مطابق ہو تو اسمیں مداخلت شیطانی کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مطابقت شریعت سے نفس کشف کی صحت تو متعین ہو جاتی ہے لیکن اسکے مبدا میں پھر بھی شبہ رہتا ہے کیونکہ شیطان کا یہ بھی کید ہے کہ دو چار دس بلکہ پانچ دفعہ کشف صحیح کرا دیا اور اس طریق سے صاحب کشف کو اس مغالطہ میں ڈالدیا کہ میں صاحب کشف ہو گیا اور براہ راست مجھ سے اور اللہ میاں سے باتیں ہونے لگیں پھر اس مغالطہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے کبھی بذریعہ کشف کے دھوکا دیدیا حفظنا اللہ من شرہ پس جو مکشوفات مطابق شریعت ہوں انپر بھی یہ حکم کرنا نہایت مشکل ہے کہ یہ من اللہ ہیں حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں الہام اگرچہ محل عالی وارد آن قلب است و قلب از عالم امر ست اما قلب را با عقل و نفس نحوی از تعلق متحقق است و نفس ہر چند بتزکیہ مطمئنہ گشتہ است اما ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز از صفات خود نگردد پس خطا را دراں موطن مجال پیدا شد۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ الہام مفید علم نہیں ہو سکتا الحاصل کشف والہام کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں اور اصل چیز کتاب و سنت و اجماع و قیاس ہیں انہی پر شریعت کا مدار ہے پس کسی حالت میں کسی کو اپنے کشف والہام پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے اور اگر کشف والہام مطابق شریعت بھی ہوں تب بھی انپر اعتماد نہ چاہیئے بلکہ اعتماد شریعت ہی پر چاہیئے ورنہ گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اور بہت لوگ اس کید شیطانی میں پھنسکر ہلاک ہو چکے ہیں۔ یاد رکھو کہ جو گمراہی کشف والہام سے پیدا ہوتی ہے وہ اتنی سخت ہوتی ہے کہ اسکا زوال ناممکن ہوتا ہے الا ان یہدیہ اللہ تعالیٰ بفضلہ کیونکہ ایسا گمراہ ہر ناصح کی تقریر کو یہ کہکر رد کر دیتا ہے کہ تم جو کہتے ہو وہ خبر ہے اور میں جو سمجھتا ہوں وہ مشاہدہ و معائنہ ہے ولیس الخبر کالمعائنہ۔ حالانکہ وہ مشاہدہ و معائنہ کچھ نہیں ہوتا بلکہ کید نفس و تلبیس ابلیس ہوتا ہے پس خطرہ گمراہی سے بچنے کی اسکے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ شریعت کو متمسک بہا قرار دے اور کشف والہام کو شریعت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھے بلکہ کشف والہام کا خود باد شے سمجھنا ہی خطرہ سے خالی نہیں ہے لان القلیل یفضی الی الکثیر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

تصدیق از جناب مولوی ظفر احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ مضمون الہ المنضود

ممانعت کی وجہ بتلاتے ہیں) رہا نذر و منت کا کھانا تو (اُس سے اسلئے منع کیا جاتا ہے کہ) شارع علیہ السلام نے نذر کی مذمت بیان فرمائی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے ان النذر لا یقدم شیئا ولا یؤخرہ وانما یستخرج بہ من البخیل حقیقت یہ ہے کہ نذر و منت کسی (مقدر) چیز کو مقدم و مؤخر نہیں کرسکتی بلکہ صرف اس ذریعہ سے حق تعالیٰ بخیل کا کچھ مال نکالدیتے ہیں (اس حدیث کو انہی الفاظ سے بخاری و مسلم وغیرہ سب نے بجز ترمذی کے عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کذا فی التیسیر) اور عزیزمن خوب سمجھ لو کہ جس چیز کی انسان نذر کرتا ہے اگر اُس کی عظمت اسکے دل میں نہوتی تو اُسکو اپنے ذمہ لازم نہ کرتا (مگر وہ اسلئے اپنے ذمہ لازم کرلیتا ہے) کہ مبادا کبھی نفس اُس سے ہٹ نجائے (مثلاً بیماری وغیرہ میں نذر کرلیتے ہیں کہ صحت ہو جائے تو اتنا غلہ یا روپیہ خیرات کرینگے تو یہ نذر اسی واسطے کیجاتی ہے کہ اسقدر غلہ یا روپیہ گھر سے نکالنا نفس کو گراں ہوتا ہے اور وہ اسمیں پس و پیش کرتا ہے تو نذر کے ذریعہ سے اوس کو اپنے اوپر لازم کرلیتے ہیں تاکہ نفس مجبور ہو کر خرچ ہی کردے) اور یہ صفت بخیل کی ہوتی ہے اور بخیل کا کھانا بیماری (پیدا کرتا) ہے (اسلئے نذر و منت کا کھانا نہ کھانا چاہیئے) رہا تعزیت کا کھانا اور جو اسکے بعد ذکر کیئے گئے ہیں تو اسلئے منع کیا جاتا ہے کہ) تعزیت اور ساتویں اور تیسویں کے کھانوں میں لوگوں کی باتوں (اور طعن و تشنیع) کے خوف سے اکثر توسع کیا جاتا ہے (کیونکہ تعزیت کے دن مسنون تو صرف یہ ہے کہ میت والوں کے لئے کھانا بھیجدیا جائے مگر عموماً اسمیں اسقدر توسع کیا جاتا ہے کہ ساری برادری کو دعوت دیجاتی ہے) اور (ایصال ثواب کے لئے جو تیسرے دن یا ہفتہ اور مہینہ کے بعد کھانا پکایا جاتا ہے وہ عموماً میت کے ترکہ میں سے ہوتا ہے) اور ربما اوقات ورثہ میں نابالغ بھی ہوتے ہیں (ان کا حصہ جدا نہیں کیا جاتا بلکہ مشترک ترکہ میں سے یہ کھانے کھلائے جاتے ہیں) حالانکہ وصی کو ایسا کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ورثہ سب بالغ ہوں (یا نابالغوں کا حصہ جدا کردیا گیا ہو) اور سب ورثہ (بخوشی) اسکی اجازت دیدیں (اور خاص دن یا خاص تاریخوں کی پابندی بھی نہو) تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ نام و نمود کے خیال سے بھی سلامتی ہو۔ رہے بڑے بڑے دعوتوں اور ختنہ اور شادی کی (تقریبات کے کھانے تو (اُن سے اسلئے منع کیا جاتا ہے کہ) اکثر ایسی (تقریبات میں) دعوتیں کرنے والوں کی نیت اچھی

17

نہیں ہوتی محض شہرت و نام آوری اور نفسانی خواہشات (مطلوب) ہوتی ہیں اور جس کو میری اس بات میں شک ہو اُس کو چاہیے کہ جب یہ لوگ کھانا تیار کر چکیں اُن سے یوں کہے کہ ان کھانوں کو بیوہ عورتوں اور اندھے محتاجوں اور یتیم بچوں اور مسکین آدمیوں اور بوڑھی عورتوں میں تقسیم کر دیں اور دنیا داروں اور بڑے طبقہ کے لوگوں کو نہ کھلائیں اگر وہ اس بات کو مان لیں تب تو (سمجھنا چاہیے کہ) نیت اچھی ہے کیونکہ محتاج لوگوں کا کھانا قیامت کے دن میزان اعمال میں انکے واسطے زیادہ بھاری ہوگا اور اگر اس بات کو منظور نہ کریں تو (جان لینا چاہیے کہ) محض ریار و نمود اور شہرت ہی مطلوب ہے عزیز من! سمجھنے کی بات ہے کہ (دنیا داروں کو تو اُسی وقت کھلانا مناسب ہے جبکہ محتاجوں سے کھانا بچ رہے اور) جبتک محتاجوں سے فاضل نہو امرار کو پہلے کھلانا مناسب نہیں (مگر آج کل اُلٹا دستور ہے کہ تقریبات میں اول اُنہی لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے جو اُسکے محتاج نہیں اور محتاجونکو بالکل نہیں پوچھتے یا بعد میں بچا ہوا اُن کو کھلا دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں آیا ہے شر الطعام طعام الولیمۃ یمنعہا من یأتیہا و یدعی الیہا من یاباہا رواہ مسلم مرفوعًا کذا فی الترغیب۔ بُرا کھانا اُس ولیمہ کا کھانا ہے جس سے اُن لوگوں کو دور کیا جاوے جو خود اُسکی طرف آویں (یعنی ضرورتمند محتاج لوگ) اور اُن لوگوں کو بلایا جاوے جو آنے سے انکار کریں (یعنی دنیا دار غیر محتاج) اھ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آج کل اکثر لوگونکو محض تفاخر اور شہرت مقصود ہے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تفاخر

ع اس حدیث کو ابو داؤد نے بایں الفاظ روایت کیا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الطعام المتبارین ان یوکل اھ قال العلامۃ فی العہود المحمدیۃ والمتباریان ہما المتفاخران بالطعام وفی الترغیب قال الحافظ الصحیح انہ عن عکرمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل المتباریان ہما المتماریان المتباہیان اھ وقال فی التیسیر عن ابن عباس قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن طعام المتبارین السباق والقمار اخرجہ ابو داؤد ویقال باری فلان فلانا اذا عارض فعلہ فعلہ اھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے متبارین کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے اس لفظ کی شرح علامہ شعرانی اور حافظ منذری نے متفاخرین کے ساتھ کی ہے یعنی بہ نیت تفاخر کھانا کھلانے والے اور تیسری روایت میں خود حدیث میں اسکی شرح یہ آئی ہے کہ (شرطیہ) گھوڑ دوڑ کرنے والے اور جوا کھیلنے والیکا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے اسلیئے یہ حدیث مقصود مقام کیلئے صریح نہ رہی دوسری حدیث اس مقصود کے لیئے صریح یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم کلوا واشربوا وتصدقوا ما لم یخالطہ اسراف ولا مخیلۃ رواہ النسائی وابن ماجہ ورواتہ الی عمرو ثقات محتج بہم فی الصحیح کذا فی الترغیب قلت وعمرو بن شعیب ہو ابن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال محمد بن اسمعیل (البخاری) رایت احمد واسحق وذکر غیرہما یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب قال وقد سمع شعیب بن محمد من

والوں کا کھانا کھانے سے ہم کو منع فرمایا ہے اور یہ تو ساری گفتگو اُس وقت ہے جب کہ کھانا حلال کمائی کا ہو (کہ باوجود حلال ہونے کے بھی اگر نیت درست نہو تو اُسکا کھانا منع ہے) پھر وہ کھانا تو کیا ہی کچھ ہوگا جس میں ایسا مال لگایا گیا ہو کہ مکر و حیلہ اور فریب و دغا بازی کے ساتھ کمایا گیا ہے (اور نیت بھی درست نہیں) اور اُسکے کھانے والے بھی وہ لوگ (تجویز کیے گئے) ہیں (یعنی دنیا دار امراء) جن کا کھلانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہیں جیسا کہ اوپر اس طرف اشارہ ہوچکا ہے (ایسی حالت میں تو کسی طرح ان تقریبات کا کھانا جائز نہیں) اور ہم نے ولیموں میں کھانا کھانے اور لوگوں کے فرش پر بیٹھنے کے آداب تفصیل کیساتھ رسالۃ الآداب میں بیان کردیئے ہیں (اُسمیں مفصل کلام کیا گیا ہے) واللہ غفور رحیم۔

(۹۰) ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ غریب محتاج مزدوری پیشہ آدمی (اگر ہماری دعوت کرنا چاہے تو ہم اُسکے کھانے کی طرف اُس وقت تک ہاتھ نہ بڑھائیں جبتک کہ اُسکے رزق میں مخفی طور پر برکت پیدا کرکے ہم اُسکی امداد نہ کرسکیں۔ پس اگر ہم کو اپنی بابت یہ بات معلوم ہو کہ ہم (اس طریقہ سے) اُس کی امداد پر قادر نہیں ہیں تو مناسب یہ ہے کہ اُسکے گھر کا کھانا چھوڑ دیں اور اُسکی (دلشکنی اور) دلداری عہ کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ہمارے نزدیک سلامتی ہر غنیمت و منفعت سے مقدم ہے

عہ میرے نزدیک اسمیں ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ غریب محتاج دو قسم کے ہیں ایک تو متوکلین ہیں جنکو خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے ایسے غریبوں کا کھانا کھا لینا ہر حال میں مناسب ہے خواہ ہم انکی امداد کرسکیں یا نہ کرسکیں اُن کی دعوت قبول کرلینے میں انکی دلداری ہے اور نہ قبول کرنے میں دلشکنی ہے دوسرے عام ہیں جنکو توکل کا درجہ پوری طرح حاصل نہیں ہوا ایسے لوگوں کی دعوت اگر قبول کیجائے تو انکی امداد بھی ضرور کیجائے خواہ ظاہراً یا باطناً اور اگر امداد پر قدرت نہو تو دعوت نہ قبول کرنا بہتر ہے اگرچہ ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے میں انکی دلداری ہوتی ہے مگر جب ان کو ہماری دعوت کے بعد گھر میں کسی قسم کی کمی معلوم ہوگی اُس وقت یہ خیال ضرور ہوگا کہ اگر ہم دعوت نہ کرتے تو کئی روز تک بیفکری سے کھاتے رہتے تو یہ دلداری قابل اعتبار نہیں البتہ اگر ہم انکی ظاہراً یا باطناً امداد کردیں گے تو پھر ان کو یہ خیال نہ آئیگا بلکہ دعوت کرکے خوش ہونگے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور انکی مکافات کرتے اور بدلہ دیا کرتے تھے عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا اخرجہ البخاری وابو داؤد والترمذی کذا فی التیسیر۔ یہ تو ظاہری امداد کی صورت تھی اور جب آپ کسی کے یہاں دعوت میں کھانا کھاتے تو فراغت کے بعد اُسکے لئے دعا فرمایا کرتے تھے اور حضور کی دعا مستجاب تھی اسلئے ضرور داعی کے گھر میں برکت ہوجاتی تھی عن جابر قال صنع ابو الہیثم طعاما فدعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلما فرغوا قال اثیبوا اخاکم قالوا وما اثابتہ قال ان الرجل اذا دخل بیتہ فاکل طعامہ وشرب شرابہ فدعوا لہ فذلک اثابتہ۔ اخرجہ ابو داؤد کذا فی التیسیر حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ابو الہیثم نے ایک دن کھانا (عمدہ) پکایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے

اصحاب کی دعوت کی جب سب (کھانے سے) فراغت پاچکے آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اس کا بدلہ دو صحابہ نے عرض کیا کہ بدلہ کسطرح دیا جائے آپنے فرمایا کہ جب کسی شخص کے گھر میں جاکر کھانا کھایا جائے اور پانی پیا جائے پھر سب اُسکے لیے دعا کردیں تو یہی اُسکا بدلہ ہے اھ دعا کرنا یہ امداد باطنی ہے پس یہ عہد بحمد للہ سنت کے بالکل موافق ہے ۱۲ مترجم

۱۹

(اور اس صورت میں سلامتی اسی میں ہے کہ ایسے لوگوں کا کھانا نہ کھائیں اگرچہ دعوت قبول کرنے میں یہہ فائدہ ضرور ہے کہ اُسکی دلداری ہوجائیگی آج کل) غریب آدمی کا ہر لقمہ بڑی مشقت سے حاصل ہوتا ہے خصوصًا اگر اسکی نگاہ بھی کمزور ہو اور مزدوری پیشہ سے وہ عاجز بھی ہوگیا ہو ایسی حالت میں تو وہ محتاج آدمی کے احسان سے بچتے رہنا اُسکی دلداری سے (بدرجہا) بہتر ہے سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کو کسی غریب آدمی کے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا اُسوقت تک مناسب نہیں جب تک کہ ایکسال کی روزی سے اُسکی امداد نہ کردے اور برادرم شیخ افضل الدین کا بھی اپنے دوستوں کے ساتھ یہی برتاؤ تھا کہ جب تک اپنے غریب دوستونکی امداد ایک سال کی روزی سے نہ کردیتے اُس وقت تک اُنکی دعوت قبول نہ کرتے تھے واللہ تعالیٰ غنی حمید ہ

(۹۱) ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہہ ہمارے کیے ہوئے کام ہیں (ہم انکے ثواب کے مستحق ہیں) بلکہ صرف خدا کے فضل و احسان پر نظر کرکے ثواب طلب کیا کریں اور اسمیں راز یہہ ہے کہ جو شخص اپنے نیک اعمال پر اسوجہ سے ثواب طلب کریگا کہ اُس نے خود یہ اعمال کیے ہیں تو اُسکے لئے کچھ بعید نہیں کہ بُرے اعمال کی سزا دینے کے واسطے بھی ترازوی اعمال قائم کیجاوے کیونکہ (وہ بھی اُسی کے کیے ہوئے اعمال ہیں) سمندر تو ایک ہی ہے (اگر سمندر کو اپنے موتی جواہرات پر ناز ہے تو اُسکی تلخی اور جھاگ بھی تو اُسی کے لیے عیب ہے) اور حدیث میں ہے کہ حق تعالےٰ شانہ فرماتے ہیں کہ میں اُس عمل کو قبول نہیں کرتا جسمیں میرے سوا کسی کو شریک کیا جاوے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان کا نفس بھی تو خدا کا غیر ہے (تو اپنے نفس کو بھی کسی عمل میں شریک نہ کرنا چاہئے یعنی اپنے کسی عمل پر خود بھی نظر نہ کرے بلکہ یہہ سمجھے کہ میں نے کچھ نہیں کیا جو کچھ عمل ہوجاتا ہے یہہ حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور اگر وہ اسپر ثواب عطا فرمادیں یہہ بھی اُنکی محض رحمت ہے) خوب سمجھ جاؤ۔ پس ہر عارف اپنے تمام اعمال کو در حقیقت

۲۰

---

۲۰ عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا شرک معی فیہ غیری ترکتہ وشرکہ اخرجہ مسلم کذا فی التیسیر۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں شرک سے زیادہ غنی ہوں (پس) جو کوئی ایسا عمل کرے گا جس میں میرے ساتھ کسی کو شریک کرے میں اُس عمل کو اور شرک کو دونوں کو چھوڑ دونگا (یعنی میں ایسے عمل سے غنی ہوں وہ میرے قابل نہیں میں اُسکو قبول کروں) ۱۲ مترجم

خدا تعالیٰ کے لئے سمجھتا ہے (کہ یہ اُسکے پیدا کیئے ہوئے اور اُسکی توفیق کے بعد ہماری ہاتھوں سے ظاہر ہوئے ہیں) اور (اس لحاظ سے) تبعاً شرکت مجازی کے طور پر اپنے طرف بھی اُن کو منسوب کر دیتا ہے اور (اسی لیے) عارف ایاک نعبد وایاک نستعین صرف تلاوت قرآن کی نیت سے کہتا ہے (اسکے معنے پر غور نہیں کرتا کیونکہ بظاہر ایاک نعبد میں عبادت کو اپنی طرف منسوب کرنا پڑتا ہے کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں حالانکہ عارف یہ سمجھتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں کرتا یہ جو کچھ عبادت ہو رہی ہے درحقیقت خدا تعالیٰ ہم سے یہ کام لے رہے ہیں اسلیئے عارف کو ایاک نعبد کہتے ہوئے صرف تلاوت کی نیت ہوتی ہے معنی پر نظر نہیں ہوتی) جب اسکو سمجھ گئے تو عزیز من! جو کچھ حق تعالیٰ سے (ثواب وغیرہ) طلب کرنا چاہو اُسکو محض احسان وفضل کے طریقہ سے طلب کرو اسمیں کچھ حرج نہیں (اپنا عمل سمجھکر مت مانگو) واللہ واسع علیم ۔

(۹۲) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہمیشہ یہ اعتقاد اپنے پیش نظر رکھیں کہ حق تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور راز اسمیں یہ ہے کہ (اس اعتقاد کے ہمیشہ پیش نظر رکھنے سے) حق تعالیٰ کی تقادیر پر ہمارے دلمیں ناخوشی نہ پیدا ہوگی اور جو شخص اس اعتقاد کی نگہداشت سے غافل رہیگا وہ ضرور تقدیر سے ناخوش ہوگا بلکہ (بعض دفعہ) اعتراض اور بیرخی تک میں مبتلا ہو جائیگا شبلی رحہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے جنید رحہ کو بعد وفات کے دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہنے لگے کہ مجکو بخشدیا اور کسی بات پر مجھے عتاب نہیں کیا البتہ ایکبار میری زبان سے اتنی بات نکل گئی تھی کہ اس سال زمین کو بارش کی ضرورت ہے اسپر حق تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کہ اے جنید کیا تم مجھے خبر دینا چاہتے تھے حالانکہ میں علیم وخبیر (دانائے راز) ہوں (پس معلوم ہوا کہ عارفین سے ذرا ذرا سی بات پر بھی مواخذہ ہو جاتا ہے جو ادب کے خلاف ہو خواہ زبان سے نکلے یا دلمیں گذرے اسلیئے ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ ہمارے مصالح کو جانتے ہیں تاکہ کسی وقت کسی تقدیری امر پر دلمیں ناخوشی یا تکدر نہ آنے پاوے) اس کو اچھی طرح جان لو۔

(۹۳) ہمسے عہد لیا گیا ہے کہ سفارش کے لیئے پیادہ پا جایا کریں اور بدون ضرورت کے سوا

۲۱

نہ جایا کریں کیونکہ جسکے پاس ہم سفارش لیجا رہے ہیں وہ اس وقت گویا کہ ہمارا اور جسکی ہم سفارش کرنا چاہتے ہیں اسکا سردار ہے تو اسکا ہم کو ادب کرنا چاہیے اور ہم سے یہ بھی عہد لیا گیا ہے کہ فقط توجہ قلبی سے کبھی کسی کی حاجت نہ پوری کیا کریں بلکہ جس شخص کے پاس جا کر وہ حاجت پوری ہو سکتی ہو اُسکے پاس ہم کو جانا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے من مشی فی قضاء حاجۃ اخیہ حتے یثبت لہ حقا عند حاکم ثبت اللّٰہ قدمیہ علی الصراط جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پیادہ پا جاوے حتے کہ حاکم کے پاس جا کر اُس کا حق ثابت کر دے حق تعالیٰ اسکے دونوں قدموں کو پلصراط پر ثابت رکھیں گے اھ اور جو شخص محض توجہ قلب سے لوگوں کی حاجت روائی کرتا ہے ممکن ہے کہ وہ پلصراط پر ثابت قدم نہ رہے کیونکہ وہ اپنے پیروں سے تو کسی مسلمان کی ضرورت میں چلا ہی نہیں اسکو خوب سمجھ لو یہ بہت نفیس مضمون ہے۔

(۹۴) اسیطرح ہمسے عہد لیا گیا ہے کہ بدون ظاہری اور باطنی طہارت کے کسی کی سفارش کے لئے حکام کے پاس نہ جایا کریں (بلکہ جانے سے پہلے اپنے دل کو تمام ظلمتوں سے اور ظاہر کو سب نجاستوں سے پاک کر لیا کریں) اور اسمیں راز یہ ہے کہ حکام اور تمام وہ لوگ جن کے سپرد حق تعالیٰ نے مخلوق کی حاجتیں کر دی ہیں وہ دربار الٰہی کے دروازے ہیں (در حقیقت حاکم کچھ نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ جو کچھ چاہتے ہیں اُس کے ہاتھوں ظاہر کر دیتے ہیں) اور کسی مظلوم کے اوپر سے مصیبت کم کرنے کی جو درخواست (حکام ظاہری سے) کی جاتی ہے وہ (درخواست) درحقیقت حق تعالیٰ سے کیجاتی ہے (جسکو حق تعالیٰ ان حکام وغیرہ کے ذریعہ سے پورا کر دیتے ہیں۔ پس حاکم کے دربار میں جاتے ہوئے یہ سمجھو کہ تم حق تعالیٰ سے درخواست کرنے جا رہے ہو اسلئے جانے

۲۲

عہ عن ابن عمر مرفوعا المسلم اخو المسلم الحدیث اخرجہ مسلم و ابو داؤد زاد فیہ رزین ومن مشی مع مظلوم حتی یثبت لہ حقہ ثبت اللّٰہ تعالیٰ قدمیہ علی الصراط یوم تزول الاقدام قال الحافظ المنذری ولم ارہ فی شیء من اصولہ وعن عائشۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم من کان وصلۃ لاخیہ المسلم الی ذی سلطان فی مبلغ بر او تیسیر عسیر اعانہ اللّٰہ علی اجازۃ الصراط یوم القیمۃ عند دحض الاقدام رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط وابن حبان فی صحیحہ کلاہما من روایۃ ابراہیم بن ہشام الغسانی جو روایت مصنف نے بیان فرمائی ہے وہ رزین کی روایت ہے جسپر حافظ منذری نے کلام کیا ہے۔ ہاں اُس مضمون میں دوسری روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے جو حافظ منذری کے قاعدہ پر حسن سے کم نہیں کہ حضور نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو کسی صاحب حکومت کے پاس پہونچا دے تاکہ اُس کو کچھ بھلائی پہونچ جاوے یا مشکل آسان ہو جاوے حق تعالیٰ قیامت کے دن پلصراط سے پار ہونے میں اُسکی امداد فرمائینگے جب کہ بہت سے قدم پھسلتے ہونگے مترجم

(باقی آئندہ)

تصانیف جناب حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

نام کتاب	قیمت
الانتباہات المفیدہ عن الشبہات الجدیدہ نئی روشنی والوں کے بیہودہ و بے بنیاد اعتراضات و شبہات کے جوابات۔	۱۲ر
انقلاب الامت اکثر جہلا اہل علم نے باوجود عالم ہونے کے بوجہ عدم توجہی جو کوتاہیاں احکام شرعی میں کر رکھی ہیں ان کا بیان مع اصلاح۔	۱۰ر
ارشاد الہائم فی حقوق البہائم حیوانات کے حقوق کا مفصل بیان جس سے عوام الناس ناواقف ہونے کے باعث گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔	۱ر
تیسیر فی اثبات التقدیر تقدیر و تدبیر کے متعلق مفصل بحث	۸ر
اصلاح الانقلاب حصہ اول در امت محمدیہ کے اعمال و معاملات میں بوجہ بُعد زمانہ نبوی و جہالت زمانہ پرفتن انقلاب عظیم پیدا ہو گیا جسکا علماء اور خواص کو بھی احساس نہیں رہا اس لئے حضرت مولانا نے ان کوتاہیوں پر متنبہ کرنیکے لئے نہایت محنت سے یہ رسالہ تصنیف فرمایا ہے جسکو مقبولیت عامہ حاصل ہے یہ مضامین القاسم میں بھی اکثر شائع ہوئے تھے۔	عم
اصلاح الرسوم فی زمانہ عام جہلا نے جو دینی اور دنیوی معاملات میں جدید رسمیں اپنی تباہی و بربادی کی گھڑ رکھی ہیں جسمیں اکثر شرفا بھی مبتلا ہیں اور ان کا خلاف شرع ہونا بھی کسی کو معلوم نہیں ان بیہودہ حرکات کا رد اور انکی اصلاح۔	۶ر
تنزیہ رمضان رمضان شریف کے متعلق ضروری تنبیہات۔	۱ر
امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ سنہ ۱۳۰۱ھ سے سنہ ۱۳۳۵ھ تک کے فتاوی اسمیں درج ہیں	للعہ
تتمہ امداد الفتاویٰ اسمیں سنہ ۱۳۳۶ھ سے سنہ ۱۳۳۷ھ تک کے فتاوے درج ہیں۔	ے
تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ	۱۲ر
ادب القرآن معہ ضمیمہ قرآن مجید کے متعلق جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان کی اصلاح اور آخر میں چند ضروری قواعد متعلق تجوید مؤلفہ قاری عبدالوحید صاحب	۲ر
تحذیر الاخوان اس رسالہ میں سود و رشوت اور تعویذ گنڈوں اور نکاح پر اجرت لینے اور چندہ کے مسائل قابل دید درج ہیں۔	۴ر

ملنے کا پتہ - دفتر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا امسال عہ کا وی پی ہوگا

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۶ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

المشتہر

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۵ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ل ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

[illegible] كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا رواه الشيخان

اشارۃ الی الآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم واعداد و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت
قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات خبرت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت
مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است با جمل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ
است کہ لقب صحیفہ شہریت بہ تبرک بنام نامیش نیز دا سعما الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۵) بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ ہجری جلد (۶)

باداریۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

عبدالمجید پریمین تھانوی

ایں صحیفہ کا بدیہ شش امداد نام	یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

(جو)

بہ برکت دعائے حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

مثلاً سقمونیا کو دس مرتبہ آزمایا گیا اُس نے اسہال کا فائدہ دیا تو اس تکرار مشاہدہ سے کہیں گے
کہ سقمونیا مُسہل ہے اور عقل ایک قوت ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان میں ودیعت کی ہے
جس سے کلیات کا ادراک کرتا ہے مولوی محمد حسین عظیم آبادی سے جو کہ میرے ایک دوست
تھے اُن کے طالب علمی کے زمانہ میں ایک کالج کے طالب علم نے سوال کیا کہ آسمان پر
کُل کسقدر ستارے ہیں انھوں نے فرمایا مرصودہ تو معلوم ہیں مگر غیر مرصودہ معلوم نہیں
اُس طالب علم نے کہا کہ مولوی صاحب تعجب ہے کہ سائنس کا اتنا ضروری مسئلہ اور
آپ کو اُسکی اطلاع نہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ اچھا بتلائیے سمندر میں کسقدر مچھلیاں
ہیں اُس طالب علم نے کہا مجھے تو علم نہیں تو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ افسوس ہے
آپ اسقدر سائنس کے دلدادہ ہیں اور آپ کو زمین کی چیزوں کی بھی اطلاع نہیں پھر جب
آپ کو ہنوز زمین کی بھی پوری اطلاع نہیں ہے تو مجھکو آسمان کے ستاروں کی اطلاع نہونا
کیا تعجب ہے یہ جواب سنکر اُن طالب علم صاحب کی آنکھ کھُلی اور ہوش آیا اس طرح لوگ صناع
قوموں کو کہتے ہیں کہ یہ بڑے عاقل ہیں حالانکہ وہ صرف ایک صنعت کے تجربہ کار ہیں لہذا
اُن کو صناع کہنا چاہئے نہ کہ عاقل صناعی دوسری چیز ہے عاقل ہونا دوسری بات ہے
اگر ہم ایک بڑے فلسفی مثلاً افلاطون کو ایک جلاہے کے گھر لیجاویں اور اُسکی کارگہ میں بٹھلادیں
اور کہیں کہ ایک مہین تنزیب بُنو تو یقیناً وہ اُسپر قادر نہوگا اور جُلاہا عمدہ سے عمدہ بُن دیگا
اس فرق کی وجہ سے یہ کہدیں گے کہ یہ جلاہا اس فلسفی سے زیادہ عاقل ہے ہرگز نہیں ہاں یہ
کہیں گے کہ یہ فلسفی اس صنعت کو اسقدر نہیں جانتا جسقدر یہ جُلاہا جانتا ہے پس علماء
محققین خواہ تجربہ کار نہوں مگر کامل العقل ہوتے ہیں اور یہی ورثۃ الانبیاء ہیں ان ہی کے
متعلق ارشاد و تربیت کا کام ہوتا ہے پس اُن کے ساتھ احکام و حِکم دینیہ میں کسی کو حق مزاحمت
نہیں ہے جیسا کہ اس قاعدہ شرعیہ کو کہ مفسدہ کی وجہ سے مصلحت غیر ضروریہ کو چھوڑ دیتے
ہیں نہ سمجھنے سے بعض کو غلطی ہوگئی کہ وہ علماء سے مزاحمت کرنے لگے۔

رجوع بجانب سُرخی (آخری جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھنا بدعت ہے)

۳۲۷

غرض جو چیز مطلوب نہو اور اُسکے ارتکاب میں مفسدہ بھی ہو تو اُس کو ترک کر دینگے جب
یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ الوداع کا خطبہ کسی دلیل سے شرعاً مطلوب
نہیں ہے اور اُس کے پڑھنے میں بہت سے مفاسد ہیں۔ لہذا اُسکو ضرور ترک کیا جاویگا
رہی یہ بات کہ لوگ اس بہانہ سے آجاتے ہیں اگر یہ نہوگا تو لوگ نماز میں آنا چھوڑ دینگے
سو سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ خدا کیلئے نماز پڑھتے ہیں وہ تو ہر حالت میں آوینگے خطبہ وداع
پڑھا جاوے یا کوئی دوسرا خطبہ اور جو لوگ محض پابندی رسم کے لئے آتے ہیں وہ اگر اسکے
ترک سے آنا چھوڑ بھی دیں تو ان کے اِس خیال سے ہم ایک [illegible] قبول کر کے کیوں مرتکب
ہوں۔ خواہ وہ آویں یا نہ آویں۔

دین اس سے مستغنی ہے کہ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنیکے لئے اُسکی خواہش کے تابع ہو اور اُس کا بیان کہ اسلام کی رو سے امیر اور غریب سب برابر ہیں

ایک شخص نے مجھسے کہا کہ اگر نکاح بیوگان کا ذکر نہ کرو تو میں وعظ میں آؤں میں نے کہا کہ تو
آج ضرور ہی بیان کرونگا تمہارا جی چاہے آؤ نہ جی چاہے نہ آؤ دین کسی کے آنیکا محتاج نہیں ہے

۵ ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

جس کا حسن ذاتی حسن ہے اسکو تکلفات کی اور کسی کے دیکھنے نہ دیکھنے کی کیا پرواہ ہے
خواہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے وہ بالکل مستغنی ہے اسی طرح ہم کسی کے آنے نہ آنے کی پرواہ نہ
کرینگے اور شروع کو محض اس مصلحت سے نہ چھوڑینگے ہمارے اکابر سلف کا اس استغنار
مذکور پر پورا عمل تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ خلافت میں جبلہ ابن ایہم غسانی جو کہ ملوک غسان میں سے
تھا مسلمان ہوا موسم حج میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا ایک دوسرا غریب آدمی بھی ساتھ

ساتھ طواف کرتا تھا اتفاق سے اُس غریب آدمی کے پاؤں کے تلے اُسکی ازار کا کنارہ دب گیا جبلہ جب آگے بڑھا تو اُسکی لنگی کھلگئی اور برہنہ رہ گیا چونکہ وہ اپنے کو بہت بڑا آدمی سمجھتا تھا اور یہ دوسرا شخص نہایت غریب آدمی تھا لہذا اُسکو بہت غصہ آیا اور اُس نے ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اُس بیچارہ کا دانت ٹوٹ گیا وہ شخص اس حالت کو لئے ہوئے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ امیر المومنین جبلہ نے میرا دانت توڑ دیا حضرت عمر نے فرمایا کہ جبلہ کو ہمارے پاس بُلا لاؤ صاحبو غور کیجئے یہ امتحان کا مقام ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک غریب آدمی کے معاملہ میں پکڑ کر بلایا جاتا ہے چنانچہ جبلہ کو لایا گیا حضرت عمر نے واقعہ دریافت فرما کر اُس غریب شخص کو اجازت دی کہ جبلہ سے اپنا بدلہ لے جبلہ نے جب یہ سُنا تو طیش میں آکر کہا کہ امیر المومنین مجھکو اور ایک معمولی بازاری غریب آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا حضرت[٥] عمر نے فرمایا کہ اسلام نے اور اسمیں امیر غریب سب برابر ہیں تم نے اُسکا دانت توڑا تمہارا دانت ضرور توڑا جاویگا

٥ تتمہ قصہ کا یہ ہوا کہ جبلہ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ کیا مجھکو ایک دن کی مہلت مل سکتی ہے میں کل کو قصاص دینے پر آمادہ ہو جاؤنگا آپنے فرمایا کہ اگر صاحب حق راضی ہو جاوے تو مہلت ہے چنانچہ وہ غریب مسلمان راضی ہو گیا اور جبلہ قصاص کے بجائے رات ہی کو مدینہ سے بھاگ گیا اور رومیوں میں جا ملا جو کہ نصاری تھے اور مرتد ہو گیا اسکے بعد ایک صحابی سفیر بنکر حضرت عمرؓ کیطرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس کسی ضرورت سے گئے تو اُس نے کہا کہ تم جبلہ سے ملنا چاہتے ہو انہوں نے کہا وہ کہاں ہے میں اس سے ملونگا اُس نے کہا کہ وہ بہت عزت کے ساتھ ہمارے پاس ہے چنانچہ وہ اسکے پاس گئے تو وہ بڑی شان کیساتھ موتیوں سے جڑا ہوا تاج پہنے ہوئے ریشمی لباس اور سونا چاندی کے سازو سامان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور گرد بہت سے غلام اور باندیاں خدمت کو موجود تھیں کیونکہ نصاری کو جبلہ کے مرتد ہونیکی بہت خوشی تھی اسلئے کہ وہ اسلام سے پہلے نصرانی تھا اور صاحب سلطنت تھا اسلئے اُسکی بہت عزت سے رکھا جب وہ صحابی اسکے پاس پہونچے تو آپنے اس طرح سلام کیا سلام علی من اتبع الہدیٰ یعنی جو ہدایت کی پیروی کرے اُسکو سلام پہنچے جبلہ نے کہا کہ تم نے السلام علیکم مجھے کیوں نہیں کہا انہوں نے فرمایا کہ اس طرح سلام کرنا مسلمانوں کیلئے مخصوص ہے اور میں تم کو اسلام کے خلاف دیکھتا ہوں اُس نے کہا کہ اگر میں دل میں مسلمان ہی ہوں صحابی نے فرمایا کہ میں اس خوشخبری سننے کا مشتاق ہوں خدا کرے تم دل سے مسلمان ہی ہو مگر جبلہ نے بات کو ٹالدیا پھر اُسنے چاندی یا سونے کی کرسی اُن صحابی کے بیٹھنے کیلئے پیش کی انہوں نے کہا کہ ہمارے نبی نے ہمکو اس سے منع فرمایا ہے تو جبلہ نے حضور کا نام سُنکر آہستہ سے روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ان صحابی نے کہا کہ او جبلہ میں تیرے اندر اسلام کی محبت پاتا ہوں پھر تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا اُس نے کہا کہ کیا اب بھی میرا اسلام دوبارہ قبول ہو سکتا ہے آپنے فرمایا کہ ہاں اسلام میں تنگی نہیں توبہ کرلو پھر اسلام قبول ہو جائیگا اُسنے کہا کہ اس شرط سے مسلمان ہوں کہ مجھ سے وہ قصاص نہ لیا جائے ۔ دوسرے حضرت عمر اپنی بیٹی سے میرا نکاح کردیں اور اپنے بعد میرے واسطے خلافت کی وصیت کر دیں انہوں نے کہا کہ یہ شرطیں میں نہیں کہہ سکتا کہ منظور ہوں یا نہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور محبت کی باتیں کرتا رہا پھر ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں آخیر میں رو دیا اور کہا کہ کاش میں اسوقت قصاص دینا منظور کرلیتا اور اُس سے انکار نہ کرتا کہ یہ حالت عیش و عشرت کی اگرچہ مجھے اب بہت نصیب ہو گئی مگر اس سے وہ فقر کی حالت ہی بہتر تھی ان صحابی نے یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آکر بیان کیں آپنے فرمایا کہ تم نے اُسکی شرائط منظور کیوں نہ کرلیں قصاص لینے کو ہم دیت قبول کرنے پر راضی کر دیتے اور عمر کی بیٹی کیا بڑی چیز تھی اُس سے اُسکا نکاح بھی ہو جاتا رہا خلافت کا مسئلہ تو اسوقت ہم اسکو منظور کرلیتے پھر مسلمان جس کو چاہتے خلیفہ بناتے اسکے بعد پھر جبلہ کی خبر انتقال کی پہونچی اور بظاہر اسکی اسی حالت کفر پر جان گئی باقی دل کا حال خدا کو معلوم ہے۔ ہکذا ذکرہ فی تاریخ الطبری۔ یہاں یہ اشکال ہوگا کہ حضرت عمر نے ایک ذرا سی بات میں اسپر اتنی سختی کیوں کی کہ وہ اسلام سے پھر گیا قصاص نہ لیتے تو کیا ہو جاتا مگر یہ شبہ وہی کر سکتا ہے جسکی نظر میں اسلام کی وقعت نہیں اگر آپ ایسا کرتے تو اسلام کی بنیاد سست ہو جاتی کیونکہ یہی تو وہ بات ہے جو یہود و نصاری نے اختیار کرلی تھی کہ جب ان میں کسی معزز آدمی نے زنا کیا تو اُسکو تو صرف رسوا کر دیتے اور سنگسار نہ کرتے تھے اور غریب آدمی زنا کرتا تو اسپر حد جاری کرتے یعنی پتھروں سے مار ڈالتے حضرت عمر نے اسلامی حکم کی وقعت کے

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اسلام کی رو سے امرا غربا سب برابر ہیں اور اسکا بیان کہ اہل اللہ کا برتاؤ اس زمانہ میں بھی اسکی موافق ہے

دیکھیئے یہ ہے اخوت اسلامی ایک آج وقت ہے کہ امرا ور وسار کا عالم ہی اس عالم سے جدا اور نرالا ہے غربا کو وہ گویا انسانیت سے ہی خارج سمجھتے ہیں لیکن اس گئے گذرے وقت میں بھی اگر اسکا کچھ اثر باقی ہے تو اللہ والوں میں ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے یہاں ایک بڑی عہدہ دار کوئی شخص مہمان آئے جب کھانیکا وقت ہوا تو حضرت نے اپنے ساتھ ان کو بٹھلایا کیونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے ان کو ساتھ بیٹھا دیکھکر دوسرے غریب طلبہ مہمان پیچھے کو ہٹے حضرت مولانا نے فرمایا کہ صاحبو آپ لوگ کیوں ہٹ گئے کیا اسوجہ سے کہ ایک عہدہ دار میرے ساتھ بیٹھا ہی خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں جسقدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں اس کے سامنے ان کی کچھ بھی وقعت نہیں چنانچہ سب غریب طلبہ کو بھی ساتھ بٹھلا کر کھلایا شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے ذاتی شان جتلانے کو ایسا کہدیا ہوگا خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی نہ تھا جن صاحبوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ہے اُنکے لئے ایک قصہ بیان کرتا ہوں اُس سے اندازہ ہوگا کہ وہاں شان اور بڑائی کتنی تھی ایک مرتبہ حضرت مولانا حدیث شریف کا درس دے رہے تھے ابر ہو رہا تھا کہ اچانک بوندیں پڑنا شروع

۲۳۰

سامنے اسکی ذرا بھی پرواہ نہیں کی اور ایک جبلہ کیا اگر ہزار جبلہ جیسے با وجاہت ہوتے جب بھی آپ اسلامی حکم کو نہ بدلتے اور نہ بدلنے کا آپ کو کوئی حق تھا اور ثمرہ یہ کہ اسوقت تو ایک جبلہ ہی مرتد ہوا مگر ہزاروں عقلا کی نظر میں اسلام کی وقعت قائم ہو گئی کہ اسلام میں مظلوم کی اتنی رعایت ہے کہ اسپر چاہے بڑا معزز بھی ظلم کرے تو اسے اسی طرح بدلہ لیا جاتا ہے جیسے ایک معمولی آدمی سے اور اگر آپ اسکی رعایت کرجاتے تو ممکن تھا کہ جبلہ اسلام پر قائم رہجاتا مگر ہزاروں عقلا خلیفہ کے اس فیصلہ کو بری نظر سے دیکھتے اور اسلام سے بدگمان ہو جاتے ۔ رہا کسی کا اسلام میں رہنا یا نکلنا تو اسکی اسلام میں ذرا پرواہ نہیں جو اسلام لاتا ہے اپنے فائدے کیواسطے کسی پر کیا احسان ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا ۔ رہا یہ کہ آپنے اسکی باتیں سنکر فرمایا کہ تم نے شرائط منظور کرلی تو یہ آپکی شفقت کی دلیل ہو کہ آپکو اسکے مرتد ہونے سے اسوجہ سے صدمہ ہوا تھا کہ جنت کی طرف آکر پھر دوزخ کی طرف چلا گیا نیز یہ کہ جو شخص اسلام لانا چاہے اسکی کسی قدر تالیف قلب مناسب ہے البتہ جو اسلام لاچکے اس کی تالیف قلب کی ضرورت نہیں اسلئے پہلی بار آپنے رعایت نفرمائی کیونکہ وہ اسلام کا مدعی تھا اور اسوقت رعایت کرنا چاہی کیونکہ اسلام پھر قبول کرنا چاہتا تھا اور حدیث میں جو ہے اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم یہ ان حقوق میں ہو جنکی معافی کا خود اختیار رکھتا ہو مثلاً اس صورت میں وہ صاحب معاملہ معاف کردیتا یا حقوق اللہ میں جو غیر حد ہوں حاکم ہی معاف کرے اور وہ بھی مستحب کے معنے ہے اور لفظ عثرت مشیر ہے کہ اسکا صدور خطاءً ہو لیجاوے اسکبارا وظلماً نہ ہو جیسا اس واقعہ میں ہوا تھا فقط ظفر احمد عثمانی۔

ہو گئیں جسقدر طالب علم شریک درس تھے سب کتاب کی حفاظت کے لئے کتابیں اٹھاکر بھاگے اور سہ دری میں پناہ لی اور کتابیں رکھکر جوتے اٹھانے چلے صحن کی طرف جو رخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمہ سب کے جوتے سمیٹ کر جمع کر رہے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہاں کسقدر شان کو جتلایا جاتا تھا شان نہ تھی بلکہ محض محبت دینی تھی کہ غربا کو امراء سے کچھ کم نہیں سمجھا یہی لوگ ہیں جنکی بدولت دنیا کا کارخانہ قایم اور نظام عالم مسلسل ہے جس دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جاویگی۔

دین کے کام سے دنیا کا فائدہ مقصود نہ ہونا چاہیئے اور اس کا بیان کہ طالب حق کی کیا حالت ہوتی ہے

غرض یہ تو حضرت عمر رضہ کا امتحان تھا جس میں وہ پورے اترے آگے جبلہ کا امتحان ہے کہ دیکھیں کیا سمجھکر ایمان لایا ہے آیا کوئی دنیاوی غرض غز وجاہ کی ہے کہ مسلمان ذی عزت ہوتے چلے جارہے ہیں ان کے ہمرنگ ہو جاویں گے تو ہمکو بھی عزت نصیب ہوگی یا یہ کہ محض طلب آخرت کیلئے ایمان لایا ہے چنانچہ بعض لوگ بزرگوں سے بھی اس لئے ملتے ہیں کہ لوگ ان کی عزت کرتے ہیں اُن کو بڑا سمجھتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ رہیں گے ہماری بھی عزت ہوگی اکثر چھانٹ چھانٹ کر ایسے ہی بزرگوں سے بیعت ہوتے ہیں کسی جُلاہے تیلی کے گو وہ کیسا ہی بزرگ اور نیک ہو مرید نہیں ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ محض مدعی ہیں بس ہم کو نہ طلب صادق ہے نہ محبت واقعی جہاں اپنی دنیاوی غرض پوری ہوتے دیکھتے ہیں چار قدم بڑھا دیتے ہیں یہ نہو تو یہ بھی نہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو کہ امتحان کے وقت ادھورے اترتے ہیں عند الامتحان یکرم الرجل او یہان خوب کہا ہے ؎

صوفی نشود صافی تا درنکشد جامے	بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

چنانچہ جبلہ کا امتحان ہوا اور وہ اس میں ناکام ثابت ہوا یعنی اُس نے کہا کہ اچھا مجھے

۳۳۱

ایک دن کی مہلت ہوسکتی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہوسکتی ہے اگر یہ شخص مہلت دے صاحب حق سے پوچھا گیا وہ بیچارہ اس قدر نیک دل تھا کہ اس نے اجازت دیدی جبلہ موقع پاکر رات کو اٹھ بھاگا اور رومیوں سے جاملا اور بدستور سابق نصرانی ہوگیا دیکھئے اسکو طلب صادق اور محبت واقعی دین سے نہ تھی کہ ذرا سی ذلت کے خوف سے دین چھوڑ دیا جسکا نتیجہ ابدالآباد کی ذلت ہے ادہر حضرت عمرؓ کو دیکھئے کہ ذرا پرواہ نہیں کی کہ یہ امیر ہے دوسرا غریب ادہر اسکو دیکھئے کہ ذرا سی تکلیف نفس پر گوارا نہ کرسکا ایسے بہت لوگ ہیں کہ وہ اتباع شریعت محض نفع دنیاوی کے لئے کرتے ہیں لیکن جو خدا کے مخلص بندے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ان پر کچھ ہی گذر جاوے مگر ان کو حق کے مقابلہ میں سب ہیچ معلوم ہوتا ہے ؎

کشند از برائے دلے بارہا	خورند از برائے گلے خارہا

اور پھر چاہے طلب اور جستجو میں عمر ہی ختم ہوجاوے مگر گھبراتے اکتاتے نہیں کیونکہ ان کی طلب صادق طلب ہوتی ہے اور ان کو معلوم ہوتا ہے کہ محبوب اور مطلوب کون ہے وہ زبان حال سے یوں کہتے ہیں ؎

طلبگار باید صبور و حمول	کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

یعنی فن کیمیا کا طالب اکثر ساری عمر طلب میں برباد کردیتا ہے اور ہمیشہ ایک تاؤ کی کسر میں رہتا ہے لیکن آپ نے کسی طالب کیمیا کو نہ دیکھا ہوگا کہ وہ ناکامی سے گھبراکر اکتا گیا ہو اور کیمیا کی فکر چھوڑ دی ہو تو کیا خدا کا طالب طالب کیمیا کی برابر بھی نہو خوب سمجھ لو کہ جو اکتا گیا وہ طالب نہیں صورت طلب کو طلب نہیں کہتے جیسے صورت آدمی کو آدمی نہیں کہتے خوب کہا ہے ؎

اینکہ می بینی خلاف آدم اند	نیستند آدم غلاف آدم اند

مصالح کی وجہ سے بدعات کی اجازت نہیں دیجاسکتی

پس جو لوگ الوداع کے خطبہ نہ ہونے سے نہ آویں ان کے نہ آنے کی کچھ بھی پرواہ نکیجائیگی

۳۳۲

اور ایسے وہمی مصالح سے اس قسم کی بدعات کی اجازت نہ دیجاوے گی۔

فضائل رمضان کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے برکات و آثار کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں ھو شھر اولہ رحمۃ و اوسطہ مغفرۃ و آخرہ عتق من النیران۔ ترجمہ یہ ہے کہ ماہ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرۃ ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ جو فرمایا گیا کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ رحمت ایک لطف ہے چونکہ ابتدا ءحصہ میں خداوند تعالی کی طرف سے عمل کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے کہ بدون اس توفیق کے کوئی عمل بھی نہیں ہو سکتا اسلئے اولہ رحمۃ فرمایا گیا۔

آدمی کو اپنے عمل پر کبھی ناز نکرنا چاہیے

اور یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ بعض لوگوں کو جو اپنے تھوڑے عمل پر ناز ہو جاتا ہے کہ ہم بہت کچھ کرتے ہیں یہ کوتاہی نظر کی دلیل ہے انسان کوئی کام نہیں کرسکتا جب تک کہ ادھر سے امداد و توفیق نہو خوب کہا ہے ؎

بے عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

ایں ہمہ گفتیم ولیک اندر بسیچ	بے عنایات خدا ہیچیم و ہیچ

کہ گو ہمنے سب کچھ بتلایا لیکن عنایات خداوندی نہو تو ہم کچھ بھی نہیں بس خدا کی عنایت سے توفیق ہوتی ہے اپنا کوئی کمال نہ سمجھے جب تک کہ دل میں کوئی بات نہیں ہوتی آدمی کچھ بھی نہیں کرسکتا اور یہ خدا کے اختیار میں ہے ع

قلب مومن در میان اصبعین

آخر کیا سبب تھا کہ ابوجہل جو کہ نہایت سمجھدار سمجھا جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

رشتہ میں چچا ہوتا تھا تیرہ برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دعوت ایمان فرمائی لیکن اُسکو کلمہ پڑھنا نصیب نہو سکا اور حضرت بلال رضؓ جو کہ حبشہ کے رہنے والے تھے نہ کچھ بڑے رئیس سمجھے جاتے تھے نہ پہلے سے حضور کی صحبت میسر ہوئی تھی کیونکہ مکہ میں آکر ایک کافر کے پھندے میں پھنس گئے کہ آزادی بھی نصیب نہ تھی جس سے تحقیقات کا ہی موقع ملتا پھر تکالیف کا یہ عالم کہ پتھر تپتا ہوا سینہ پر رکھدیا جاتا تھا لیکن باوجود اسکے آپ کی زبان سے احد احد ہی نکلتا تھا بس وجہ یہی تھی کہ ابوجہل کو توفیق نہیں دی گئی اور ان کو توفیق دی گئی ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم	زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

حقیقت میں جب تک ادہر سے جذب ور مدد نہو کچھ نہیں ہو سکتا تو یہ کہنا کہ اناکلدا وانا کذا محض جہل ہے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے شاہی محل کے نیچے سے گذر ہوا بادشاہ نے ان کو اپنے پاس ملنے کے لئے بلایا انھوں نے کہا کہ کیونکر آؤں کہ دروازہ بڑی دور پھر وہاں پہرہ چوکی بادشاہ نے کمند لگادی یہ اُسکے سہارے سے اوپر پہنچ گئے جب وہاں پہنچے تو بادشاہ نے ان سے گفتگو شروع کی اثنار گفتگو میں بادشاہ نے پوچھا کہ آپ خدا تعالیٰ تک کیونکر پہنچے انھوں نے کہا کہ جسطرح آپ تک پہنچا یعنی جسطرح تمنے وہ کمند ڈالدی اور اسکے ذریعے مجھے کھینچ لیا اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی جذب کی کمند ڈال کر مجھے کھینچ لیا خوب کہا ہے ؎

نگردد قطع ہرگز جادہ عشق از دویدنہا	کہ میبالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

یہ تو اپنے عمل کے بارہ میں ہے اور ایک دوسرے شخص نے جذب کے بارہ میں کہا ہے لیکن یہ مضمون محبوب مجازی کے باب میں ہے اسلئے الفاظ اچھے نہیں ؎

خود بخود آں بت عیار بہ برمی آید	نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

میں نے الفاظ بدل دئے ہیں کہ محبوب حقیقی کے مناسب ہوجاوے ع خود بخود آں بہ دلدار بہ برمی آید الخ جب محبوبان مجازی کا یہ عالم ہے تو اس محبوب حقیقی کو کون مجبور کر سکتا ہے وہ تو اسکے شائبہ سے بھی منزہ ہیں۔

(باقی آئندہ)

نواں باب ان لوگوں کے ذکر میں جو صوفیہ کی طرف منسوب ہیں اور درواقع میں انمیں سے نہیں ہیں

پس اُن میں سے ایک فرقہ تو وہ ہے جو کبھی اپنے کو قلندریہ بتلاتا ہے اور کبھی ملامتیہ اور ملامتی کا حال ہم (پہلے) بیان کر چکے ہیں وہ تو ایک شریف حال اور عزیز مقام ہے جسکی حقیقت ہے سنن اور آثار کو مضبوط پکڑنا اور اخلاص اور صدق کے ساتھ متصف ہو جانا اور اسکو اس سے ذرا بھی علاقہ نہیں جو یہ گمراہ فرقہ گمان کرتا ہے قلندریہ سو اس سے مراد وہ جماعت ہے جنکی سعی قلب کی پاکی میں ہوتی ہے حتی) کہ ان کے قلوب کی پاکی (اس درجہ کو پہنچتی ہے کہ اس) کی مستی ان پر غالب آجاتی ہے یہانتک کہ وہ رسوم اور عادات کو (اپنے سے) بالکل مٹا دیتے ہیں اور مجالستہ اور مخالطتہ کے آداب کی قیود کو (پس پشت) ڈالدیتے ہیں اور صفاء قلب کے میدانوں میں سیر کرتے ہیں۔ پس نماز روزہ کی قسم سے بجز فرائض (اور ضروریات) کے اُن کے اعمال کم ہوتے ہیں اور لذات دنیا میں سے جو مباح ہیں کہ شرع نے اُن کی رخصت دی ہے ان میں سے کسی کے استعمال میں ذرا باک نہیں کرتے اور اکثر اوقات رخصۃ ہی کی رعایت پر اکتفا کرتے ہیں اور عزیمۃ کے حقایق کی طلب نہیں کرتے اور باوجود اسکے امتناع دنیا کے (ذخیرہ نکرنے اور کثرت کے ساتھ جمع نکرنے (کی صفت) کو مضبوط پکڑے ہوئے رہتے ہیں اور تنگ گیروں اور زہد اور عبادت میں تشدد کرنے والوں کے طریقے کے پابند نہیں رہتے اور خدا کے ساتھ اپنے قلوب سے خوش معاملگی رکھنے پر قانع ہوتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور صفاء قلب جو ان کو حاصل ہوتی ہے اس سے سوا طلب مزید کی اُن کو رغبت نہیں ہوتی اور فرق ملامتی اور قلندری میں یہ ہے کہ ملامتی کی کوشش تو ہوتی ہے عبادات کی چھپانے میں اور قلندری کی کوشش ہوتی ہے رسوم کے مٹانے میں اور ملامتی ہر قسم کی طاعت اور خیر کا اہتمام کرتا ہے اور اس کے اندر فضیلت سمجھتا ہے ولیکن اپنے اعمال اور احوال کو چھپاتا اور اخفاء حال کیلئے اپنے آپ کو وضع اور لباس اور حرکات اور تمام امور میں عوام کی طرح

رکھتا ہے تاکہ کوئی اُسکو پہچان نہ لے اور وہ باوجود اُسکے طلب مزید کی فکر میں رہتا ہے اور جو کام بھی ایسا پاتا ہے جس سے بندہ کو تقرب حاصل ہوتا ہے اُسمیں اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے اور قلندری کسی وضع کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اور نہ اسکو اسکی پروا ہوتی ہے کہ کوئی اُسکے حال سے واقف ہو یا واقف نہو اور وہ بجز صفاء قلب کے اور کسی طرف مائل نہیں ہوتا اور صرف وہی اُسکا سرمایہ ہے اور صوفی ہر شے کو اُسکے موقع میں رکھتا ہے اور تمام اوقات اور احوال کی علم کے موافق تدبیر کرتا ہے خلق کو اُسکی جگہ رکھتا ہے اور امر حق کو اُسکے مرتبہ میں اور جو بات چھپانی چاہیے اُسکو چھپاتا ہے اور جو بات ظاہر کرنی مناسب ہے اُسکو ظاہر کرتا ہے اور ہر کام حضور عقل اور صحۃ توحید اور کمال معرفۃ اور رعایۃ صدق واخلاص کے ساتھ اُسکے موقع میں کرتا ہے پس ایک فرقہ تو گمراہوں میں سے اپنے کو ملامیۃ کہتا ہے اور صوفیوں کا سا لباس پہنتا ہے تاکہ اُسکی وجہ سے صوفیہ کی طرف منسوب ہو حالانکہ ان لوگوں کو صوفیہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں بلکہ وہ دھوکے اور مغالطہ میں ہیں اور وہ لباس تو صوفیوں کا سا پہنتے ہیں کبھی تو اسلئے کہ (لوگوں کے اعتراضات سے) بچاؤ ہو اور کبھی دعوی کرنیکے لئے (کہ ہم بھی صوفی ہیں) اور طریقے پر اہل اباحت کے چلتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب توجہ الی اللہ میں خالص ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل کامیابی یہی ہے (کہ قلب توجہ الی اللہ میں خالص ہو جاوے) اور رسوم شریعت کا پابند ہونا یہ عوام اور اُن لوگوں کا درجہ ہے جو کم فہم ہیں اور (دوسروں کی) تقلید کی وجہ سے (اتصال بالشریعۃ) کی تنگی میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ (اعتقاد اُنکا) بالکل زندقہ اور بددینی اور (حق سے) دور ہو جاتا ہے اسلئے کہ جس حقیقۃ کو کہ شریعۃ رد کرتی ہے وہ زندقہ ہے اور ان گمراہوں نے یہ نہ جانا کہ شریعۃ عبودیۃ کا حق ہے اور حقیقۃ عبودیۃ کی حقیقت ہے اور جو شخص کہ اہل حقیقت سے ہو جاتا ہے وہ حق عبودیت اور حقیقت عبودیۃ دونوں کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے اور ایسے امور اور زیادات کا مکلف ہو جاتا ہے جس کا وہ شخص مکلف نہیں ہوتا جو اس درجہ کو نہ پہنچا ہو نہ یہ کہ اپنی گردن سے عبدیت کے طوق کو نکال کر آزاد ہو جاوے اور اپنے باطن کو

۸۸

۱؎ جو نسخہ ہمارے پاس ہے اُسمیں تو ہے تو قیتاً اور مترجم قدیم نے جو ترجمہ کیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نسخہ میں توقیۃ ہے اور وہی یہاں مناسب بھی ہے ۱۲

کجی اور تحریف کے ساتھ مخلوط کرے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں سے مواخذہ وحی کے ذریعے سے کیا جاتا تھا (کہ جو شخص جیسا ہوتا وحی سے اس کا حال بتلا دیا جاتا) اور اس زمانہ میں وحی کا سلسلہ موقوف ہو گیا ہے پس اب ہم تم لوگوں سے مواخذہ تمہارے اُن اعمال کے ساتھ کرینگے جو (ہمپر) ظاہر ہونگے پس جس شخص کے ہمپر نیک اعمال ظاہر ہوں گے ہم اسکو معتبر سمجھیں گے اور اسکو مقرب بنا دینگے اور ہم کو اسکی اندرونی حالات سے کچھ مطلب نہو گا اسکا حساب خود اللہ تعالیٰ اس سے لیں گے اور جسکے اعمال ہمپر اسکے خلاف ظاہر ہوں گے اسکو معتبر نہ سمجھیں گے گو وہ کتنا ہی کہے کہ میرا باطن اچھا ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو بدگمانی (کے مواقع) میں ڈالے تو اسکو چاہیے کہ اگر اسکی طرف کوئی بدگمانی کرے تو اسکی کچھ شکایت نکرے پس جبکہ ہم کسی شخص کو دیکھیں گے کہ احکام شریعت میں سستی کرتا ہے اور فرض نماز ونکا تارک ہے اور تلاوت اور نماز روزہ کی لذت کی طرف ملتفت نہیں ہوتا اور مکروہ اور محرم مواقع میں داخل ہوتا ہے تو ہم اس کو رد کر دینگے اور ہرگز قبول نکرینگے اور نہ اس کے اس دعوے کو مانیں گے کہ اسکا باطن اچھا ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے (ان کے سامنے) معرفت کا ذکر کیا اور کہا کہ جو لوگ عارف باللہ ہوتے ہیں وہ اس درجہ کو پہنچ جاتے ہیں کہ پھر اعمال صلاح و تقویٰ اُن سے ترک ہو جاتے ہیں پس حضرت جنید رح نے فرمایا کہ یہ اس جماعت کا قول ہے کہ جو اعمال کے ساقط ہونے کے قائل ہیں اور یہ میرے نزدیک بہت سخت بات ہے اور جو شخص ایسی بات کہتا ہے وہ عارف تو کیا ہوتا اس سے تو وہ ہی شخص اچھا ہے جو چوری اور زنا کرتا ہے اور جو عارف باللہ ہیں انھوں نے اعمال کو اللہ تعالیٰ سے لیا ہے اور ان میں (مشغولی کے وقت) اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اگر میں ہزار برس زندہ رہوں تب بھی میں نیک کاموں میں سے ایک ذرہ کم نکروں ہاں اگر کوئی مانع پیش آجاوے تو وہ دوسری بات ہے اور (حصول معرفت کے بعد) یہ اعمال (بیکار نہیں بلکہ وہ) میری معرفت کے زیادہ موکد اور میرے حال کے لئے زیادہ موجب قوت ہیں

اور انہیں میں سے ایک جماعت ایسی ہے کہ وہ (حق تعالیٰ کے) حلول کے قائل ہیں اور انکا گمان ہے کہ حق تعالیٰ اُن میں حلول کرتا ہے اور ان اجسام میں جنکو وہ پسند کرتا ہے اور اُن کے افہام میں بھی وہی بات آتی ہے جو لاہوت[لے] اور ناسوت[لے] کے بارہ میں نصاریٰ کا اعتقاد ہے (کہ لاہوت نے ناسوت میں حلول کیا) اور اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ اس گمان کی بنا پر خوبصورت چیزوں کی طرف نظر کرنے کو (مثل امارد اور نساء کے) جائز بتلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ یہ جمال حق کے مظاہر ہیں) اور اُن کا خیال یہ ہوتا ہے کہ جس نے اپنے بعض غلبات میں (اس قسم کے) کلمات کہے ہیں وہ بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ جو انکا گمان ہے جیسے کہ (ابن منصور) حلاج نے انا الحق کہا تھا اور (جیسے کہ) بایزید رحمہ سے منقول ہے کہ انھوں نے سبحانی (ما اعظم شانی) کہا تھا (مگر یہ خیال ان لوگوں کا بالکل غلط ہے) حاشا وکلا کہ ہم بایزید کی شان میں ایسا (برا) گمان کریں کہ انھوں نے (یہ بات) کسی اور اعتقاد سے کہی تھی فقط اتنی بات تھی کہ انھوں نے اسکو خدا تعالیٰ سے نقل کرنیکے طور پر فرمایا تھا اور قول حلاج میں بھی ہمیں یہی اعتقاد رکھنا چاہیے اور اگر ہم کو اس کا یقین ہو جاتا کہ انھوں نے حلول کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے یہ بات کہی ہے تو ہم اُن کو بھی رد کر دیتے جیسے ان لوگوں کو رد کرتے ہیں اور البتہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی شریعت لائے ہیں جو کہ نہایت روشن پاک صاف ہے جس سے ہر کجی والا مستقیم ہو جاتا ہے (پس ہمکو اسکی ضرورت نہیں ہے کہ ایسی بات کے قائل ہوں جسکی شریعت نے ہم کو تعلیم نہیں دی) اور ہماری عقلوں نے ہمکو بتلا دیا ہے کہ کس شئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وصف کیا جا سکتا ہے اور کس شے کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ (عقلاً) اس سے پاک ہیں کہ اُن میں کوئی شے حلول کرے یا وہ کسی شے کے اندر حلول کریں (اور یہ لوگ حلول کا ایسا جزم کئے ہوئے ہوتے ہیں) کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ بعض گمراہوں کے اندر پیدائشی فہانت اور ذکاوت ہوتی ہے اور اس نے (متفرق طور پر) کچھ ایسی باتیں سنی ہوتی ہیں جو کہ اس کے باطن میں قرار پا لیتی ہیں پس (اُن سے) کچھ کلمات اس کے ذہن میں مرکب ہو جاتے ہیں جنکو وہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ نے میری ساتھ گفتگو کی ہے مثلاً کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے

(باقی آئندہ)

[لے] الوہیت ۱۲
[لے] عالم بشریت/ناسوت ۱۲

۹۰

کچھ ایسے بندے ہیں جو مجھکو دوست رکھتے ہیں اور میں اُن کو دوست رکھتا ہوں اور وہ میرے مشتاق ہیں اور میں اُن کا مشتاق ہوں اور وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں اُن کو یاد کرتا ہوں اور وہ میری طرف نظر کرتے ہیں اور میں اُن کی طرف نظر کرتا ہوں پس اگر تم اُن کے طریقہ پر چلوگے تو میرے محبوب ہوگے اور اگر اُس سے ہٹوگے تو میرے مبغوض ہوگے انھوں نے عرض کیا کہ اے رب اُن کی علامت کیا ہے فرمایا کہ وہ دن میں سایہ کی ایسی دیکھ بھال[۵۱] کرتے ہیں جیسے کہ چرواہا اپنی بکریوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور وہ آفتاب کے غروب کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے کہ پرندا اپنے آشیانے کے مشتاق ہوتے ہیں پس جبکہ رات اُن پر چھاجاتی ہے اور خوب تاریکی ہوجاتی ہے اور ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ تخلیہ کرتا ہے تو وہ میرے لئے اپنے قدموں کو نصب کردیتے ہیں اور اپنے چہروں کو میرے سامنے زمین پر رکھدیتے ہیں اور میرے کلام کے ساتھ مجھسے مناجات کرتے ہیں اور میرے انعام کی وجہ سے مجھسے نیاز کرتے ہیں پس بعض تو روتے چلاتے ہیں اور بعضے آہیں کھینچتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں اور میری نظر میں ہے جو وہ میری وجہ سے برداشت کرتے ہیں اور میری سماعت میں ہے جو وہ میری محبت کی وجہ سے فریاد کرتے ہیں اول شئی جو میں اُن کو عطا کرتا ہوں یہ ہے کہ اپنا نور اُن کے قلوب میں ڈالتا ہوں پس وہ میرے اسرار[۵۲] بتلاتے ہیں جیسے میں اُن کے اسرار بتلاتا ہوں اور دوسری (عطار) یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ کہ اُن کے اندر ہے سبکے سب اُن کے میزان (عمل) میں (ہوں جزا کے لئے) تب بھی میں اُن سبکو اُن کے لئے کم سمجھوں اور تیسری (عطار) یہ ہے کہ میں اپنے رخ کو اُن کی طرف متوجہ کرتا ہوں پس اب تم خیال کرلو کہ جسکی طرف میں اپنے رخ کو متوجہ کرلوں کیا کوئی جان سکتا ہے کہ میں اُسکو کیا دینا چاہتا ہوں پس طالب صادق جبکہ اپنی رات میں اپنے رب کی مناجات کے ساتھ تخلیہ کرتا ہے تو اُس کی رات کے انوار اُس کے دن کے اجزا پر پھیل جاتے ہیں اور اُسکا دن اُسکی رات کی حمایت میں آجاتا ہے اور یہ اسلئے کہ اُسکا قلب

۸۷

---

۵۱ کیونکہ اکثر نماز کے وقت سایہ ہی سے معلوم ہوتے ہیں ۱۲ -

۵۲ عبارۃ الاصل ھکذا فیخبرون عنی کما اخبر عنھم ہم اسکو متعدی سمجھیں ہیں ۱۲ -

(رات میں) انوار سے بھر جاتا ہے پس اسکے تمام حرکات اور تصرفات دن میں اُن انوار کے منبع سے صادر ہوتے ہیں جو کہ رات کے اندر (اسکے قلب میں) جمع ہو جاتے ہیں پس اسکا قالب خدائی قبوں سے ایک قبہ میں ہو جاتا ہے اور اُس کے تمام حرکات درست ہوتے ہیں اور تمام سکنات کامل ہوتے ہیں اور البتہ حدیثؔ میں وارد ہوا ہے کہ من صلے بالليل حسن وجهه بالنهار جو رات میں نمازیں پڑھتا ہے اسکا چہرہ دن میں خوشنما نورانی ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ حضور کے اس ارشاد کے دو معنی ہوں ایک تو یہ کہ وجہ سے مراد چہرہ ہو پس مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ جو شخص رات میں نمازیں پڑھتا ہے اُسکا چہرہ دن میں خوشنما ہو جاتا ہے جسکی لم یہ ہے کہ) چراغ سے طاق روشن ہو جاتا ہے پس جبکہ یقین کا چراغ روغن عمل کی کثرت سے جو کہ شب میں (طاعات کے اثر سے) حاصل ہوا ہے قلب میں چمکنے لگتا ہے تو چراغ کی روشنی اور زیادہ ہو جاتی ہے اور قالب کا طاق بھی (اُس سے) نور اور روشنی حاصل کر لیتا ہے سہل بن عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ یقین آگ ہے اور اقرار بتی ہے اور عمل تیل ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سيماهم في وجوههم من اثر السجود یعنی ان کے آثار (انوار کے) بوجہ تاثیر سجدہ کے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں اور (دوسری جگہ) فرمایا ہے مثل نوره كمشكوة فيها مصباح یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کی حالت عجیبہ مثل اُس طاق (کی حالت) کے ہے جسکے اندر چراغ ہو پس اللہ تعالیٰ کے نور سے جو نور یقین قلب کی قندیل میں ہے وہ عمل کے تیل سے اور زیادہ روشن ہو جاتا ہے پس قلب کی قندیل چمکدار ستارہ کی مثل ہو جاتی ہے اور قندیل کے انوار کا عکس قالب کے طاق پر پڑتا ہے (جس سے وہ خود بھی روشن ہو جاتا ہے) اور نیز قلب نور کی آنچ سے نرم ہو جاتا ہے اور اُس کی نرمی قالب کی طرف سرایت کرتی ہے پس قلب کی نرمی سے قالب بھی نرم ہو جاتا ہے پس اُس نرمی کی وجہ سے جو دونوں کو شامل ہو گئی ہے دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله یعنی پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو جیسے کہ قلوب کو نرمی کے ساتھ موصوف کیا اسی طرح بدن

ؔ اس حدیث میں کلام ہے صواب یہ ہے کہ یہ ایک محدث کا قول ہو سامع کی غلطی سے حدیث سمجھی گئی ۱۲

کو بھی نرمی کے ساتھ موصوف کیا پس جبکہ قلب نور سے بھر جاتا ہے اور قالب بوجہ اس کے کہ انس اور سرور اسکی طرف سرایت کرتا ہے نرم ہوجاتا ہے تو زمان اور مکان نور قلب میں داخل ہوجاتے ہیں اور اسی نور میں کلام اور آیتیں اور سورتیں بھی داخل ہوجاتی ہیں اور قالب کی زمین رب کے نور سے روشن ہوجاتی ہے اسواسطے کہ قلب آسمان ہوجاتا ہے اور قالب زمین ہوجاتا ہے اور کلام اللہ کی تلاوت کی لذۃ مناجات کے وقت تمام کائنات کے وجود کو (اسکی نظر سے) چھپا دیتی ہے اور کلام مجید اپنے وجود سے صفاء شہود کی مزاحمت کی بارہ میں تمام اشیاء موجودہ کا مقاوم[1] ہوجاتا ہے پس اسوقت نہ حدیث نفس رہتی ہے اور نہ کسی وسوسہ کی آہٹ سنی جاتی ہے اور قرآن کی تلاوت شروع سے اخیر تک ...... کی ایسی ہی حالت میں متصور ہوسکتی ہے اور یہ (خداتعالیٰ کا) فضل عظیم ہے اور دوسرے معنی اس حدیث کے کہ من صلے باللیل حسن وجھہ بالنھار یہ ہیں (کہ وجہ سے مراد جہت ہو نہ چہرہ پس مطلب یہ ہوگا) کہ جن امور کی طرف یہ متوجہ ہوتا ہے اُس کی جہات (اور کیفیات) خوشنما اور شایستہ ہوجاتی ہیں اور تمام تصرفات میں خداکریم کی جانب سے اسکو مدد پہونچتی رہتی ہے اور ہر کام کی انتہا اور ابتدا میں اسکی اعانت کیجاتی ہے پس اس کے مقاصد اور افعال کے جہات (اور کیفیات) شایستہ اور خوشنما ہوجاتے ہیں اور اس کے اقوال درست ہوکر راستی کی لڑی میں داخل ہوجاتے ہیں اسواسطے کہ جب قلب درست ہوتا ہے تو اُس کی درستی سے اقوال بھی درست ہوجاتے ہیں

چھیالیسواں باب آداب نوم اور ان اسباب کے ذکر میں جو قیام شب میں معین ہیں

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ غروب آفتاب کے نزدیک تجدید وضو کرکے شب کیلیے آمادگی کرے اور قبلہ رو ہوکر نماز مغرب اور شب کے آنے کا منتظر بیٹھے باین طور کہ اس حالت

[1] یعنی ماسوا اللہ کا وجود جو کہ صفاء شہود میں مزاحم ہورہا تھا قرآن شریف کے وجود کے سامنے فنا ہوجاتا ہے پس صفاء شہود میسر ہوجاتی ہے ۱۲

میں اقسام ذکر میں مشغول ہو اور اُن میں سے اولی تسبیح اور استغفار ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ارشاد فرماتے ہیں واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار یعنی اپنے گناہوں کیلئے استغفار کیجیے اور شام اور صبح اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیجیے اور انہیں اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ نماز یا تلاوت یا ذکر کے ساتھ مغرب و عشا کو باہم ملا دے اور ان سب میں افضل نماز ہے اسواسطے کہ جب مغرب کو عشا سے ملا دیگا تو اس کے باطن سے اُس کدورت کے آثار دھل جاوینگے جو دن کے اوقات میں مخلوق کے دیکھنے اور ان کے کلام کے سننے اور ان کے میل جول سے پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سب باتیں ایسی ہیں جنکا قلوب میں بہت اثر اور خراش ہوتا ہے حتی کہ ان کی طرف دیکھنا بھی فوراً قلب میں کدورت پیدا کر دیتا ہے جسکو صفار قلب نصیب ہوتی ہے وہ اس کدورت کا ادراک کرتا ہے پس مخلوق کی طرف نظر کرنیکا اثر بصیرۃ کیلئے ایسا ہوتا ہے جیسا کہ آنکھ میں تنکا پڑجانیکا اثر قوت بصر کیلئے اور مغرب و عشا کے باہم ملا دینے سے اس اثر کے جاتے رہنے کی امید ہے اور انہیں اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ عشا کے بعد بات چیت نہ کیا کرے اسواسطے کہ اسوقت بات کرنا اُس نور کی رونق کو زائل کر دیتا ہے جو مغرب و عشار کے ملانے سے قلب میں پیدا ہوتا ہے اور قیام شب سے روکتا ہی خاصکر جبکہ یہ شخص قلب کی بیداری سے معرا ہو پھر (یہ بات بھی ہے کہ) عشار کے بعد تازہ وضو کرنا بھی قیام شب پر اعانت کرتا ہے بعض فقرا نے اپنے شیخ کا جو خراسان میں تھے مجھسے ذکر کیا کہ وہ رات میں تین بار غسل کیا کرتے تھے ایکبار عشار کے بعد اور ایکبار درمیان رات کے جبکہ سونے سے جاگتے اور ایک بار صبح کے قبل پس عشار کے بعد وضو اور غسل کرنیکا قیام شب کی سہولت میں بیتن اثر ہے اور انہیں اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ (ہمیشہ سونے سے قبل) نیند غالب ہوجانے تک ذکر یا ادائے نماز کی عادت کرلے اسواسطے کہ اس کا عادی ہونا۔ جلد بیدار ہونیکا معین و مددگار ہوتا ہے ہاں جبکہ اپنے نفس اور عادت پر اسکو پورا بھروسہ ہو تو وہ بہ تکلف سونے کا اہتمام کرے اور نیند کے لانیکی کوشش کرے تاکہ وقت مقررہ پر اُٹھ کھڑا ہو ورنہ (اگر اپنے نفس پر اُٹھنے کا بھروسہ نہو تو بہ تکلف نہ سوے کیونکہ) نیند غالب ہونیکے بعد ہی سونا مریدین اور طالبین کیلئے مناسب ہے اور یہی محبین کی صفت بیان کیگئی ہو (چنانچہ) کہا گیا ہے کہ نیند انکی ڈوبنے والونکی سی نیند ہے

(باقی آئندہ)

سوال حقوق العباد ایک مسلمان کے مسلمانوں پر ہوتے ہیں ایک مسلمانوں پر ہندوؤں کے ان کی معافی کے کیا طریقے ہیں اور اگر یہاں معافی کسی وجہ سے نہ ہووے تو آخرت میں اس کا معاوضہ کس طرح ہوگا۔ اور معافی کی صورت وہاں کیا ہو سکتی ہے اگر کوئی شخص خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان لوگوں کے کہنے سننے سے یا ظاہری طریقہ سے معاف کر دے اور دل میں کدورت باقی رہے تو وہ معافی سمجھی جاویگی یا کیا کیونکہ زبان سے کہدے کہ میں نے معاف کیا اور دل میں کدورت باقی رہے۔ جو مسلمان مرگیا ہو اسکو اگر ایصال ثواب کوئی شخص کرے جسپر اس کے حقوق ہیں تو وہ معاوضہ ہو سکتا ہے یا نہیں اسی طرح ایصال ثواب سے ہندوؤں کا حق ادا ہو سکتا ہے یا نہیں اور ان کو کوئی ثواب پہونچتا ہے یا نہیں اگرچہ یہ وسیع مضمون ہے اور اسکی تحریر میں دیر ہوگی مگر ایک مسلمان کی ضرورت سمجھکر مفصل جواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب حقوق کے معاف کرانے کا تو طریقہ ایک ہی ہے خواہ مسلمان کے ہوں یا ہندو کے یعنی اہل حقوق سے درخواست کیجاوے کہ معاف کردیں اور اگر وہ حقوق مالیہ ہوں تو ایک طریقہ برأت کا انکا ادا کردینا بھی ہے اور معاف نہوتے کی صورت میں من علیہ الحق کے حسنات من لہ الحق کو قیامت میں دلوائے جاوینگے اور اگر وہ کافی نہوں گے تو من لہ الحق کے سیئات اسپر ڈالے جاوینگے یہ تفصیل اسوقت ہے جب من لہ الحق مسلمان ہو ورنہ صرف دوسری ہی صورت ہوگی جس سے من لہ الحق کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوجاوے گی اگرچہ نجات نہوگی اور معافی عند اللہ وہی معتبر ہے جو دل سے ہو ایصال ثواب معاوضہ حقوق کا تو نہیں ہو سکتا مگر اس عمل سے یہ امید غالب ضرور ہے کہ من لہ الحق اس سے خوش ہو کر خود معاف کردے لیکن ہندو کو ایصال ثواب نہیں ہو سکتا۔ اسکو نفع بھی نہیں ہوتا۔ اور کوئی شق رہگئی ہو تو بے تکلف مکرر تحریر فرمایا جاوے۔ کتبہ اشرف علی ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

۳۵

سوال میں اہل ہنود ہوں اور عرصہ آٹھ سال سے بیوہ ہوگئی ہوں اور میں نے اپنی ہندی رسوم کے موافق اپنی دختر بعمر دس سالہ کی شادی کردی ہے لیکن ابھی رخصتی (گونا) حسب رواج نہیں ہوا اب ہم دونوں کیا مسلمان ہو سکتے ہیں؟

جواب۔ ہو سکتے ہیں۔

سوال اور مسلمان ہو جانے کی صورت میں میری دختر کے خسرال والے کسی قسم کا عدالت میں دعوی کر سکتے ہیں ؟۔

جواب ۔ عدالت کا قانون تو وکلا سے پوچھیں باقی شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہی نکاح ٹوٹ جاویگا اور خسرال والوں کو کوئی حق دعوی کا نہ رہیگا۔ بلکہ اگر لڑکی نابالغ ہو تو ماں ہی کے مسلمان ہونے سے لڑکی کا نکاح ٹوٹ جاویگا

سوال ۔ اس لڑکی کی شادی میں میں نے مذہبی رسوم کے موافق مبلغ سات سو روپیہ نقد اور تخمینی پانچ سو روپیہ کا جہیز دیا ہے جسپر لڑکی کے سسرال والے اور لڑکی کا شوہر قابض ہیں اور لڑکی کی سسرال سے دو سو روپیہ کا زیور لڑکی کو پہنایا گیا ہے جو میرے پاس ہے مسلمان ہونے کی صورت میں اور میری لڑکی اُس سامان سے جو نقد جہیز میں دیا گیا ہے دست بردار ہو سکتے ہیں۔

جواب اگر لڑکی بالغ ہے تو اُس کی دست برداری جائز ہے اور اگر نابالغ ہے تو نہ اسکی دست برداری جائز ہے اور نہ ماں کی جب تک کہ لڑکی بالغ نہو۔ ۳۶

کتبہ اشرف علی ۱۲ر صفر ۱۳۳۵ھ

سوال ایک مرد اپنی زوجہ کے پاس گیا اور کواڑ کو بند کیا فوراً عورت نکلکر دروازہ کھولکر باہر نکل گئی دو ایک منٹ کا عرصہ گھر میں ہوا ہوگا۔ کیا یہ خلوت صحیحہ ہوگی۔ مہر پورا دینا ہوگا یا نصف فقہا عدم مانع کے قیود لکھتے ہیں مگر وقت کی مقدار نہیں بتلاتے اور یہاں ایک قصہ ایسا ہی ایک جگہ ہوا ہے سائل کو کیا جواب دیا جاوے۔

الجواب جزئیہ کی تحقیق تو دیوبند سے کر لیجئے باقی قواعد سے جو مجھکو شرح صدر ہوا وہ یہ ہے کہ خلوت کو قائم مقام وطی کے اسلئے کہتے ہیں کہ اسمیں تمکن من الوطی ہے اور جتنے موانع خلوت کے ذکر کئے ہیں سب میں امر مشترک عدم تمکن من الوطی ہے پس معلوم ہوا کہ اصل مانع یہی عدم تمکن ہے اور صورت مسئولہ میں یہ متحقق ہے پس اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس صورت میں خلوت صحیحہ نہو واللہ اعلم۔

کتبہ اشرف علی ۲۵ر صفر ۱۳۳۵ھ

سوال زید مسلم نے کسی ہندو مہاجن کے یہاں اپنا برتن رکھکر کچھ قرض سودی لیا زید نے

کچھ مدت تک قرض ادا نہ کرسکنے کے بعد مہاجن سے کہدیا یا اسکو مجبوراً کہنا پڑا کہ اب تم میرے
برتنوں کو اصل مع سود کے معاوضہ میں لیلو کیونکہ حساب لگانے سے اصل مع سود قیمت برتن
سے کہیں زیادہ ہوگیا ہے چنانچہ مہاجن نے اپنی رقم وصول کرنے کیلئے برتنوں کو خالد مسلم کے
ہاتھ فروخت کرڈالا اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ خالد مسلم کو ایسے برتنوں کا خریدنا جائز ہوگا
یا نہیں۔

جواب۔ جائز ہے۔

سوال ضمیمہ سوال بالا۔ دوسرے یہ کہ اگر راہن غیر مسلم ہو تو مسئلہ کی کیا صورت ہوگی۔

جواب ضمیمہ جواب بالا۔ باقی واقعہ اگر یہی ہے تو یہی حکم ہے۔

سوال ضمیمہ سوال بالا۔ یا اگر زید نے اپنے برتنوں کی نسبت مہاجن سے کچھ نہ کہا ہو تو خالد کا
مہاجن سے اُن برتنوں کا خریدنا جائز ہوگا یا نہیں۔

جواب ضمیمہ بالا۔ نہیں۔ کتبہ اشرف علی ۔ ربیع الاول ۳۹ھ

۳۷

سوال فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے مصرف میں ایک شبہ پیدا ہوا ہے کہ اگر مرحومہ
وصیت کرجاتی تب تو ثلث مال سے اُسکا نکالنا واجب ہوتا اور یہ کفارہ صدقہ واجبہ
میں شمار ہوکر مثل زکوۃ وعشر وصدقہ فطر وکفارہ صوم ہاشمیوں کو نہ دینا چاہیے تھا لیکن جبکہ
وصیت نہ تھی تو یہ فعل تبرع ہوا اور یہ صدقہ نافلہ ہوا لہذا مثل دیگر صدقات نافلہ کے
ہاشمیوں کو دینا جائز ہونا چاہیے۔ میں نے اس مسئلہ کو تلاش کیا کہیں نہیں ملا۔ بہشتی زیور
کی عبارت سے کہ "اگر کفارہ نکالیں تو اپنے فضل وکرم سے اُسکو قبول فرمالیں" اس خیال
کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کفارہ تبرع ہے۔

الجواب۔ بالکل تبرع ہے اور اسکا مقتضا ظاہراً بیشک یہی ہے کہ بنی ہاشم کیلئے جائز ہو
مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود فدیہ کے احکام لازمہ سے یہ ہے کہ بنی ہاشم اسکا مصرف
نہوں اور راز اسمیں یہ ہے کہ گو یہ تبرع ہے مگر ملحق ہے واجب کے ساتھ بوجہ فدیہ ہونے کے
ورنہ اسمیں اُس اثر کی امید نہوگی جو فدیہ میں ہے پس اسکی مثال نفل نماز کی ہوگئی کہ وضو
وغیرہ اُسکے لئے بھی شرط ہے اسکی نظیر فقہاء کے کلام میں یہ ہے کہ عقیقہ کے احکام مثل قربانی

کے لکھے ہیں حالانکہ عقیقہ واجب نہیں بلکہ خود قربانی ہی اگر نفل ہو اس کے بھی وہی احکام وشرائط ہیں جو واجب کے ہیں غور فرمایا جاوے۔ دوسرے علماء سے بھی مراجعت مناسب ہے

سوال کسی معلم کو قربانی کی کھال کی قیمت بطور تصدق دیدیجاوے اور وہ معلم ملازم نہ سمجھا جاوے کوئی قانون اور زور ملازمت کا نہ برتا جاوے بلکہ اسکی خوشی پر رکھا جاوے اور وہ معلم غربت کی حالت میں ہو اور متوکل ہو اور متعلمین بھی غرباء و مساکین ہوں تو یہ صورت میں جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب اگر یہ معلم بالکل کام نہ کرے تب بھی دینے والے اسکو دینگے یا نہیں۔
کتبہ اشرف علی۔ ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ شادی کی تقریب پر تاشونکا بجوانا کیسا ہے تحفۃ المشتاق میں جواز لکھا ہے اور تحفۃ الزوجین میں عدم جواز کے متعلق درج ہے۔ ایک مرتبہ یہاں حضرت مولانا مولوی شیخ حسین صاحب عرب انصاری بھوپال سے تشریف فرما ہوئے تھے اُس موقعہ پر تاشے پیش کرکے دریافت کیا گیا تھا تو جوازی کا حکم فرمایا تھا۔ آپ اسکے متعلق کیا فتوی دیتے ہیں چونکہ میرے نزدیک خصوصاً اور یہاں کے لوگوں کے نزدیک عموماً آپکا فتوی معتبر ہے فلہذا اسکے متعلق جواب شافی تحریر فرمادیں۔

الجواب۔ چونکہ مجھکو کبھی اہتمام کے ساتھ اس مسئلہ کی تحقیق کا اتفاق نہوا تھا اسلئے بنا بر قول مشہور مذکور علی لسان الجمہور یہ سمجھتا تھا کہ شادی میں دف بجانا جائز ہے دوسرے باجے ناجائز مگر تھوڑا زمانہ ہوا کہ ایک مضمون جو ضمیمہ اخبار الفقیہ امرتسر ۵ نومبر ۱۹۱۹ء میں بعنوان باجوں پر تحقیق کی ایک زبردست چوٹ شائع ہوا ہے نظر سے گذرا تب سے متعارف صرف دف کے جواز میں بھی شبہ ہوگیا اور احتیاطاً ترک اور منع کا عزم کرلیا افادہ عامہ کیلئے اسکی نقل کیجاتی ہے وھو ہذا۔

۲۸

باجوں پر تحقیق کی ایک زبردست چوٹ

کسقدر افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ حضور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرمائیں کہ خدا نے مجھے ہدایت کے واسطے رسول بنایا اور حکم دیا کہ تمام جہان سے راگ باجہ شادوں (رواہ ابوداؤد الطیالسی واللفظ لہ واحمد بن منیع واحمد بن حنبل والحرث) اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت سے ایک قوم آخر زمانہ میں مسخ ہو کر سور بندر ہو جائیں گے اصحاب نے پوچھا کہ یہ لوگ مسلمان ہونگے یا کون حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ مسلمان ہوں گے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دیتے ہوں گے اور روزہ بھی رکھتے ہوں گے مگر آلات لہو یعنی باجہ اور دف بجاوینگے اور گانا سنیں گے اور شراب پئیں گے تو مسخ کر دئے جائیں گے (رواہ مسندود بن حبان عن ابی ہریرۃ)۔

ان احادیث کی رو سے تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ حضرات علماء جو شریعۃ کے حامل اور نائب رسولؐ تھے یہ لوگ پوری کوشش کر کے کل راگ و باجہ اٹھا دیتے مگر بجائے اسکے الٹی کوشش کی کسی نے ڈھولک و سارنگی کو قوالی کے ساتھ جائز کیا اور کسی نے دف کو مطلقاً جائز سمجھا اور تحریراً و تقریراً اس کا جواز شائع کیا اور مولوی وحید الزمان سرگروہ غیر مقلدین نے تو اور غضب ڈھایا اپنی کتاب نزل الابرار جو باہتمام مولوی ابو القاسم بنارس میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۳ میں صاف لکھدیا ہے کہ شادیوں میں ہر طرح کا باجہ و گانا بہتر ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے اور جو حرام کہتا ہے وہ گمراہ ہے۔ انتہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اہل حدیث کا دعویٰ اور حدیث کی یہ قدر کی اور کھلم کھلا مخالفت رسول پر کمر باندھی ہے چونکہ ہمارے علماء احناف کل باجے و گانے کو حرام کہتے ہیں اور اسمیں کسی کا خلاف نہیں ہے البتہ سماع کے ساتھ ڈھولک اور شادیوں میں دف بجانے میں اختلاف ہے لہذا ضرورت معلوم ہوئی کہ اس مسئلہ پر تحقیق کی پوری روشنی ڈالی جاوے تاکہ حق اور باطل میں فیصلہ ہو جائے اور برادران سنی حنفی کو اپنا مذہب معلوم ہو جائے۔

پہلی روشنی مذہب حنفی میں کل باجے حرام ہیں۔ ہدایہ شریف میں ہے ان الملاهی حرام حتی التغنی بضرب القصب۔ ونیز بزازیہ و درمختار میں ہے استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوہ حرام۔ بخلاف مذہب شافعی کے کہ ان کے یہاں مباح اور ترک اولیٰ ہے چنانچہ

۳۹

آگے معلوم ہوتا ہے۔

دوسری روشنی دف بھی چونکہ باجا ہے لہذا حنفیہ نے تصریح و تشریح کردی کہ دف بھی حرام ہے شامی میں ہے۔ استماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام شرح نقایہ میں ہے اما الاستماع وکاستماع ضرب الدف والمزمار والغناء وغیر ذلک حرام ابو المکارم میں ہے کرہ (تحریماً) لہو کضرب الدف والمزمار (مجمعہ فتاوی عزیزی) رسالہ غنا میں کئی عبارتیں منقول ہیں غناء وضرب بربط و دف واوتار و طنبور راست وآن ہم باین نص حرام اند من استحلہ فقد کفر و فی الفتاوی البیہقی التغنی واستماعہ وضرب الدف وجمیع انواع الملاہی حرام و مستحلہا کافر وفی النہایۃ التغنی والطنبور والبربط والدف وما یشبہ ذلک حرام مالا بد منہ میں ہے ملاہی ومزامیر وطنبور ودھل ونقارہ ودف وغیرہ باتفاق حرام اند۔

تیسری روشنی مذہب شافعی بموقعہ شادی وختنہ دف بجانا مباح ہے اور سوائے شادی وختنہ میں حرام کہا چنانچہ علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب کشف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع مطبوعہ مصر صـ۳ علی ہامش الزواجر میں لکھتے ہیں القسم الرابع فی الدف المعتمد من مذہبنا انہ حلال بلا کراہۃ فی عرس وختان وترکہ افضل وہکذا حکمہ فی غیرہما فیکون مباحًا ایضًا علی الاصح وفی المنہاج وغیرہ وقال جمع من اصحابنا انہ فی غیرہما حرام اور پیشوائے طریقہ سہروردیہ حضرت عارف باللہ شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمۃ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں فاما الدف والشباب وان کان فیہما فی مذہب الشافعی فسحۃ فالاولی ترکہا والاخذ بالاحوط والخروج من الخلاف یعنی باوجودیکہ ہمارے مذہب شافعی میں دف کو جھانجھ کے ساتھ بھی بجانا مباح ہے اور ہمارے مذہب میں اس میں بڑی وسعت ہے اسکا ترک کردینا بہتر ہے اور بہتری واحتیاط اسی میں ہے کہ دف بالکل ترک کردیا جائے۔ دیکھو شیخ سہروردی کا یہ کتنا نفیس خیال ہے کہ جب ہمارے مذہب میں مباح ہے نہ مستحب کہ بجانے سے ثواب ملے اور نہ واجب کہ ترک کردینے سے گناہ ہو پس خیریت اسکے ترک کردینے میں ہے کیونکہ دوسرے مذاہب جیسے حنفیہ وغیرہ میں حرام ہے اور حرام سے گناہ ہوتا ہے تو خطرہ اور شبہ سے خالی نہیں اور شبہ کی

چیزوں کا ترک کر دینا تاکیدی حکم ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فمن اتقی الشبہات فقد استبرء لدینہ وعرضہ وقال دع ما یریبک الی مالا یریبک پھر شیخ سہروردی نے فرمایا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں عن الحسن انہ قال لیس الدف من سنۃ المسلمین۔

چوتھی روشنی مذہب شافعی میں جو بتقریب نکاح وختنہ دف کا مباح ہونا لکھا ہے وہ مطلقاً مباح نہیں ہے بلکہ چند قیود و شرائط کے ساتھ مقید ومشروط ہے ان شرائط کا لحاظ ضروری ہے ورنہ اباحت نہ رہے گی اور صاف حرمت آجائیگی علامہ ابن حجر مکی شافعی نے ان شرائط کو اپنے رسالہ کشف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع میں مفصلاً تحریر فرمایا ہے انکا ضروری خلاصہ درج کیا جاتا ہے اور آگے چلکر معلوم ہوگا کہ احناف کیلئے بھی یہ شرائط قابل لحاظ ہیں۔

اول شرط یہ ہے کہ خاص عورتیں اور لڑکیاں دف کی بجانے والی ہوں اور حکم اباحت خاص انہیں کے بجلنے میں ہے نہ مردوں کے پس اگر تقریب نکاح یا ختنہ میں مرد بجائیگا تو جائز نہوگا اور وہ مرد بوجہ تشبہ بالنساء کے ملعون ہوگا۔ کیونکہ سلف میں کسی مرد کا بجانا ثابت نہیں ہوا دف کے بجانے میں جسقدر احادیث و آثار ثابت ہیں سب میں صرف عورتوں یا لڑکیوں کا ذکر ہے چنانچہ عبارت یہ ہے۔

انا اذا ابحنا الدف فانما نبیحہ للنساء خاصۃ وعبارۃ منہاجہ وضرب الدف لا یحل الا للنساء لانہ فی الاصل من اعمالہن وقد لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المتشبہین بالنساء (الی قولہ) لم یحفظ عن احد من رجال السلف انہ ضرب بہ وبان الاحادیث والآثار انما وردت فی ضرب النساء والجواری بہ انتہی ملخصاً۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جھانجھ نہو اور بجانے میں کوئی تکلف اور تصنع نہ کیا جاوے کہ طرب یعنی خوش آوازی نہ معلوم ہو بلکہ بالکل سادگی کے ساتھ ہاتھوں سے پیٹا جاوے چنانچہ فرماتے ہیں وخلاعن الصنج ونحوہ وعن التالق والتصنع فی الضرب بان یکون الضرب بالکف بھر لکھتے ہیں کہ دف اسی طریقہ سے مباح ہے جیسا عرب لوگ بجاتے ہیں کہ اسمیں رقص وسرود نہ پایا جاوے اور نہ انگلی کے سرے سے بجایا جائے کہ اسمیں بھی ایک طرح کی صنعت طرب ہے عبارت یہ ہے۔

وانما یباح الدف الذی تضرب بہ العرب من غیر زفن ای رقص فاما الدف الذی

یزفن به وینقر ای برؤس الانامل ونحوها علی نوع من الانغام فلا یحل الضرب به۔
تیسری شرط یہ ہے کہ وقت نکاح یا وقت زفاف یا اسکے بعد تھوڑی دیر تک عورتیں دف باشرائط مذکورہ بجاویں چنانچہ لکھتے ہیں والمعهود عرفا انه یضرب به وقت العقد و وقت الزفاف او بعده بقلیل۔

پانچویں روشنی علامہ ابن حجر نے ماوردی کا قول لکھا ہے کہ اب ہمارے زمانہ میں استعمال دف مکروہ ہے کیونکہ بے وقوفی اور سفاہت پائی جاتی ہے عبارت یہ ہے وبغیر زماننا قال فیکره فیه لانه عدل به الی السخف والسفاهة اسپر علامہ نے لکھا ہے کہ ہمارے اور ماوردی کے زمانہ میں پانچسو برس کا فاصلہ ہے تو اس سے زیادہ خرابی آگئی ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کو بھی گذرے ہوئے قریب چار سو برس ہوئی سوائے شر و فساد خیر و صلاح کا نام نہیں ہے اب تو باوجود لحاظ شرائط مذکورہ ترک کردینا چاہیے۔

چھٹی روشنی اصل مذہب حنفیوں کا تو پہلی اور دوسری روشنی کے ذیل میں جو عبارات لکھی گئی ہیں اُن سے معلوم ہوگیا کہ عموماً باجہ اور خصوصاً دف بھی حرام ہے اب بعض علما حنفیہ جو اپنی کتابوں میں اعلان نکاح کے واسطے دف بجانا لکھتے ہیں تو اصل یہ ہے یہ قول ظاہر روایت کے خلاف ہے اور کچھ تعجب نہیں جو علما حنفیہ کو روایات شافعیہ سے دھوکا ہوگیا ہو۔ اور اسکے نظائر و امثال کتب فقہیہ حنفیہ میں کثرت سے ملتے ہیں کہ کسی ایک کتاب میں کوئی قول دوسرے مذہب کا کسی مصنف نے لکھا اور دوسروں نے اسکی دیکھا دیکھی اعتماد کرکے اپنی تصنیف میں درج کردیا اور وہ یونہیں نقل ہوتا چلا آیا حتی کہ دس بیس کتب میں منقول ہوا۔ اب کسی عالم کو شبہ ہوسکتا ہے کہ مذہب حنفی کا یہ مسئلہ نہیں ہے مگر بوقت تحقیق معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ قول خلاف مذہب نقل در نقل ہوتا آیا ہے دیکھو علامہ ابن ہمام فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں فرماتے ہیں۔ فهذا هو الوجه وکثیرا ما یقلد الساهون الساهین۔ یعنی ایسا بہت ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں۔

بحر الرائق کتاب البیوع باب المتفرقات میں لکھتے ہیں وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطاء فی کتابه فیاتی من بعده من المشایخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر ولا تنبیه

(باقی آئندہ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس امانت کا حکم اور خود جو اس مفقود کا مال بلا واسطہ ہے ان دونوں کا حکم یکساں نہیں ہے۔ ایک غلطی اس دوسرے مسئلہ سے (کہ اگر وہ نہ آیا تو وہ امانت اُن ورثہ کا حق ہے جنکا حق کم کرکے یہ امانت رکھی گئی ہے) یہ ہوسکتی ہے کہ اسکو وقت فقدان سے میت سمجھکر جب اُسکا ترکہ تقسیم کرنے لگیں تو اُن ہی ورثہ کو دیدیں جو اُسکے فقدان کے وقت تھے حالانکہ وہ اپنے مال کے اعتبار سے زندہ ہے حاصل یہ ہوکہ بعضی غلطی کا تو منشا مفقود کے مال کو دوسرے کے مال پر قیاس کرنا ہے اور بعض کا منشا دوسرے کے مال کو مفقود کے مال پر قیاس کرنا ہے اور یہ دونوں قیاس باطل ہیں ان دونوں کا حکم جدا جدا ہے جیساکہ مفصل بیان کیا گیا ایک غلطی عام یہ ہورہی ہے کہ علماء سے یہ سُن لیا کہ امام مالک رحؒ اور امام شافعی رحؒ کے نزدیک انتظار مفقود کی مدت چار سال ہے اور یہ بھی سُن لیا کہ ضرورت میں دوسرے مذہب پر عمل درست ہے اسکو مطلق سمجھکر بلا کسی قید کے اسپر عمل شروع کردیا چار سال کے بعد اُسکی بی بی کا نکاح بھی کرانے لگے عدت کی بھی ضرورت نہ سمجھی اگر قدرت ہوئی اُس کا ترکہ بھی تقسیم کرلیا پھر ضرورت کو بھی نہیں دیکھا اور بعد تحقق ضرورت کے اُسپر عمل کرنے کی شرط بھی نہ دیکھی حالانکہ امام مالک رحؒ کے نزدیک چار سال جواز نکاح کی مدت نہیں بلکہ اُسکے حکم بالموت کی مدت ہو پھر اسکے بعد عدت وفات ہوگی اور شافعی رحؒ کا مذہب قدیم اسکو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا قول جدید اسکے خلاف ہے اور مفتی بہ قول جدید ہوتا ہے پھر یہ قول اُن دونوں حضرات کا صرف نکاح کے باب میں ہو میراث میں اُن کا مذہب بھی ہماری ہی مذہب کے مثل ہو اور امام احمد رحؒ کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر ایسی حالت میں غائب ہوا ہے کہ غالب حال اُس کا ہلاک ہے جیسے صف قتال یا کشتی شکستہ میں تھا تب تو چار سال کی مدت ہو ورنہ اُن کا مذہب بھی ہمارے ہی مذہب کے مثل ہو یہ سب اقوال شامی نے نقل کئے ہیں (اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کا مذہب اسمیں ایسا قوی ہے کہ دوسرے ائمہ بھی کسی نہ کسی صورت میں اسکو ظرور لیتے ہیں) اسی طرح جس عورت کے پاس نفقہ موجود ہو وہاں ضرورت بھی تحقق نہیں یا کسی دیندار معتبر گھرانے میں نوکری کرسکے وہاں بھی ضرورت نہیں اسی طرح جہاں مالکی یا شافعی حاکم مل سکے وہاں بھی حنفی کو اس قول پر حکم کرنے کی ضرورت نہیں اور جہاں ضرورت

۱۱۲

بھی ہو تب بھی اسپر عمل کرنے کی اکثر علماء کے نزدیک ایک شرط بھی ہے وہ یہ کہ اس عمل کیلئے
صرف فتوی کافی نہیں قضاء قاضی ہونا چاہیئے چنانچہ درمختار میں واقعات مفتین سے اس کی
نسبت قنیہ کی طرف کی ہے اور گو اسمیں دوسرا قول بھی ہے جو شرف الائمۃ کی طرف نسبت
کیا گیا ہے مگر نجم الائمۃ قاضی عبدالرحیم نے اشتراط کو ترجیح دی ہے اور شامی نے کہا ہے کہ متبادر
عبارت سے یہی ہے کہ خصوص مذہب میں یہی اشتراط ہے اور واقعات کی عبارت سے
امام صاحب کے قول کا اسمیں نص ہونا ثابت کیا ہے احقر کہتا ہے کہ قواعد سے بھی ایسے امور مجتہد
فیہا میں قضاء قاضی کے اشتراط سے اس اشتراط ہی کو ترجیح ہوتی ہے اور احقر اسکے خلاف پر
فتوی دینے کو صحیح نہیں سمجھتا خصوص جبکہ اصل فروج میں حرمت ہے اور یہ لزوم قضاء قاضی کسی
خاص قول کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس باب میں حنفیہ کے نزدیک جو مدت انتظار ہے جسمیں
سب سے زیادہ احتیاط ہے اسمیں بھی قضاء قاضی شرط ہے یعنی قاضی یوں کہے کہ میرے نزدیک
اب وہ مرگیا ہے اسلیئے میں اسکی موت کا حکم کرتا ہوں (لاطلاق مافی الدر المختار انما یحکم
بموته قضاء لانه امر محتمل فما لم ينضم اليه القضاء لا يكون حجة) اور وہ مدت احتیاط
کی اسلیئے ہے کہ بہت طویل ہے اصل مضمون تو اس کا یہ ہے باقی اس کے عنوانات میں اقوال
مختلف ہیں ۱ موت اقران فی بلدہ ۲ موت اقران فی جمیع البلاد ۳ نوے سال وقت
ولادت سے نہ کہ وقت فقدان سے ۴ سو سال ۵ ایکسو بیس سال ۶ ساٹھ سال ۷
ستر سال ۸ تفویض الی رای الامام اور شامی نے اس قول اخیر میں یہ شرط نقل کی ہے لا بد
من مضى مدة طويلة حتى يغلب على الظن موته لا بمجرد فقده عند ملاقاة العدو
او سفر البحر ونحوه الخ اور ہندوستان میں سلطنت کی طرف سے کسی ایسے قاضی کے تقرر کا
انتظام نہیں ہے اسلیئے اس شرط کا تحقق یہاں دشوار ہے پس اس صورت میں مفقود کے احکام
میں بجز صبر کے کوئی علاج نہیں البتہ اگر کوئی مسلمان حاکم جسکو سلطنت کی طرف سے ایسے اختیارات
دیئے گئے ہیں کسی عالم سے فتوی لیکر مفقود کی موت کا حکم کردے وہ حکم صحیح ہو جاویگا اسلیئے کہ قاضی
مسلم کا تقرر سلطنت غیر مسلم کی طرف سے بھی صحیح ہے کما صرح به الفقهاء یا ریاستوں میں جو
قضاۃ مسلمان مقرر ہیں ان سے حکم حاصل کرلیا جاوے مگر اسمیں یہ شبہ ہے کہ اس قاضی کی حدود

۱۱۳

قضا رسے باہر جو شخص ہو اسپر بھی اُس کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں۔ اسکی تحقیق علما سے کر لیجاوے۔
یہ تمیں ضروری تنبیہات احکام مفقود کے متعلق۔ اب بعضے عامیانہ شبہات کے جواب لکھتا ہوں
جو ان احکام کے متعلق بطور معارضہ کے پیش کئے جاتے ہیں ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اتنی مدت
انتظار کے بعد کہ نوے برس میں یا اس سے زیادہ۔ جب موت کا حکم کیا گیا تو اس حکم سے فائدہ
کیا ہوا اتنی عمر کی عورت تو نکاح کے قابل بھی نہیں رہتی جواب اس کا یہ ہے کہ معترض مسئلہ ہی
نہیں سمجھا اس مدت کی ابتدا مفقود ہونے کے وقت سے نہیں ہے تاکہ عورت کا اتنا سن رسیدہ
ہونا لازم آوے بلکہ اسکی ابتدا مفقود کے یوم ولادت سے ہے یعنی وہ نوے برس کا ہو جاوے
مثلاً۔ اور مرد کے سن رسیدہ ہونے سے عورت کا سن رسیدہ ہونا لازم نہیں آتا مثلاً کسی اسّی
برس کے بوڑھے نے دس برس کی لڑکی سے نکاح کیا اور مفقود ہو گیا تو جب یہ نوے سال کا ہوگا
عورت بیس برس کی ہوگی وعلی ہذا دوسرے حکم بالموت کا ثمرہ مخصر صرف نکاح زوجہ ہی تو نہیں ہے
اسکے مال کی تقسیم بھی تو ہے اور اسمیں یہ استبعاد نہیں۔ تیسرے یہی مسلم نہیں کہ ایسی عمر کی عورت
نکاح کے قابل نہیں رہتی اگر تقاضائے نفسانی کی نفی بھی تسلیم کرلیجائے تب بھی نکاح میں اور مصالح
بھی تو ہیں مثلاً کوئی مسن بیوہ عورت حج کو جاتی ہے اور محرم کوئی موجود نہیں اُس نے اسلئے کسی سے
نکاح کرلیا کہ اسکی ساتھ سفر جائز ہو اور مرد نے اعانت فی الدین سمجھکر قبول کرلیا تو دیکھئے اتنی عمر
مانع نکاح نہوئی ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یہ قانون بڑا سخت ہے اگر عورت کو نان نفقہ کی
حاجت ہو یا اسپر نفس کا غلبہ ہو تو وہ کیا کرے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ اشکال اسی صورت کیساتھ
خاص نہیں اگر کسی عورت کا شوہر موجود ہو مگر بے توجہ ہو کہ نہ نان و نفقہ دیتا ہے نہ اسکا حق تحصین
ادا کرتا ہے تو اس صورت میں عورت کیا کرے اگر کہا جاوے کہ دعویٰ کرے ہم بھی یہی کہیں گے کہ یہاں
بھی دعویٰ کردے اگر حاکم کی رائے میں ضرورت متحقق ہوگی وہ شافعی و مالک کے مذہب پر حکم بالموت
جلدی کردیگا اگر کہا جاوے کہ ایسا حاکم کہاں ہے ہم کہیں گے اگر ہماری مفروضہ صورت میں بھی
ایسا حاکم نہ ملے یا ملے مگر یہ حکم نہ کرے تو عورت کیا کرے گی اگر کہا جاوے کہ صبر کرے ہم کہیں گے
کہ یہاں بھی صبر کرے یا اگر بے توجہ نہو مگر نادار اپاہج ہو کہ نہ بالفعل کسی مال کا مالک ہو نہ کسب
پر قادر ہو اور نہ عورت پر قادر ہو تو اسکی عورت کیا کرے اگر کہا جاوے کہ عنین میں اور اسکی زوجہ

114

میں قاضی تفریق کر دیگا تو ہم کہیں گے کہ اگر ایک بار قادر ہو چکا ہو اور اس وجہ سے اب تفریق ممکن
نہو (چنانچہ مسئلہ فقہیہ باب العنین میں یہی ہے) تو عورت کیا کرے اسی طرح اگر زن مفقود کے
نوکری کر کے کھانے میں شبہ فتنہ کے سبب کسی کو اعتراض ہو تو صورت مفروضہ میں بھی ایسا
احتمال ہو سکتا ہے غرض کچھ بلا اسی میں منحصر نہیں دوسری صورتوں میں بھی ایسا ہو سکتا ہے
اور بکثرت ہوتا بھی ہے پس بجز صبر و تحمل مشاق کے کوئی چارہ نہیں اب ایک ضروری امر لکھکر اس
بحث کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ اگر بعد حکم بالموت کے اسکی بی بی نے نکاح کر لیا اور اس کا مال
ورثہ میں تقسیم کر دیا گیا اور وہ پھر صحیح سالم آگیا تو اس کا کیا حکم ہے سو وہ حکم یہ ہے کہ اسکی بی بی کا
نکاح ثانی فاسد ہو جاویگا اور عدت گذرنے کے بعد وہ بی بی اسی کو ملجاویگی البتہ اگر کچھ اولاد
ہو گئی ہو تو وہ دوسرے شوہر کو ملیگی کذا فی رد المحتار وعبارتہ ان تزوجتہ لہ والاولاد
للثانی - اور مال میں یہ تفصیل ہے کہ جو وارثوں کے ہاتھ میں خرچ ہو چکا وہ تو گیا گذرا باقی جو خرچ
نہیں ہوا وہ اس مفقود کو دلا دیا جاویگا - کذا فی رد المحتار ایضاً وعبارتہ فالباقی فی ید ورثتہ
لہ ولا یطالب بما ذھب اور یہی حکم ہے مال میں اس شخص کا جو مرنے کے بعد زندہ ہو جاوے
البتہ اسکی بی بی اب اسکو نہ ملیگی کیونکہ موت سے خود اسی کا نکاح یقیناً باطل ہو گیا تھا اور
مفقود کا یقیناً باطل نہ ہوا تھا ظناً باطل ہوا تھا اور وہ ظن کاذب ثابت ہوا فقط۔

۱۱۵

اصلاح انقلاب متعلق تعزیر و تعییر و تکفیر

تفسیر الفاظ کی یہ ہے۔ تعزیر وہ سزا ہے جو تادیب کیلئے دیجاوے اور حد کے درجہ سے کم
ہو اور اسکے طرق مختلف ہیں ملامت کرنا ڈانٹنا مارنا ہاتھ سے یا لکڑی وغیرہ سے کان کھینچنا
سخت الفاظ کہنا محبوس کر دینا (درمختار) مالی سزا دینا جسکا طریقہ بعد میں آتا ہے تعییر کسی کا عیب
نکالنا اسمیں غیبت و بہتان بھی داخل ہو گیا تکفیر کسی کو کافر کہنا اوپر کے قریب ابواب میں غیر کے
مال میں تصرف کرنے کی بحث تھی ان تینوں امور میں غیر کی آبرو میں تصرف کرنیکا بیان ہے۔
چنانچہ ظاہر ہے کہ ان تینوں امر سے دوسرے کی آبرو ریزی ہوتی ہے گو بعض میں تصرف فی
النفس و تصرف فی المال بھی ہے اور چونکہ آبرو ریزی ان تینوں میں امر مشترک ہے اور اس

(باقی آئندہ)

دیکھو کبوتر کے نر و مادہ کے انڈے سینے میں ایک دوسرے کی کیسی امداد کرتے ہیں جب ایک کو غذا کی ضرورت ہوتی ہو تو دوسرا اُسکی جگہ انڈوں پر بیٹھ جاتا ہے اور کوئی بھی غذا حاصل کرنیکے لئے زیادہ دیر تک غائب نہیں رہتا اُن کو بیضوں پر بیٹھنے کی اتنی حرص ہوتی ہے کہ اُن کے پیٹ میں بھی بیٹ بہت جمع ہو جاتی ہے جب زیادہ تقاضا ہوتا ہے تو ایکدم سے بہت بیٹ کردیتا ہو پھر دیکھو جب مادہ کے رحم میں انڈے پیدا ہوتے ہیں اور اُس کے انڈے دینے کے دن نزدیک ہوتے ہیں تو نر کو اُسکی حفاظت کی کیسی حرص ہوتی ہے وہ بار بار مادہ کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور ٹھونگیں مار کر اُسکو گھونسلے کی طرف لاتا ہے زیادہ دیر تک باہر نہیں رہنے دیتا کہ مبادا کبھی گھونسلے کے سوا کسی اور جگہ انڈے نہ دیدے تو پھر خرابی ہو اور دیکھو جب تک کہ بچوں کو چونگہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اُسوقت تک کیسی شفقت و محبت سے اُسکو چونگا دیتے ہیں پھر جب بچہ بڑا ہو کر دانہ اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے اور ماں باپ سے مستغنی ہو جاتا ہے پھر اگر وہ حسب عادت چونگا لینا چاہے تو پرندہ اُسکو مار کر ہٹا دیتا ہو اور دوسرے بچوں میں مشغول ہو جاتا ہے پھر دیکھو حق تعالیٰ نے شکاری پرندے میں تیز اوڑنے کی کسقدر قوت رکھی ہے تاکہ جسکو پکڑنا چاہے وہ اُس سے سبقت نہ لیجا سکے نیز اُس کے پنجہ میں بھی بہت قوت ہے اور اُسکی چونچ اور ناخنوں میں دھار کی تیزی ہے گویا کہ اُسکی ٹیڑھی چونچ کاٹنے کیلئے تیز چھری ہے اور پنجہ کے ناخن مڑے ہوے کانٹے ہیں جو گوشت میں گڑ جاتے ہیں اور مضبوطی سے پھنس جاتے ہیں سب سے مقصود یہ ہے کہ وہ جس غذا کا محتاج ہے اُس کو آسانی حاصل کر سکے دریائی پرندوں کو دیکھو کہ چونکہ اُن کی غذا پانی میں ہے تو حق تعالیٰ نے اُن میں تیرنے اور غوطہ لگانیکی کیسی قوت رکھی ہو تاکہ پانی کے اندر سے اپنی روزی حاصل کر سکیں غرضیکہ حق تعالیٰ نے پرندوں کے ہر قسم کیلئے وہ سامان مہیا کر دئے ہیں جو اُس کے لئے روزی حاصل کرنیمیں ضروری یا معین ہیں۔

باب چوپایوں کی پیدائش کی حکمت میں

(قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اور اُسنے پیدا کیا) گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو تمھاری سواری کیلئے اور زینت کیلئے

عزیز من! سمجھو خدا تعالیٰ تمکو اور ہمکو توفیق عطا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے بہائم کو اپنے بندوں کے منافع کے لئے پیدا کیا ہے (اور انہیں) اُن پر (بہت بڑا) احسان فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت میں تنبیہ کیگئی ہے پس (تفصیل اسکی یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے چوپایوں کے گوشت کو مضبوط ہڈیوں پر چڑھایا ہے جو انکو پکڑے ہوئے رہتی ہیں اور سخت پٹھوں اور مضبوط رگوں سے اُسکو مستحکم کر دیا ہے اور ایک کو دوسرے میں (اچھی طرح) پیوست کر دیا ہے نہ تو ہڈیوں اور پٹھوں کو بہت نرم و نازک بنایا اور نہ پتھر کی طرح سخت بنایا ان چیزوں کو (بدن کی) مضبوطی کیلئے پیدا کیا جو تمام بدن میں پھیلی ہوئی ہیں تاکہ اس سے چوپایوں کے بدن کو پوری مضبوطی اور استحکام حاصل ہو کیونکہ لادنے اور کام کرنیکے لئے اُن کا قوی ہونا مطلوب و مقصود ہے پھر حق تعالیٰ نے چوپایوں (میں آنکھ اور کان پیدا کر کے اُن) کو دیکھنے والا سننے والا بنایا تاکہ انسان اُن سے اپنی ضرورت کو پورا کر سکے اگر اُن کو اندھا بہرا بناتے تو انسان اُن سے (پوری طرح) منتفع نہ ہو سکتا اور کسی مقصود تک نہ پہونچ سکتا پھر حق تعالیٰ نے اپنی حکمت سے جانوروں میں عقل اور ذہن نہیں پیدا کیا تاکہ وہ انسان کے مطیع و تابعدار ہو جائیں اور بروقت ضرورت جب اسکو آٹا پیسنے یا بوجھ لادنے یا اور کسی غرض کیلئے اُن سے مشقت کا کام لینا ہو تو وہ انکار نہ کر سکیں (اگر اُن میں عقل و ادراک کا مادہ ہوتا تو آسانی سے وہ انسان کی اطاعت کبھی ہرگز نہ کرتے) اور حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ لوگوں کو حیوانات سے کام لینے کی ضرورت ہوگی وہ خود اُن کیطرح (مشقت اور تعب کے) کام نہیں کر سکتے نہ اُن میں اسقدر طاقت ہے اور اگر (خدانخواستہ) انسان کو حیوانات کے کام انجام دینے کا مکلف کر دیا جاتا تو اسکو سخت مصیبت و مشقت کا سامنا ہوتا اور اُسکی ساری قوتیں اسی میں ختم ہو جاتیں۔ اور ان صنعتوں اور حرفتوں کے انجام دینے کیلئے اسمیں کچھ بھی (طاقت) اور فضیلت باقی نہ رہتی جنکو خاص طور پر انسان ہی کر سکتا ہے اور اسکی خلقت اُن کے انجام دینے کیلئے قابل بھی ہے اور اُن سے اسکو استغنا بھی نہیں (یعنی اُن کے بغیر اسکا کام بھی نہیں چل سکتا) اور (علیٰ ہذا) علوم و آداب حاصل کرنے کے لئے اسکو ذرا بھی مہلت نہ ملتی اور اگر یہ سب کام بھی انسان کرتا اور اسکے ساتھ (حیوانات کی طرح بوجھ لادنے اور ہل جوتنے میں بھی) اپنے بدن کو مشقت میں ڈالتا تو اسپر معیشت تنگ (اور زندگی دوبھر) ہو جاتی پس (صورت موجودہ سے) انسان کی حوائج کے پورا ہونے اور اسکے لئے جانوروں کے مسخر ہو جانے میں حق تعالیٰ

کی بہت بڑی نعمت ہے (کہ اب انسان مشقت اور تعب کے کام حیوانات سے لیتا ہے اور صنعت و حرفت و علوم و آداب کو خود انجام دیتا ہے) ذرا قسم قسم کے جانداروں کی خلقت میں غور کرو کہ ہر نوع کی صلاحیت جن چیزوں پر موقوف ہے وہ اُن کے لئے کس طرح قابل اور آمادہ ہیں پس (دیکھو) بنو آدم کیلئے جب یہ بات مقدر تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے صنعتوں کو انجام دیں اور علوم و فضائل حاصل کریں نیز کپڑا بننے اور عمارت بنانے اور تجارت وغیرہ کرنے سے بھی اُن کو استغنا نہ تھا (ان کاموں کی بھی اُن کو ضرورت تھی) تو اُن کے اندر عقل اور ذہن اور فکر وغیرہ (کا مادہ) پیدا کیا گیا اور اُن کے ہاتھوں میں انگلیاں بنائی گئیں تاکہ اشیاء کے پکڑنے اور صنعتوں کے بنانے پر قادر ہو سکیں۔ اور گوشت کھانیوالے جانوروں کیلئے چونکہ یہ مقدر تھا کہ اُن کی زندگی شکار (ہی کے گوشت) پر ہو گی دوسرے کاموں کیلئے اُن میں صلاحیت نہیں تو اُن کے لئے (مضبوط) پنجے اور تیز دانت اور زیادہ دوڑنے اور جست کرنے کی قوت پیدا کیگئی اور گھاس کھانیوالے جانوروں کیلئے چونکہ مقدر یہ ہے کہ وہ کوئی صنعت اور شکار نہیں کر سکتے تو بعضوں کیلئے (بجائے پیروں کے) کھر پیدا کئے گئے ہیں جو زمین کی صلابت (اور سختی) سے اُنکو بچاتے ہیں جبکہ وہ زمین میں چارہ کی تلاش کیلئے گھومتے (اور چلتے پھرتے) ہیں اور بعض کیلئے گول سُم بنائے گئے ہیں جس (کے بیچ) میں پیر کے تلوے کی طرح گڑھا ہوتا ہے تاکہ زمین پر اچھی طرح جم جائیں اور سواری اور لادنے کے کام آسکیں۔ ذرا گوشت کھانیوالے جانوروں کی پیدائش کی تدبیر میں غور کرو کہ اُن کے لئے تیز دانت اور مضبوط پنجے اور چوڑے چوڑے منہ کس طرح حکمت کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں اور کیسے آلات اور ہتیاروں سے اُن کو قوت دی گئی ہے جنکے ذریعہ سے وہ اپنے مقصود کو (باسانی) حاصل کر لیتے ہیں پس اگر وہ چوپائے جنکی زندگی نباتات پر ہے تیز دانت اور مضبوط پنجوں والے ہوتے تو اُن کو ایک بے ضرورت چیز دیجاتی (جنکی اُنکو حاجت نہ تھی) کیونکہ نہ وہ شکار کرتے ہیں اور نہ گوشت کھاتے ہیں (تو اُن کے لئے ایسے آلات اور ہتیار پیدا کرنا فضول ہوتا) اور اگر درندوں کے کھر یا سُم ہوتے تو اُن کو ضرورت کی چیز سے محروم کر دیا جاتا جنکی شکار وغیرہ کیلئے اُن کو حاجت ہے پس غور کرو کہ حق تعالیٰ نے کسطرح (اپنی حکمت سے) ہر قسم کے جانوروں کو وہی چیزیں عطا فرمائیں جو اُن کے (ہر طرح) مناسب ہیں اور اُن ہی کی

ان کی مصلحت اور زندگی موقوف ہے - ذرا چوپاؤں کی اولاد میں نظر کرو کہ جب انکی ماں میں انسان کی ماں کی طرح عقل اور علم نہیں نہ تربیت کے وقت نرمی اور شفقت کرنا اُن کو آتا ہے نہ فکر سے وہ پرورش کرنے پر قادر ہیں نہ ہاتھوں اور انگلیوں سے بچہ کے اُٹھانیکی اُن کو قدرت ہے نہ اور سامان پرورش کرنیکے اُن کے پاس ہیں تو تم کس طرح اُن کو ماں کے پیچھے مستقل طور پر (خود بخود) چلتا پھرتا دیکھتے ہو نہ اُن کو پالنے (اور پرورش) کرنے کی حاجت ہے نہ (گود میں) اُٹھانے (اور لادنے) کی ضرورت ہے جیسا کہ آدمی اسکے محتاج ہوتے ہیں تو اسلئے اُن کو (خود بخود) اُٹھنے اور مستقل طور پر چلنے پھرنے کی قوت دی گئی (کہ اُن کے ماں باپ پرورش کرنے اور گود میں اٹھانے سے عاجز ہیں) اسی لئے تم بعض پرندوں مرغی اور تیتر وغیرہ کے بچوں کو دیکھو گے کہ وہ انڈے سے نکلتے ہی چلنے پھرنے اور دانہ چگنے لگتے ہیں اور جن پرندوں کے بچے بوجہ ضعف (اور کمزوری) کے فوراً اٹھکر چل پھر نہیں سکتے جیسے کبوتر وغیرہ کے بچے تو اُن کی ماں کے (دل میں) بچوں کیلئے شفقت اور محبت رکھدی گئی کہ وہ اپنے پوٹے میں غذا جمع کرکے اپنے بچوں کے منہ میں ڈالدیتی ہے اور اسی طرح ہمیشہ کرتی رہتی ہے حتی کہ وہ خود چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں پس ہر اک کو حکمت و دانائی کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے (جسکی اسکو ضرورت تھی) فسبحان اللہ بالحکیم ذرا حیوان کے پیروں کو تو دیکھو کہ کس حکمت کے ساتھ دو دو ملکر اٹھتے ہیں تاکہ چلنے کیلئے (بخوبی) مستعد ہو جائے اگر ایک ایک قدم اُٹھتا تو وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہتا کیونکہ دریائی جانور[1] پہلے کچھ پیروں کو اُٹھاتا ہے اور جن پیروں کو نہیں اُٹھاتا اُن پر سہارا لینے سے اُسکو چلنے میں مدد ملتی ہے تو جسکے دو پیر ہوتے ہیں وہ ایک کو اُٹھاتا ہے اور دوسرے پر (ٹیک لگاکر) سہارا لیتا ہے اور چار پیروں والا دو کو (ایک ساتھ) اُٹھاتا ہے اور دو کے اوپر سہارا لگاتا ہے اور جنپر سہارا لگاتا ہے وہ مختلف جانب سے ہوتے ہیں (جسکی تفسیر آگے آتی ہے) کیونکہ اگر وہ ایک ہی طرف کے دونوں پیروں کو اُٹھاکر دوسری جانب کے دونوں پیروں پر سہارا لگاتا تو وہ زمین پر جم نہ سکتا جیسے تخت (کے دو پائے ایک طرف کو اٹھا دئے جائیں تو دوسری طرف کے دو پاؤں پر وہ قائم نہیں رہ سکتا) اور اگر (پہلے) دونوں ہاتھ (ایک ساتھ) اٹھاکر بعد میں دونوں پیر اُٹھایا کرتا

[1] دریائی جانور کی خصوصیت سمجھ میں نہیں آئی بظاہر سب ہی ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں ۱۲ مترجم -

(باقی آئندہ)

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یقین کیا شے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو منطق کے ابتدائی رسائل
پڑھنے پڑھانے کی بھی قابلیت نہیں ہے یقین کی مختصر اور سیدھی اور صاف تعریف یہ ہے کہ یقین
وہ علم ہے جو واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہونیوالا نہ ہو ثانیاً معترض نے دعویٰ
کیا ہے کہ یقین اصولیین کے نزدیک ظن کو شامل ہے اس سے اسکی اصول دانی بخوبی معلوم ہوتی
ہے کیونکہ اصولیین کی اصطلاح منطقیین کے مغائر نہیں ہے بلکہ متحد ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ وہ خبر واحد
کو مفید ظن کہتے ہیں اور مفید یقین نہیں ہاں بعض نے علم طمانیۃ پر یقین کا اطلاق کیا ہے مگر وہ مجازاً
اور تشبیہاً ہے نہ کہ حقیقۃً دلیل اسکی یہ ہے کہ شرح منار المصنف میں خبر مشہور کے متعلق لکھا ہے
انہ یوجب علم طمانینۃ لا علم یقین اور اصول بزدوی میں ہے لکن العلم بالمتواتر کان یصدق
فی نفسہ مضار یقینا والعلم بالمشھور بغفلۃ عن ابتدائہ وسکون نفس الی حالہ
فسمی علم طمانینۃ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ اہل اصول کی اصطلاح یقین کے بارہ میں
منطقیین کے مغائر نہیں ہے اور یقین ارباب اصول کے نزدیک ظن کو شامل نہیں ہے اس سے معترض
کی اصول دانی خوب ظاہر ہو گئی ثالثاً اس نے مولانا پر افترا کیا ہے کہ انھوں نے ظن کی صورت
میں اسکے کفر و شرک ہونے کی نفی کی حالانکہ مولانا نے اس عبارت میں جسکا معترض نے حوالہ دیا ہے
اسمیں ظن کا کچھ ذکر نہیں ہے بلکہ حرف رجا کا ذکر ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ رجاء اور چیز ہے اور
ظن اور شے اور اگر معترض نے رجاء کو ظن سمجھا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکو ادنیٰ طالب علم کے
برابر بھی استعداد نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رجاء علم نہیں ہے بلکہ وہ نفس کا ایک فعل ہے اور ظن
علم تصدیقی ہے (۴) معترض کہتا ہے کہ بہت سے حضرات ہمارے مفصلہ بالا تقریر کو دلائل منطقیہ
خیال کرینگے اھ۔ وہ اطمینان رکھے کہ بجز فرنگی محل کے چند جہال کے کوئی ان زٹلیات کو دلائل
منطقیہ نہ کہیگا (۵) معترض نے حضرت مولانا مدظلہم العالی کی عبارت الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۵ھ
سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے تو یہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتری کنند۔ اس سے تو ایک بار نہیں چند
بار شگون لینا بزرگوں کے کلام سے فال نیک لینا ثابت ہوا۔ اھ سو یہ تو صحیح ہے کہ چند بار بزرگوں
کے کلام سے فال نیک لینا ثابت ہوا مگر جس طرح فال نیک لینا ثابت ہوا ہے اس طرح فال
نیک لینے کو مولانا مدظلہم العالی نے کب کفر و شرک کی باتوں میں شمار کیا ہے علی ہذا اس سے

شگون لینا بھی ثابت ہوا اگر حضرت مولانا نے جس قسم کے شگون لینے کو منع کیا ہے یعنی شگون متعارف عوام اُس کا کب ارتکاب کیا پس ایسی حالت میں معترض کا یہ بیہودہ جملہ کہ توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر می کنند کیسے صادق ہے خلاصہ یہ کہ جس شگون اور فال لینے کو حضرت مولانا نے منع فرمایا ہے اُس کا اُنھوں نے ارتکاب نہیں کیا اور جس شگون و فال کو وہ عمل میں لائے ہیں اسکو انھوں نے منع نہیں فرمایا لہذا تعارض قول و فعل کا اعتراض پادر ہوا ہو گیا (۶) معترض حضرت مولانا کی عبارت مندرجہ الامداد پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے آپ فال کو موثر نہیں سمجھتے تو بیشک صحیح ہے کہ موثر حقیقی فال کو سمجھنا ناجائز ہے جسطرح دوا کو دعا کو مگر دوا دعا کرنا اس سے کفر و شرک نہیں ہو گیا اسی طرح فال یعنی شگون نیک کو موثر حقیقی سمجھنا ناجائز ہو مگر فال یعنی شگون لینا کیسے شرک و کفر ہوا۔ آہ اس میں چند خدشے ہیں اول یہ کہ معترض نے کہا ہے کہ فال کو موثر حقیقی سمجھنا ناجائز ہے۔ ناظرین اس کے الفاظ پر خیال کریں اور دیکھیں کہ باوجود اس کے کہ فال کو موثر حقیقی سمجھنا کفر بحت اور شرک خالص ہو مگر اس کا کفر مانوس نفس اس کو اسکی اجازت نہیں دیتا کہ وہ صاف طور پر اسے کفر و شرک کہے بلکہ اسکے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو کہ مکروہ پر بھی صادق آسکتے ہیں اور ثانی یہ کہ اس نے فال کو موثر غیر حقیقی مان کر اس کو جائز کہا ہے اور اسکو دعا اور دوا پر قیاس کیا ہے لیکن یہ قیاس ایسا ہی ہے جیسا کہ کفار کا انما البیع مثل الربوا کہنا اور جسطرح حق سبحانہ نے کفار کے اس قیاس کے جواب میں اس کا قیاس مع الفارق ہونا یوں بیان فرمایا ہے احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا یوں ہی ہم معترض کے جواب میں کہتے ہیں احل اللّٰہ الدعاء والدواء وحرم التفاؤل باعتقاد التاثیر لما قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم الطیرۃ شرک ولا طیرۃ وخیرھا الفال الی غیر ذلک وانما رخص فیہ اذا لم یکن فیہ اعتقاد التاثیر بل الرجاء فحسب نیز اس میں اس نے حمایت کی ہے اعمال جاہلیت (مثل عیافہ وزجر و طرق وطیرۃ وغیرہا) کی کیونکہ وہ لوگ ان امور کو موثر حقیقی نہ سمجھتے تھے بلکہ موثر غیر حقیقی جانتے تھے اور موثر غیر حقیقی جاننا معترض کے نزدیک مطلقاً کفر و شرک نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسا دوا و دعا تو یہ امور بھی شرک و کفر نہ ہوں گے اور یہ رد صریح ہے جناب رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کا جنھوں نے ان امور کو شرک فرمایا ہے (۷) معترض نے جواز تفاؤل کی حدیثیں نقل

کر کے لکھا ہے اسی طرح اور بھی احادیث ہیں جو صراحۃً فال نیک بطریقہ مذکورہ کو جائز بتاتے ہیں اور علماء کے اقوال بھی اس کے اباحت پر دال ہیں آہ یہ صریح افترا ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ احادیث میں کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ بزرگوں کی کتابوں سے فال لینا اور ان کو یقینی سمجھنا جائز ہے رہے علماء کے اقوال سو ان کی حقیقت یہ ہے کہ جناب مولوی عبدالحی صاحب سے سوال کیا گیا تھا کہ فال لینا مصحف قرآنی یا اور کسی کتاب سے درست ہے یا نہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ اس کے جواز کی کوئی دلیل صریح قرآن و حدیث میں پائی نہیں گئی اور علماء اسمیں مختلف ہیں بعضوں نے اسکو حرام کہا اور بعضوں نے مکروہ لکھا اور بعضوں نے جائز رکھا ہے مگر بدیں شرط کہ اگر مخالف مقصود کے نکلے تو خیال بد نہ آنے پاوے ابو عبداللہ محمد بن الحاج مالکی مدخل میں لکھتے ہیں التفاول فی الشرع هو الذی لا یقصده الانسان حتی یسمعه ابتداء واما من یقصده فلیس من التفاول فی شیء واشد من ذلك التفاول فی فتح الختمة والنظر فی اول سطر یخرج منها او غیره وذلك باطل وبیان ذلك انه قد یخرج له منها آیته عذاب ووعید فیقع له التشویش من ذلك ویؤول امره الی الخطر العظیم ومن الذخیرة قال الطرطوشی ان اخذ الفال بالمصحف وضرب الرمل ونحوهما حرام وهو من باب الاستقسام بالازلام مع ان الفال حسن بالسنة وتحریره ان الفال الحسن هو ما یعرض من غیر کسب مثل قائل یقول یا مفلح ونحوه والتفاول المکتسب حرام کما قال الطرطوشی فی تعلیقه انتهی اور ملا علی قاری حنفی شرح نخبۃ الفکر میں کہتے ہیں اما الفال بالمصحف ما صدر عن السلف واختلف فیه المتاخرون ولا شك ان التشاوم بما فیه مکروه سواء بالحروف او بالمعنی واما التفاول بالمعنی او بالظهور کبسملة ونحوها فلا باس واما الحروف فلا دلالة لها علی الحسن والقبح ابدا علامہ علی القاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں ومن جملة علم الحروف الفال بالمصحف حیث یفتحو نه وینظرون فی اول صفحة ای حرف وافقة وکذا فی سابع الورقة السابعة فان جاء حرف من الحروف المرکبة من تشحذ کم حکموا بانه غیر مستحسن وفی سائر الحروف بخلاف ذلك وقد قال ابن العجمی فی منسکه لا یؤخذ الفال من المصحف فان العلماء

اختلفوا فی ذلک فکرہ بعضھم واجازہ بعضھم ونص المالکیۃ علی تحریمہ انتھی ولعل من اجاز وکرہ اعتمد علی المعنی ومن حرمہ اعتبر حروف المعنی فانہ فی معنی الاستقسام بالازلام انتھی اور سید عبد الباقی رسالہ مناسک الحج میں لکھتے ہیں ومن الاستخارات الشائعۃ الاستخارۃ بالقران ویسمونہ تفاؤلا ولعلھم منھا کیفیات شتی والظاہر ان ذلک مما لا دلیل علی مشروعیۃ ومن البدع ما یستعملہ الشیعۃ بالتفاؤل من سبحۃ ونحوھا وکذا ما یفعلہ کثیر من الناس بدیوان حافظ الشیرازی انتھی واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد الحی اب ناظرین مولوی عبد الحی صاحب کے اس فتوی کو اور معترض صاحب کی اس تحریر کو ملا کر دیکھیں اور غور کریں کہ معترض نے حضرت مولانا کے مقابلہ میں کس بے انصافی سے کام لیا ہے اور جاہلوں کو کس قدر دھوکا دیا ہے نفس تفاول بالمصحف وغیرہ قطع نظر از تیقن و اعتقاد تاثیر کے متعلق مولوی عبد الحی صاحب فرماتے ہیں اس کے جواز کی کوئی دلیل صریح قرآن و حدیث میں پائی نہیں گئی آہ لیکن ہٹ دھرم اور حق پوش معترض کہتا ہے کہ اسی طرح اور بھی احادیث ہیں جو صراحۃ فال نیک بطریقہ مذکورہ (یعنی بزرگوں کی کتابوں سے فال لیکر اس کو یقینی سمجھنا) کو جائز بتلاتے ہیں کیا یہ صریح حق پوشی اور بے انصافی نہیں ہے نیز مولوی عبد الحی صاحب فرماتے ہیں کہ علماء اس میں مختلف ہیں بعضوں نے اسکو حرام کہا اور بعضوں نے مکروہ لکھا اور بعضوں نے جائز رکھا مگر بدیں شرط کہ اگر مخالف مقصود کے نکلے تو خیال بد نہ آنے پائے لیکن معترض اسکو اس طرح ظاہر کرتا ہے جیسا کہ یہ علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہو کیا یہ مسلمانوں کو دھوکا دینا نہیں ہے پھر علماء کا یہ اختلاف بھی اس صورت میں ہے جبکہ اعتقاد تاثیر اور تیقن نہ ہو لیکن معترض دعوی کرتا ہے کہ علماء نے باعتقاد تاثیر و تیقن اسکو جائز کہا پھر وہ اپنے دعوی پر کوئی دلیل نہیں پیش کرتا بلکہ اس کے کذب کو اس حیلہ سے چھپاتا ہے کہ اس کا لکھنا موجب تطویل ہے بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ اپنے دعوے کی دلیل بیان کرنا تو موجب تطویل ہے مگر حضرت مولانا مدظلہم العالی پر سب و شتم کرنا موجب تطویل نہیں ہے بس کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عذر تطویل محض ابلہ فریبی ہے۔ (۸) معترض نے کہا ہے فانظر بعین الانصاف ولا تکن من المحاولین اھ اقول قد نظرنا فی دفعہ

(باقی آئندہ)

مختصر فہرست کتب رعایتی مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

نام کتاب	قیمت
بہشتی زیور مع حواشی وضمائم جدیدہ مکمل گیارہ حصہ مطبوعہ امداد المطابع اس گرانی کاغذ کے زمانہ میں ایسا خوش قلم اور صاف بہشتی زیور جو خاص طور پر بچوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کی غرض سے چھپوایا گیا ہے ایسا صاف اور عمدہ بہشتی زیور اسوقت کسی جگہ دستیاب نہیں ہوسکتا اگرچہ اسکی نقل دیگر اہل مطابع نے بھی چھپوائی لیکن گرانی کاغذ کے باعث قلم خفی کر دیا اور کاغذ خراب لگایا گیا ہے اور قیمت میں کچھ کمی کر دی ہے۔	[illegible]
حکایات الشکایات معہ درایات الحکایات۔ حضرت مولانا مدظلہم العالی پر جو اکثر جہلا نے بیہودہ اعتراضات اور بیجا شکایات کیے اُن کے تحقیقی جوابات۔	۳/

نام کتاب	قیمت
المصالح العقلیہ حصہ اوّل۔ احکام شرعیہ کی مصلحتیں عام فہم اور نہایت واضح طور پر بیان کی گئی ہیں جس سے عام لوگ اچھی طرح سے اپنے دین کے احکام شرعیہ کی مصلحتیں سمجھ سکیں۔	۶/
تجوید القرآن مع یادگار حق القرآن۔ تجوید کے سہل قاعدے نظم میں مع رسالہ یادگار حق القرآن جسمیں مختصر قواعد لکھے گئے ہیں	[illegible]
الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف اس کتاب میں حضرت موسیٰ وحضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے جو قرآن شریف میں مذکور ہیں انکو نہایت خوبی کے ساتھ عام فہم بیان کیا گیا ہے قابل دید ہے۔	[illegible]
مواعظ ہفت اختر مجموعہ	

نام کتاب	قیمت
رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۳ھ کے چھ مواعظ کا نہایت پر لطف مجموعہ ہے جسمیں روزہ ونماز وحج وغیرہ کی ربع کا بیان ہے	عمر/
بسط البنان۔ رسالہ حفظ الایمان پر جو اعتراضات کیے گئے اُن کے تحقیقی جوابات	[illegible]
تنزیہ رمضان۔ ماہ رمضان شریف کے متعلق ضروری تنبیہات۔	۱/
تعلیم الدین۔ یہ کتاب نہایت جامع ہے عقاید وعبادات ومعاملات وآداب وسلوک پانچوں ضروری اجزاء نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ہر شخص کو اس کا مطالعہ نہایت مفید اور ضروری ہے اسی وجہ سے مثل بہشتی زیور اسکو بھی مقبولیت عامہ حاصل ہے	۸/
تربیۃ السالک حصہ دویم	۴/
حصہ سویم	۸/

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جایگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ کے ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ؍ کا وی پی ہوگا۔ امسال عہ؍ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۹ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس ف کردی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔ لفافہ

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ف دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا (رواہ الشیخان)

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت یادگی علم امداد و للحدیث کہ دال ست
بر مندوبیت قطعے از فصل و ارشاد صحیفہ بہ ترتیب

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک الرفیق فی سوار الطریق فی الاحوال العامۃ منہ ملفوظات خبرت مکتوبات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است باز جمل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ تعبیر صحیفہ شہیر ست بہ تبرک نام ایشاں تیمناً و تا سعما الاختصار از تحقیقات دائرہ و دیگر اہل فضل ست

جلد (۶)	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ ہجری	عدد (۶)

باہتمام الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

ایں صحیفہ کامرسل امداد نام		یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابتہ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳[illegible]

(جو)

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالی موجب مزید لطف کا ہوگا (مدیر رسالہ)

دعا کے وقت اسکو مشیت کیساتھ معلق کرنا بے ادبی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان ہوجایئے فرماتے ہیں لا تقل اللھم ارحمنی ان شئت فانہ لامکرہ لہ - کہ یوں دعا نہ مانگو کہ اے خدا اگر آپ چاہیں تو ہمپر رحم فرمایئے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ پر تو کوئی اکراہ وجبر کرنے والا نہیں ہے - سو جو دیکھئے ظاہر نظر میں مشیت پر موقوف کر کے دعا مانگنا ادب معلوم ہوتا ہے لیکن واقع میں سخت بے ادبی ہے لیکن کسی کی نظر اس بے ادبی تک نہیں پہونچ سکتی یہ نظر نور نبوت اور وحی کی محتاج ہے اور وجہ اسکے داخل بے ادبی ہونیکی یہ ہے کہ درخواست میں مشیت کی قید لگانے کی ضرورت تو اسی وقت ہوتی جبکہ خدا تعالیٰ میں مجبور ہونے کا احتمال بھی ہوتا اسلیئے یہ قید لگاتے کہ اللہ تعالیٰ پر دباؤ نہ پڑے یہاں یہ بات کہاں تم دس ہزار دفعہ مانگو اور دعا کرو وہ چاہینگے قبول کر لینگے یا رد کر دینگے پھر کیوں تم قید لگاتے ہو - میں سچ کہتا ہوں کہ اگر دنیا بھر کے عقلاء جمع ہو کر غور کرتے تو اس دقیقہ تک نہ پہونچتے جہاں حضور پہونچے ہیں -

۳۲۵

رجوع بجانب سرخی (آدمی کو اپنے عمل پر کبھی ناز نکرنا چاہیئے)

اور جب خدا تعالیٰ مجبوری سے بالکل پاک ہیں تو اگر تم کو توفیق روزہ رکھنے اور تراویح و قرآن پڑھنے کی نہ دیتے تو تم کیا کر سکتے تھے اسی لئے فرمایا کہ اولہ رحمۃ کیونکہ صوم وغیرہ کی توفیق دینا عبادت کی توفیق دینا بہت بڑی رحمت ہے

رجوع بجانب سرخی فضائل رمضان کا بیان

اور چونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ ان الحسنات یذھبن السیئات کہ نیکیوں سے برائیاں معاف ہوجاتی ہیں تو جب اول رمضان میں توفیق ہوجانے کی وجہ سے اعمال نیک شروع کیئے تو ان سے گناہ معاف ہونے شروع ہوئے جب انکی بدولت گناہ معاف ہوگئے تو وسط رمضان مغفرۃ ہوا اسی کو فرماتے ہیں داوسطہ مغفرۃ اور ظاہر ہے کہ گناہوں کا معاف ہوجانا یہی دوزخ سے بچنا ہے تو اسپر متفرع ہو کر یہ ارشاد بھی صحیح ہوا کہ

واخرہ عتق من النیران

خدا تعالی کی بارگاہ میں نہ تو کسی کو آنیکی ممانعت ہے اور نہ وہاں کسی کے آنے نہ آنیکی پرواہ ہے

وہ بارگاہ عجیب بارگاہ ہے یہ حالت ہے کہ ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست ۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور جسطرح وہاں ہر وقت باب رحمت کشادہ ہے کہ کسی کو آنے کی ممانعت اور روک ٹوک نہیں اسیطرح وہاں کسی کے آنے نہ آنے کی پرواہ بھی نہیں ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو ۔ دار و گیر حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

کہ جسکا جی چاہے جب چاہے چلا آوے اور جس حالت میں چاہے چلا آوے اور ہر کہ خواہد کے عموم سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ بعضے لوگ جو کسی ہندو یا عیسائی کو مسلمان کرنیکے قبل اوّل غسل دیا کرتے ہیں اسکی کوئی ضرورت نہیں ہر کہ کے عموم میں بے غسل والا بھی داخل ہے صاحبو اسلام میں آنے کیلئے نہ غسل کی ضرورت ہے نہ وضو کی بلکہ اگر استنجا بھی نہ کیا ہو تو اسکے انتظار کی بھی ضرورت نہیں پہلے مسلمان کرلو اُسکے بعد غسل وغیرہ دو اور ایک یہ بھی تو بات ہے کہ کسی کو کیا خبر ہے کہ چار منٹ کے بعد زندہ رہیگا یا ختم ہو چکیگا۔ بعض لوگ تو یہانتک غضب کرتے ہیں کہ مسلمان کرنے کے بعد مسہل دینے کی تجویز کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر طہارت حاصل کرنیکے لئے یہی شرط ہے کہ حالت کفر کی کوئی چیز باقی نہ رہے تو فصد بھی لینا چاہئے بلکہ گوشت پوست بھی نیا ہونا چاہئے۔ الحاصل یہ سب لغو قیود ہیں اس دربار میں جسکا جی چاہے جب چاہے اور جس حالت میں بھی ہو چلا آوے۔ صاحبو! کیا آج کوئی بادشاہ ہے کہ وہ ناپاکوں کو بھی اپنے دربار میں حاضری کی اجازت دے۔ اسی کو عارف شیرازی کہتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو ۔ دار و گیر حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

غرض جس طرح یہاں کسی کو آنے کی ممانعت اور روک ٹوک نہیں اسی طرح اگر بگڑ جاوے تو روکنے

کی بھی کوئی تمنا نہیں کرتا کسی کو اس طرح سر نہیں چڑھایا گیا کہ وہ ذرا بھی ناز کر سکے۔

خدا تعالیٰ کی بخشش سے کسی حال میں مایوس نہ ہونا چاہیے گو کتنے ہی گناہ ہوں توبہ کرنے سے سب معاف ہو جاتے ہیں

تم اگر گناہوں کی پوٹ لیکر بھی حاضر ہو گئے تو اُدھر کے ایک چھینٹے میں سب دُھل جاوینگے اس کی ایسی مثال ہے ؎

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر تاب خور بگدازدش از یک نظر

یعنی اگر سارا عالم بھی برف سے پٹ جاوے تو عالمتاب آفتاب کے نکلتے ہی سب پانی ہو کر بہ جاویگی اسی طرح اگر سارا عالم بھی گناہ سے بھر جاوے تو اُدھر کی ایک نگاہ کافی ہے۔ سبحان اللہ کس پاکیزہ مثال سے کتنے بڑے مسئلہ کو بآسانی حل کر دیا واقعی بات یہ ہے کہ اہل اللہ پر چونکہ حقایق کا انکشاف ہوتا ہے اسلئے اُن سے زیادہ بہتر کوئی بھی مثال پیش نہیں کر سکتا سچ یہ ہے کہ یہی لوگ سچے فلسفی ہیں چنانچہ افلاطون کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اُس سے ایک ایک حکیم کا نام لیکر پوچھا کہ یہ کیسے تھے سب کی نسبت یہی کہتا رہا کہ کچھ نہیں پھر اُس سے حضرت بایزید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی نسبت پوچھا تو اُسنے کہا اولئک ہم الفلاسفۃ حقا

جب خدا تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے تو ایک لمحہ میں کام بنجاتا ہے مگر چونکہ وہ لمحہ متعین نہیں ہے اسلئے ہمیشہ اُسکا متلاشی رہنا چاہیے

حق تعالیٰ کے جیسے الطاف و کرم ہیں اُنپر نظر کرکے تو ایک دم کی غفلت بھی جائز نہیں ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

غرض آجکا کام بناہے ایک ہی لمحہ میں بنگیا ہے ایک ہی لمحہ کی عنایت کافی ہو گئی ہے مگر بہت

دل تک اسلئے لگے رہتے ہیں کہ وہ لمحہ معین نہیں یعنی یہ خبر نہیں کہ وہ ایک لمحہ کس وقت ہوگا جسمیں نگاہ اکسیر پڑ جاویگی اسی کو مولانا بھی ایک تفسیر پر فرماتے ہیں ؎

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است — بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

یک زمانے صحبت با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بعض نے اسکی یہی توجیہ کی ہے کہ تمام اوقات میں سے ایک وقت ایسا ہوتا ہے چنانچہ شاہ بھیک صاحب اور شاہ ابو المعالی صاحب کا قصہ ہے کہ شاہ ابو المعالی صاحب کسی بات پر شاہ بھیک صاحب سے خفا ہو گئے اور علیحدہ کر دیا۔ یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے برسات آئی حضرت کا مکان گر پڑا بی بی صاحب نے فرمایا ایک آدمی گنوار سا ان کاموں کے لائق تھا اسی کو آپ نے نکالدیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہی تو نکالا ہے تم بلالو میں تم کو تو منع نہیں کرتا بی بی صاحب نے بلا بھیجا انکی عید آگئی آموجود ہوئے بی بی صاحب نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہونچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے حتی کہ مکان کی تکمیل کر کے چھت پر مٹی کوٹ رہے تھے کہ حضرت گھر میں تشریف لائے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سنکر رحمت کا جوش ہوا اور باہر صحن میں تشریف لا کر ان کو ٹکڑا روٹی کا دکھلایا کہ لو وہ وہیں سے کود پڑے حضرت نے لقمہ اُن کے مُنہ میں دیا اور سینہ سے لگا یا بس سارا کام ایک لمحہ میں بنگیا اسلئے کہتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی غفلت مت کرو۔

گناہوں کی معافی کیلئے صرف استغفار کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ادائے حقوق بھی ضروری ہے

اگر مغفرت چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور معاف کرانیکے یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف تسبیح ہاتھ میں لیکر استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھتے رہو بلکہ یہ بھی کرو اور اسکے ساتھ اہل حقوق کے حقوق بھی ادا کرتے رہو۔ اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کی زمین دبی ہو یا موروثی ہو اسکو چھوڑ دو کسی کے ذمہ کسی کا قرض ہو اسکو ادا کر دو اور سبکدوش ہو جاؤ۔

۳۳۸

لوگ اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ موروثی زمین چھوڑنے کی بیڈھب کہی پھر ہم کھاوینگے
کہاں سے لیکن صاحبو غور کرو اگر کسی شخص کے موروثی کھیتوں میں کو ریل نکلجاوے اور اسکے
سب کھیت ریل میں آجاویں اور معاوضہ ملے زمیندار کو تو یہ کیا کریگا اور کہاں سے کھاویگا

اسکی شکایت کہ آجکل لوگوں کے دلوں میں اسلام کے احکام کی قدر نہیں اور اسکی وجہ

افسوس ہی کہ ظاہری حکومت کے سامنے تو کان نہ ہلایا جاوے اور خداوندی حکم کے سامنے
چون وچرا کی گنجایش ہو اصل یہ ہے کہ اب لوگوں کے دلوں میں اسلام اور اس کے احکام
کی چونکہ بلا مشقت مل گئے ہیں باوجود سرتاسر نافع ہونیکے کہ بڑا نفع رضائے حق ہے قدر وقیمت
نہیں ہے خوب کہا ہے ؎

اے گرانجاں خوار دیدستی مرا زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

ارشاد خداوندی ہے ماقدروا اللہ حق قدرہ کا سبب یہ ہے کہ اسلام کے ملنے میں
کچھ زر تو خرچ نہیں ہوا کہ اُس کی قدر ہوتی ؎

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد گوہرے طفلے بقرص ناں دہد

حکام کی خوشنودی تو بڑی بڑی کوششوں سے زر وجواہر خرچ کرنے سے حاصل ہوتی ہے
بخلاف رضائے خداوندی کے لیکن حقیقت میں یہ سخت رذالت ہے کیونکہ جسقدر زیادہ احسان
کسی کا ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اُسکے سامنے پگھلا کرتے ہیں اور شرماتے ہیں نہ کہ اُلٹی شرارت
اور نافرمانی پر کمربستہ ہوجاویں لہذا اپنی اس معمولی تکلیف اور مشقت کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے

ادائے حقوق کی ضرورت اور اُسکا موجب آسایش ہونا اور ایک شبہ کا جواب

اگر کسی کے پاس موروثی زمین ہے تو اُسکو چاہئے کہ فوراً اسکو چھوڑ دے بلکہ میں کہتا ہوں کہ

۳۳۹

اگر کوئی شخص موروثی زمین کو چھوڑ دے تو وہ زیادہ آرام و آسایش میں رہیگا کیونکہ ایسا کرنے سے وہ ایماندار اور خوش معاملہ مشہور ہو جاویگا پھر ہر زمیندار کوشش کریگا کہ اس کی زمین اسکی کاشت میں رہے اگر اب بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آوے اور نہ مانیں تو وہ جانیں دو شخص ضلع سہارنپور کے میرے پاس آئے میں اتفاق سے موضع بھنسانی گیا ہوا تھا وہ میرے پاس وہیں پہونچے کہ ہم کو مرید کر لیں میں نے پوچھا تمھارے پاس موروثی زمین تو نہیں معلوم ہوا کہ ہے میں نے کہا اسکو چھوڑ دو کہنے لگے کہ پہلے مرید کر لو پھر چھوڑ دینگے میں نے کہا پہلے چھوڑ آؤ جب مرید کرونگا یہ سنکر چھوڑ آنیکا وعدہ کر گئے اور آج تک واپس نہیں آئے ایک گاؤں کے لوگ مدت سے مجھے بلا رہے ہیں لیکن اسلئے جانیکی نوبت نہیں آئی کہ وہاں سب کے پاس موروثی زمینیں ہیں بس وہ میرے اس سوال کا جواب نہیں دیسکتے کہ مجھکو روٹی کہاں سے کھلاؤ گے - حدیث میں آیا ہے کہ اگر ایک درہم حرام اور نو حلال کے ہوں تو اس ایک کے ملجانے سے اسکی سب عبادت غارت ہے اور غضب یہ ہے کہ لوگ حرام کمائی بیوی بچوں کے لئے کماتے ہیں یہ بھی نہیں کہ اپنے لئے ایسا کریں لیکن اسی سے کوئی یہ تجویز نہ کر لے کہ جب ہمارے پاس حلال کی آمدنی نہیں ہے اور حرام کی آمدنی کھانے سے روزہ قبول نہیں ہوتا تو روزہ رکھنے سے کیا فائدہ کیونکہ اب تو صرف ایک گناہ ہے کہ حرام مال سے پیٹ بھرا اور اگر روزہ نہ رکھوگے تو ایک دوسرے اس سے بھی زیادہ سخت گناہ میں ماخوذ ہوگے -

احکام شرعیہ کے حکم اور اسرار کسطرح معلوم ہو سکتے ہیں

اسرار و حکم میں غور و فکر کرنا مناسب نہیں کیونکہ جو کچھ فکر سے حاصل ہوگا تمہارے ذہن کا اختراع ہوگا نہ کہ حکمت کیونکہ فکر وصول الی الحقائق کا طریق بھی نہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ — جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

پس ہم کو بالکل شکستگی اختیار کرنی چاہیے اسے البتہ ہم پر فیضان ہو سکتا ہی خوب کہا ہی ؎

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود — ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

۳۴۰

توجب تم بالکل اپنے کو سپرد کر دوگے تو خدائے تعالیٰ خود بخود ان علوم کا القا تمہارے قلب میں کرینگے اور وہ حالت ہوگی ؎

بینی اندر خود علوم انبیا بے کتاب و بے معید و اوستا

مصالح پر احکام کا مدار نہیں اور نہ طالب عمل کو اسکی اجازت ہے کہ مصالح کی تفتیش کرے

حکمت کا رائے سے سمجھنا اور اُسپر بنا رحکم کرنا یہ کافی نہیں مدار اصلی تشریع ہی پر ہے اگرچہ اسکی حکمت بالکل نہ معلوم ہو۔ البتہ بعد تشریع کے بھروسہ کچھ حکمت بھی سمجھ میں آسکتی ہے باقی حکمت کے سمجھنے پر حکم کا ماننا موقوف نہیں ہماری تو وہ حالت ہونی چاہیئے ؎

زباں تازہ کردن باقرار تو نینگیختن علت از کار تو

اور ہمارا وہ مذہب ہے جیسا حضرت اُستادی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ ہر درویشے کہ چون وچرا کند و ہر طالب علمے کہ چون وچرا نکند ہر دو را در چراگاہ باید فرستاد۔ طالب علم کو تو چون وچرا کا حق اسلئے ہے کہ وہ طالب فن ہوتا ہے لیکن طالب عمل کو اسکی اجازت ہرگز نہیں۔

مصالح کی تفتیش کا مفسدہ عظیمہ

اور حکمت کی تلاش میں ایک مفسدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ عوام یوں سمجھ جاتے ہیں کہ یہی مصالح بناء حکم ہیں اور جب کسی حکم میں اُن کو مصالح نظر نہیں آتے تو اُس حکم کے من اللہ ہونے میں اُن کو شبہ ہونے لگتا ہے یا اگر کوئی مصلحت اپنے ذہن سے مخترع کی اور اُسکو مدار حکمت سمجھا اور وہ مخدوش ہوگئی تو اُسکے انہدام سے حکمت کے انہدام کا شبہ ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر مصلحت خود بخود بلا تلاش ذہن میں آجاوے تو اُسکے بیان میں مضائقہ نہیں ہے اور وہ بھی ظنًّا غرض جب ادھر سے بولنے کا اشارہ پاوے جیسا بلا فکر کوئی وارد قلب میں آجاوے زبان کھولے ورنہ لب بستہ رہے کہ نطق وسکوت میں اُسی کا تابع رہنا چاہیئے خوب

کہا ہے ؎ بگوشِ گل چہ سخن گفتہ کہ خندان ست • بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالان ست

محفل میلاد کی تحقیق اور اسکا بیان کہ جناب نبوی کیساتھ دنیا کے بادشاہوں کا سا برتاؤ بے ادبی ہے

آجکل ہمارے چند اخوان زمان نے ایک عظیم الشان مفسدہ کی بنیاد ہندوستان میں ڈالی ہے یعنی یوم ولادت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عید بنانے کی تجویز کی ہے اور یہ خیال ان کے ذہن میں دوسری اقوام کے طرز عمل کو جو اپنے اکابر دین کے ساتھ کرتے ہیں دیکھکر پیدا ہوا ہے لیکن اس قاعدہ مذکورہ کی بنا پر لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ یوم ولادت کی خوشی دنیوی خوشی نہیں ہے یہ مذہبی خوشی ہے پس اسکے تعین طریق کے لئے وحی کی اجازت ضروری ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ہم بطور سالگرہ کے دنیوی طرز پر کرتے ہیں تو میں کہونگا کہ ایسا کرنیوالے سخت بے ادبی اور گستاخی جناب نبوی میں کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ کیا حضور کو اس جلال و عظمت میں دنیا کے بادشاہوں پر جن کو حضور سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس فرحت کے لئے بس ایک دنیوی رذیل سامان اُسی طرح کا کرتے ہو جیسا اُن سلاطین کے لئے کیا کرتے ہو ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مجھے اس موقع پر ایک بزرگ کی حکایت یاد آگئی کہ وہ جنگل میں رہتے تھے ایک کتیا پال رکھی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ کتیا نے بچے دئے تو آپنے تمام شہر کے معززین کو مدعو کیا لیکن ایک بزرگ شہر میں رہتے تھے اُنکو نہیں بلایا اُن بزرگ نے ازراہ بے تکلفی دوستانہ شکایت کی تو ان بزرگ نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ حضرت میرے یہاں کتیا نے بچے دئے تھے اسکی خوشی میں سگانِ دنیا کی دعوت کر دی سخت گستاخی تھی کہ میں ان دنیا کے کتوں کے ساتھ آپ کو مدعو کرتا جس روز میرے اولاد ہوگی اور مجھکو خوشی ہوگی اُس دن آپکو مدعو کروں گا اور ان کتوں میں سے ایک کو بھی نہ پوچھونگا جب اولیاء کے ساتھ دنیا داروں کا سا برتاؤ بے ادبی ہے تو سید الانبیاء کے ساتھ دنیا داروں کا سا برتاؤ کیسے بے ادبی نہ ہوگی اب اسکی دلیل سنئے کہ یوم ولادت مذہبی خوشی

(باقی آیندہ)

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد نمبر ۲- جلد ۲

حال - معمول حسب دستور جاری است شش ہزار بار اسم ذات و یک منزل قرآن مجید و دو سہ ورق بخاری شریف دیگر کدامی حالے نیست کہ قابل گذارش باشد افسوس است بر حالم کہ کما و کیفاً تغیرے نیست بلکہ چند آنکہ می نگرم بجائے ترقی تنزلے ست یکپارہ تہجد نیز بتوفیق خدا نصیب می شود حضرت والا طبیب روحانی ہستند شکل ایں ناچیز در جمود قریحہ و عدم احساس باطنی کسے بہ نظر انور گذشتہ است گماں بلکہ یقین میکنم کہ دریں کوچہ شاید ایں دور افتادہ از ہمہ نابلد است و از ہمہ اسفل خیر ہمیں بس است کہ نسبتے بآں والا جناب دارم فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا۔

تحقیق - ثمرات مقصودہ نتیجہ اعمال است نہ کہ احوال کہ نہ مقصود است نہ ثمرہ مقصود و بنسبت اکثر سلف ہمیں شان سذاجت داشت فہنیئاً لکم انشاء اللہ تعالیٰ انجام بخیر است در اعمال تساہل نرود۔

حال - حسب ارشاد عالی کیمیائے سعادت و احیاء العلوم کا دیکھنا بھی شروع کر دیا ہے وقت مطالعہ قلب پر اثر ضرور پڑتا ہے مگر باقی نہیں رہتا یہ بھی قابل گذارش ہے کہ کتاب کے مطالعہ میں جسقدر محویت اور یکسوئی ہوتی ہے نماز اور ذکر میں یہ حالت نہیں پیدا ہوتی - ادھر ادھر کے خیالات قلب کو احاطہ کر لیتے ہیں - ہر چند کوشش بھی کیجاتی ہے مگر کلیۃً دور نہیں ہوتے معمولات توجہ حضرت والا سے التزاماً ہوئے جاتے ہیں طبیعت ضعیف زیادہ ہو گئی ہے اسوجہ سے ابھی زیادتی کی استدعا نہیں کیجاتی - حق سبحانہ تعالیٰ ہمت قوی عطا فرماویں اور حضور اقدس کو تادیر صحیح و سلامت رکھیں۔

تحقیق - بقاء اثر جس کا نام رسوخ ہے یہ بڑی مدت کے بعد ہوتا ہے مگر مداومت معمولات سے ہو جاتا ہے ضرور تنگدل نہو جیئے کیے جائیے انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز شاہد مقصود جلوہ افروز ہوگا مطالعہ میں یکسوئی کا بہ نسبت نماز اور ذکر کے زیادہ ہونا امر طبعی ہے جسکی وجہ ظاہر ہے کہ نماز اور ذکر یاد سے ہوتا ہے اور مطالعہ سوچ سے اور خطرات کے بند کرنے والی چیز سوچ ہے لہذا یہ امر مخل ملامت نہیں اسمیں زیادہ زور نہ دیجئے۔

۲۹

حال - بندہ بعد از تہجد ۱۲ تسبیحات پڑھتا ہے اور ۲۴ ہزار مرتبہ اللہ اللہ یومیہ کرتا ہوں

ذکر کرتے وقت کبھی تو دل خوب لگتا ہے خطرات کے مغلوب ہونیکی وجہ سے اور کبھی خطرات غالب ہوتے ہیں حتّٰی کہ اصل خیال کہ اللہ تعالی مجکو دیکھ رہے ہیں۔ بالکل خبط ہوجاتا ہے کہ فقط صوت ہی صوت رہجاتی ہے اور دل معلوم نہیں کہاں کہاں ہوتا ہے اور کیا کیا کرتا ہے پھر کبھی متیقظ کی طرح باز آتا ہے تو دو تین کلمہ کہکر نائم کی طرح معلوم نہیں کہاں چلاجاتا ہے انکو رفع کرنے کیلئے کوشش نہیں کرتا ہوں بلکہ خداوند تعالی کے دیکھنے کا تصور باندھنے میں کوشش کرتا ہوں مگر یہ کوشش بندہ کی غیر کافی پڑتی ہے آخر متحیر ہو کر بدستور لگاجاتا ہوں کبھی متیقظ کبھی نائم کبھی متیقظ کبھی نائم اکثر غیر وقتوں میں جو پڑھنے سے زاید میں دل سوزی رہتی ہے کہ جیسے تر لکڑی میں آگ لگی ہوتی ہے تو اُسکی وجہ سے زبان پر بھی لفظ اللہ اللہ کا جاری ہوتا ہے کہ جیسے سینہ میں تھا مگر یہ فقط زبان پر جاری ہونے سے تسکین نہیں ہوتی جبتک جہر نہ کروں بلکہ جہر بھی ایسی حد تک کہ خانقاہ میں اُس حد تک کوئی نہیں کرتا اور بقدر استراحت حرکت بھی کرنی پڑتی ہے اور یہ دلسوزی حضور کی مجلس میں بیٹھکر اکثر زیادہ ہوتی ہے اس دل سوزی ہی کی وجہ سے ہیں حضور کے تشریف لیجانیکے بعد ظہر کے بعد یہ ہی وظیفہ اللہ اللہ کا کیا کرتا ہوں اور عصر کے بعد بھی اکثر اور مغرب کے بعد اکثر ہمیشہ کرتا ہوں اور وظیفہ معینہ چوبیس ہزار صبح ۱۱ بجے سے پہلے ہی کر چکتا ہوں یہ خطرات جہر اگر کرنے سے کم ہوجاتے ہیں مگر جیسا جہر کہ ابھی مذکور ہوا کہ جس مقدار تک یہاں پر کوئی بھی نہیں کرتا جیسا وظیفہ میں دل لگی ہوتی ہے ایسی قرآن مجید کی تلاوت میں اور نماز میں تسکین نہیں ہوتی۔

۳۰

تحقیق - ابتدا میں ایسے ہی حالات ہیں یہ سب مقدمات قرب من المقصود کے ہیں کام کئے جائیے جو شخص صحیح رستہ پر چلتا ہی ضرور پہونچتا ہے رستہ یہی ہے جسپر آپ چل رہے ہیں وساوس کے ہجوم سے پریشان نہوں اپنے قصد سے توجہ ذکر کی طرف رکھئے۔ بس کافی ہے۔

حال - جناب کے حکم کے موافق اپنی حالت لکھتا ہوں اکثر تنہائی پسند ہے لوگوں سے بولنے کو طبیعت اسوجہ سے نہیں چاہتی کہ شاید میری بات لوگوں کو تکلیف پہونچاوے اگر کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو باوجودیکہ توبہ وغیرہ بہت کرتا ہوں لیکن تسلی نہیں ہوتی اگر کوئی

بے ادبی شرعی خواہ عرفی ہو جاتی ہے تو اکثر رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ جناب مجھپر خفا ہو رہے ہیں اور کبھی مارتے بھی ہیں یہ واقعات اکثر بین النوم والیقظہ پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ذکر کے وقت کے علاوہ یعنی ذکر میں نہیں ہوتا کہ نیند کا غلبہ معلوم ہوا لیکن پوری نیند نہیں آتی لوگوں کی آواز بھی سنائی دیتی ہے اسوقت ایک جھن جھن سی آواز سنائی دیتی ہے۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ تمام جسم میں لرزہ ہو گیا اسکے بعد تمام جسم بے حس و حرکت ہو گیا پھر دیکھتا ہوں کہ ایک مقام ہے وہاں کبھی آپکو دیکھتا ہوں کہ مجھے نصیحت فرماتے ہیں۔ کبھی بجائے آپکے دوسرا شخص یہی نصیحت کرتا ہے اسوقت یعنی آواز سننے کے وقت جو لرزہ آتا ہے اٹھکر بھاگنا چاہتا ہوں لیکن قدرت باقی نہیں رہتی۔

تحقیق۔ یہ کیفیات مرکب ہیں اثر ذکر و اثر ضعف سے اسلئے ضعف کا علاج طبی ضروری ہے باقی سب حالات ماشاء اللہ نہایت اچھے ہیں۔

حال۔ ایک دفعہ سلطان الاذکار میں صورت خود نظر آئی اما علی الفور غائب ہو گئی اور کبھی شہر کے شہر کبھی جم غفیر نظر آتا ہے اور اب دو دن سے کسی کا رقص کرنا مدرک ہوتا ہے حتیٰ کہ بغیر ذکر نگاہ کے سامنے ویسا ہی معلوم ہوتا ہے اور شب گذشتہ میں وہ کیفیت کچھ زیادہ تھی۔

تحقیق۔ ایسے احوال ذکر میں پیش آتے ہیں بشرطیکہ دماغ میں یبس کا غلبہ نہو جسکی تشخیص آثار سے حکیم صاحب کرلیں گے اُن سے تشخیص کرالیں۔

حال۔ کمترین کو تبخیر کے باعث سخت تکلیف ہے چونکہ یہ مرض مجکو دائی ہے خصوص تغیر و تبدل موسم میں بہت زیادہ تکلیف ہو جاتی ہے اس وقت دماغ کی تکلیف ناقابل برداشت ہے اس لئے دن کے معمولات تقریباً بالکل بند ہو گئے ہیں البتہ بعد نماز تہجد کہ اسوقت بوجہ راحت پانے دماغ کے معمولات کو پورا کر لیتا ہوں۔ اسلئے اطلاعاً گذارش ہے اور دعا کا طالب ہوں

تحقیق۔ ع بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہونچا وہاں ۔ گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم۔ قلیل بھی انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ بڑی چیز دھن اور دھیان ہے۔ یہ رہنا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہو گی دعا بھی کرتا ہوں۔

حال۔ آج رات بعد تہجد حسب معمول وظیفہ پڑھ رہا تھا اور بیدار ہی تھا اچانک یہ معلوم ہوا

کہ آسمان سیاہ پھٹ گیا ہے اور اسکے چھلکے ہو ہو کر گر رہے ہیں اُسی وقت ایک قسم کی گھبراہٹ ایسی ہوئی کہ وظیفہ کا تمام کرنا بھی مشکل ہو گیا اور لرزہ بدن پر محسوس ہونے لگا جی چاہتا تھا کہ وظیفہ چھوڑ کر جنگل کو بھاگ جاؤں مگر بحمد اللہ وظیفہ کو پورا کر کے لیٹ گیا مگر لیٹنے سے بھی بے چینی رفع نہوئی حتیٰ کہ آٹھ بجے صبح تک تو نہایت ہی پریشان رہا پہلے جو دل کی طرف نظر کرتا تھا تو سیاہ معلوم ہوتا تھا آج صبح کو جو دیکھا تو نیچے سے کچھ حصہ سُرخ معلوم ہوا اور بعد ۸ بجے کے پھر جو وظیفہ کرنے بیٹھا تو ویسی پریشانی تو نہیں رہی مگر قدرے بے چینی باقی ہے دعا فرما دیجئے کہ اللہ پاک ایمان پر خاتمہ فرما دیں۔

تحقیق۔ یہ صورت مثالیہ منکشف ہوئی فناء ہستی کی اور اس فناء کی ابتدا اصول اخلاق سے شروع ہوتی ہے جو مشابہ ہیں سمٰوات کے متبوع ہونے میں مبارک ہو اب بفضلہ تعالیٰ ذکر نے سرایت کرنا شروع کیا ہے اور اُسی کا اثر منکشف ہوا تغیر قلب میں مبارک ہو اور یہ سب انکشافات مثالیہ ہیں۔

۴۲

سوال حسب ارشاد جناب معمولات سب پورے روزانہ ادا کرتا رہتا ہوں اخبار دیکھنے کی بابت جناب اگر اجازت دیں تو دیکھ لیا کروں پہلے میں دیکھا کرتا تھا مگر جب سے جنابنے ہر قسم کی کتاب دیکھنے کی ممانعت فرمائی تھی میں نے اخبار دیکھنا بھی چھوڑ دیا تھا اور آپکے حسب ارشاد کتب دیکھا کرتا ہوں۔

جواب۔ ابھی اخبار نہ دیکھیں جب غیر مضر ہوگا اُسوقت اجازت دیدوں گا۔ ابھی ذکر کو دل میں جمانے کی کوشش کریں۔

حال۔ بعض وقت عین ذکر کے اندر قلب پر کچھ انوار کا ورود ہوتا ہے اور قلب میں ایک نوع کی کشش پیدا ہوتی ہے جس سے ذکر کا شوق زیادہ ہو جاتا ہے کہ جی چھوڑنے کو نہیں چاہتا اُسوقت درس و تدریس اور الناس کی صحبت سے گریز کرنے کو جی چاہتا ہے اور تنہائی مرغوب ہوتی ہے حتیٰ کہ کسی شخص کا سامنے آجانا بھی موجب تکدر ہو جاتا ہے اور بعض وقت برعکس اسکے بالکل کمی ہو جاتی ہے اور ایک نوع کی پریشانی ہوتی ہے اور اپنی شامت اعمال سے ایسا خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ شاید اب میرے اوپر عذاب آیا جاتا ہے اُسوقت

آدمیوں کے پاس جاکر بیٹھ جاتا ہوں کہ شاید اس مسلمان کی صحبت کی برکت یا حسن ظن کی وجہ سے نجات ہو جاوے اور جب اس حالت سے نجات ہوتی ہے تو گریہ اور زاری و رقت پیدا ہوتی ہے کہ میرا رب کیسا رحیم وکریم ہے کہ باوجود اسکے کہ میں بدترین خلایق اور قابل عذاب ہوں مجھے اپنی رحمت سے بچا لیا کرتا ہے باوجود اپنے کثرت گناہ کے اُسکے انعامات کی کثرت کو خیال کرتا ہوں تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور عذاب آلہی سے ڈر معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ میں اپنے کو مجرمین میں پاتا ہوں متقین سے نہیں ہوں اور مدارج اہل تقوے کے لئے ہیں مجرموں کو اسمیں کہاں حصہ ہے اسلئے کہتا ہوں ؎

نہ گویم بزرگی و جاہم بہ بخش فرو ماندگی و گناہم بہ بخش

اور مجھپر بعض وقت اس قسم کی حالت طاری ہوتی ہے کہ اُسوقت بطور حال کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بجز خدائے لایزال کے کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے سب عاجز ہیں لا ملجاء ولا منجاء منک الا الیک حتی کہ انبیاء و اولیاء کو بھی اسکے آگے بے اختیار پاتا ہوں چاہتا ہوں کہ مرشد سے کچھ کہوں مگر یہی خیال مانع ہوتا ہے بلکہ میرے قلب پر وارد ہوتا ہے کہ الیس اللہ بکاف یا الست بکاف مگر یہ حالت قائم نہیں رہتی معلوم نہیں یہ کیسا خیال ہے بزرگان و مرشد کے ساتھ بے ادبی تو نہیں یا کم عقیدت کی تو دلیل نہیں کہ باعث محرومی ہو۔

تحقیق۔ ایسے حالات اکثر ذاکرین کو پیش آتے ہیں اپنی غایات کے اعتبار سے سب محمود ہیں لیکن مقصود ایک بھی نہیں یہ سب تلوینات ہیں اور مقصود تمکین ہے حالت متصود کا جو تلوین کے بعد خدا کے فضل سے نصیب ہو جاتی ہے مگر شرط اُسکی اعمال پر مداومت و استقامت ہے لہذا احوال پر التفات کرنے سے زیادہ اہم اعمال کا التزام ہے خواہ ان میں قلت ہو اور اُس سے زیادہ اہم ملازمت تقوی ہے ان دو امر پر راسخ رہئے اور کچھ ہی تغیر ہو اسکی پروا نہ کیجئے بس انشاء اللہ تعالیٰ ؎ یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور ÷ کلبہ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور۔

حال۔ کسی کسی روز آنکھ نہیں کھلتی ہے جسکا بیحد رنج و ملال طبیعت پر رہتا ہے۔

۳۳

تحقیق - عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم

حال - اور جناب باری جل وعلیٰ شانہ سے بیحد شرمندگی ہوتی ہے۔

تحقیق - یہی وہ خیر ہے۔

حال - صبح کو وظیفہ یا تو قبل نماز یا بعد کو پورا کرلیتا ہوں روزمرہ کے موافق

تحقیق - مناسب۔

حال - مجکو پہلے ایک نور کی سی جھلک دکھائی دیتی تھی لیکن اب وہ جھلک میرے اندر سے سلب ہوگئی اور نہ وہ پہلا سا تعشق خدا کے ساتھ رہا ہے میں حیران ہوں کہ کیا کروں حضور میرے واسطے دعا فرماویں میرے سے یہ غلطی ہوئی کہ حضور کے پاس اطلاع پوری پوری نہ پہونچی اب انشاء اللہ جو کچھ بھی ظہور میں آوے گا فوراً اطلاع دونگا۔

تحقیق - کیسی جھلک اور کیسا تعشق ان دونوں امر کی مفصل حقیقت لکھکر جو کہنا ہو کہیں۔

حال - احقر آجکل بفضلہ تعالیٰ چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات اور بیس ہزار مرتبہ استغفار اور ایک پارہ قرآن شریف روزانہ پڑھ لیتا ہے اور بعد تہجد دوازدہ تسبیح پڑھتا ہے اور ایک وعظ بلاناغہ حضرت کا مع دوسری تصانیف مثل تعلیم الدین وغیرہ کے مطالعہ کرتا ہے۔ حضرت دعا فرمادیں کیونکہ بوجہ شرارت نفس کے کبھی کبھی گڑبڑ ہوجاتی ہے کبھی نفس جب غالب آتا ہے تو کام مقررہ میں کمی ہوجاتی ہے اور جب اللہ میاں مجکو توفیق عطا فرماتے ہیں تو میں غالب آکر کسر نکال لیتا ہوں غرض ہر وقت کشمکش رہتی ہے مگر ایسے وقت حضور کا ارشاد شدہ وہ شعر مثنوی کا کہ ؎ اندریں رہ می تراش و می خراش ✦ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش ✦ یاد کرکے تسلی کرلیتا ہوں۔

تحقیق - یہ سب مقدمہ کامیابی ہے۔

حال - قلب کی حالت نہایت اچھی معلوم ہوتی ہے حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کی برکت سے قلب میں ایک نور ہے جسکی وجہ سے مجکو میرے عیوب نظر آتے ہیں۔

تحقیق - بڑی رحمت ہے۔

حال - چنانچہ پرسوں میں بیٹھا ہوا ذکر کر رہا تھا اور گذشتہ گناہوں کا خیال پیش نظر تھا

۳۴

یہ معلوم ہوا کہ میرے اندر تکبر کا ایک مرض ایسا موجود ہے کہ جسکی وجہ سے یہ سب گناہ صادر
ہوئے ہیں اور اس مرض ہی کے سبب سے مجکو دین اور دُنیا کے نقصانات برداشت کرنے پڑے
ہیں چنانچہ میں نے نہایت عجز اور زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی اور پختہ عہد کیا
ہے کہ انشاءاللہ کسی دین یا دُنیا کے کام میں کبر نہیں کرونگا اور تواضع اختیار کرنے کا اقرار بھی
کرکے تواضع شروع کر دی ہے حضرت بھی دعا فرما دیں۔

تحقیق۔ بدل وجان دعا ہے آپ نے بالکل ٹھیک سمجھا۔

حال۔ دیگر گذارش یہ ہے کہ اکثر اوقات میں تنہائی میں رہتا ہوں لیکن حضرت خلوت طویلہ
کا اثر نہیں آتی جی گھبراتا ہے باوجودیکہ مجکو بوجہ بیکاری کار دُنیا کے بالکل فراغت ہی اگرچہ خلوت
طویلہ اختیار کرنے کی اسلیئے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ قلب میں ایک حالت عجیب خلوت
میں ہو جاتی ہے جو معین ہوتی ہے ذکر اللہ میں بعد قطع خلوت کے قلب میں تکدر معلوم ہوتا ہے
اسلیئے میری گذارش یہ ہے کہ اگر حضور تجویز فرما دیں تو میں چالیس یوم کے لئے تھانہ بھون حاضر
ہو جاؤں مگر حالت یہ ہے کہ بوجہ بیکاری کار دُنیا کے عسرت نہایت غالب ہے مقروض بھی زیادہ
ہوں یہانتک کہ قریب دس ہزار روپیہ کے قرض کا دینا ہے اور طرح طرح کی دقتیں درپیش ہیں اگر آتا ہوں تو
کچھ قرض لینا ہوگا کہ جو چالیس یوم تک یہاں متعلقین کو اور وہاں مجکو کافی ہو اور آتنا قرض
لینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرض سودی نہیں ہر رعایتی ہے تو ایسی حالت میں اگر
اجازت مناسب ہو تو ارشاد فرما دیا جائے تاکہ حاضر ہو جاؤں

تحقیق۔ اگر اس مقدار پر قرض لینے کے سوا اور کوئی حرج نہو تو اتنے بڑے قرضہ میں اتنا
اضافہ اور سہی۔

حال۔ اور حضرت اِس قرض اور عُسرت وغیرہ سے اللہ جانتا ہے کہ مجھکو اسقدر نفع باطنی
ہوا ہے کہ ہزاروں مجاہدوں سے بھی نہوتا چنانچہ اس سے پیشتر تو میں تقلیداً اس کا قائل تھا
کہ درد از یار ست ودرماں نیز ہم۔ اور ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود۔ لیکن واللہ اب
اچھی طرح تجربہ ہو گیا کہ حضرت کھلی آنکھوں نفع بے شمار دیکھتا ہوں بلکہ حالت موجودہ عُسرت
وغیرہ بے انتہا رحمت معلوم ہوتی ہے اور اس حالت میں جسقدر لذت اور لُطف مجکو حاصل ہے

شاید کسی بادشاہ کو بھی میسر نہ ہو۔

تحقیق - بیشک یہ ایسی ہی چیز ہے۔

حال - ذکر کی برکت سے استغنا قلب بے انتہا ہے جو اللہ کی نعمت ہے الحمد للہ بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی کا مضمون معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق - مبارک ہو۔

سوال - حضور استقامت کی دعا فرماویں اور یہ بھی دعا فرمادیں کہ اللہ میاں مجکو اپنی اور اپنے حبیب کی کامل محبت عطا فرماویں اور اتباع سنت کی توفیق بھی عطا فرماویں اور حضرت براہ کرم اللہ کے واسطے میرے لئے یہ بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں مجکو نسبت باطنی بہت جلد عطا فرماویں جس سے میرے سارے عیبوں کی اصلاح ہو جائے۔

جواب - سب دعائیں کرتا ہوں۔

حال - کیونکہ حضرت جب عشق ہو جاتا ہے تو تمام عیبوں کی اصلاح ہو جاتی ہے جب سے اس عورت سے محبت کا مزہ معلوم ہوا ہے جس سے میں نکاح کرنے والا تھا اور نکاح نہیں کیا تب سے یہ تمنا ہے کہ خدا پاک کا عشق خدا کرے مجکو جلد نصیب ہو جائے اور انشاء اللہ آقا کریم سے امید قوی ہے کہ عطا ہو گا کیونکہ اب اس عورت کی ذات سے تو محبت باقی نہیں رہی جب سے تعلق قصداً قطع کر دیا اور مصلحت کی وجہ سے نکاح کرنیکا ارادہ ملتوی کر دیا لیکن محبت اور عشق کا مزہ اور لذت معلوم ہوگئی ہی جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرے آقا کریم نے مجکو مثال کے طور پر تبلا دیا ہے کہ محبت ایسی ہوتی ہے اور محبوب کے ساتھ اس طرح برتاؤ ہوتا ہے جیسا کہ بعض مرتبہ استاد کسی اپنے غبی شاگرد کو محض شفقت سے طرح طرح کی مثالیں دیکر کسی خاص مضمون کو سمجھایا کرتا ہے حضرت یہ بھی اللہ پاک کا میرے حال پر کرم بے انتہا ہو کہاں تک میاں کا احسان اور عنایات کا ذکر کروں۔

تحقیق - یہی حقیقت ہے مجاز کے قنطرۂ حقیقت ہونے کی۔ مبارک ہو۔

سوال - [illegible]ات بعد تہجد ذکر کرتے کرتے نیند آگئی اور خواب میں دیکھا کہ کسی اجنبی مقام میں

(باقی آئندہ)

۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

ہمارے موجودہ رہبران قوم وملت

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض یہ ہے کہ عرصہ سے ہم کو یہ خبریں سن سنکر نہایت صدمہ اور رنج ہوتا تھا کہ مسلمانوں کے بےعلم اور ناواقف افراد نے مسئلہ خلافت کی تحریک میں بعض مقامات پر مسٹر گاندھی کے استقبالی جوش میں اپنے ماتھوں پر ہندوؤں کی طرح قشقے اور تلک لگائے بعض اوقات کسی ہندو کے جنازہ کے ساتھ ہو کر مسلمانوں نے "رام رام ست ہے" کے کفریہ نعرے لگائے۔ بعض جگہ مسجدوں کے روپے سے ہندوؤں کی مورتی پر نذرانے چڑھائے گئے پھر ایک اسلامی اخبار میں یہ سرخی نظر سے گذری "زیارت ہردوار" حالانکہ اسلامی حیثیت سے یہ لفظ قریب بکفر ہے اور اسی سرخی کے ذیل میں یہ مضمون ملا کہ ایک اسلامی سلطنت کے رکن اعظم نے گنگا پر پھول اور بتاشے چڑھائے"۔ یہ مضامین ایسے نہ تھے جن سے ایک سچے مسلمان خدائے وحدہٗ لاشریک لہ اور سید ولد آدم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے کا دل غیرت اسلامی سے تھرا نہ اٹھتا اور کلیجہ کانپ جاتا کیونکہ اب تک تو اسی کا رونا تھا کہ مسلمانوں کی عملی اور اخلاقی حالت کمزور ہوتی جاتی ہے اور بہت سے کاموں میں وہ کفار کے طریقوں پر چلنے لگے مگر ہنوز یہ مسرت دل کو سنبھالے ہوئے تھی کہ مسلمان کیسے ہی کچھ ہوں اُن کی حالت کیسی ہی گئی گذری ہو مگر بحمد اللہ توحید و رسالت کا مضبوط کڑا ابھی اُن کے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا اور اسپر کسی قوم کا دستِ جفا ابھی تک نہیں بڑھا لیکن ان نت نئے واقعات نے اس خوشی پر بھی پانی پھیر دیا جبکہ یہ سننے میں آیا کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے جوش اتفاق میں توحید مذہبی کو بھی خیرباد

کہنا شروع کر دیا مگر پھر اتنی تسلی بےچین دل کو دیتے رہے کہ غالباً یہ حالت بےعلم اور ناواقف لوگوں ہی تک محدود ہے سمجھدار طبقہ اس سے بچا ہوا ہے۔ مگر جب یہ سننے میں آیا کہ خلافت کمیٹی کے جلسہ میرٹھ میں یہ رزولیشن پاس ہوا ہے کہ مسلمانان ہندوستان قربانی گاؤ کو بند کر دیں اور اس تحریک کی بعض مدعیان علم نے بھی تائید کی بلکہ وہی اسکے بانی تھے تو اور بھی سخت رنج ہوا اور چونکہ مدعیان علم کے ایک مذہبی شعار کو اس بیباکی سے معمولی بات جان کر بند کر دینے کی تجویز اور وہ بھی محض ہندوؤں کی بیجا خوشامد میں ایسی نہ تھی جس سے شریعت اسلامیہ کی ہر ہر ادا پر جان فدا کرنیوالے مسلمان ٹھنڈا سانس بھر کر بیٹھ جاتے اور کچھ نہ بولتے اسلیئے بہت سے اہل دل مسلمانوں نے اس رائے کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اخبارات و رسائل میں اسکے خلاف مضامین شائع ہوئے یہ رخنہ ابھی بند نہ ہوا تھا کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی کا ایک رسالہ (جسکا نام "مہاتما گاندھی کا فیصلہ" ہے) ہماری نظر سے گذرا۔

برادران اسلام! تم اس رسالہ میں غور کرو اور دیکھو کہ ان مدعیان حمایت اسلام کے دل میں کہاں تک ایمان باقی ہے۔ خواجہ حسن نظامی باوجودیکہ مسلمانوں کے لیڈر اور شیخ المشائخ اور خانقاہ محبوب سبحانی کے سجادہ نشین اور حلقۂ نظام المشائخ کے ناظم۔ اور مسلمانوں کے ایک جم غفیر کو خدا تک پہونچانیکے ذمہ دار رہبر بنے ہوئے ہیں مگر خود ان کے ایمان کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک رئیس بت پرستان کی تصویر اپنے رسالہ کے سرورق پر چھپواتے اور اسکے حق میں ستیہ اوتار[ع] کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو کہ ہندوؤں کے محاورہ میں ان لوگوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جنکی وہ پرستش کرتے اور انکو دیوتا سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں مشرکین کیلئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں انما المشرکون نجس (یعنی مشرک پلید اور گندے ہیں) ائمۃ الکفر (پیشوائے کفر) صم بکم عمی (بہرے گونگے اندھے) اولئک کالانعام بل ھم اضل (ڈنگر ڈھوروں کے مانند بلکہ اُنسے بھی زیادہ احمق اور بیوقوف) شیطانا مریدا (شیطان سرکش) اموات غیر احیاء (مردے ہیں زندہ نہیں ہیں) وغیرہ وغیرہ پس جو شخص قرآن کے ہر ہر لفظ کو سچا سمجھتا اور اسپر ایمان رکھتا ہے کیا اُسکا دل ایک رئیس المشرکین کیلئے ایسے الفاظ استعمال کرنیکی اجازت دیسکتا ہے اور کیا اُس کے

ع۔ چنانچہ صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں لیکن اب جبکہ ستیہ اوتار مہاتما گاندھی نے فیصلہ کر دیا ہے الخ ہم نے اس لفظ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اوتار کے معنی ہندوؤں کے یہاں وہ ہیں جو ہمارے یہاں رسول کے معنی ہیں (یعنی خدا کی طرف سے اترا ہوا اور ستیہ اوتار کے معنی ہیں سچائی کے ساتھ اترا ہوا جو کہ منزل بالصدق کا ترجمہ ہے ۱۲

قلم سے ایسے الفاظ نکل سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں مگر باینہمہ **خواجہ حسن نظامی** اُسکو ستیہ اوتار مہاتما لکھتے ہیں اور اسیطرح صوفی کے صوفی شیخ کے شیخ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود کے مقامات طے کرنیوالے۔ عشق و محبت خداوندی کا دم بھرنے والے۔ مسلمانوں کے لیڈر اسلام کے حامی بنے ہوئے ہیں۔ اور اُن کا ایمان اور **تصوف** ایسا لوہا لاٹ ہے کہ شرک تک بھی اُسکو جنبش نہیں دیسکتا اور خدا و رسول کی اس مخالفت سے جو انہوں نے سرورق پر گاندھی صاحب کی تصویر چھاپ کر کی ہے تو وہ کیا ہی ہل سکتا ہے۔ اگر خواجہ صاحب بجائے ستیہ اوتار مہاتما گاندھی کے مسٹر گاندھی گاندھی صاحب لکھیتے اور سرورق پر تصویر نہ چھاپتے تو اُن کے مقاصد کو کیا صدمہ پہونچ جاتا مگر یہ تو اُسوقت ہو سکتا تھا جب کہ اسلام کی حقانیت اور اُسکی عظمت اور کفر و شرک سے **نفرت** دل میں سرایت کئے ہوئے ہوتی۔ جب یہ ہی نہیں تو وہ ایسا کیوں کرتے۔ یہ تو اس رسالہ کی ابتدا تھی اب انتہا کو دیکھئے۔ اسی رسالہ کی پشت پر **صورت الایمان پیشوائے اعظم اہل الحق والعرفان** کی سرخی سے ایک عالم کا خط ہے جسمیں ایسا **ایمان سوز** مضمون ہے جس کی نظیر ابتک سننے میں نہ آئی تھی جسکو دیکھکر ہمارے صدمہ اور رنج و افسوس کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور نہ مذہبی غیرت ہمیں خاموش بیٹھنے دیتی ہے چنانچہ اُس خط کا مضمون ہم بعینہ نقل کر دینا چاہتے ہیں وہو ہذا

۲۵ شوال ۱۳۳۸ھ فرنگی محل لکھنؤ

مکرمی دام مجدہم

السلام علیکم۔ جناب کا تار وصول ہوا۔ فقیر نان کواپریشن کے مسئلہ میں بالکل پیرو گاندھی صاحب کا ہے۔ کیونکہ اس طریق کار کا واقف کار نہیں ہو اُن کو اپنا راہ نما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سرِ دست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت — رفتی و نثار بت پرستی کردی

بوقت ہجرت حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راہ نما لیا تھا غیر مسلم مشرک تھا اسوقت میں نے بھی اُسی سنت نبویہ کی اتباع کی ہے جب تک یہ راہ طے نہو اُسی کی پیروی

ہنا سب ہے فقط محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ
اگر اس خط میں ناقل وکاتب نے کسی قسم کا تصرف نہیں کیا تو اس مضمون کا کسی ایسے شخص کے قلم سے نکلنا جسکے لئے ناواقف مسلمان پیشوائے اعظم وغیرہ کے القاب استعمال کرتے ہوں افسوس اور صدمہ کا باعث ہے یا نہیں۔ میں ان حضرت پیشوائے اعظم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس نان کوآپریشن کے مسئلہ میں (جسکی تفسیر قطع تعلق۔ یا ترک موالات یا عدم تعاون کے ساتھ کی گئی ہے) آپکو شریعت اسلامیہ بھی کچھ ہدایت کرتی ہے یا نہیں۔ یا یہ مسئلہ ایسا نیا ہے جسکے احکام خدا ورسول نے بالکل نہیں بتلائے اسلئے مجبوراً آپ کو گاندھی صاحب کا پس رو ہونا پڑا۔ اور اس جگہ آپکے یہ الفاظ قابل ملاحظہ ہیں کہ فقیر نان کاپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے الخ کاش آپ یہی لکھدیتے کہ میں اس بارہ میں اُن سے مشورہ یا رائے لیا کرتا ہوں پھر اُن کی جو رائے شریعت اسلامیہ کے موافق ہوتی ہے قبول کرلیتا ہوں مگر یہ تو وہ لکھے جسکے دل میں شریعت کی قدر ومنزلت ہو افسوس آپنے کیسے بیباک قلم سے یہ لفظ تحریر فرمایا ہے کہ "بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے" جس میں نہ کوئی شرط نہ کسی قسم کی قید نہ کوئی استثنا کچھ بھی نہیں۔ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ کوئی واقعہ اور کوئی جزئیہ اور کوئی صورت اور کوئی مسئلہ جسکو دین کے ساتھ ذرا بھی تعلق ہو ممکن ہے ممکن ایسا نہیں اور نہ تمام عالم کے جن وبشر ملکر کوئی ایسی صورت نکال سکتے ہیں جسکی بابت شریعت اسلامیہ نے مکمل تعلیم نفرمائی ہو اور دوسرے غیر مسلم اقوام کا ہمکو محتاج چھوڑدیا ہو۔ اگر آپ شریعت مقدسہ کو اپنا نصب العین بناتے تو اس مسئلہ کا بلکہ ہر صورت واقعہ کا حکم آپکو قرآن میں ملتا یا حدیث وفقہ میں یا فقہی اصول وقواعد میں اور آپ بجائے اسکے کہ اپنے کو گاندھی صاحب کا پس رو لکھ رہے ہیں شریعت مقدسہ کا تابع فرمان لکھتے اور خواجہ حسن نظامی بھی بجائے اسکے کہ گاندھی صاحب کا فیصلہ شائع کر رہے ہیں احکم الحاکمین اور نبی عربی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مسلمانوں کو سناتے مگر وہ بیچارے کیا کریں جب خود اُن کے پیشوائے اعظم ہی تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس طریق کار کا واقف کار نہیں اُن کو اپنا رہنما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں الخ جسکا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ مذہب اسلام نے سیاست کی بالکل تعلیم نہیں کی نہ اسکے کچھ طریقے بتلائے جسکی وجہ سے ایک اسلامی

پیشوائے اعظم کو مجبور ہو کر بت پرست کا فرد مشرک کا پس رو ہونا پڑا وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ اخرجہ مالک وقال صلی اللہ علیہ وسلم من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ پس میں ان پیشوائے اعظم سے مکرر پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ گاندھی صاحب کے بالکل پس رو اور تابع فرمان کیوں ہو گئے کیا اسلامی تعلیم میں سیاست وطرق سیاست کا حصہ ناکافی ہے تو گویا آپ الیوم اکملت لکم دینکم آیت قرآنی واحادیث رسول کی تکذیب فرماتے ہیں یا یہ کہ اسلامی تعلیم ہر شعبہ میں کافی ہے مگر آپ اس کو سمجھتے نہیں ہیں تو براہ کرم مسلمانوں کو مطلع فرما دیجئے کہ ان مسائل میں تعلیم اسلامی کو میں نہیں سمجھ سکتا اسلئے گاندھی صاحب کا بالکل پس رو اور تابع فرمان ہوں کوئی یہ سمجھکر میرے ساتھ نہ آوے کہ میں خدا اور رسول کے احکام پر عمل کر رہا ہوں یا یہ کہ آپ سب کچھ سمجھتے بھی ہیں مگر ان مسائل میں قرآن وحدیث وفقہ کی تعلیم سے سیاست داں گاندھی کی تدابیر کو مسئلہ خلافت کی کامیابی کے لئے آپ زیادہ کارگر اور مؤثر سمجھتے ہیں اسلئے گاندھی صاحب کے بالکل پس رو ہو کر احکام شرعیہ کو ان مسائل میں پس پشت ڈالدیا ہے تو اس صورت میں اس آیت کو ذرا غور سے سن لیجئے ولما جاءھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتب کتب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون ۰ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان الآیۃ احکام کتاب وتعلیم رسول کو چھوڑ کر بت پرستوں کا کلی اتباع اس آیت کا مصداق ہے یا نہیں اور یاد رکھئے کہ اگر مسئلہ خلافت میں احکام شرعیہ کو چھوڑ کر اور بت پرستوں کے بالکل پس رو ہو کر آپ کامیاب بھی ہوئے تو وہ اسلامی خلافت نہ ہوگی نہ اسلام اور مسلمانوں کو اسکی ضرورت اسلامی خلافت وہی ہو سکتی ہے جو اسلام کے بتلائے ہوئے طریقہ سے اسکے احکام کی وقعت باقی رکھکر حاصل ہو کیا آپ کو ابھی تک اتنی بھی خبر نہیں کہ خلافت اسلامیہ کے اضمحلال کا راز کیا ہے احکام اسلامیہ میں عملی وعلمی کمزوری ہی تو اسکی کمزوری کا سبب ہے پھر کیا اسی طرز سے اس کو دوبارہ قوت پہونچا سکتے

5

ہیں ممکن ہو کہ آپ اس میں کامیاب ہوجائیں مگر یہ ایک موہوم منفعت ہے اور آپکے طرز عمل سے ہندوستان میں اسلام کو جو ضرر پہونچ رہا ہے وہ یقینی ضرر ہے تو نفع موہوم کے لئے اسلام کو یقینی ضرر پہونچانا کونسی عقل کی بات ہے اور اگر آپ گاندھی صاحب کی ہر بات نہیں مانتے بلکہ صرف وہی بات لیتے ہیں جو شریعت مقدسہ کے موافق ہو تو پھر سوال یہ ہے کہ آپنے یہ کیوں لکھا کہ میں اس مسئلہ میں بالکل پیرو گاندھی صاحب کا ہوں اسکے بجائے یہ لکھنا ضروری تھا کہ چونکہ میں شریعت مقدسہ کا تابع فرمان ہوں اور گاندھی صاحب کی رائے اس مسئلہ میں ہماری شریعت کے موافق ہے (بشرطیکہ وہ واقع میں موافق بھی ہو) اسلئے اس رائے کو پسند کرتا ہوں او ونحو ذلک غرض اس صورت میں آپکو لازم تھا کہ گاندھی صاحب کی رائے کو شریعت کے تابع بناتے مگر جن الفاظ میں آپکا خط ہمارے سامنے ہے اُس میں تو شریعت مقدسہ کو گاندھی کے تابع بنایا گیا ہے۔ اور حیرت یہ ہے کہ آپنے خود اپنی ایک تقریر میں جو جلسہ کانپور منعقدہ ۱۴ ررجب میں کی تھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ہمکو **احتیاج** نے اتحاد برادران ہنود کی طرف مائل نہیں کیا ونیز آپنے اس کا اقرار کیا ہے کہ علماء کی سیاست کا چشمہ **عصمت نبوت** ہو آہ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس مسئلہ میں علماء کے لئے وہ چشمہ نبوت کافی نہ تھا جو آپ کو گاندھی صاحب کا بالکل پیرو ہونا اور اپنی ناواقفیت کا اظہار ان لفظوں میں کرنا پڑا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص ایک مذہبی کام میں غیر مسلم کا اسدرجہ محتاج ہو وہ کسی طرح مسلمانوں کا پیشوائے اعظم تو کیا ایک **ادنی مقتدا** بھی نہیں ہوسکتا پھر اُس کو اسلامی سیاسیات میں فتوی دینا اور دوسروں کو اُس کے فتاوے پر اعتماد اور عمل کرنا کب جائز ہوسکتا ہے اگر اسکا جواب آپ ان لفظوں سے دینا چاہیں کہ نان کواپریشن کا مسئلہ کوئی دینی اور مذہبی مسئلہ نہیں ہے بلکہ محض ایک دنیوی مسئلہ ہے جس میں اتباع رائے غیر مسلم کا مضائقہ نہیں تو ذرا مہربانی فرماکر قوم مطلع فرمادیجئے کہ خلافت ایجی ٹیشن یا نان کواپریشن یہ مذہبی اور دینی کام نہیں" قوم ابھی تک ان کو دینی اور مذہبی کام سمجھ رہی ہے اور آپ ہی نے اُن کو یہ سمجھایا بھی ہے کیونکہ ان میں شرکت کرنے والوں کے ساتھ مقاطعت اور مشارکت کا آپنے فتوی دیا اور اسکی بابت رزولیوشن بھی پاس کیا گیا ہے۔ تو بھلا جن کاموں میں شرکت نہ کرنے والوں کے لئے قطع تعلق کا فتوے

٦

شائع کیا جائے وہ بھی کہیں دنیوی کام ہو سکتے ہیں یقیناً لوگ اُن کو دینی کام سمجھینگے اور سمجھ رہے ہیں اگر یہ ایک دینی اور مذہبی مسئلہ ہے تو شریعت اسلامیہ و آیات و احادیث و فقہ کو پس پشت ڈالکر اسمیں گاندھی صاحب کے بالکل پس رو ہونے کے کیا معنی کہ جو وہ کہدیں آپ مان لیں یہانتک بھی خیر تھی کہ آپنے ایک ہی مسئلہ میں گاندھی صاحب کو اپنا امام ظاہر کیا تھا اس سے آگے چلکر تو اور بھی غضب ڈھایا ہے کہ آپنے گاندھی صاحب کی نسبت یہ شعر لکھا ہے اور اقرار کیا ہے کہ میرا حال تو سر دست اس شعر کی موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی

میں پوچھتا ہوں کہ جب آپکا حال اس شعر کے موافق ہے تو کیا اس کا صاف مطلب یہی نہیں ہے کہ جو عمر آپکی آیات و احادیث میں گذری تھی آپنی اسکو گاندھی صاحب پر نثار کر دیا اور جو احکام و علوم آیات و احادیث سے اس عمر میں حاصل ہوئے تھے اُن کو گاندھی صاحب کی رائے پر قربان کر دیا۔

اصل شاعر کا مطلب تو اظہار حسرت ہے کہ افسوس ساری عمر آیات و احادیث میں گذری اور آخر میں آکر ایک بت پرست پر نثار ہو گئی اگر آپ بھی یہی فرمائیں کہ میرا مطلب بھی افسوس و حسرت کا اظہار تھا تو یہ اسلئے صحیح نہیں کہ آپ اس کو سنت فرما رہے ہیں چنانچہ آپنے اپنے گاندھی کے پس رو ہونے کو ایک واقعہ نبویہ کی نظیر بنا کر سنت کی لڑی میں منظوم کیا ہے پھر حسرت و افسوس کہاں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپنے یہ شعر اس جگہ کسی حسرت و افسوس سے نہیں بلکہ اپنے اس فعل کو اچھا اور مستحسن اور سنت سمجھکر لکھا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو عمر میں نے آیات و احادیث میں گذاری تھی اُس کو خوشی کے ساتھ (اور سنت سمجھکر) ایک بت پرست پر نثار کر دیا اور اس سے پہلے آپ یہ لکھ چکے ہیں کہ فقیر اس مسئلہ میں پس رو گاندھی صاحب کا ہے کیونکہ خود اس طریق کار کا واقف کار نہیں ہے جب اس فقرہ کو اس شعر کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو مطلب یہ نکلتا ہے کہ جب آیات و احادیث میں مشغول ہونے سے کام نہ چلا اور اُس نے رہنمائی نہ کی تو گاندھی کو اپنا رہنما بنا لیا ہے اور اس طرح میں نے آیات و احادیث کی مشغولی کو ایک بت پرست (یعنی گاندھی)

پر نثار کر دیا - انصاف ہے ہر شخص بتلائے کہ اس سے یہی مطلب نکلتا ہے یا نہیں - اب میں
آپ ہی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس موقعہ پر اس شعر کے لکھنے سے آیات واحادیث کی
توہین ہوئی یا نہیں - نیز جبکہ آپ **اقرار** کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آیات واحادیث میں
گذری ہوئی عمر کو ایک بت پرست پر نثار کر دیا اور آگے چلکر اسکو سنت نبوی بھی فرماتے
ہیں تو کیا اسکے صاف یہ معنی نہیں ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (نعوذ
باللہ) اپنی عمر مبارک کو ایک بت پرست پر نثار فرما دیا تھا - اب میں خود آپکی نسبت اپنے قلم
سے کچھ لکھنا نہیں چاہتا بلکہ تمام **علماء فرنگی محل** کو اور ان علماء کو جو نان کواپریشن وغیرہ
میں آپکے ساتھ ہیں اور ان میں سے بھی بالخصوص **مولانا کفایت اللہ** صاحب مدرس
مدرسہ امینیہ دہلی کو خدا اور رسول کا واسطہ دلاتا ہوں کہ ایمان سے بتلائیں کہ اس موقعہ پر اس
شعر سے آیات واحادیث وجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آیات و
احادیث سے **اعراض** کا اقرار ہوا یا نہیں اگر ہوا ہے تو مولوی عبد الباری صاحب پر
اسکا تدارک واجب ہے یا نہیں اور جبتک وہ اسکا تدارک نہ کریں ان کے لئے **کیا حکم**
ہونا چاہئے اور کیا مسلمانوں کو انکا مقتدا ماننا جائز ہو سکتا ہے اور کیا ان علماء پر جو آجکل
ان کو اپنے آگے کئے ہوئے ہیں ان کے ساتھ **مقاطعت ومتارکت** واجب ہے یا نہیں
امید ہے کہ جن علماء کے دل میں آیات واحادیث کی **وقعت** اور خدا اور رسول کی
سچی **محبت** اور خدا کے سامنے جانیکا پورا **خوف** ہے وہ ان سوالات کا صحیح جواب للہیت
اور حقانیت کے ساتھ ضرور دینگے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی بھی اس خط کو شائع
کرتے ہوئے اتنی بات ضرور سمجھے ہیں کہ یہ خط کسی درجہ میں اسلامی شان کے خلاف ہے مگر
اس حقیقت پر انہوں نے یہ کہکر پردہ ڈالدیا ہے کہ یہ مولانا کی کسر نفسی ہے ورنہ مسلمانوں کی نظر
میں ان کا درجہ مہاتما گاندھی سے بلحاظ دینی پیشوا ہونے کے کہیں زیادہ ہے مگر ان الفاظ سے
الزام رفع نہیں ہو سکتا یہ تاویل اسوقت کارآمد ہو سکتی تھی جبکہ اس کسر نفسی کو مولانا اپنی
ہی ذات تک محدود رکھتے اگرچہ کافر کے مقابلہ میں کسی مسلمان کو بلا ضرورت اپنی ذات کا بھی
پست کرنا جائز نہیں اشداء علی الکفار رحماء بینہم مسلم کی شان ہونی چاہئے

اور دینی پیشوا کا اپنی ذات کو کسی کافر کے سامنے بلا ضرورت کسر نفسی سے پست کر دینا تو کسی طرح بھی جائز نہیں کہ دینی پیشوا کی کسر نفسی کا اثر دین پر بھی پہونچتا ہے مگر خیر قصہ یہیں تک رہتا تو گناہ اور معصیت ہی کی بحث باقی رہتی مگر ہم دکھلا چکے ہیں کہ اس تحریر کا اثر ان کی ذات سے گذر کر آیات و احادیث و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ توہین تک متعدی ہو گیا ہے کہ ایک بت پرست پر آیات و حدیث کو نثار کر دیا اور اسکو سنت نبوی بنایا ہے۔ افسوس ہم تو جہلا کو روتے تھے یہاں تو اہل علم بھی ہنود کی بیجا خوشامد اور جوش اتفاق میں ایمان کو خیر باد اور آیات و احادیث کو انپر نثار کرنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون ؁

اس کے بعد آپنے حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے اپنے اس اتباع گاندھی کو نہایت بیباکی سے سنت نبویہ میں داخل کیا ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے وقت ایک مشرک غیر مسلم کو راہ نما بنایا تھا اس وقت میں نے بھی اسی سنت نبویہ کی اتباع کی ہے الخ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسٹر گاندھی کی محبت آپکے دل میں کہانتک جاگزین ہوئی ہے کہ ان کے اتباع کیلئے مصلحت وقت یا کسی امام کے قول کا بھی بہانہ نکیا بلکہ حضور کے فعل سے استدلال کرنے کے لئے بلند پروازی فرمائی واشربوا فی قلوبھم العجل الخ قل بئسما یامرکم بہ ایمانکم ان کنتم مؤمنین اس کا بھی جواب سن لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک کو اپنا لیڈر اور مقتدا اور پیشوا و مخدوم و مطاع نہ بنایا تھا بلکہ ایک جائز خدمت کے لئے نوکر بنا کر ساتھ لیا تھا۔ جیسا کہ ہم گاڑی کے سفر میں گاڑیبان کو اور گھوڑے کی سواری میں کسی بھنگی چمار کو راستہ معلوم کرنے کے لئے ساتھ لے لیتے ہیں فی البخاری ج اصـ ۵۵۳ واستاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر رجلا من بنی الدیل الی ان قال وھو علی دین کفار قریش فامناہ فدفعا الیہ راحلتیھما الخ اور چونکہ وہ شخص اجرت پر ساتھ لیا گیا تھا اسلئے ہر طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع فرمان اور محکوم تھا آپ جس طرح چاہتے سفر کرتے جہاں چاہتے قیام

۹

فرماتے اگر حضور کے ساتھ وہ ذرا بھی غداری کرتا تو آپ چار جوتے بھی اُس کے مار سکتے تھے کیونکہ وہ آپکا نوکر تھا تو کیا تم نے بھی گاندھی صاحب کو اسیطرح خدمتگار بنایا ہے۔
بالکل غلط سراسر غلط بلکہ تم تو خود اُس کے اسدرجہ محکوم ہو کہ اُسکا اندازہ آپکے خط ہی سے ہر شخص کو ہو سکتا ہے۔ پس کتنا بڑا فرق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک مشرک کو اسطرح اپنے ساتھ لیا کہ آپ حاکم تھے وہ محکوم آپ آقا تھے وہ نوکر تھا اور تم نے گاندھی صاحب کو اپنا امام اور مقتدا و پیشوا بنا رکھا ہے۔ حتی کہ آیات و احادیث میں گذری ہوئی عمر کو اُسپر نثار کر چکے ہو پھر کس قدر شرم کی بات ہے کہ اپنی اس حالت کو کھینچ تان کر حضورؐ کے واقعۂ ہجرت پر قیاس کر کے سنت نبویہ کے متبع بنتے ہو ع بریں عقل و دانش بباید گریست
دوسرے دیکھنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مشرک کو کس کام کے لئے رہنما تجویز کیا تھا صرف مکہ سے مدینہ تک کا راستہ طے کرنے کے لئے اور وہ بھی اسوجہ سے کہ آپکو قرآن یا وحی سے مدینہ کا راستہ پہاڑی گھاٹیاں اور زمین کا جغرافیہ نہ بتلایا گیا تھا ورنہ اگر قرآن یا وحی سے آپ کو مدینہ کا رستہ اور پہاڑی گھاٹیاں معلوم ہو چکی ہوتیں تو آپ کبھی کسی مشرک کو ساتھ نہ لیتے پس جس طرح کافر سے کپڑا یا غلہ خرید کیا جاتا ہے اسیطرح آپنے اُسکو رستہ بتانے پر نوکر بنا کر ساتھ لے لیا تھا اور تم تو ایک ایسے مذہبی مسئلہ میں جسکے متعلق شریعت مقدسہ میں مفصل احکام موجود ہیں اور شریعت نے اُن مسائل میں دیگر اقوام کا دست نگر بنا کر ہمکو ہرگز نہیں چھوڑا بلکہ غیر مسلم اقوام علم سیاست میں خود مذہب اسلام کے بار کش منت ہیں ایک مشرک کے پیچھے چل رہے ہو اور گاندھی صاحب کو مسئلہ خلافت میں امام اور پیشوا بنانا چاہتے ہو جو کہ آپ کے نزدیک بھی ایک مذہبی مسئلہ ہے اور مذہبی کام سمجھکر ہی مسلمان جان و مال اسمیں خرچ کر رہے ہیں ورنہ اگر ذرا مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام مذہبی نہیں تو ہزاروں خاموش ہو کر بیٹھ جائیں پھر اس صورت میں اپنے اس اتباع گاندھی کو حضورؐ کے واقعہ پر آپ کیونکر قیاس کر سکتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔
پھر حضور کے ساتھ جو آدمی تھا آپنے اُس کی رہنمائی کی وجہ سے کسی شعار اسلامی کو اسکی نذر نہ کیا تھا اور نہ کسی ادنیٰ مداہنت کو جائز رکھا تھا۔ بخلاف آپکے کہ مسٹر گاندھی کو ایسا

رہنما بنایا ہے کہ بیعت کرتے ہی قربانی گاؤ کو جو کہ شعار اسلامی تھا اُن کی نذر کر دیا عمر عزیز کو اُنپر نثار کر دیا اور ہنوز دلّی دور ست دیکھئے کیا کیا نثار ہوتا ہے اگر مرشد رہنما کیلئے ایسی ہی نذرانہ کی ضرورت تھی تو پہلے اپنا گھر بار مال ومتاع و اولاد و ازواج کو اُنپر نثار کیا ہوتا شریعت مقدسہ ہی ایسی سستی چیز کیوں تھی کہ سب سے پہلے اُسی کو نثار کرنے پر آمادہ ہوگئے ؎

اے گراں جاں خوار دیدستی مرا کہ زبس ارزاں خریدستی مرا

میں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ اگر کسی وقت ہندو یہ درخواست کرنے لگیں کہ مسلمانو! تم اپنی جائداد یا بیوی اور بیٹیوں کو ہمارے حوالے کر دو تو ہم خلافت اسلامی کے مسئلہ میں جان و مال سے تمہارا ساتھ دیں گے کیا کوئی غیرتمند مسلمان اسکو گوارا کر سکتا ہے یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر سن لو کہ ہم کو شریعت کا ایک ایک حکم اور ایک ایک اسلامی شعار اپنی جائداد اور مال بہنوں بیوی بیٹیوں سے بدرجہا زیادہ عزیز ہونا چاہیئے پس اُن کی ہتک عزت اور بیحرمتی گوارا نہ کرنا اور احکام اسلامی کی پائمالی اور بیحرمتی گوارا کر لینا یقیناً اسلام سے بہت دور ہے قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ الغرض اس واقعہ کو واقعہ ہجرت پر کیونکر قیاس کیا جا سکتا ہے واقعہ ہجرت میں استخدام کافر کی صورت تھی اور اسمیں سراسر نفع تھا اور دینی یا دنیوی ضرر کوئی نہ تھا اور جناب کے اتباع گاندھی میں سوائے ضرر محض کے اصلاً نفع نہیں کیونکہ جب آپ باوجود اپنی قراری ناواقفیت کے اپنی اور بھولے بھالے مسلمانوں کی باگ ایک چالاک اور ہوشیار مخالف اسلام کے ہاتھ میں دیدینگے تو دنیوی اور دینی دونوں ضرر یقینی ہیں ایسی حالت میں واقعہ ہجرت کو اپنے فعل کا مقیس علیہ بنانا صریح غلطی یا تلبیس محض ہے۔

خطاب خاص

میں نے اسوقت جو کچھ لکھا ہے میں بحلف کہہ سکتا ہوں کہ محض دلسوزی اور ہمدردی

اسلامی سے لکھا ہو اور مقصود یہ ہے کہ کفر کی خوشامد میں اسقدر بڑھ جاؤ سے باہر ہو کہ اپنے ہی گھر کو آگ لگا دو۔ اول تو ہندو اتنے وسیع الحوصلہ نہیں ہیں کہ تمہارے دین کی حمایت تو درکنار تم کو ذرا سا دنیوی نفع بھی پہونچنا گوارا کرلیں چنانچہ حقوق ملکی و مذہبی میں اُن کی روزانہ مزاحمتیں اسکی شاہد ہیں اگر مسلمان بالکل اندھے ہی بنجاویں تو اسکا کیا علاج پھر اگر بفرض محال ایمان واسلام کو ملیا میٹ کرکے کچھ تم کو کامیابی حاصل بھی ہوگئی تو کیا فائدہ خدا تعالیٰ تو راضی نہوا جسکا راضی کرنا مسلمان کے لئے منتہائے مقصود ہونا چاہئے اگر خدا کو راضی رکھکر تم ہفت اقلیم کے مالک بن سکو مبارک ہو ہزار بار مبارک اور خدا کو ناراض کرکے اگر معدودے چند مقاصد میں کسی قدر کامیاب بھی ہوگئے تو کوئی نتیجہ نہیں غور کرنا چاہئے کہ خلافت اگر اسلام میں مطلوب ہے تو کیوں کیا محض اسلئے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جاہ وثروت مال و دولت حاصل ہو اور مسلمان حظوظ دنیویہ سے متمتع ہوں یا اسلئے کہ احکام اسلامیہ اور شعائر دینیہ کی حفاظت کیجائے یقیناً ہر مسلمان دوسری صورت کا اقرار کریگا اور کیوں نکرے جبکہ حق تعالیٰ بھی اس سے یہی غرض مدنظر رکھنے کا حکم فرماتے ہیں الذین ان مکنّاھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔ پھر کتنے غضب کی بات ہو کہ دعویٰ حمایت خلافت کے ساتھ احکام اسلامیہ کو پامال کیا جائے اور شعائر اسلامیہ کو مٹایا جائے اور آیات واحادیث کو ایک بت پرست پر نثار کرکے اسلام کی توہین کیجائے۔ برائے خدا آیات واحادیث کو کسی پر نثار نہ کیجئے کہ مرنے کے بعد یہی کام آنے والی چیزیں ہیں اور کوئی بھی کام نہ آئیگا۔

خطاب عام

جب تم ان واقعات کو پڑھ چکے جو کہ ہم نے ابتک بطور نمونہ کے تمہارے سامنے پیش کئے ہیں تو اب تم کو جاننا چاہئے کہ اسوقت جو لوگ حمایت اسلام کے مدعی ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) عوام (۲) لیڈران قوم (۳) صوفی (۴) مولوی

عوام اور لیڈروں کی حالت آپکو معلوم ہو چکی ہے کہ وہ کھلم کھلا شرک میں گرفتار ہیں - اور

ماتھوں پر قشقے لگاتے رام رام ست ہیں کے نعرے لگاتے۔ گنگا پر پھول اور بتاشے چڑھاتے اور اسی قسم کے دیگر افعال ناشائستہ کرتے ہیں۔ صوفیوں کی یہ حالت ہے کہ ایک رئیس المشرکین کو دیوتا اور اوتار اور مقتدا و پیشوا مانتے ہیں۔ مولویوں کی یہ حالت ہے کہ وہ قربانی گاؤ کو جو ایک شعار اسلامی ہے ہندوؤں کی خوشامد میں مٹاتے اور مسلمانوں میں گاؤ پرستی کی جڑ جماتے اور اپنے جہل کا اقرار کر کے گاندھی کو مطاع مطلق بناتے اور اپنی قرآن و حدیث میں گذری ہوئی عمر کو ان پر نثار کرتے اور اسکو سنت نبویہ قرار دیتے ہیں۔ غرض کہ کیا عوام کیا لیڈر کیا صوفی کیا مولوی سب کے سب اسلام کو چھوڑ کر ہندو مذہب میں مدغم ہونا چاہتے ہیں اور انہوں نے متفقہ طور پر اپنی دنیا اور دین کی باگ ایک دشمن خدا و رسول کے ہاتھ میں دیدی ہے کہ وہ جس طرح نچائے۔ ناچنے کو تیار ہیں۔ ایسی حالت میں وہ حضرات جن کے دلوں میں ایمان کی جھلک ہے۔ اور وہ اسلام کے معنی جانتے ہیں انصاف سے کہیں۔ کہ کون ایسا مسلمان ہوگا جو ان حامیان اسلام کے حمایت اسلام کے غلط دعوے کو آنکھ بند کر کے قبول کرے اور ان کی طرح ماتھوں پر قشقے لگائے۔ ہندوؤں کی بت پرستی میں شرکت کرے اور ان کی مورتیوں پر نذریں چڑھائے۔ حج بیت اللہ کو موقوف کرے زیارت ہردوار کو جائے۔ گنگا پر پھول بتاشے چڑھائے۔ گاندھی کو ستیہ اوتار تسلیم کرے۔ اُن کو مطاع مطلق جانے۔ ان پر اپنی قرآن و حدیث کے مشغلہ میں گذری ہوئی عمر کو نثار کرے اور اسکو سنت نبویہ جانے۔ اور اسی قسم کے دیگر افعال شنیعہ کرے اور اسکو حمایت اسلام سمجھے۔ جس کے دل میں ایمان ہوگا اور جو اسلام کی حقیقت جانتا ہوگا۔ وہ ضرور یہی کہیگا کہ یہ ہرگز حمایت اسلام نہیں ہے۔ بلکہ سراسر تخریب دین ہے۔ لیکن اگر قلوب اس درجہ مسخ ہو چکے ہیں اور عقول اسقدر خراب ہو گئی ہیں۔ کہ ان کو اسلام کفر اور کفر اسلام نظر آنے لگا ہے تو پھر لوگوں کو اختیار ہے۔ وہ جو چاہیں کریں اور من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا ۔ یاد رکھیں۔ من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما انا علیکم بوکیل ۔

مسلمانو! دین الٰہی منسوخ نہیں ہوا بلکہ اب بھی دین وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ اور جس طرح شرک و رسوم مشرکین اُسوقت جرم تھے اب بھی

۱۳۵

جرم ہیں۔ اور جس طرح مشرکین اسوقت نجس اور ائمۃ الکفر وغیرہ تھے۔ اب بھی وہی ہیں
اب وہ مہاتما اور اوتار اور مقتدا و پیشوا۔ امام المسلمین و خلیفۃ المومنین نہیں ہوسکتے
تم ہوشیار ہو۔ اور سمجھو کہ تم اسلام سے بہت دور نکل گئے ہو۔ یاد رکھو کہ دنیا و آخرت
کی کامیابی صرف اسی پر موقوف ہے کہ تم صرف خدائے واحد کی پرستش کرو اور اس کے
احکام کی پوری پوری پابندی کرو۔ تم نے خدا سے جنگ اور اسکے دشمنوں سے سازش
کو رکھی ہے۔ اس کا نتیجہ تم سمجھ لو کہ کیا ہوگا۔ کیا اس کا نتیجہ بجز تباہی کے کچھ اور ہوسکتا ہے
تم یہ تو بتاؤ کہ آخر تم کو کس دلیل سے معلوم ہوا۔ کہ ہندو تمھارے دوست ہیں۔ اور تمکو
کنوئیں میں دھکا دیکر الگ نہ ہو جاوینگے۔ نیز یہ تو بتلاؤ۔ کہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو تم
کیا کروگے کیا ایسا ہونا ناممکن ہے۔ یا ایسے واقعات تم نے دیکھے یا سنے نہیں اور
اگر بالفرض انھوں نے تم کو دھوکا نہ دیا اور تم کو ان کی مدد سے کچھ دنیاوی کامیابی
ہوگئی تو دین بیچکر دنیا خریدنے کا جرم جو تمپر عائد ہوتا ہے اُس کا تمھارے پاس کیا
جواب ہے۔ نیز خدا و رسول کو تم اسکا کیا جواب دوگے کہ ترکی خلافت کو موہوم نفع
پہونچا نیکے لئے تم نے ہندوستان میں اسلام اور شعائر اسلام کو یقینی صدمہ پہونچایا
اس تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا کہ علماء ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے۔
کیونکہ اس سوال کے معنی یہ ہیں کہ علماء ہمارے ساتھ اپنا دین کیوں نہیں برباد کرتے
اور اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایسا کرنا خلاف عقل اور خلاف خدا و رسول ہے اگر تمکو علماء
کی ہمدردی کی ضرورت ہے تو اطاعت خدا و رسول پر کمر بستہ ہو جاؤ۔ اور اگر تم کو انکی
ضرورت نہیں ہے۔ تو وہ تم سے زیادہ تم سے مستغنی ہیں۔ اور ان کا بھروسہ خدا
پر ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ یاد رکھو! کہ اگر کسی کافر کی خوشامد
میں تم نے ایک حکم اسلامی کو بھی صدمہ پہونچا خواہ تمھاری نظر میں وہ کتنا ہی چھوٹا ہو تو
پھر ایمان کی خیر نہ جانو اور تحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم کو پیش نظر رکھو۔
دیکھو! عید الاضحی کا زمانہ قریب آگیا ہے جسمیں خدا تعالی خدا پرستی اور شیطان پرستی
کا امتحان لینے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں کہ کون قربانی گاؤ کو ہندوؤں کی خوشامد

درد اور نصیحت بھری نظم

ہوا ہے ہند میں کیسا یہ انقلاب عیاں — دوبارہ ہوگئی باد سموم انجمن وزاں
چمن میں علم کے چلنے لگی ہوائے خزاں — زمیں میں ہونے لگا آفتاب علم نہاں

دلوں میں آنے لگی مؤمنوں کے آزادی
ہے جس سے واقعی وابستہ دیں کی بربادی

ابھرنے پھر لگا افسوس فتنۂ الحاد — اکڑنے پھر لگے ہندوستان کے آزاد
جمانے پھر لگے در پردہ کفر کی بنیاد — نئی تراش خراش اور نئی نئی ایجاد

بنایا مسٹر گاندھی کو مقتدا و امام
اسی کے حکم پہ چلنے لگے خواص و عوام

کسی نے کر دیا آیات دیں کو اس پہ نثار — کسی نے اس کو بنایا ہے ستیہ اوتار
کوئی یہ کہتا ہے اسٹیج پر پکار پکار — مٹادو گاؤکشی کو جو دین کا ہے شعار

جبیں وہ جس پہ کہ سجدہ کا چاہئے تھا اثر
نشان کفر لگاتے ہیں مسلمین اس پر

بتوں کو کرتے ہیں ہم سنگ رب جل وعلا — ہے رام رام زباں پر بجائے نام خدا
سما ہے ان کے دلوں پر یہ سکہ گنگا — کہ اس پہ پھول بتاشے چڑھاتے ہیں جا بجا

نہیں رہا ہے کچھ اب امتیاز مسجد و دیر
الٰہی خیر ہو اسلام کی الٰہی خیر

جو کوئی ان سے یہ کہدے کہ یہ جہالت ہے — خود اپنے دام میں پھنستے ہو کیا حماقت ہے
نہیں یہ نصرت دیں کفر کی حمایت ہے — تو اس پہ کہتے ہیں یہ دشمن خلافت ہے

کسی مسیح نفس کو الٰہی ہو الہام
کہ جلد اٹھ میرے اسلام کے ستوں کو تھام

۱۵

ہر ایک شخص کو توحید کی بتائے راہ
ہر ایک فرد کو اسلام سے کرے آگاہ
کرے وہ کوشش اصلاح حال قوم تباہ
بگڑ چلے ہیں کچھ ایسے کہ بس خدا کی پناہ
بتا دے آ کے وہ سبکو حقیقت اسلام
دکھائے آنکھوں سے اُن کو شریعت اسلام

یہ دین ناسخ ادیان ہے مسلمانو!
ہے کون اس سے جو انجان ہے مسلمانو!
شہ رُسل کا یہ مہمان ہے مسلمانو!
تمہارے درد کا درمان ہے مسلمانو!
اطاعت نبوی کی طرف بُلاتا ہے
خدا سے بندۂ مؤمن کو یہ ملاتا ہے

تمہارے ساتھ جو اسلام نے کئے احساں
تمہاری مشکلیں اسلام نے جو کی آساں
تمہارے دُکھ کے جو اسلام نے کئے درماں
تمہارے دل کے جو اسنے نکالے ہیں ارماں
بتاؤ تم نے کئے اسکے ساتھ کیا برتاؤ
تمہاری شان سے محسن کشی ذرا شرماؤ

خدا کے واسطے اسلام کو نہ چھوڑو تم
نبی کے رشتہ کو اے دوستو نہ توڑو تم
جو توڑ ڈالا ہے اسکو تو پھر سے جوڑو تم
اخیر وقت میں محسن سے مُنہ نہ موڑو تم
رکھو عزیز اسے چاہتے ہو گر عزت
نہیں تو دونوں جہاں میں اُٹھاؤ گے ذلت

بڑھاؤ عظمت اسلام کو مسلمانو!
بڑھاؤ شوکت اسلام کو مسلمانو!
بڑھاؤ طاعت اسلام کو مسلمانو!
بڑھاؤ عزت اسلام کو مسلمانو!
حضور سرور عالم کی جان ہے اسلام
اطاعت نبوی کا نشان ہے اسلام

حضور سرور عالم کی آنکھ کا تارا
ہر ایک ملک میں جا کر ہوا یہ بزم آرا
چلا عرب سے عجم کی طرف یہ ہرکارا
رہا سفر میں بھی ثابت قدم یہ سیارا
ہر ایک ملک میں سکہ جما دیا اس نے

۱۶

دلوں کو اپنا مسخر بنا دیا اسنے

ی کے فیض سے ہے ہند مطلع الانوار — زمین شور جہالت کو کر دیا گلزار

ن بتکدہ ہند ہو گئے ابرار — خدا پرست ہوئے ہیں بتوں کے سجدہ گذار

یہ اپنے دین کا احسان یاد رکھنا تم

مرض کا اپنے یہ درمان یاد رکھنا تم

سی طریق سے یہ دین بدل نہیں سکتا — کسی سبب سے کوئی حکم ٹل نہیں سکتا

ول کسی کا کبھی اسپہ چل نہیں سکتا — ستون اسکا وہ محکم ہے ہل نہیں سکتا

کوئی ہزار کرے اِسمیں رخنہ اندازی

کوئی ہزار کرے اِسمیں فتنہ پردازی

مانہ پلٹیاں کھائے تو کھانے دو اُسکو — جو کوئی فتنے اُٹھائے اُٹھانے دو اُسکو

رنگ اپنا جمائے جمانے دو اُسکو — جو زور اپنا دکھائے دکھانے دو اُسکو

تماشے بھان متی کے ہوا ہی کرتے ہیں

شگوفے ایسے ہزاروں کھلا ہی کرتے ہیں

مانہ بدلے اگر روز و شب نئی رفتار — بدلنے دو اُسے۔ تم بھی مگر رہو ہوشیار

یل ہوئینگے اعدا تمھارے آخر کار — تمھاری دین پہ رفتار ہے اگر ہموار

مقابلہ کے لئے سب کے ہے خدا کی کتاب

اسی میں عزت و نصرت کے جمع ہیں اسباب

ی شدید ضرورت ہے تم کو سنت کی — یہی ہے اصل اصول آپکی شریعت کی

ی دلیل ہے اسلام کی محبت کی — اسی سے ہو گئے غافل یہ کیا حماقت کی

جمے رہو میرے یارو نبی کی سنت پر

تم ابن وقت نہیں ہو؟ تو پھر تمہیں کیا ڈر

رہی ہے برابر تمھیں خدا کی کتاب — قیامت آئیگی ہر نیک و بد سے ہوگا حساب

دا کے سامنے کچھ بھی نہ بن پڑیگا جواب — بس اب تو ہوش میں آجاؤ تا کجا یہ خواب

۱۷

نہیں ہے چارہ بجز اتباع سنت کے
بنو غلام لو بس آج سے شریعت کے
ترقیاں ہیں اگر دنیوی تمہیں منظور　　تو کون اس سے ہے مانع ضرور کیجے ضرور
غضب تو یہ ہے کہ تم دین سے ہوئے ہو نفور　　وہ دین جس کے قیامت تلک ہیں سب ماموُر
قیامت آگئی یہ عاقلوں کی حالت ہے
کہ دین بیچ کے دنیا خریدیں حیرت ہے
بغیر دین کے عزت کی ہی طلب مذموم　　کہ فرق حلت و حرمت بھی ہو گیا معدوم
مجھے نہ اُسکی حماقت کی کیوں جہاں میں دھوم　　کہ سانپ پکڑے ہے منتر نہیں اُسے معلوم
نہیں بخیر کبھی ایسے شخص کا انجام
کہ کامیابی کے اسباب سے رہے ناکام
الٰہی خیر ہو اسلام کی الٰہی خیر　　الٰہی خیر ہو انجام کی الٰہی خیر
ہمارے خاص کی اور عام کی الٰہی خیر　　ہمارے دین کے ہر کام کی الٰہی خیر
الٰہی رو بترقی رہے سدا اسلام
جہاں کہیں نہیں پھیلا ہو پھیلجا اسلام
ہر ایک بندۂ مؤمن کو دینداری دے　　الٰہی نار جہنم سے رستگاری دے
دلوں میں عشق و محبت کی بیقراری دے　　ہماری آنکھوں کو گریہ دلوں کو زاری دے
الٰہی غیروں کو دنیائے دوں کی چاہت دے
ہمیں تو دولتِ اسلام و عشق سنت دے
رہے خلافت دینیہ اے خدا آباد　　معاون اُس کے ہوں دونوں جہاں میں یارب شاد
ہر ایک کام میں یارب ہمارے ہو امداد　　نصیب ہو ہمیں حُسنِ معاش حُسنِ معاد
زباں ہو ہر بُن مو اور اُسپہ تیرا نام
ہر ایک کا ہو ترے نام پر بخیر انجام

۱۸

الاحکام الوقتیہ

حامداً ومصلیاً - امابعد جملہ مسلمانان ہند کو مطلع کیا جاتا ہے - کہ اس سال ہندوؤں کے بعض خوشامدیوں نے ترک گاؤکشی کا مشورہ دیکر ہندوستان سے اس شعار اسلامی کے مٹانے کی کوشش کی ہے اور سُنا جاتا ہے کہ انکی یہ کوشش عرصہ سے جاری ہے اور وہ خفیہ طور پر مسلمانوں کو یہ بھی مشورہ دے رہے ہیں - کہ تم گاؤکشی بند کردو پس مسلمانان ہند کو چاہئے کہ ایسے مشوروں سے دھوکا نہ کھاویں - ترک گاؤکشی کے حامی یا تو وہ لوگ ہیں - جو مذہب اسلام سے بالکل ناواقف ہیں اور صرف مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے سے مسلمان ہیں - انکی عمریں گذر گئیں مگر نہ انہوں نے علم دین کی صورت دیکھی اور نہ علماء دین کی صحبت کا ان کو اتفاق ہوا بلکہ فقط دنیوی وجاہت کی بنا پر وہ مسلمانوں کے لیڈر بنگئے ہیں اور انہوں نے ناواقف مسلمانوں کو حمایت اسلام کا غلط یقین دلاکر انپر اپنا اعتماد قائم کرلیا ہے - اور یا وہ لوگ ہیں جو مولویوں کے خاندان میں پیدا ہوکر مولوی بن گئے اگر کچھ علم حاصل بھی کیا تو ایسا کہ لا تقربوا الصلوٰۃ کو دیکھ لیا اور انتم سکاریٰ کو چھوڑ دیا اور اس ادھورے علم کو بھی بقول خود ایک ہندو پر قربان کردیا - چنانچہ وہ اپنے ایک خط میں اپنی نسبت فخریہ طور پر یہ شعر لکھتے ہیں ؎ عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت + رفتی ونثار بت پرستی کردی اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ دین الٰہی میں انکی رائے کہانتک معتبر ہوسکتی ہے - علاوہ ازیں مسلمانوں کو یہ امر خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ ہندوستان میں گاؤکشی سیکڑوں برس سے جاری ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہندو ہمیشہ سے اس سے نفرت کرتے ہیں اور انہوں نے اسکے بند کرنے کی جان سے اور مال سے اور خوشامد سے ہر طرح کوشش کی مسلمانوں کو مارا بھی - عورتوں کو بھی بےعزت کیا انکے گھر بھی جلائے - مقدمہ بازیاں بھی کیں سب کچھ کیا مگر مسلمانوں کے دل میں کبھی خیال تک بھی نہیں آیا - کہ اس شعار اسلامی کو چھوڑدیں اور نہ ہندوستان کے معتبر اور معتمد علماء نے کبھی مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ مسلمانو اس سے فتنہ وفساد ہوتا ہے - ناحق مسلمانوں کی جانیں وغیرہ ضائع ہوتی ہیں تم اسے چھوڑدو - اگر کہا تو یہی کہا کہ یہ شعار اسلامی ہے تم اسکی حفاظت کرو - پس کیا وہ تمام علماء جاہل یا احمق یا مسلمانوں کے بدخواہ تھے کہ انہوں نے ان مفاسد

کو دیکھ کر بھی مسلمانوں کو گاؤکشی سے نہیں روکا اور یہ ہی کہا کہ گاؤکشی شعار اسلامی ہے اسکو ہرگز مت ترک کرو اور اگر ہندو اس میں مزاحمت کریں تو ہرگز مت رکو۔ اسکو بھی جانے دو ہندوؤں کے اثر سے پہلے خود یہ لوگ بھی اسکے حامی تھے۔ مگر جب سے یہ لوگ ہندو اثر میں آئے ہیں اسوقت سے انکا خیال بدل گیا ہے۔ پس انکی پہلی رائے معتبر ہوگی اور جو رائے ہندو اثر سے پیدا ہوئی ہے وہ معتبر نہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان ہندو پرست اور ناعاقبت اندیش مولویوں یا لیڈروں کی رائے بالکل غلط ہے اور گاؤکشی واقعی شعار اسلامی ہے اگر کسی کو اس مسئلہ کی اس سے زیادہ تحقیق دیکھنا ہو تو فتوی گاؤکشی دفتر رسالہ الامداد تھانہ بھون سے منگالے

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح عید الضحی میں وہ ہمیشہ سے بلاقصد فتنہ وفساد بلکہ ایک مذہبی شعار سمجھکر قربانی گاؤ کرتے آئے ہیں اسی طرح اس سال بھی کریں۔ اس شعار اسلامی کا مٹانا ہرگز جائز نہیں ہے اور جو شخص ہندوؤں کی خوشامد میں قربانی گاؤ خود چھوڑیگا یا کسی دوسرے مسلمان کو مشورہ دیکر یا اُسپر ناجائز دباؤ ڈالکر اُسکو چھوڑوائیگا اُسپر شعار اسلام کے مٹانے۔ شعار کفر کی حمایت کرنے اور مسلمانوں کے اندر گاؤپرستی کی بنا وغیرہ ڈالنے کا گناہ ہوگا اور جتنے لوگ اُسکے فعل سے قیامت تک گمراہ ہونگے یا جو نقصان دینی یا دنیوی قیامت تک مسلمانوں کو اُسکے فعل سے پہونچیگا۔ سب کا وبال اُسکی گردن پر ہوگا۔ **نوٹ** چونکہ ہر مذہبی کام میں خلوص کی ضرورت ہے اسلئے قربانی گاؤ میں محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا لحاظ رکھنا چاہیے اور کسی کی دل آزاری وغیرہ مدنظر نہ ہونی چاہیے اور قانونی احتیاط کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ ان تمام باتوں پر بھی اگر کوئی مزاحمت ہو تو امکانی مدافعت اور قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیے

آخر میں جناب مولوی عبدالباری صاحب کی خدمت میں مخلصانہ معروض ہے کہ آپنے جو اخبارات میں شائع کیا ہے کہ قربانی گاؤ اختیاری سمجھ کر امسال نہیں کی میں ہندوؤں کے روکنے سے یا محض انکی خوشامد سے ترک قربانی گاؤ کو ممنوع سمجھتا ہوں اگر یہ واقعی صحیح ہے اور پالیسی پر مبنی نہیں ہے۔ تو قربانی گاؤ آپکو ضرور کرنی چاہیے کیونکہ فعل اختیاری وہ ہوتا ہے جسمیں جانب فعل وترک مساوی ہوں اور یہاں جانب فعل اسلئے متعین ہے کہ آپ اسوقت مقتدا مانے جاتے ہیں اور عوام بالخصوص آپکے مرید آپکی تقلید میں اسکو ترک کرینگے اس سے ایک شعار اسلام پر نہایت بُرا اثر پڑیگا اور جو بُرے نتائج اور نقصان دینی ومذہبی ترک گاؤکشی پر مرتب ہوتے ہیں وہ ضرور مرتب ہونگے اور انکا وبال آپ پر ہوگا۔ پس اگر آپ ترک

فہرست کتبخانہ تجارت مطبع امداد المطابع تھانہ بھون عماتی

نام کتاب	قیمت
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم سے چند مفید اور ضروری مضامین کا عام فہم ترجمہ۔	
مذمت غضب و حسد و حقد ۔ یہ رسالہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہ کی کتاب احیاء العلوم سے اخذ کرکے نہایت سلیس اور شستہ اردو میں لکھا گیا ہے جسمیں غضب و حسد و کینہ عفو و انتقام۔ حلم و احسان وغیرہ کے متعلق ۱۲ قسم کے مضامین ہیں۔ مسلمانوں کیلئے بیحد مفید ہے	۶/
مذمت غیبت و چغلی یہ رسالہ بھی رسالہ بالا کیطرح امام موصوف کی احیاء العلوم سے اخذ کرکے نہایت صاف	

نام کتاب	قیمت
اور شستہ اردو میں لکھا گیا ہے جسمیں آفات زبان پر مفصل بحث کی گئی ہے مسلمانوں کیلئے نہایت مفید ہے	۶/
حقوق المسلمین یہ رسالہ بھی مذکورہ بالا دونوں رسالوں کی طرح امام موصوف کی احیاء العلوم سے اخذ کرکے صاف و سلیس اردو میں لکھا گیا ہے اس میں چار بیان ہیں۔ بیان اول میں عامۂ مسلمین کے حقوق کا بیان ہے دوسرے میں پڑوسی کے حقوق کا۔ تیسرے میں اعزہ و اقارب کے حقوق کا۔ چوتھے میں غلام و لونڈی کے حقوق کا یہ رسالہ بھی مسلمانوں کیلئے نہایت مفید ہے	۶/
بدایۃ الہدایہ ۔ یہ رسالہ بھی امام موصوف کی کتاب احیاء العلوم سے ماخوذ ہے	

نام کتاب	قیمت
جسمیں طاعات کا بیان اور گناہوں سے اجتناب کی بحث اور خدا و مخلوق خدا کے ساتھ معاملہ و معاشرت کا بیان ہے یہ بھی مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے	۸/
تہذیب السالکین حصۂ اول۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ثلاثین من الاربعین کا ترجمہ نہایت سلیس و عام فہم مصنفہ مولوی احمد حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ	۱۰/
نوٹ حصۂ دوم تہذیب السالکین زیر طبع ہے۔ عنقریب ہدیۂ ناظرین ہوگا	
مشکوٰۃ نظامی دہلی مع ترغیب و ترہیب	عہ
کافیہ قیومی	۸/
سراجی	۶/
رشیدیہ	۸/
سبق الغایات	[illegible]

اُصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کرے گا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جاویگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے امسال بوجہ گرانی کاغذ ہے ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ۹ کا ویلو ہوگا۔ امسال ہے کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجینگے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۸ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہینگے تو بقایا قیمت واپس کر دیجائے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

عہ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۹۱ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

وفی الحدیث [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] اغبط بما [illegible] علمنا [illegible]

امتثالا للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امتثالا للحدیث کہ دال است بر منفعت

قدرے از فضل و ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ و العقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیر و مکتوبات خیر فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آن افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است بارجاع آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج امداد اللہ صاحب قدس سرہ [illegible] صحیفہ مقبولیت [illegible] بنام ناشر [illegible] اشتہارات [illegible] تحقیقات دائرہ [illegible]

عدد (۷) بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ ہجری جلد (۶)

بادارۃ الاحقر رفیع احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

لیتھو [illegible] پریس

	ایں صحیفہ کا ممدش امداد نام		یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابتہ ماہ محرم الحرام ...

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شایع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ موجب مزید لطف کا ہوگا۔ (مدیر رسالہ)

ہے دنیوی خوشی نہیں ہے تو یہ سب کو معلوم ہے کہ دنیا کا اطلاق اس خطہ زمین پر یا زیادہ سے زیادہ چند فرسخ اسکے متصل ہوا پر ہوتا ہے پس اگر کوئی دنیوی خوشی ہوگی تو اُس کا اثر اسی خطۂ زمین تک محدود رہے گا اس سے تجاوز نہ ہوگا اور ولادت حضور پر نور کے دن نہ صرف زمین کے موجودات بلکہ ملائکہ عرش و کرسی اور باشندگان عالم بالا سب کے سب مسرور اور شادمان تھے وجہ یہ تھی کہ حضور کی ولادت شریف کفر و ضلالت کی ماحی اور توحید حق کی حامی تھی جسکی بدولت عالم کا قیام ہے کیونکہ قیامت اسی وقت قائم ہوگی جب ایک شخص بھی دنیا میں خدا کا نام لینے والا نہ رہے گا اور قیامت قائم ہونے سے فرشتے بھی اکثر فنا ہو جاوینگے پس آپ کا ظہور چونکہ سبب تھا تمام عالم کے بقا کا اس لیے تمام عالم میں یہ خوشی ہوئی جب اس کا اثر دنیا سے متجاوز ہوگیا تو اس خوشی کو دنیوی خوشی نہیں کہہ سکتے جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دنیوی خوشی نہیں بلکہ مذہبی خوشی ہے تو اسمیں ضرور ہر طرح سے وحی کی احتیاج ہوگی یعنی اسکے وجود میں بھی اور اس کی کیفیت میں بھی۔ اب مجوزین ہم کو دکھلائیں کہ کس وحی سے یوم ولادت کے یوم العید بنانے کا حکم معلوم ہوتا ہے اور کیا صورت اسکی تبلائی گئی ہے اگر کوئی قل بفضل اللہ سے استدلال کرے تو میں کہونگا کہ صحابہ کرام جو کہ حضور کی صحبت اُٹھائے ہوئے تھے اور تمام عالم سے زیادہ کلام مجید کو سمجھتے تھے اُن کی سمجھ میں یہ مسئلہ کیوں نہیں آیا بالخصوص جب کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی انکے رگ و ریشہ میں سرایت کی ہوئی تھی علیٰ ہذا تابعین رحمہم اللہ جن میں بڑے بڑے مجتہد ہوئے ہیں انکی نظر یہاں تک کیوں نہیں پہونچی۔ ہاں جن امور کے متعلق حضور سے اجازت ہے اُسکو ضرور کرنا چاہیئے مثلاً آپ نے اپنی ولادت کے دن روزہ رکھا اور فرمایا ذالک الیوم الذی ولدت فیہ اس لیے ہم کو بھی اُس دن روزہ رکھنا مستحب ہوسکتا ہے دوسرے پیر کے دن نامۂ اعمال حق تعالےٰ کے روبرو پیش ہوتے ہیں پس یہ مجموعہ وجہ ہوگی اس حکم کی اور اگر منفرداً بھی مانا جاوے تب بھی صحیح ہے لیکن صرف اسی قدر کی اجازت ہوگی جتنا کہ ثابت ہے۔

بزرگوں کے عرس کا طریقہ محض لغو ہے مع دلیل اور اس کا بیان کہ موت بزرگوں کے لئے وصل محبوب ہے

اور جس طرح یوم ولادت کی خوشی کے اختراعات باطل ہیں اسی طرح کسی کی وفات کی تاریخ کے کہ وہ دن

بزرگوں کی خوشی کا دن ہے اختراعات بھی ہیں سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آج کل جو لوگوں نے بزرگوں کے عرس کا طریقہ اختراع کیا ہے یہ بھی محض لغو اور تجاوز عن الحد ہے اصل حقیقت اسکی یہ تھی کہ عُرس کے معنے لغت میں شادی کے ہیں اور حاصل شادی کا یہ ہے کہ محب کا محبوب سے وصل ہو پس چونکہ ان حضرات کی موت ان کے لیے وصل محبوب ہے اس لئے ان کے یوم وصال کو یوم العرس کہا جاتا ہے نیز ایک روایت میں بھی آیا ہے کہ جب کسی مقبول بندہ کی وفات ہوتی ہے اور فرشتے اسکی قبر میں آکر سوال کرتے ہیں تو سوال و جواب کے بعد کہتے ہیں نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ تو وہ دن ان حضرات کے لیے یوم العرس ہوا اسی کو ایک بزرگ خوب کہتے ہیں ؎

خوشا روزے و خورم روزگارے | کہ یارے برخورد از وصل یارے

وصل دنیوی اور اُخروی کا فرق

اور گو وصل ان حضرات کو دنیا میں بھی ہوتا ہے تاہم اس وصل میں اور اُس وصل میں فرق ہے کہ یہاں بہ حجاب ہے اور وہاں بلا حجاب جیسا مولانا نے فرمایا ہے ؎

گفت مکشوف و برہنہ گو کہ من | می نہ گنجم با صنم در پیرہن

اگرچہ خدا تعالیٰ جسم اور لوازم اور عوارض جسم سے پاک ہے لیکن یہ مثال کے لئے کہا جاتا ہے اور جیسا حضرت غوث پاک فرماتے ہیں ؎

بے حجابانہ درآ از در کاشانۂ ما | کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

یہ کیفیت تو وہاں کے وصال کی ہے اور دنیا میں بوجہ حجاب اور سیری نہ ہونے کے انکی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

دل آرام در بر دل آرام جو | لب از تشنگی خشک بر طرف جو
نگویم کہ بر آب قادر نیند | کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

اہل اللہ کو مرنیکی بڑی خوشی ہوتی ہے اور وہ اُسکی تمنائیں کرتے ہیں ؛

اور چونکہ مرکر اُن کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے اسلیے وہ اسکی تمنائیں کرتے ہیں اور شدت شوق میں یوں کہتے ہیں ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم — راحتِ جاں طلبم و ز پے جاناں بروم

اور ان حضرات کو چونکہ مرنے کی خوشی ہوتی ہے اسلئے انہیں نہایت اطمینان ہوتے ہیں چنانچہ ایک نقشبندی بزرگ کی حکایت ہے کہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ لے چلو تو ایک شخص یہ اشعار ساتھ ساتھ پڑھتا چلے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما — آفریں بر دست و بر بازوئے تو

کیوں صاحب کیا بے اطمینانی میں کسی کو ایسی فرمائشوں کی سوجھ سکتی ہے یہ غایت فرحت کا اثر تھا حضرت سلطان نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی حکایت مشہور ہے کہ جب آپکا انتقال ہو گیا اور جنازہ لے چلے ایک مرید نے شدت غم میں درد کے ساتھ یہ اشعار پڑھے ؎

سرو سیمینا بصحرا میروی — سخت بے مہری کہ بے ما میروی

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشا میروی

لکھا ہے کہ ہاتھ کفن کے اندر سے بلند ہو گیا۔ صاحبو ایک ایسا شخص جسکی یہ حالت ہو کہ ع پا بدست دگرے دست بدست دگرے۔ کیا اسکو وجد ہو سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی بیحد فرحت کا دن ہوتا ہے ایک دوسرے بزرگ انتقال کے وقت منتظرانہ و مشتاقانہ فرماتے ہیں ؎

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم — جسم بگذارم سراسر جاں شوم

اور یہ حالت کیوں نہو جبکہ وہ جانتے ہیں کہ اب پردہ ہائے ہیولانی جو کہ مانع دیدار تھے اٹھتے ہیں اور کوئی گھڑی ہے کہ محبوب حقیقی کا دیدار نصیب ہوگا صرف یہ نہیں کہ ان کو جنت کی یا حور کی ہوس ہوتی ہے حضرت ابن الفارض رح کا واقعہ لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو جنت منکشف ہوئی آپنے اس طرف سے منھ پھیر لیا اور کہا ؎

ان کان منزلتی فی الحب عندکم — ما قد رأیت فقد ضیعت ایامی

کہ جان تو آپکے لئے دے رہا ہوں جنت کو کیا کروں آخر جنت چھپ گئی اور فوراً تجلی ظاہر ہوئی اور جان بحق ہوئے انکی بالکل وہی حالت ہو گئی کہ ؎

گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد — تا نہ بینم رخ تو روح رمیدن ندہم

اکثر لوگ ان حالات کو سن کر تعجب کرینگے لیکن یہ تعجب صرف اس وجہ سے ہے کہ خود اس سے محروم ہیں مگر ایسے لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ ع تو مشو منکر کہ حق بس قادرست ؎

رجوع بجانب سرخی (بزرگوں کے عرس کا طریقہ محض لغو ہے مع دلیل)

غرض بزرگوں کے اور حدیث وغیرہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان بزرگوں کی وفات کا دن یوم العرس ہے لیکن لوگوں نے اسکے مفہوم و مصداق دونوں کو بالکل خراب کردیا ہے مصداق کی خرابیاں تو ظاہر ہیں کہ تمام شرک و بدعت اس عرس کا جزو ہوگئی باقی مفہوم کی خرابی یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنے لیکر شادی کی لوازم بھی وہاں جمع کردیے چنانچہ اکثر جگہ یہ رسم ہے کہ بزرگوں کی قبر پر مہندی چڑھاتے ہیں نوبت نقارہ رکھتے ہیں اسی طرح مزامیر وغیرہ سب لغو حرکتیں جمع کر رکھی ہیں غریب مردہ پر تو بس چلتا نہیں قبر کی گت بنائی جاتی ہے تو حقیقت میں وہ یوم العرس اس اعتبار سے ہے کہ جسکو ذکر کیا گیا کہ وہ ان بزرگوں کی خوشی کا دن ہے اور یہ کوئی دنیوی خوشی نہیں ہے تو اسمیں کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے ضرورت وحی کی ہوگی اور وحی ہی نہیں بلکہ اسکے خلاف پر وحی ہے چنانچہ ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتتخذوا قبری عیدًا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا عید میں تین چیزیں ضروری ہیں ایک اجتماع دوسرے تعین وقت تیسری فرحت تو ممانعت کا خلاصہ یہ ہوا کہ میری قبر پر کسی یوم معین میں سامان فرحت کے ساتھ اجتماع نہ کرنا ہاں اگر خود بخود کسی وقت میں کسی غرض سے اجتماع ہوجاوے تو اور بات ہے۔ دوسرے حضور کا یہاں سے تشریف لے جانا اگرچہ آپکے لیے باعث سرور ہے لیکن ہمارے لیے تو باعث حزن ہے اور حضور کی وفات سے جو ہمپر نعمت کامل فرمائی ہے جسکو میں نے نشر الطیب میں لکھا ہے وہ دوسرے اعتبار سے ہے پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ایسا اجتماع جائز نہیں تو دوسروں کی قبر پر ایسا اجتماع کیونکر جائز ہوگا اور عجیب برکت ہے کہ آج تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اجتماع کا کوئی خاص دن معین نہیں ہوا بحمد اللہ اس مسئلہ کی تحقیق کافی ہوگئی ؎

بُری نظر اور بُری نیت کا مرض آج کل عام ہو رہا ہے

۲۴۶

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتے ہیں اور جس شے کو سینے چھپاتے ہیں اُس کو بھی جانتے ہیں یہ ایک آیۃ ہے جسکے الفاظ تھوڑے ہیں اور معانی بہت ہیں اسمیں اللہ تعالیٰ نے ایک امر قبیح پر مطلع فرمایا ہے اور علاوہ اطلاع کو اسمیں زجر بھی ہے اس کو اس وقت اسلیئے اختیار کیا ہے کہ جس مرض کا اسمیں بیان ہے آج کل اُس میں بہت ابتلا ہے اور امراض میں سے وہی مرض متنبہ کرنے کے لیے لیا جاتا ہے جس میں ابتلا ہو۔

معصیت بھی مرض ہے

اور مرض سے یہاں مراد معصیت ہے گو لوگ اس کو مرض نہ سمجھیں کہ تعجب ہوگا کہ اس کو مرض کیوں کہا گیا لیکن بعد بیان حقیقت مرض کے اسکی وجہ سمجھ میں آجاویگی مرض کی حقیقت ہے اعتدال سے مزاج کا خارج ہوجانا اور معصیت میں بھی قلب کا مزاج اعتدال سے خارج ہوجاتا ہے

معصیت کا مرض جسمانی سے اشد ہونا اور اس کا بیان کہ موت تمام تکلیفوں سے چھڑا دیتی ہے

بلکہ یہ خروج عن الاعتدال جو قلب کے متعلق ہے بہت زیادہ مضر ہے اسلئے کہ بدنی مرض کا انجام بہت سے بہت یہ ہی کہ مرجاویگا اور مرنے سے بعض اوقات نفع ہوتا ہے کہ بہت سے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا ہی کیونکہ جسقدر آلام ہیں وہ اس بدن اور روح ہی کے تعلق کی وجہ سے ہیں دیکھیے مرض خدر یعنی سُن ہوجانے میں بدن کو اگر کاٹ ڈالیں تو کچھ بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور مفلوج کے فالج زدہ حصہ میں اگر سوئیاں بھی چبھوئیں تو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ روح کا تعلق بدن سے ویسا نہیں رہا باوجودیکہ اس حالت میں روح سے تعلق رہتا ہے گو وہ ضعیف سہی اور اس تعلق ہی کا اثر یہ ہی کہ وہ عضو گلتا سڑتا نہیں جیسے مردہ کا بدن گلجاتا ہے اور جب کہ بالکل ہی روح کی مفارقت ہوجاوے اور یہ تعلق ضعیف بھی نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ بطریق اولیٰ تکلیف نہوگی یعنی جو مفہوم تکلیف کا ہمارے نزدیک ہے اور جو معنے متبادر الم کے ہیں وہ نہوگی

روح کو مفارقت جسم کے بعد جسم کو صدمہ دینے سے کس قسم کی تکلیف ہوتی ہے

۳۴۷

ہاں دوسرے دلائل سے معلوم ہوا کہ روح کو بعد مفارقت جسم کچھ تاذی ہوتی ہے جیسا کہ بعض نصوص میں ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فعل سے روح کو کچھ الم ہوتا ہے مگر جس قسم کا الم روح کے تعلق مع الجسم کی حالت میں ہڈی توڑنے سے روح کو ہوتا ہے وہ الم نہیں ہوتا ہے اس کو ایک مثال کے ضمن میں سمجھنا چاہیئے کہ مثلاً زید کے بدن کو اگر مارا جاوے تو اس کو تکلیف ہوگی اور زید کی رضائی اُتار کر چولہے میں رکھدی جاوے تب بھی تکلیف ہوگی مگر دونوں تکلیفیں جدا جدا ہیں پس روح کے مفارق ہونے کے بعد روح کو ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے رضائی جلانے سے زید کو ہوئی اور اس تکلیف کی وجہ بھی وہی تعلق سابق ہے جو بدن کے ساتھ تھا اس کو تھوڑا سا تعلق اس کو مستحضر ہوتا ہے اس لیے یہ تکلیف ہوتی ہے۔

موت بڑے آرام کی چیز ہے اور اُس پر ایک عجیب حکایت

خلاصہ یہ ہے کہ جب روح مفارق ہوجاتی ہے تو کوئی الم نہیں رہتا اسوقت ایک لطیفہ یاد آیا ایک طبیب کی تعریف کی گئی کہ یہ بڑے اچھے حکیم ہیں انکے علاج سے مرض ہی نہیں رہتا یعنی مریض ہی نہیں رہتا جو مرض رہے کیونکہ مرض نہ رہنے کی دو صورتیں ہیں یا تو مریض رہے اور تندرست ہوجاوے یا یہ کہ مریض ہی چلدے جیسے کسی افیونی کی ناک پر مکھی آکر بیٹھی اس نے اُڑا دیا وہ پھر آبیٹھی جب کئی بار اُڑانے سے نہ گئی تو آپ نے چھری لیکر ناک کاٹ ڈالی اور کہا وہ اڈا ہی نہیں رہا جس پر اب بیٹھے گی خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے نہ زکام رہتا ہے نہ کھانسی نہ بخار نہ فکر نہ رنج سب بلائیں اور آلام دور ہوجاتے ہیں بالکل سکون ہوجاتا ہے سکون کے لفظ پر ایک شرعی لطیفہ یاد آیا اور وہ حکیمانہ لطیفہ ہے اور وہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور انکی بی بی ام سلیم رض کا قصہ ہے ان دونوں میاں بی بی کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے ایک مرتبہ ان کا ایک بچہ بیمار ہوگیا حضرت ابو طلحہ رض ہمیشہ آکر بی بی سے اسکا حال پوچھتے ایک روز وہ بچہ انتقال کر گیا حضرت ابو طلحہ رض اُسوقت باہر تھے بی بی نے یہ خیال کیا کہ اگر میں اب اطلاع کرونگی تو شب کا وقت ہے نہ کھانا کھائیں گے اور نہ ان کو نیند آویگی جو لامحالہ ایذا پہنچیں ہونگے اس لیے مناسب ہے کہ اسوقت اطلاع ہی نہ کیجاوے حقیقت میں

دین عجیب چیز ہے تمام عمر کی اصلاح کردیتا ہے حضرت ابو طلحہ رضؓ جب باہر سے تشریف لائے تو حسب
عادت دریافت فرمایا کہ بچہ کیسا ہے اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر سچ بولیں تو وہ مصلحت
فوت ہوتی ہے اور جھوٹ میں شرعاً گناہ حقیقت میں بڑی کشمکش کا وقت تھا لیکن دین فہم کو
تیز کردیتا ہے چنانچہ من جانب اللہ ایک جواب اُن کو القا ہوا فرمایا کہ اب تو اُس کو سکون ہے آرام ہے
اسلئے کہ موت سے بڑھکر کوئی سکون اور آرام نہیں ہے اسلئے کہ آرام وراحت کی دو صورتیں
ہیں دفع مضرت یا جلب منفعت دونوں حالتوں میں عرفاً آرام سے ہونا کہا جاتا ہے موت میں
دونوں چیزیں موجود ہیں دفع مضرت بھی ہے وہ تو ظاہر اور جلب منفعت یہ ہے کہ موت سبب وصول
الی المحبوب الحقیقی ہوتا ہے یہ خاص مسلمانوں کے لیئے ہے۔ ایک لطیفہ یاد آیا حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال
ہوگیا تو جیسا کہ ایک اعرابی نے مجکو تسلی دی ایسی کسی نے نہیں دی سچ یہ ہے کہ دیندار خواہ
گاؤں کا ہو یا شہر کا اُس کا فہم چونکہ دین کی وجہ سے درست ہوجاتا ہے اسلیئے وہ حقائق امور کو
خوب سمجھتا ہے وہ مضمون تسلی کا یہ ہے

اصبر نکن بک صابرین فانما   صبر الرعیۃ بعد صبر الراس
خیر من العباس اجرک بعدہ   واللہ خیر منک للعباس

مطلب یہ ہے کہ آپ صبر کیجیے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کرینگے کیونکہ چھوٹوں کا صبر بڑوں کے صبر
کے بعد ہوتا ہے اور اس واقعہ میں تمھارا کچھ نقصان ہوا بلکہ نفع ہی ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ تم کو
ثواب ملا اور وہ ثواب تمہارے لیئے حضرت عباس رضؓ سے بہتر ہے اور حضرت عباس رضؓ کا بھی کچھ
نقصان نہیں ہوا اسلئے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ملگئے اور اللہ تعالیٰ عباس رضؓ کے لئے تم سے بہتر ہی
یعنی تمہاری پاس رہنے سے اللہ کے پاس رہنا بہتر ہے یہ عجیب مضمون ہے حقیقت میں موت
ایسے ہی آرام کی چیز ہے حدیث میں آیا ہے کہ موت مومن کا تحفہ ہے اور انسان کی حالت یہ ہے
کہ اس سے بھاگتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اُس عالم کو دیکھا نہیں موت ایک ریل ہے گاڑی
کی طرح ہے جیسے گاڑی ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچا دیتی ہے اسی طرح موت اس
عالم سے دار آخرت میں پہونچا دیتی ہے جب گاڑی میں آدمی بیٹھا ہوتا ہے تو اُس کو کچھ خبر

نہیں ہوتی کہ میرے لیئے وہاں کیا کیا طیار ہو رہا ہے جب ریل سے اسٹیشن پر اُتری دیکھا تو وہاں
طرح طرح کے سامان ہیں ایک مخلوق استقبال کے لیئے کھڑی ہے اقسام اقسام کی نعمتیں کھانے پینے
کی موجود ہیں تو اُسوقت جانتا ہے کہ اللہ اکبر یہاں تو ہمارے لیئے بڑا سامان ہے اور جہانسے آیا تھا
وہ سب اُس کی نظر میں ہیچ معلوم ہوتا ہے بلکہ اُسکا خیال تک بھی نہیں آتا اسی طرح اس دنیا کا
حال ہے کہ اس وقت یہاں کچھ خبر نہیں لیکن جب یہاں سے رحلت ہوگی تو انشاء اللہ تعالی وہاں
دیکھ لینگے کہ یہاں ہمارے لیئے کیا نعمتیں ہیں اور بزرگوں نے بصر سے یا بصیرت سے دیکھا ہے اسلئے
اُنکی نظر میں دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہے دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ماں کے رحم کو
اس دنیا کے ساتھ ہے جیسے بچہ اپنی رضامندی سے دنیا میں نہیں آتا اسی طرح آدمی وہاں جانا نہیں
چاہتا اور جیسے بچہ ماں کے رحم ہی کو سمجھتا ہے کہ تمام جہان یہی ہے اور آگے اس کی نظر ہی نہیں جاتی
اور جب ماں کے رحم سے نکلتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے اسی طرح ہم لوگ جب یہاں سے جاوینگے
تو اس دنیا کی حقیقت معلوم ہوگی بہرحال موت ہر طرح سکون اور آرام کی شے ہے اسی واسطے
حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب اُسکو سکون ہے اسکے بعد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے
کھانا کھایا اور پھر ان کو بی بی کے پاس جانے کی رغبت ہوئی اور بی بی کا حال یہ کہ ظاہر میں تو
جو کچھ میاں کہتے تھے اُن کی رضامندی کے واسطے سب کچھ کر رہی تھیں مگر اندر جو کچھ تھا وہ
حق تعالی کو معلوم تھا غرض میاں تو فارغ ہو کر سو رہے اور بی بی کو کیا نیند آئی ہوگی صبح کو وقت
جب حضرت ابو طلحہ رض نماز پڑھکر تشریف لائے تو بی بی نے پوچھا کہ بھلا ایک بات تو بتلاؤ اگر کوئی
شخص کسی کے پاس کوئی امانت رکھدے تو جب وہ اپنی امانت مانگے تو ہنسی خوشی دینا چاہیئے
یا ناک منھ چڑھانا چاہیئے اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں ہنسی خوشی دینا چاہیئے کہا تو اللہ تعالی نے
اپنی امانت لے لی۔ اب تم صبر کرو۔ میاں ناراض بھی ہوئے کہ رات تم نے خبر نہ کی فرمایا کہ کیا
نفع تھا تم پریشان ہوتے مجھے اسپر یہ قصہ یاد آیا تھا کہ اُنہوں نے موت کا نام سکون رکھا

رجوع بجانب سرخی۔ (معصیت کا مرض جسمانی سے اشد ہونا الخ)

حاصل یہ ہے کہ امراض بدنیہ کا انتہائی انجام موت ہے اور موت چونکہ قاطع تمام مصائب کی ہے. بس یہ

(باقی آئندہ)

میں ایک بڑے دروازہ کی طرف احقر اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ بے تکلفی سے کچھ باتیں کرتا آرہا ہے دروازہ کے قریب پہونچا تو دیکھا استاذی مولوی سید اصغر حسین صاحب دام ظلہ دیوبندی اُس جانب سے آرہے ہیں یکبیک اُن کے قریب پہونچ گیا مولوی صاحب نے بڑی خوشی سے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تمہاری ملاقات کا بہت دنوں سے شوق تھا اُنکے مصافحہ سے طبیعت میں ایک خاص اثر معلوم ہوا پھر وہ جسطرف جاتے تھے چلے گئے اور بندہ بھی دروازہ سے نکلکر اپنے مکان پہونچ گیا ذرا دیر کے بعد احقر کے محلہ کی ایک عورت جس کا نام .. .. تھا اور طاعون میں انتقال کر گئی تھی ایک بڑے کٹورہ میں دو تین تولہ کے قریب راب کی طرح کوئی میٹھی چیز لائی اور اُسکے دینے کے قبل دریافت کیا کہ نظام الدین اولیا رحمۃ سے تم سے کیسے ملاقات ہوگئی گویا اُسکا مطلب یہ تھا کہ دروازے کے پاس سید اصغر حسین صاحب جو ملے تھے وہ نظام الدین اولیا تھے میں نے واقعہ بیان کیا اُسکے بعد وہ راب مع کٹورہ کے دینے لگی مجھے دو تعجب ہوئے ایک یہ کہ اُس عورت سے ایسی بے تکلفی نہ تھی کہ کھانے پینے کی چیز لاتی دوسرے یہ کہ اتنے بڑے کٹورہ میں اتنی تھوڑی چیز لائی میں نے کہا کہ میں تو نہیں لیتا کہا کہ لیلو صرف اس خیال سے کہ تم نے مٹھیا (ایک قسم کا گوشت ہے جو ہماری طرف کوفتہ کی طرح بہت مصالحہ ڈال کر پکتا ہے اور بہت تیز ہوتا ہے) کھائی ہے اس لئے مُنہ میٹھا کرنے کے لئے لائی ہوں خیر میں نے لیکر کھالیا تو بہت ہی مزہ دار چیز تھی گویا راب نہ تھی پھر آنکھ کھل گئی اس خواب دیکھنے سے اتنک طبیعت ایک عجب طرح متاثر ہے غور کیا کچھ سمجھ میں نہیں آیا اگر واقعی خواب ہے تو اس طرح کیا دیکھا۔

جواب۔ وہ مٹھیا نسبت عشقیہ ہے جو سلسلہ چشتیہ کا ایک خاص اثر ہے اُس سے جو شورش ہوتی ہے اُسکی تعدیل کے لئے نسبت سکون کی ضرورت ہے جس میں حلاوت ہوتی ہے۔ راب سے یہ مُراد ہے شورش مبتدی پر غالب ہوتی ہے اور سکون منتہی پر انتہا ربعد الابتدا کی آمیں بشارت بھی ہے پھر اس انتہار میں بھی درجات غیر متناہیہ ہیں اُسکا پہلا درجہ بھی انتہا ہی ہے جو دوسرے درجات کو مستلزم نہیں جس طرح ریاست کا اختتام ایک

۳۷

انتہا ہے پس عجب کی جگہہ شکر کرنا چاہیئے

سوال - حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسا تصور خواص کے لیئے انفع ہے گذارش ہی کہ میں اگرچہ خواص میں نہیں مگر اس بارہ خاص میں بوجہ درستی عقیدہ اور بلاحظہ نفع ایک حد خاص تک اپنے کو خاص سمجھکر مجاز خیال کرتا ہوں اور غالبًا یہی منشا جناب والا کا ہوگا اطلاعًا عرض ہی

جواب - بالکل درست ہے۔

حال - میں نے جب سے کلمہ طیبہ کا ذکر شروع کیا ہی فی الجملہ بہ نسبت سابق قلب میں نرمی محسوس ہوتی ہے جس کی تیزیوں ہوئی کہ ضعفا خصوصًا بے زبان جانوروں پر زیادہ رحم آتا ہے اور اُنکی تکلیف دیکھکر پہلے سے زیادہ دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

تحقیق - یہ آثار محمودہ سے ہے اگرچہ کمالات سے نہیں۔

سوال - ایک خدشہ دلمیں پیدا ہوگیا ہے وہ یہہ کہ خدام والا کی طرف رجوع کرنے کے بعد کبھی کبھی دلمیں یہ خطرہ آتا رہا کہ میرا یہ رجوع کہیں بزرگان طریق کے خلاف مرضی ہو لیکن میں دلکو یہہ سمجھاتا تھا کہ میرے مرشد تو خود ہی فرماتے تھے کہ جہاں اچھی چیز ملجادی لے لو اسکے علاوہ مجھے مرشد سے سوء عقیدت تو ہے نہیں البتہ اُنکی وفات سے مجبوری ہوگئی ہے دوسرے میں نے جس طرف رجوع کیا ہی وہ ہر اعتبار سے بمنزلہ مرشد سابق کے ہیں سلسلہ خاندان کے اعتبار سے بھی عقاید کے لحاظ سے بھی اور پھر اگر کوئی قباحت ہوتی تو آپ ضرور ہی مجکو منع فرماتے۔ مگر بعض اکابر کے ملفوظات دیکھنے سے پایا گیا کہ باوجود اسکے بھی ناخوشی کا سبب ہوا جیسا کہ میرزا مظہر جان جاناںؒ کے ملفوظات میں مندرج ہے۔

جواب - وہ کیا ہے اُس عبارت کے ساتھ یہ خط بھی آنا چاہیئے۔

سوال - اگرچہ بڑوں کے معاملات سے ہم جیسے کم ظرفوں کو کیا نسبت تاہم خلجان پیدا ہوگیا ہے رفع خلجان کے لیئے ملازمان عالی کی جناب میں عرض کرتا ہوں آپ کچھ ارشاد فرماویں گے تو اُس سے میری تسکین ہو جاویگی۔

جواب - اُس عبارت کا انتظار ہی۔

(ان دونوں جوابوں کے بعد دونوں تنقیح کا یہ جواب آیا) ؎

۳۸

بندہ بقصور اگندہ نہایت ضعیف الحافظہ ہے نہ مجھے اُن ملفوظات کے نام یاد رہے نہ
کہیں میں نے اُن کا پتہ لکھا سخت حیرانی ہوئی کہ جواب کیا عرض کروں ملفوظات حضرت میرزا
صاحب جو اسوقت موجود تھا اپنے گمان پر دیکھنا شروع کیا مگر جہاں ظن غالب تھا دیکھا
کچھ پتہ نہ چلا نہایت ندامت ہوئی کہ بے سوچے سمجھے کیوں میں نے لکھدیا اب کیا جواب
دونگا۔ اسی یاس کی حالت میں ورق گردانی کر رہا تھا کہ فصل در بیان استفادہ حضرت
ایشاں از حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں صفحہ ۲۸ کی آخری دو سطروں پر نظر پڑی
یہ کتاب مصنفہ حضرت شاہ غلام علی صاحب در بیان حالات و مقامات حضرت میرزا صاحب
مطبوعہ مطبع احمدی در سنہ ۱۲۶۹ ہجری ہے جسکا اور کچھ نام نہیں چونکہ آخر ورق کتاب کا نہیں ہے
یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ کہاں کا چھپا ہے بہر حال اُسکی عبارت بلفظہ نقل کرتا ہوں ہونڈا
چوں ایشاں از ضعف پیری بحال طالبان نتوانستند پرداخت فقیر بخدمت شیخ الشیوخ
حضرت محمد عابد قدس سرہ رجوع نمودہ بخدمت ایشاں نیز حاضر میشد شیخ صبغۃ اللہ خلیفہ
ایشاں ایں خبر بسمع ایشاں رسانیدہ ملالتے بخاطر عاطر راہ یافت فرمودند شما در ینجا چہ قصور در
فیوض و برکات و تاثیر دیدید کہ جای دیگر رجوع نمودید معروض داشتم کہ فقیر سوای ذات خدا و
نسبت علیا مقصودی ندارد و حصول آں موقوف بر توجہات علیہ ست و ہمیں معنی بسبب ضعف
و ناتوانی جسمانی آنحضرت نمیتوانند شد بخدمت یکے از برادران آں حضرت رجوع آوردہ ام و
اخلاص و بندگی راسخ دارم اما ازیں معروض رفع ملالت نشد بعد واقعہ ایشاں کہ بر مزار شریف
حاضر میشدم ایشاں را ناخوش می یافتم و روی مبارک از من میگردانیدند۔

جواب۔ یہ رجوع شیخ کی زندگی میں ہوا تھا اسپر رجوع متکلم فیہ کو کیسے قیاس کر سکتے
ہیں۔ بعد وفات اسی رجوع فی الحیوۃ کا اثر دیکھا۔

سوال۔ بعد سالہا شیخ صبغۃ اللہ بشارتے داد کہ ایشاں در واقعہ مرا فرمودند ما از میرزا
صاحب راضی ہستیم آنچہ ایشاں اختیار کردہ اند رضی الٰہی ست فقیر سجدات شکر بجا آوردہ کہ رضا
اہل حق از اجلہ نعمای خداوندیست سبحانہ گفت فقیر راقم یکے از اصحاب حضرت مجدد بیر بعد واقعہ
ایشاں بخدمت حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہما رجوع آورد روح ایشاں را ناخوش یافت

۳۹

بلکہ شمشیری بروے کشیدند وے پناہ بحضرت شیخ آورد ایشاں گفتند اینقدر ناخوشی چرا ست برائے خدا یکے از خاندان شما رجوع آوردہ ست معذور باید داشت۔

جواب۔ اول تو خواب حجت نہیں پھر ممکن ہے کہ یہ رجوع بلا حاجت ہو فلا یقاس علیہ الرجوع للحاجۃ

سوال۔ شخصے از اولاد شیخ جلال پانی پتی طریقہ از فقیر گرفتہ بود در خواب دید کہ ایشاں ہمسفر مابند تو نقشبندی چرا شدی طریقہ ما را گذاشتی انتہے

جواب۔ خواب کے حجت نہونے کے علاوہ جو کہ جواب مشترک ہے ممکن ہے کہ اس شخص نے طریق سابق کی تحقیر کی ہو **التماس** یہ جواب محض طالبعلمانہ حیثیت سے خلاف مقتضائے طریق لکھدیا ہے تاکہ آپکو استدلال کی حقیقت معلوم ہوجاوے اب جواب لکھ چکنے کے بعد طریق کا حق ادا کرتا ہوں وہ یہ کہ جب شبہ میرے ہی متعلق ہے میرے جواب لکھنے کے معنی گویا اپنی طرف دعوت کرنا اور متردد ین کو گھیرنا ہے اور یہ خلاف طریق ہے لہذا یا تو دوسرے سے تحقیق کرتے اور اگر مجھسے تحقیق فرمایا ہے تو اب رجوع دوسروں سے کیجیے۔

۴۰

اسکے بعد خط آیا۔ یہ پچھلی شب قبولیت کا وقت ہے یا اللہ میری فریاد تھانہ پہونچادے میری تر آنکھیں اور گرم دل تھانہ والے کو دکھادے حضور والا نے تو حق طریق ادا فرمادیا اور یہاں نخل تمنا کی جڑ ہی کٹ گئی میں تو آداب طریق سے ناواقف تھا لاعلمی میں نیک نیتی سے بایں اعتقاد کہ رطب ویابس جو کچھ جسپر مجھے عمل کرنا ہے آپ ہی سے پوچھنا چاہیئے دوسروں سے مجھے کچھ واسطہ رکھنا اچھا نہیں پوچھ بیٹھا اور نہ سمجھا کہ مضر ہوگا اب معلوم ہوا کہ خطا ہوئی تو ندامت سے دلپر چوٹ لگی اپنے کردار سے توبہ اور زاری کرتا ہوں للہ قصور معاف فرمایئے میں نیا شخص نہیں ہوں جو گھبرا جاؤں رجوع سے قبل بھی آپکا تھا اب بھی ہوں اور پھر بھی رہونگا جوتیاں کھانے کو سر حاضر ہے مگر در چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا آپ مجھے رد کردینگے تو آپ کو کیا فائدہ ملے گا۔ میرا تو بگاڑ ہوجایگا مانا کہ میری غلامی سے بھی آپ کو کیا نفع مگر میرا تو بھلا ہے۔ ع

خواجہ چو تو مرا نبود کسے — بندگاں از من ترا بہتر بسے

(باقی آئندہ)

یہ الاشتراک کی وحدت ہے یہ تینوں امر گویا امر واحد ہیں اس لیے ان تینوں کے متعلق مضامین
مخلوط طور پر بیان ہونگے جیسا تینوں کے عنوان کو جمع کردیا گیا (یعنی ترتیب کا قصد نہ ہوگا) پس
ان کے متعلق ایک کوتاہی جو بوجہ علمی غلطی ہونے کے سب سے اشد ہے یہ ہے کہ ان میں حق
العباد ہونے کا احتمال ہی کسی کو نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ اور اسی وجہ سے ان کو بالکل
خفیف و سرسری سمجھا جاتا ہے سو یہ بڑی سخت غلطی ہے اور سخت ہونا اسکا اس لئے ہے کہ
یہ اعتقادی غلطی ہے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صریح ہے الا ان دماءکم
واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شہرکم ھذا جس سے
صاف ثابت ہوتا ہے کہ حقوق العبد کی تین قسمیں ہیں کسی کی جان یا بدن کو ضرر پہونچانا۔
کسی کے مال کو ضرر پہونچانا۔ کسی کی آبرو کو ضرر پہونچانا یعنی بدون کسی استحقاق کے اسوقت
اکثروں نے تو حق العبد کو صرف قسم دوم ہی میں منحصر سمجھ رکھا ہے اور اگر کسی کی نظر
بڑھی ہے تو قسم اول کو بھی اسی میں داخل کرلیتے ہیں باقی قسم ثالث تک تو اکثر خواص کا
بھی ذہن نہیں جاتا ایک کوتاہی تعزیر کے متعلق یہ ہے کہ جفا کاروں کے نزدیک اسکی
کوئی حد ہی نہیں۔ جب تک اپنے غصہ کو سکون نہ ہوجائے سزا دیتے ہی چلے جاتے ہیں
اور اس میں اہل حکومت عموماً مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ خواہ دنیوی حکومت ہو جیسے اہل عدالت
اہل پولیس یا شوہر یا باپ خواہ دینی حکومت ہو جیسے استاد کہ یہ ہزار گونہ ان سب سے
اس باب میں بڑھے ہوئے ہیں۔ عدالت اور پولیس والوں کو تو یہ بھی فکر ہے کہ کبھی مظلوم
حاکم بالا سے استغاثہ نہ کربیٹھے۔ شوہر کو محبت ہوتی ہے باپ کو شفقت بھی ہوتی ہے
اسباب ظلم کے معطل ہوجاتے ہیں اور ان حضرت کو نہ کوئی اندیشہ اور نہ محبت وشفقت۔
کچھ اندیشہ ہوسکتا تھا تو والدین سے ہوتا مگر والدین خواہ حسن اعتقاد سے خواہ اپنی مطلب
ری کی خوشامد میں کان تک نہیں ہلاتے اور بعضے لپٹے اعتقاد میں شاگرد کے گوشت
پوست کا استاد کو مالک سمجھتے ہیں تو ان سے کب احتمال ہے کہ ان حضرت کو ظلم سے روکینگے
لئے یہ سب سے بڑھ کر آزاد ہیں بہرحال باوجود کچھ کچھ تفاوت کے آزادی امر سب میں مشترک
ان کے یہاں تعزیر کی کوئی حد نہیں حالانکہ ضرب فاحش سے فقہاء نے مصرحاً منع

۱۱۶

فرمایا ہے اور جس ضرب سے جلد پر نشان پڑ جاوے اُس کو بھی ضرب فاحش میں داخل کیا ہے اور جس
سے ہڈی ٹوٹ جاوے یا کھال پھٹ جاوے وہ تو بدرجۂ اولے (رد المحتار عن التاتارخانیہ
ج ۳ صفحہ ۲۹۳) بلکہ ضرب فاحش سے تو داستاد کو تعزیر دیجاویگی (درمختار) اسیطرح یہ سخت
کوتاہی ہے کہ ایسی سزاؤں کے لئے ثبوت شرعی کی ضرورت نہیں سمجھتے بے سند خبروں
پر بلکہ بعض دفعہ محض قرائن پر سزا دینے کو مباح سمجھتے ہیں قرآن مجید میں نص ہے انما السبیل
علے الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق اور حق بدون دلیل کے ہوتا نہیں تو
بدون دلیل شرعی کے کسی کو ایذا دینا ناحق کا ظلم ہے جس پر وعید ہے اسلم طریق ایسے لوگوں کے
جن کو سزائیں دینا پڑتی ہیں یہ ہے کہ جو صورتیں اکثر پیش آتی ہیں اُن کو علماء محققین کے
روبرو پیش کرکے اُنکے احکام شرعیہ دریافت کریں کہ کونسا طریق ثبوت کا معتبر ہے اور
کونسا غیر معتبر ہے اور کس صورت میں کتنی سزا جائز ہے کتنی سزا ناجائز ہے اور اس مقام پر
کسی کتاب بینی کرنے والے کو دھوکہ نہو کہ فقہاء نے مشتبہ آدمی کو تعزیر دینا جائز لکھا ہے
۱۱۷ اگرچہ ثبوت باقاعدہ نہو کما فی الدر المختار للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ
بات یہ ہے کہ یہ حکم صحیح ہے مگر خود مشتبہ ہونا بھی محتاج ثبوت ہے یہ نہیں کہ سزا دینے والا جس کو
چاہے مشتبہ سمجھ لیا کرے چنانچہ قول مذکور وان لم یثبت کے تحت میں ردالمحتار کا قول
ہے ای ما اتھم بہ اما نفس التھمۃ ای کونہ من اھلھا فلابد من ثبوتہا کما علمت
اور طریقہ اسکے ثبوت کا یہ ہے کہ دو مستور الحال یا ایک عادل کسی جنایت کی شہادت دے
اُسنے اسقدر جنایتیں کی ہوں کہ اس کا مفسد ہونا مشہور ہو گیا ہو تو ایسے شخص کو حاکم
محبوس کر سکتا ہے پس یہ حقیقت ہے تعزیر متہم کی اور فاسق کی شہادت سے اسی طرح
ایک مستور کی شہادت سے مشتبہ بھی نہیں ہوتا یہ سب ردالمحتار میں ہے تحت قول مذکور
للقاضی تعزیر المتہم اور پھر یہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ محض حقوق اللہ میں (درمختار) ایک
کوتاہی اور یہ بعضی برادریوں میں بھی شائع ہے یہ ہے کہ خطاؤں پر جرمانہ کرتے ہیں اور
اس سے وصول کر کے جمع کرتے ہیں پھر بعضے تو کسی کسی موقع پر کھانا پکا کر تمام برادری
جمع ہو کر کھا لیتی ہے اور بعضے اپنے زعم میں اسکو ثواب کے کاموں میں صرف کرتے

ہیں جیسے مدرسہ یا مسجد یا انجمن۔ سو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ تعزیر بالمال ہے جو کہ ہمارے مذہب
میں درست نہیں اور بعض روایات میں جو وارد ہی وہ منسوخ ہے اور بعض جو اسکے قائل
ہوئے ہیں اُس کا مطلب یہ ہی کہ چندے روز تک اس مال کو اپنے پاس رکھے جب وہ شخص
توبہ کرلے وہ مال اُسکو لوٹا دیا جاوے نہ خود رکھے نہ بیت المال میں داخل کرے کذا فی الدر المختار
ورد المحتار ج ۳ ص ۲۷۵ اور مجوزین کے نزدیک بھی جو اسکے شرائط ہیں ان فاعلین کو نہ اُنکی
خبر نہ اُنکی رعایت تو اختلافی جواز بھی متحقق نہیں۔ اور جب یہ جائز نہیں تو وہ رقم حلال نہیں
تو اُس کا کھانا بھی ناجائز اور نیک کاموں میں صرف کرنا اور بھی زیادہ ناجائز۔ حدیث
میں ہے ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب اور ابھی رد المحتار سے بیت المال میں داخل کرنے کا
عدم جواز مذکور ہو چکا ہے اور یہی حکم ہے ان رقوم کا جو دباؤ ڈال کر یا شرما کر چندہ کے نام سے
جمع کی جاتی ہیں یا شادیوں میں دولہا والوں سے اپنے کمینوں کے یا مسجد وغیرہ کے
لئے لیتے ہیں کیونکہ بلا طیب خاطر دینا ان سب میں امر مشترک ہے اور اس سے اس کا
حکم بھی معلوم ہو گیا جو بعض جگہ کوئی کمیٹی یا جماعت باہمی معاہدہ سے اسپر متفق ہو جاتی ہے
کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس پر اسقدر جرمانہ سو یہ بھی جائز نہیں اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ
یہاں تو طیب خاطر سے معاہدہ ہوتا ہے بات یہ ہے کہ معاہدہ کے وقت طیب خاطر ہونے
سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ رقم کے مطالبہ کے وقت بھی طیب خاطر ہو اور جہاں معاہدہ بھی
نہ ہو بلکہ دو چار ذی اثر شخصوں نے متفق ہو کر اس جرمانہ کو اپنے تابعین پر عام کر دیا ہے تو بدرجۂ
اولے ناجائز ہوگا اور بعض احادیث میں جو بعض معاصی کا کفارہ تصدق بہ دینار یا نصف
دینار یا مطلق تصدق وارد ہوا ہے اور بعض مشائخ ان ہی احادیث سے اسی طریقہ پر
مریدین کی تربیت بھی فرماتے ہیں تو ان احادیث یا اس طریق تربیت کا محمل یہ ہے کہ صاحب
معصیت خود اپنے نفس کا اس سے علاج کرے نہ یہ کہ کوئی دوسرا جبراً اس سے وصول
کرے یہ امر اول کے متعلق ضروری بیان تھا اور امر ثانی کے متعلق ایک کوتاہی جو بہت ہی
عام ہے حتی کہ علماء و مشائخ ثقات تک بھی باستثناء من شاء اللہ اس سے محفوظ نہیں
یہ ہے کہ جسکی نسبت جو کچھ بھی سُنا یا اکثر اوقات سُنے ہوئے بھی نہیں ہوتے محض قرائن

۱۱۸

ہی پر (پھر قرائن بھی کیسے جو ضعیف الدلالۃ بھی نہیں محض غیر دال) اعتماد کرکے زبان سے ہانک دیا خود ہی تفسیر و حدیث میں اسکے متعلق احکام پڑھادیں وعظ میں دوسروں کو سُنادیں مگر جب عمل کا موقع ہوا ایسے بھولجائیں گویا اسکے متعلق کبھی حکم شرعی ان کے کان میں پڑا ہی نہیں بس بلفظ دیگر گویا قرآن و حدیث صرف درس و وعظ کے لئے ہی عمل کے لئے ہے ہی نہیں یا اگر عمل کے لئے بھی ہو تو صرف عوام کے لئے اور خواص اُس سے بری ہیں یہ تو بعینہٖ علماء یہود کا طرز ہو اللہم احفظنا بہرحال کوئی خاصی ہو یا عامی احکام تو سب ہی کے لئے عام ہیں حدیث کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع اور حدیث ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ان ابواب میں نصوص صریحہ صحیحہ ہیں نیز ان احادیث کا مدلول شب و روز مشاہدہ میں بھی آتا ہے کہ سُنی ہوئی حکایات اور اس سے بڑھکر قرائن پر بنا رکی ہوئی روایات اس کثرت سے غلط نکلتی ہیں کہ گویا قریب قریب سب ہی غلط ہوتی ہیں اور اگر اتفاقاً شاذ و نادر کوئی صحیح بھی ہوتی ہو تو اسمیں جھوٹ کی آمیزش اس نسبت سے ہوتی ہے جو پر اور کوّے میں نسبت ہے یعنی پر کی برابر سچ ہوتا ہے اور کوّے کی برابر جھوٹ پھر اس بے بنیاد اور لغو و مہمل روایات پر کسی سے عداوت کسی پر بدگمانی کسی کی نسبت بدزبانی بے تکلف جائز رکھی جاتی ہے اور عجیب بات ہو کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسکی نسبت کوئی نہ کوئی شخص ایسی ہی بیہودہ بنیاد پر کچھ نہ کچھ کہتا ہو اور خود اس شخص کو اس مقولہ کا باطل ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور اس مقولہ سے ناگواری بھی محسوس کرتا ہے اور اس وقت خود بھی انہی قاعدہ شرعیہ سے تمسک کرتا ہو اور اس قائل کو اس قاعدہ کی مخالفت پر جاہل سمجھتا ہے مگر جب خود کسی کی نسبت کچھ کہنے بیٹھتا ہو اُسوقت یہ سب اصول صحیحہ کالعدم ہوجاتے ہیں تو گویا معنے اسکے یہ ہوئے کہ اور لوگ تو ہمارے معاملہ میں ان اصول کے مقید رہیں مگر ہم دوسروں کے معاملہ میں ان اصول سے آزاد رہیں سبحان اللہ کیا انصاف ہے موٹی بات ہے کہ یہ اصول قابل تمسک ہیں یا نہیں اگر ہیں تو تم بھی عمل کرو اور اگر نہیں تو دوسروں سے بھی عمل کے منتظر و متوقع مت رہو یہ زبردستی کا فرق کیسا کہ تم دوسروں کے لئے تو عمل نہ کرو اور دوسرے تمہارے لئے عمل کریں اس فرق کا منشا اگر جہل و تعسف و کبر

۱۱۹

ضمیمۂ ثالثہ تتمۂ سابعہ تنبیہات وصیّت بابت نصف اخیر سنہ ۱۳۳۸ھ

مضمون اوّل - علاوہ اُن اکاون حضرات مذکورین تتمات وضمیمۂ سابقہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت وتلقین کی اجازت دی گئی (۵۲) مولوی امیر حمزہ ڈاکخانہ ادیناتھ میسکہالی ساکن کلارمار سرا ضلع چاٹگام (۵۳) مولوی نور محمد ضلع نواکھالی ڈاکخانہ نندوبھونیار ہاٹ موضع چرکھی (۵۴) حاجی شمشاد کلانور ضلع رہتک محلہ علی خاں للعوام (۵۵) محمد عبداللہ خاں سب انسپکٹر پنشنر بھوپال بیرون امامی دروازہ للعوام (۵۶) حاجی مصطفٰے خاں مونڈھا کھیڑے والے خورجہ ضلع بلند شہر للعوام -

مضمون ثانی - بعض رسائل ومواعظ جدیدۃ التالیف بترتیب سلسلہ سابقہ (۴۴۱) اصلاح الیتامیٰ (۴۴۲) الولایۃ (۴۴۳) الاستعداد للقاریہ دونوں اخیر مولوی انوار الحق کے پاس ہیں (۴۴۴) تکمیل الاعمال بتبدیل الاحوال (۴۴۵) شرائط الطاعۃ (۴۴۶) ملۃ ابراہیم (۴۴۷) ومضان فی رمضان (۴۴۸) آثار المربع (۴۴۹) السکن (۴۵۰) تجدد امثال بتعدد الاعمال (۴۵۱) جمال یوسف یہ آٹھوں خواجہ صاحب کے پاس ہیں اور انمیں سے چار اخیر قریب بتکمیل ہیں اور اول سے یہانتک سب مواعظ ہیں (۴۵۲) مزید المجیدیہ ملفوظ ہے اور مولوی عبدالمجید بچھرایونی کے پاس ہی (۴۵۳) خصوص الکلم فی شرح فصوص الحکم یہ فص آدمی تک لکھا گیا ہے اس جزو کا خاص لقب بھی ہے عمارۃ العالم بامارۃ آدم خیال تو شرح پورا کرنے کا ہے لیکن اگر نہ ہوسکا جیسا کہ عنقریب اس احتمال کی وجہ آتی ہے تو یہ نمبر ان خاص جزو کا سمجھا جاوے (۴۵۴) بلوغ الغایۃ فی تحقیق خاتم الولایۃ (۴۵۵) حفظ الحدود وتحقق الجدود (۴۵۶) النعیم فی الجحیم (۴۵۷) رفع الزحمۃ عن معنی وسع الرحمۃ (۴۵۸) الکلمۃ التامۃ فی النبوۃ العامۃ (۴۵۹) تدویر الفلک فی تطہیر الملک (۴۶۰) القول الانفع فی تحقیق امکان الابدع (۴۶۱) نعم العون فی تحقیق توبۃ فرعون اور بلوغ الغایۃ سے نعم العون تک کے مجموعہ کا لقب الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم ہے اور یہ فصوص کے خاص خاص مقامات موحشہ کا حل ہے انکو بقیہ شرح سے اسلیے مقدم کردیا کہ شاید تکمیل کی نوبت نہ آتی اور چونکہ پوری شرح سے بھی اصل مقصود یہی مقامات تھے ان کے حل ہوجانیکے بعد تکمیل کی زیادہ ضرورت بھی نہیں رہی -

مضمون ثالث مشتمل بر نام اُن حضرات کے جنہوں نے احقر کی بعض تالیفات کی دوسری زبان

میں ترجمہ کرنے کا خیال حضرات مذکورین تتمات سابقہ کے علاوہ بذریعہ خط ظاہر فرمایا بارک اللہ تعالیٰ فیہم
(۱) عزیز الرحمن متوطن نواکھالی تنزیل ڈاکخانہ و مقام مانک گنج ضلع ڈھاکہ۔ بہشتی زیور کا ترجمہ بنگلہ زبان میں
(۲) نام یاد نہیں رہا مضمون یہی۔ از مکتوبات حسن العزیز ضمیمہ مضمون ۲۲ ج ۴ صفحہ ۵ (۳) نور الحسن
قاسم پوری الکی گنج ضلع میمن سنگھ۔ ماہواری رسالہ میں تھوڑا تھوڑا بنگلہ زبان میں ترجمہ جس مضمون کی ضرورت
وقت پر معلوم ہو (۴) محمد عثمان غنی اچھاپور ڈاکخانہ بردوان۔ سب کتب کا ترجمہ بنگلہ میں (۵) زبید علی سلہٹی
اصلاح الرسوم اور القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب کا ترجمہ بنگلہ میں (۶) احمد حاجی نور محمد جیت پور کاٹھیاواڑ
مناجات مقبول کی اردو عبارت کو گجراتی حرفوں میں لکھکر چھپوانا۔ یہاں سے سب کو اجازت دی گئی۔

مضمون رابع متعلق تکمیل مواعظ۔ ان کے اجمالی مسودات کی تسوید تفصیلی کے کام سے مولوی انوار الحق کی اچھی مناسبت ثابت ہوئی ہے اگر ان مواعظ کے ضابطین کو کچھ عذر ہو تو مولوی صاحب سے اس میں مدد لی جاوے پھر ایک یا دو اہل مناسبت کو نظر ثانی میں شریک کر کے تبییض کر لی جاوے۔

مضمون خامس متعلق مکانات۔ میری ملک میں اسوقت تین مکان ہیں۔ ایک بلا شرکت جو میں نے حال میں قصائیوں سے خرید لیا ہے اور دوسرا میری اور بڑی اہلیہ کی شرکت میں اور تیسرا میری اور چھوٹی اہلیہ کی شرکت میں سو ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳۳۸ھ میں میں نے اس دوسرے مکان میں اپنا حصہ بڑی اہلیہ کے ہاتھ فروخت قطعی کر دیا اب شرعاً وہ تمام و کمال ان کی ملک ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں اور سنہ مذکور ہی میں اس تیسرے مکان میں اپنا حصہ چھوٹی اہلیہ کے ہاتھ فروخت قطعی کر دیا اب شرعاً وہ تمام و کمال ان کی ملک ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں میرے دوسرے شرعی ورثاء ان دونوں کے ساتھ کوئی مزاحمت نہ کریں اور اول الذکر مکان خالص میری ملک ہے۔ اگر اسکے متعلق کوئی نئی تجویز ذہن میں آئی اُس وقت ظاہر کر دیا جاویگا۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ۔ اللھم الھمنا خیراً ورشداً۔ اللھم خرلنا واخترلنا۔ اللھم اصلح لنا کل شاننا۔ کتبہ اشرف علی نصف ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

مضمون ضروری متعلق ظل صفہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ النبی الکریم

آئین مدرسہ و خانقاہ امدادیہ

۱ چونکہ انسان کو خصوص مسلمان کو موت و مابعد الموت کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے

اس لئے مدرسہ وخانقاہ ہذا کے لئے اپنے بعد کا انتظامی دستور العمل توکلا علی اللہ خدا پر بھروسہ کرکے تجویز کرتا ہوں۔

نمبر۲ اس دستور العمل کا لقب آئین مدرسہ وخانقاہ امدادیہ ہے:۔

نمبر۳ اس دستور العمل کا جو جزو دائمی ناقابل تبدل ہے وہ یہ ہے کہ اس کا کوئی کام کبھی خلاف شرع نہ کیا جاوے (اسکی پابندی ہمیشہ لازمی ہے اسمیں کبھی ترمیم نہیں ہو سکتی) اسیطرح خارج اوقات درس میں بے ریش لڑکا خانقاہ ومدرسہ میں کبھی نہ رہنے دیا جاوے

نمبر۴ اسی طرح اسکے اجراء وابقاء کیلئے کبھی چندہ کی تحریک نہ کیجاوے نہ عموماً نہ خصوصاً (یعنی نہ عام لوگوں سے نہ خاص لوگوں سے) کام کرنیوالے اسمیں وہی رکھے جاویں جو کفالت کی شرط نہ لگاویں (یعنی پابندی کے ساتھ تنخواہ کی ذمہ داری کی شرط نکریں بلکہ خدا کے بھروسہ پہ کام کرنا منظور کریں کہ اگر خدا نے کچھ بھیجا یا تو تنخواہ لے لینگے ورنہ صبر کرینگے) ان قیود کے ساتھ جب پورا کام نہ چل سکے (تو جتنا چل سکے اُس کو چلائیں) باقی کام بند کردیا جاوے:۔

نمبر۵ درس اسمیں ہمیشہ مختصر رہے جسکو طالب علم حاصل کرکے یا کسی بڑے مدرسہ میں داخل ہو سکے یا تہذیب باطن میں مشغول ہو سکے اس درس مختصر میں قرآن مجید کل یا بقدر ضرورت اور ضروری تجوید بھی داخل ہے نیز تصنیف اور تبلیغ احکام بذریعہ واعظ کو بھی جزو ضروری سمجھیں اور مصنف کا انتخاب مشورہ علماء محققین سے کیا جایا کرے:۔ اور فتوی کے کام کا اہتمام ضروری نہیں اگر بلا تکلف علماء حاضرین میں سے کسی نے لکھدیا لکھدیا ورنہ اسکے انتظام نہ ہونے کا عذر اور دوسرے موقع صالح کا حوالہ لکھکر واپس کردیا:۔

نمبر۶ اسکے ناظم کا لقب متولی مدرسہ وخانقاہ امدادیہ ہے۔ جسکے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

نمبر۷ تمام کتب خانہ ومکانات واسباب ونقود متعلق مدرسہ وخانقاہ کی حفاظت ونگرانی ودرستی وتصرفات انتظامیہ بلا مزاحمت احدے متولی کا حق ہے (ان امور میں کوئی اُس سے مزاحمت نہیں کر سکتا)

نمبر۸ طالب علم وذاکر کے قیام ووظیفہ کی (جسکو میں آگے لفظ اعانت سے تعبیر کروں گا) حدوثاً وبقاءً یہ شرط ہوگی کہ طالب علم کتب کیلئے صدر مدرس کتب اور طالب علم قرآن کیلئے صدر مدرس قرآن اور ذاکر کیلئے وہ شیخ جس سے اُسکا تعلق تربیت ہو اس استحقاق کو تجویز کردے (یہ شرط اعانت جاری ہونیکے لئے بھی ہے اور باقی رہنے کیلئے بھی) (یعنی ابتدائی تقرر بھی ان دونوں اعانتوں کا اسی شرط سے ہوگا

۳

اور بعد تقرر کے اگر مدرس یا شیخ اس استحقاق کی نفی کردیں فوراً خانقاہ سے علیحدہ کردیا جائے گا اور فوراً وظیفہ بند کردیا جائیگا۔ اگر ایک کی نفی کریں اور ایک کو باقی رکھیں (مثلاً وظیفہ کا اہل نہ سمجھیں اور خانقاہ میں رہنے کی اجازت دیں یا بالعکس تو) اسی پر عمل ہوگا اور محض استفادہ کیلئے شرکت سبق یا شرکت مجلس یہ بھی انہی شیخ یا مدرس کی اجازت پر (موقوف) ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس اعانت کا اختیار محض متولی کو نہ ہوگا اور طریقہ (شیخ یا مدرس کی) اس شہادتِ استحقاق کا صرف یہ ہوگا کہ سائل اعانت کی درخواست پر اُسکی اہلیت کی تصریح لکھکر اپنے دستخط کرکے اُس سائل کو دیدے آگے وہ جانے اور متولی۔

ء۹ مگر اس اعانت کے جاری نہ کرنے یا بند کردینے میں متولی مختار کامل ہوگا یعنی باوجود مدرس یا شیخ کی شہادت استحقاق کے متولی کو یہ اختیار رہوگا کہ بسبب عدم گنجائش یا کسی اور مصلحت سے یہ اعانت کرے یا نہ کرے یا بعد جاری ہونیکے قطع کردے مدرس یا شیخ کو کوئی حق مزاحمت کا نہوگا پس ان کا حکم بالاستحقاق اعانت کی شرط ہے (کہ اعانت کا اجرا بدون اسکے نہیں ہوسکتا) نہ کہ علت (کہ اسکے بعد اعانت کا اجراء ضروری ہوجایا کرے)

ء۱۰ اسی طرح مدرسہ وخانقاہ سے کتاب یا دوسری کوئی چیز ملنا یا مدرسہ وخانقاہ میں محض آنے دینا ان سب کیلئے وہی حکم بالاستحقاق شرط ہے کہ بدون اسکے متولی کو اختیار نہیں مگر حکم مذکور کے بعد اجازت نہ دینے کا متولی کو اختیار ہے۔

ء۱۱ اسی طرح کسی سبق کا مدرس کے پاس شروع ہونا موقوف ہوگا صدر مدرس کی اجازت پر اور کسی شیخ کے پاس شروع ہونا موقوف ہوگا متولی کی اجازت پر اور بعد جاری ہونے کے بند کردینے میں متولی مستقل مختار ہوگا مگر خانقاہ سے باہر یہ شرط نہ ہوگی۔

ء۱۲ جس متولی کو میں مقرر کروں اُن کو اپنے اختیارات مستقلہ میں میری حیات تک مجھ سے مشورہ لینا ضروری ہے اور میرے بعد امور انتظامیہ میں اگر بلاتعیین مشیر کسی ایسے شخص سے جسکو وہ مشورہ کا اہل سمجھیں مشورہ لے لیا کریں تو بہتر ہے اگر نہ لیں تو کوئی اُن سے بازپرس نہیں کرسکتا اور سیاسات میں مشورہ کا قانون ء۲۳ میں آتا ہے۔

ء۱۳ مجھکو اپنی حیات میں ہر وقت اختیار ہے کہ اپنے مقرر کئے ہوئے متولی کو معزول کردوں۔

ء۱۴ اسی طرح متولی مذکور کو اختیار ہے کہ وہ جب ضرورت سمجھیں بجائے اپنے کسی کو مستقل متولی مقرر کردیں

اور اُس دوسرے متولی کو بھی متولی اول کی حیات تک اُس سے ہر امر میں مشورہ لینا ضروری ہوگا اور متولی اول کو اُس متولی ثانی کے معزول کردینے کا بھی ہر وقت اختیار حاصل ہے علیٰ ہذا اس متولی ثانی کے احکام متولی ثالث کے اعتبار سے یہی ہیں اور ہر متولی دوسرے مستقل متولی کو مقرر کرنے میں بھی اپنے مؤکل کے (جس نے کہ اُس کو متولی بنایا ہے) اذن کا محتاج ہے البتہ اگر وہ اُس وقت زندہ نہ ہو تو مختار مستقل ہے ؁

نمبر ۱۵ جو جو مستقل متولی ہوتا جاوے گا اُس کو اپنے متعلق قواعد بدلنے میں تو اپنے مؤکل کی اجازت کی حاجت ہے البتہ اگر یہ مؤکل زندہ نہ ہو تو پھر یہ شرط نہیں اور اپنے وکیل کے متعلق (یعنی جس کو وہ اپنی جگہ مستقل متولی تجویز کرے) قواعد بدلنے میں مختار مستقل ہے اسی طرح مجھ کو اپنی حیات تک ان قواعد مندرجہ آئین ہذا کی تبدل و تغیر کا اختیار رہے ؁

نمبر ۱۶ اگر کسی متولی کا مقرر کیا ہوا متولی پہلے مرجاوے تو متولی اول کے اختیارات بحالہا باقی رہینگے ؁

نمبر ۱۷ ہر متولی کے معزول کرنے کا اختیار صرف اُس شخص کو حاصل ہے جس نے اُس کو (متولی) مقرر کیا ہے دوسرے کو اُس میں دخل نہیں۔ اگر وہ مقرر کرنے والا زندہ نہیں ہے تو پھر یہ متولی عمر بھر کسی سے معزول نہیں ہوسکتا۔ البتہ اگر کوئی متولی بدون دوسرے متولی کے مقرر کئے مر گیا اور اسلئے دوسرے مسلمانوں کی جماعت نے کوئی متولی تجویز کیا تو پھر اس متولی کے معزول کرنے کا اختیار اس جماعت کو حاصل ہوگا جبتک کہ اس جماعت کا نصف حصہ یا اکثر حصہ موجود ہو اور اسوقت تک بھی (متولی کے معزول کرنے کے لئے) یہ شرط ہوگی کہ ہر ہر شخص اس معزول کرنے میں متفق ہو اگر ایک بھی غیر متفق ہوا تو یہ معزول نہ ہوگا اور اگر نصف حصہ یا اکثر حصہ اُس جماعت کا مفقود ہوگیا تو پھر بقیہ (موجودین) کے ساتھ مفقودین کے عدد کی برابر دوسری جماعت جو صلاح و تدین کے ساتھ آراستہ ہو اگر اس عزل میں شامل ہو جاوے تو پھر متولی کے عزل کا اختیار اُن کو حاصل ہوگا ؁

نمبر ۱۸ جس شخص کو متولی کے معزول کرنے کا اختیار نہ ہو اور وہ اُس کی ناقابل تسامح کوئی بے عنوانی دیکھے اول فہمایش کرے اگر وہ پھر اصرار کرے تو (خانقاہ و مدرسہ کی) اعانت کرنے والوں کو خواہ خاص طور پر جبکہ اُن کا پتہ معلوم ہو یا اخبار وغیرہ کے ذریعہ سے عام طور پر جب اُن کا پتہ

۵

معلوم ہو اُس بے عنوانی کی اطلاع دیدے۔ آگے اُن اہل اعانت کو تکذیب یا تصدیق اور تحقیق یا اعتماد اور عمل یا عدم عمل کا اختیار رہے۔

۱۹۔ متولی ہمیشہ خوش انتظام خوش مزاج صاحب حوصلہ متدین اور حتی الامکان غیر تنخواہ دار ہو اور بمجبوری تنخواہ دار۔ اور تنخواہ کا تعین اُس کی حاجات پر نظر کرکے اُس شخص کے اختیار میں ہے جس نے اُسکو متولی مقرر کیا ہے اور وہ زندہ نہو تو پھر بلحاظ قواعد دیانت خود مقرر کرسکتا ہے۔ اور غیر تنخواہ دار کو بھی اگر کوئی صاحب اہل اعانت میں سے گاہ گاہ بطور ہدیہ کچھ دے دیا کریں تو بہتر ہے جس کی مقدار ۳۰ روپے ماہوار سے زیادہ نہو کہ غنا ظاہر و غنا باطن کے لئے یہ مقدار کافی ہے اور جس ماہ میں زیادہ آجاوے متولی کو مناسب ہے کہ اُس کو کسی خالی مہینہ کے حساب میں لگالے اور جو کوئی مہینہ خالی ہی نہ رہے تو اُس مُہدی کو (یعنی رقم ہدیہ بھیجنے والے کو) اطلاع کرکے اُس کے مشورہ پر عمل کرے (یعنی اُسکو اطلاع کردے کہ مجھکو ۳۰ روپئے وصول ہوچکے ہیں میں اس سے زائد اپنے واسطے قبول نہیں کرسکتا تو اس رقم کو کہاں صرف کیا جائے۔

۲۰۔ ہر متولی کو اگر وہ ضرورت سمجھے مناسب ہے کہ اپنی غیبت و سفر یا دوسرے اتفاقی عذروں کی مصلحت سے کسی کو اپنا نائب تجویز کرلیں جس کا عزل و نصب بشرط مشورہ اپنے مؤکل کے اُس کے اختیار میں ہوگا اور خاص اس کے عزل کا اختیار اصل مؤکل کو انفراداً بھی ہوگا۔

۲۱۔ جب کوئی متولی دیکھے کہ لوگ اُس کے ساتھ ایسے مناقشات و مزاحمات کرتے ہیں جن سے اُس کو خلجان اور کلفت تحمل او قاسے یا ناقابل برداشت ہوتی ہے تو اُس کو مشورہ دیتا ہوں کہ یک لخت مدرسہ و خانقاہ سے تعلق کو ترک کردے پھر اگر کوئی سنبھالنے والا اُسکے گمان میں اہل ہو اُس کے سپرد کردے ورنہ حسب فتوی علماء اشیاء موجودہ کے متعلق عمل کرکے سب کارخانہ ختم کردے نزاع و جدال کو جائز نہ رکھے۔

۲۲۔ فی الحال نظر بر مصالح و بتوقع راحت جماعت بمشورہ خلص احباب بعد مشہور اصحاب کہف جن میں چار علماء بھی ہیں۔ اور بقیہ بھی صلحاء عقلاء فصحاء ہیں متولی مستقل مولوی شبیر علی کو مقرر کرتا ہوں اور اُن کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر کام میں دو امر کو اپنا دستور العمل ضروری

قرار دیں۔ ایک اتباع شریعت کو دوسرے نرمی و خوش اخلاقی کو۔ اگر کسی طالب علم یا ذاکر سے کوئی غلطی ہوجاوے نرمی سے فہمایش کریں اگر وہ پھر اصرار کرے قطع اعانت اُن کے اختیار میں ہے اور خشونت و (سختی) میں میری تقلید نہ کریں اول تو غلطی میں تقلید کیسی۔ دوسرے یہ بھی فرق ہے کہ میرے متعلق اُن صاحبوں کی باطنی تربیت تھی خشونت کو اُسپر محمول کرلیا جاتا تھا اور یہاں ایسا نہ ہوگا ؞

۲۳ ہر زمانہ میں جو شیوخ خانقاہ میں موجود ہوں متولی کو طلبہ و ذاکرین کی سیاسات یعنی سزاؤں میں گو وہ زبانی ملامت ہی ہو اُن شیوخ سے مشورہ لینا ضروری ہے۔ اور اگر وہ چوک جاوے تو خود شیوخ سے درخواست کرتا ہوں کہ ابتداءً اُس کو متنبہ کردیں۔ باقی عمل میں کسی کو حق مؤاخذہ نہوگا ؞

۲۴ مسجد کی تولیت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی واحد یا جماعت اُس کے پورے مصارف کا متحمل ہو تو اُس کے ہوتے ہوئے متولی مدرسہ و خانقاہ۔ انتظام مسجد میں دخل نہ دیں اور اگر کوئی اُس کا متحمل نہو تو پھر مسجد کا انتظام بھی متولی مذکور ہی رکھے اور اس صورت میں امامت کا تعلق قرآن مجید کے مدرس اول یا عربی کے مدرس اول یا کسی شیخ سے رکھا جاوے ؞

۲۵ جامع تمات التنبیہات مطبوعہ امداد المطابع ۱۳۳۵ھ کے ساتھ جو تتمہ رابعہ چھپا ہے اُس کے صفحہ ۵ کے مضمون ہفتم حرف ب کے دونوں جزوں سے رجوع کرتا ہوں

کتبہٗ

اشرف علی نصف ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
مقام خانقاہ امدادیہ
تھانہ بھون۔ ضلع
مظفر نگر

یہ احقر عرض کرتا ہے

کہ مجھکو بامتثال امر حضرت قبلہ و کعبہ مولانا

محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم

جس کا مؤکد بالخصوص تعلق بیعت بھی ہے

یہ سب احکام اصلاً و بدلاً منظور ہیں۔ انشاء اللہ

تعالیٰ اپنے کو خادم سمجھ کر سب احکام

بجالاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرماویں

احقر

محمد شبیر علی عفی عنہ

بقلم خود

۸

سلسلہ اتقاء الفتن کا دوسرا نمبر

(اخبار حقیقت کی حقیقت شناسی)

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر ظفر احمد عثمانی تھانوی عرض کرتا ہے کہ آج اخبار الحقیقت لکھنؤ کا ایک مضمون جو کہ عنوان شذرات کے تحت میں درج ہے ہماری نظر سے گذرا چونکہ مضمون نگار نے اسمیں جہلاً یا تلبیساً حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی پر غلط اعتراضات کر کے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالا ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حقیقت عام مسلمانوں پر ظاہر کر دی جاوے۔ پس ہم مضمون مذکور کو بلفظہ نقل کر کے مسلمانوں پر اسکی تلبیس کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس مضمون میں مضمون نگار نے لکھا ہے۔ حال میں مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی سے حکیم سعید الرحمن صاحب (کلکتہ) نے مسئلہ خلافت اور ہجرت عن الہند کے متعلق اُنکی رائے دریافت کی تھی اور یہ بھی پوچھا تھا کہ اِن مسائل کے متعلق جناب والا نے اپنے لیے کیا راہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مولانا صاحب نے ان وقتی مسائل سے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ آخر میں خود اپنے متعلق یہ بھی لکھا کہ یہ بھی حکم شرعی کی تحقیق نہیں۔ کسی شخص کا حال پوچھنا کیا معنے اھ۔

اس مضمون میں مضمون نگار نے اپنے قصور فہم یا کسی اور سبب سے واقعہ کی صورت بدل کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے مضمون نگار پر لازم ہے کہ حکیم سعید الرحمن کے خط اور حضرت مولانا کے جواب کی نقل بلفظہ شائع کرے اُسوقت ہم بتلاوینگے کہ واقعہ کی حقیقت کیا تھی اور مضمون نگار نے اسمیں کیا تصرف کیا ہے۔

نیز مضمون نگار نے لکھا ہے کہ افسوس ہے کہ حکیم الامت مولانا کا آخری فقرہ تشریح اور توضیح کا محتاج رہا۔ یہ فقرہ بھی مضمون نگار کے جہل یا تجاہل کا صاف پتہ دیتا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جواب میں کونسی گنجلک اور کونسا خفا تھا جس کی توضیح و تشریح کی ضرورت

تھی ۔ سوال غالبًا یہ تھا کہ جناب والا کا سکوت کن مصالح پر مبنی ہے چونکہ اسمیں حضرت مولانا کے ذاتی فعل سے سوال تھا نہ کہ کسی حکم شرعی سے اس لئے حضرت مولانا نے جواب دیدیا کہ یہ کسی شرعی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے (بلکہ یہ محض میرے ذاتی فعل کے متعلق سوال ہے لہذا اس کا جواب مجھپر لازم نہیں) نیز چونکہ ایک ایسے شخص کا جس سے کوئی شناسائی نہیں دوسرے شخص کے ذاتی احوال دریافت کرنا تہذیب اور عقل کے خلاف ہے اس لئے مولانا نے یہ بھی لکھدیا کہ کسی شخص کا حال پوچھنا کیا معنی پس جواب بالکل صاف اور ظاہر ہے اگر کسی کی سمجھ اسکے سمجھنے سے قاصر رہے تو یہ خود اس کا قصور ہے نہ کہ مجیب کا ۔ اگر اس جواب پر بھی تجھ میں نہ آوے تو ہم اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں فرض کرو کہ خود مضمون نگار سے ایک اجنبی شخص آکر سوال کرے کہ جناب آپ آج نماز پڑھینگے یا نہیں اور اس سال روزہ رکھیں گے یا نہیں اور آج کھانا کھاویں گے یا نہیں ان امور میں جناب کونسی راہ اختیار کرنے کا ارادہ ہے اور اسپر مضمون نگار یہ کہیں کہ تم کو ان سوالات کا کیا حق ہے اور تم کیوں پوچھتے ہو تو کیا یہ جواب غلط یا تجاہل اور تجاہل تشریح ہوگا ہرگز نہیں پس اسی پر حضرت مولانا کے جواب کو قیاس کرلیا جاوے نیز مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام پر مصائب اور آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں کسی پیشوائے دین کا تجاہل عارفانہ سے کام لیکر اپنی ذمہ داریوں سے ایسی آسانی کیساتھ دست بردار ہوجانا قوم کی بدنصیبی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے اھ اس جملہ میں مضمون نگار نے چند دعوے کیے ہیں اول یہ کہ اسلام پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ۔ دوسرا یہ کہ حضرت مولانا نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا تیسرا یہ کہ حضرت مولانا نے اپنی ذمہ داریوں سے دست برداری اختیار کی چوتھا یہ کہ ان کا ایسا کرنا قوم کی بدنصیبی ہے ۔ دعوی اول ایک حد تک صحیح ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اسلام پر مصائب و آلام کا پہاڑ کس نے توڑا ؟ خود مسلمانوں نے یا کسی اور نے ظاہر ہے کہ یہ مصیبتیں خود مسلمانوں کی لائی ہوئی ہیں کیونکہ انھوں نے اسلام کو چھوڑ دیا دنیا پر فریفتہ اور آخرت سے متوحش ہوگئے ۔ اسلام پر کفر کو ترجیح دینے لگے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصرت خداوندی ان سے علیحدہ ہوگئی اور وہ قہر الٰہی میں مبتلا ہوکر ذلیل وخوار ہوگئے اور ضربت علیھم الذلة والمسکنة وباءو بغضب من اللہ کا مصداق بن گئے

اور اسی قہر آلہی کا نتیجہ ہے کہ انکی عقول مسخ ہوگئی ہیں اور ان کو دوست دشمن اور دشمن دوست نظر آنے لگے اور وہ مضر کو مفید اور مفید کو مضر سمجھنے لگے۔ سو نہ حضرت مولانا کو کوئی ایسا افسوں یاد ہی جسکے ذریعہ سے وہ مسلمانوں کی کایا پلٹ کردیں اور شیطاں پرستی سے اُن کے قلوب پھیر کر اُن کو خدا پرست بنادیں۔ اور نہ اُن کے پاس قوت ہو کہ وہ بزور مسلمانوں کو بغاوت خداوندی سے روک کر احکم الحاکمین کا محکوم ومطیع بنادیں بلکہ یہ خود مسلمانوں کے اختیار میں ہو اگر وہ خود ان مصائب والآم سے بچنا چاہیں تو بچ سکتے ہیں اور اگر وہ نہ بچنا چاہیں تو ان مصائب پر رضامند رہیں۔ اور ان سے زیادہ مصائب کے لیے تیار رہیں الغرض ان مصائب والآم کا دور کرنا حضرت مولانا کے قبضہ میں نہیں ہو بلکہ خود مسلمانوں کے اختیار میں ہے جب وہ خود ان کو دور کرنا نہیں چاہتے بلکہ حق تعالیٰ کو ناراض کرکے اور مصائب مول لینا چاہتے ہیں تو حضرت مولانا کیا کرسکتے ہیں بجز اسکے کہ انکی حالت زار پر آنسو بہائیں اور خدا سے انکی اصلاح کی دعا کریں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو وہ کذب محض ہے اور اگر مضمون نگار اسمیں سچا ہی تو اس کا ثبوت اُسکے ذمہ ہو۔ رہا تیسرا دعویٰ سو وہ بھی غلط

۳

ہے اور حضرت مولانا بحمد اللہ اب تک ان تمام ذمہ داریوں پر قائم ہیں جو حق سبحانہ کی طرف سے ان پر عائد کیگئی ہیں۔ رہی وہ ذمہ داریاں جو جاہل ان پر عائد کریں سو وہ نہ حقیقت میں ذمہ داریاں ہیں اور نہ حضرت مولانا کو ان کے لحاظ کی ضرورت ہو۔ رہا چوتھا دعوےٰ سو اُسکی حقیقت محض ظاہری تاسف کے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ جس سعادتمند اور خوش اقبال قوم کے پیشوا اور رہبر گاندھی لاجپت رائے منشی رام مولانا اجمل خاں مولانا شوکت علی مولانا محمد علی مولانا عبد الباری مولانا حسن نظامی اور مولانا فلاں وفلاں وغیرہم اور بالخصوص مضمون نگار جیسے قابل اور لائق حامیان اسلام ہوں اُس قوم کو حضرت مولانا جیسے شخص کی کیا ضرورت ہے اور اگر بالفرض وہ ایسی عاقل قوم کے معاملات میں بزدستی دخل بھی دیں تو اس کا نتیجہ کیا ہو۔ کیا ابتک حضرت مولانا نے مسلمانوں کے معاملات میں دخل نہیں دیا اور کیا ان کو تقریراً اور تحریراً فلاح دنیا ودین کا رستہ نہیں بتایا ضرور بتایا بلکہ اپنی تمام عمر اسی جدوجہد میں گذار دی کہ مسلمانوں کو فلاح دارین نصیب ہو اور مسلمانوں کو

دنیا و آخرت دونوں جگہہ چین ہو۔

مگر اسکا نتیجہ کیا ہوا اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ مضمون نگار ہی جانتے ہیں اور ہم بھی اور دوسرے مسلمان بھی۔ پس اگر بالفرض حضرت مولانا نے ایسی عاقل اور قدر شناس قوم کی کسی معاملہ میں دست اندازی سے دست کشی کی۔ تو اس کو ممنون ہونا چاہیئے نہ کہ اسپر تاسف کیا جاوے اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب حضرت مولانا کی دست کشی موجب امتنان ہے۔ نہ کہ موجب تاسف اور یہ تاسف محض ظاہری ہے نہ کہ واقعی تو اس ظاہری تاسف کی کیا وجہ ہے اور مضمون نگار جیسا عاقل رہبر ایسا کیوں کرتا ہے سو وجہ اسکی یہ ہے کہ ناواقف مسلمان جو اب تک حضرت مولانا کو مقتدا سمجھے ہوئے ہیں انپر حضرت مولانا کی ناقابلیت ثابت کیجاوے اور ان کو جتلایا جاوے کہ حضرت مولانا ایسے اڑے وقت میں بھی اسلام کی اعانت سے دست کش ہیں اور ان کو اسلام سے اتنی ہمدردی بھی نہیں جتنی ہندوؤں اور نیچریوں کو۔ لیکن مضمون نگار کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان عاقلانہ تدبیروں اور چالوں سے خود مسلمانوں کا نقصان ہے۔ کہ وہ بدگمان ہوکر خود اس آفتاب ہدایت کے فیض سے محروم ہو جاوینگے اور حضرت مولانا کا ذرہ برابر نقصان نہیں ہے چاہے تمام دنیا ان سے منحرف ہو جاوے قال العارف الرومی

نیست خفاشک عدو آفتاب	او عدوے خویش آمد در حجاب
تابش خورشید او را می کشد	رنج او خورشید ہرگز کے کشد
دشمن آں باشد کزو آید عذاب	مانع آید لعل را از آفتاب
مانع خویش اند جملہ کافراں	از شعاع جوہر پیغمبراں
کے حجاب چشم آں فرد ند خلق	چشم خود را کور و کثر کردند خلق
چوں غلام ہندوے کو کیں کشد	از ستیزہ خواجہ خود را می کشد
سرنگوں مے افتد از بام سرا	تا زیانے کردہ باشد خواجہ را
گر شود بیمار دشمن با طبیب	در کند کودک عداوت با ادیب
در حقیقت رہزن جان خود اند	راہ عقل و جان خود را خود زدند
گازرے گر خشم گیرد ز آفتاب	ماہیئے گر خشم می گیرد ز آب

توئکو بنگر کرا دارد زیان ٭ عاقبت کہ بود مسیہ اخترازان

یعنی خفاش جو آفتاب سے نفرت کرتا ہے تو وہ آفتاب کا دشمن نہیں ہے بلکہ وہ درپردہ اپنا دشمن ہے کہ فیض آفتاب سے محروم رہتا ہے نیز آفتاب کی چمک اُس کو مارتی ہے اور اسکی نفرت سے آفتاب کو کچھ تکلیف نہیں پہونچتی پس خفاش آفتاب کا دشمن نہیں ہے تم کو دشمن کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے اس لئے ہم تم کو دشمن کی حقیقت بتلاتے ہیں اصل دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہونچے اور وہ لعل کو آفتاب سے روکدے یعنی بندہ کو حق سبحانہ کے فیض خاصہ مکملہ و مربیہ سے روک دے۔ سو یہ بات کافروں میں نہیں ہے کیونکہ کافر خود اپنے کو پیغمبروں کی جوہر کی شعاعوں سے روک رہے ہیں اور پیغمبر انکو حق سبحانہ کی فیوض سے محروم نہیں کرتے نیز وہ پیغمبر انکی آنکھوں کو حقیقت بینی سے نہیں روکتے۔ بلکہ خود اپنی آنکھوں کو اندھی اور کج بناتے ہیں۔ پس کفار انبیاء کے دشمن نہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں اور اُن کی مثال ایسی ہے جیسے وہ ہندوستانی غلام جو اپنے آقا سے انتقام لینا چاہتا ہو اور آقا کی عداوت سے خود اپنے کو قتل کردیتا ہو اور بدیں خیال کہ آقا کا نقصان ہو اپکو گلے سے گرادیتا ہو پس جسطرح یہ غلام آقا کا دشمن نہیں ہے بلکہ خود اپنا دشمن ہے یوں ہی کفار انبیا کے دشمن نہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں۔ فرض کرو اگر بیمار طبیب کا دشمن ہو جاوے اور اسکی مخالفت کرنے لگے یا لڑکا اپنے معلم کا دشمن ہو جاوے اور اس کا کہنا نہ مانے تو اس سے اس طبیب کا اور معلم کا کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ وہ بیمار اور لڑکا خود اپنے رہزن ہونگے جو کہ اپنی جان و عقل کا خود نقصان کررہے ہونگے اسی طرح اگر ایک دھوبی آفتاب سے ناخوش ہو کر اُس سے مقاطعت و متارکت کرلے۔ یا مچھلی پانی سے ناراض ہو کر اس سے پانی کاٹ کردے تو تم غور کرلو کہ اسمیں کس کا نقصان ہے اور انجام کار کس کی قسمت پھوٹیگی سو ظاہر ہے کہ آفتاب اور پانی کا کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ خود دھوبی اور مچھلی کا ضرر ہوگا پس کفار کی مخالفت سے انبیاء کا کچھ نقصان نہیں خود انہی کفار کا نقصان ہے نیز مضمون نگار لکھتا ہے مولانا ہماری اس صاف بیانی اور گستاخی کو معاف فرمائیں اگر ہم یہ عرض کریں کہ جس قوم کی رہبری اور پیشوائی کے جناب مدعی ہیں اگر آج انکی

موت اور زندگی کا سوال درپیش ہو تو کیا جناب کے لیے کسی طرح یہ زیبا ہو کہ اس موقع پر آپ قوم کا ساتھ چھوڑ دیں اور ایک گوشۂ عزلت میں بیٹھے ہوئے خاموشی سے اس کشمکش کا تماشہ دیکھتے رہیں؟ اس کا جواب یہ ہو کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے نہ کبھی قوم کی رہبری کا دعوی کیا اور نہ پیشوائی کا۔ اگر مضمون نگار کے پاس اپنے دعوی کا کوئی ثبوت ہو تو پیش کرے اتنی بات ضرور ہے کہ جب تک مسلمانوں کے حواس درست تھے اور اُن کی عقلیں صحیح تھیں اور وہ مولانا کو رہبر اور پیشوا سمجھتے اور ان سے طالب ہدایت ہوتے تھے اُس وقت تک وہ ان کو ہدایت فرماتے تھے اور اب بھی جو طالب ہدایت ہیں انکی ہدایت سے دریغ نہیں فرماتے۔ لیکن جب لوگ خود ہی طلب ہدایت چھوڑ دیں اور جاہلوں گمراہوں کو مقتدا و پیشوا بنا لیں۔ دشمنان اسلام کو اسلام کا دوست اور حقیقی حامیان اسلام کو دشمن اسلام سمجھ لیں ان پر ناحق نکتہ چینیاں لا یعنی بدگمانیاں کرنے لگیں تو ایسی حالت میں ان کے معاملات سے دست کشی ایک لابدی امر ہو اور اس کا الزام خود لوگوں کے ذمہ ہو کہ انھوں نے اپنی حماقت سے اپنا نقصان کر لیا نہ کہ اس دست کش کے ذمہ کیونکہ وہ اپنی دست کشی میں معذور ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ائتمروا بالمعروف وانتھوا عن المنکر حتی اذا رأیت شحا مطاعا وھوی متبعا ودنیا موثرۃ واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بنفسک ودع عنک امر العوام الخ یعنی نیک کام کا حکم کرو اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ حرص کی اطاعت کی جاتی ہو اور خواہش نفسانی کی پیروی کیجاتی ہے اور دنیا کو دین پر ترجیح دی جاتی ہو اور ہر ذی رای اپنی رائے پر نازاں ہو اُس وقت تم کو اجازت ہو کہ تم اپنے کو سنبھالو اور عوام کے معاملات سے دست کش ہو جاؤ۔ اھ پس جبکہ ایسی حالت میں جو اوپر مذکور ہوئی عوام کے معاملات سے دست کشی کی اجازت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور حالت مذکورہ کا اس وقت پایا جانا روز روشن کیطرح عیاں ہو کیونکہ اس وقت عوام علماء کو اپنی رای کا تابع بنانا چاہتے ہیں اور خود ان کا اتباع نہیں کرنا چاہتے اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے کی یہاں تک نوبت

ہو نچگی ہی کہ اپنی ہوس خام کے لیے کفر تک سے احتراز نہیں کرتے تو ایسی حالت میں
ر کوئی دیندار قوم کے معاملات سے دست بردار ہو جاوی تو اسے حق ہی اور اسپر کوئی
لزام نہیں۔ الحاصل حضرت مولانا کی جو روش اسوقت ہے اُسکے اختیار کرنے کے لیے
د قوم نے ان کو مجبور کیا ہی اور باجازت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھوں نے
س کو اختیار کیا ہے پس جسقدر الزام ہے سب خود قوم پر ہی نہ کہ حضرت مولانا پر قوم اگر خود
شی کرے تو کسی عاقل کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ خودکشی میں ان کا ساتھ دے ہاں اسکی
شفقت کا مقتضا یہ ہی کہ اگر نصیحت کو نافع سمجھے نصیحت کرے اور اگر قدرت رکھتا ہو تو جبراً اسکو
ودکشی سے روکے لیکن اگر نہ یہ قدرت ہو اور نہ نصیحت نافع ہو تو مجبوراً خاموشی اختیار کرنا
زم ہی پس چونکہ نصیحت کا نافع نہونا تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور قدرت جبر کا انتفار
ہر ہے اب مولانا کے لیے اسکے سوا کیا چارہ ہی کہ خاموشی اختیار کریں اور قوم کے انجام
خدا کے سپرد کریں۔ اور اُنکی حالت تباہ پر خون روئیں۔

مسلمانوں پر واضح رہے کہ حضرت حکیم الامۃ کو ان کے ساتھ طبیب اور مریض کا سا تعلق
ہے اگر مسلمان ان سے صدق اور خلوص کے ساتھ معالجہ کے طالب ہوں گے اُن کو معالجہ
سے انکار نہیں لیکن جسطرح طبیب معالجہ میں مریض کی رائے کا پابند نہیں ہوتا یوں ہی حضرت
مولانا قوم کی رای کے پابند نہوں گے وہ اگر چاہیں کہ ہم کو سنکھیا کھانے کی اجازت دیں تو یہ ان سے
ہو گا اور وہ اگر چاہیں کہ ہم کو بدپرہیزی سے نہ روکیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اگر وہ ان سے
معالجہ کے طالب نہیں ہیں اور اُنکی انکو ضرورت نہیں ہی تو حضرت حکیم الامۃ کو اسکی ضرورت
نہیں ہی کہ وہ خواہ مخواہ مداخلت کریں۔ اب قوم کو اختیار ہے کہ وہ اپنے لیے جو راہ مناسب
سمجھے اختیار کرے اگر اس کو حضرت مولانا کے علم اور دین عقل وفہم اور تجربہ پر اعتماد ہو ان کا اتباع
کرے اور اگر اسپر اطمینان نہیں ہی بلکہ مسٹر گاندھی اور لالہ لجپت رائے وغیرہ وغیرہ پر اعتماد ہے
انکی پیروی کرے اور جو روش اختیار کرے اُسکے نتائج کے لیے تیار رہے۔

وما علینا الا البلاغ

ایک عام غلطی کی اصلاح

خلافت کمیٹی میں شیخ الہند مخدومنا ومخدوم العالم حضرت اقدس مولانا محمود حسن صاحب کی من وجہ موافقت سے بہت سے حضرات کو دھوکا ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھ گئے ہیں کہ حضرت مولانا متع اللہ المسلمین بطول بقائہم آمین لیڈروں اور عوام کے ساتھ ان تمام ناشائستہ امور میں متفق ہیں جو وہ حمایت خلافت کے پردہ میں کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عام غلطی کو رفع کرنے کے لئے حضرت مولانا کے والا نامہ کا وہ مضمون جو اس غلطی کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہو بلفظہ درج کردیں۔

(مضمون خط حضرت مولانا محمود حسن عم فیضہم)

احقر کی رائے یہ ہے کہ مذہبی امور کو اثر اتفاق سے بالکل یکسو رکھکر صرف معاملات و مصالح دنیوی میں اس اتفاق سے کام لیا جاوے اور سب سے اول مذہبی امور پر کسی قسم کا اثر ڈالنا نہ مذہباً درست ہے اور نہ عقلی طور سے یہ بات نتیجہ خیز ہے مسئلہ گاؤکشی جسکے متعلق خود اہل اسلام میں کھینچ تان نظر آرہی ہے اسکے بارہ میں اس ناچیز کی رائے یہ ہے کہ حضرات اہل اسلام کو اسکی موقوفی یا تنگی یا مذمت اور تقبیح میں حصہ لینا ہرگز نہ چاہیئے اگر کسی خاص طور اور خاص نیت سے کوئی تنگی مباح بھی مان لی جاوے مگر عوام میں اس کا شیوع مضرت فی الدین سے خالی نہیں ہوسکتا فالحذر والحذر۔ البتہ ایسی کیساتھ اگر کوئی گائے کے علاوہ جانور کی قربانی اپنے کسی خیال سے کرے تو اسمیں بھی خلجان نکیا جاوے اہل اسلام کو ضروری ہے کہ احکام شرعیہ کی حفاظت کا اول خیال رکھیں اور جو مصائب دینی اور دنیوی پیش نظر ہیں اور جن خطرناک باتوں کی آمد آمد ہورہی ہے ان سے بھی غفلت کو جائز نہ سمجھیں کاش پابندان و واقفان مذہب ہنود یہ خیال فرماکر کہ اہل اسلام کا مذہب سماوی ہے اور اہل رائے کی رائے پر مبنی نہیں ہے اگر احکام اسلامیہ میں ہمکو معذور و مجبور سمجھکر اس قسم کے تغیرات سے ہم کو معاف دیں تو اس اتفاق میں امید بہبودی و کامیابی ہوسکتی ہے اھ بقدر حاجت۔

اس مضمون سے صاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولانا متعنا اللہ و سائر المسلمین بطول بقائہم مسئلہ گاؤکشی و دیگر امور مذہبی میں ہندو مسلم اتفاق کو ہرگز جائز نہیں کہتے نیز وہ اسکو بھی جائز نہیں کہتے کہ گاؤکشی کی تقلیل یا ترک کا مسلمانوں کو مشورہ دیا جاوے چہ جائیکہ ان پر اسکے ترک کیلئے دباؤ ڈالا جاوے جیسا کہ خلافت کمیٹی نے رویہ اختیار کیا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کمیٹی حضرت مولانا کا اتباع نہیں کرنا چاہتی بلکہ محض خود رائے ہے اور حضرت مولانا کی ظاہری تعبیر محض عوام پر اثر ڈالنے کیلئے ہے خدا انکے کید سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے

(کتبہ ظفر احمد عثمانی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون)

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد نمبر جلد ۶

یقیناً چلنے میں خرابی (اور مصیبت) ہوتی (کیونکہ اس طرح خاص ضرورت کے وقت میں جب
...وڑنا پڑتا ہے تو پہلے اگلے ہاتھ پھر پچھلے پیر اُٹھاکر دوڑا کرتے ہیں لیکن ہر وقت میں اس طرح چلنا
...شقت سے خالی نہ ہوتا پھر اس چال سے سوار کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور اسباب کے بھی گرنے کا
...ف ہوتا ہے) تو اب وہ اگلا داہنا ہاتھ اور پچھلا بایاں پیر پہلے اُٹھاتا ہے اور بائیں ہاتھ
...ر داہیں پیر سے سہارا لیتا ہے (پھر اُن کو اُٹھاتا ہے اور پہلے مختلف ہاتھ پیروں پر سہارا لیتا
...ے اس طرح اُس کو چلنا بھی آسان ہے اور سوار کو بھی تکلیف نہیں ہوتی نہ اسباب کے گرنے کا
...ریشہ ہے) پس وہ زمین پر (خوب) جارہتا ہے اور چلتے ہوئے گرتا بھی نہیں کیونکہ (اگلے اور
...چھلے ہاتھ مختلف طور پر) چلنے میں اور سہارا لینے میں جلدی جلدی (یکے بعد دیگرے) بدلتے رہتے
...یں (پس خدا کی اس حکمت میں غور کرو کہ طبعی طور پر جانوروں کو چلنا پھرنا کس عجیب قاعدہ سے
...کھلایا ہے پھر اس میں نظر کرو کہ جانور حالانکہ قوت میں انسان سے کہیں زیادہ ہیں مگر کس طرح
...ن کے تابع بنادیے گئے) کیا تم نہیں دیکھتے کہ گدھا لادنے اور آٹا پیسنے کے لیے کیسا تابع ہوجاتا
...ے اور گھوڑا (آٹا پیسنے سے) بدکتا (اور خوف کرتا) ہے اور اونٹ اگر سرکشی کیا کرتا تو بہت سے آدمی
...بھی اُس کو نہ سنبھال سکتے اور (اب) وہ ایک چھوٹے بچہ کے سامنے بھی تابع ہوجاتا ہے
...نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لیجائے چنانچہ اب بھی جب اونٹ کو مستی چھوٹتی ہے اُس وقت
...ت سے آدمیوں کو عاجز کردیتا ہے) اور مضبوط (اور شریر) بیل اپنے مالک کا بالکل مطیع
...ا ہوا ہے کہ اُس کی گردن پر جوا رکھکر وہ کھیتی کا کام (اُس سے) لیتا ہے اور گھوڑوں پر سواری
...ی جاتی ہے اور لڑائی کے وقت اُن پر تلواریں اور نیزے (بھالے وغیرہ) لادے جاتے ہیں تاکہ
...وار اپنی حفاظت کرسکے (مگر گھوڑا ان چیزوں سے بدکتا نہیں اپنے مالک کو اُٹھائے ہوئے
...میدان جنگ میں خوب گھستا ہے زخمی بھی ہوتا ہے ہتھیار بھی اُس پر پڑتے ہیں مگر وہ سوار کو
...یں گراتا بلکہ بعض دفعہ جب اپنے سوار کو زخمی اور سست دیکھتا ہے تو اپنے ہاتھ پیروں
...ے دشمن کو مار کر سوار کو بچاکر لے بھاگتا ہے) اور (دیکھو) بکریوں کے گلہ کو ایک بچہ چُگلا لاتا ہی
...بھلا اگر وہ سب متفرق ہوجایا کریں اور نفرت کھاکر ایک بکری ایک طرف کو جایا کرے تو اُنکو
...کتا محال ہوجائے اور بعض دفعہ تو ڈھونڈنے والے کو پریشان کردیا کرتیں (مگر خدا نے

۶۵

اُن کے دلوں میں یہ ترکیبیں اور شرارتیں نہیں ڈالیں) اور اسی طرح جتنے جانور بھی انسان کے تابع ہیں (وہ اگر ایسی ہی ترکیبیں کرنے لگا کریں تو آدمی کو عاجز کر دیں مگر) وہ انسان کے تابع اسی لئے بنے ہوئے ہیں کہ اُن میں (ان باتوں کی) عقل اور (ترکیبیں) سوچنے کا مادہ نہیں پس اُن کا بے عقل ہونا ہی انسان کی تابعداری کا (بڑا) سبب ہے پس اب وہ کسی آدمی کے سامنے بھی ٹیڑھے نہیں بنتے اگرچہ وہ ہمیشہ اُن کو کیسی ہی مشقت میں رکھے اسی طرح اگر درندوں کو عقل و شعور ہوتا تو وہ خود آدمیوں کے اوپر حملہ کیا کرتے اور اُن کو سخت مصیبت میں ڈالدیتے اور اُن کا دھمکانا اور دفع کرنا دشوار ہو جاتا (کیونکہ وہ اپنی عقل سے انسان کا کمزور ہونا اور اپنا قوی ہونا معلوم کر لیتے پھر کمزور کی دھمکی کا کیا اثر ہوتا) بالخصوص جب غذا کی تلاش میں بھوک دفع کرنیکے لئے کسی چیز کی اُن کو ضرورت ہوا کرتی اُسوقت تو سخت مصیبت پیش آتی (تو اب) کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ مخلوق سے کیسے بھاگتے ہیں اور ڈر کے مارے اپنی اپنی جگہ پر رہتے ہیں آدمیوں کی آبادی سے بھی اُن کو وحشت ہے اور اُس سے دور رہتے ہیں یہانتک کہ غذا کی تلاش کیلئے بھی وہ اکثر اوقات رات ہی کو نکلتے اور چلتے پھرتے ہیں پس باوجودیکہ وہ سخت مضبوط ہیں اور اُن کی خوراک بھی بہت زیادہ ہے مگر انسان سے ڈرے ہوئے رہتے ہیں بلکہ (خدا کی طرف سے کسی قوت کے ذریعہ سے) انسان کے پاس آنے سے وہ رکے ہوئے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ آدمیوں کے گھروں پر حملہ کرکے آیا کرتے (اور بےخوف جہاں چاہتے گھس جایا کرتے) اور اُن کے گھروں ہی میں اُن کو پریشان کر ڈالتے ٭

کیا تم کتے کو نہیں دیکھتے حالانکہ وہ بھی درندوں کی ایک قسم ہے (مگر) وہ اپنے مالک کے گھر کی حفاظت کرنے کے لئے کیسا (انسان کا) مسخر (اور تابع) کر دیا گیا ہے یہانتک کہ (اسی حفاظت میں کبھی) اپنی جان دیدیتا ہے اور (رات کا) سونا چھوڑ دیتا ہے تاکہ اُس کے مالک کے پاس کوئی ایذا پہونچانے والی چیز نہ پہونچ جائے پھر وہ اپنی سخت آواز سے بھی مالک کی امداد کرتا ہے تاکہ وہ نیند سے بیدار ہو کر (دشمن کو) اپنے سے دفع کر دے اور (کتا) اپنے مالک سے ایسا مانوس ہوتا ہے کہ اُس کے ساتھ (رہ کر) بھوک اور پیاس اور ذلت اور سختی پر صبر کرتا رہتا ہے تو خدا نے انسان کی منفعت کیلئے کتے میں یہ خصلتیں پیدا کر دیں تاکہ گھر کی حفاظت

۶۶

اور شکار وغیرہ میں اُس کے کام آئے۔ اور چونکہ خدا نے اُس کو پہرہ دار بنایا ہے تو ہتیاروں
سے بھی اُس کو قوت بخشی ہے اور وہ (ہتیار) اُسکے تیز دانت اور (ٹیڑھے) ناخن اور زور کے ساتھ
بھونکنا وغیرہ ہیں تاکہ وہ (اپنی سخت ہیبتناک آواز سے) چور کو اور مشکوک آدمی کو ڈراوے اور (اپنے
ہتیاروں کے ذریعہ سے) خطرہ کے مواقع سے بچ سکے پھر دیکھو حق تعالیٰ نے چوپائے کی پشت کو کیسے
(ہموار) سطح (کی طرح) بنایا ہے جو چار پیروں پر مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے تاکہ سواری اور لادنے
کے کام میں (اچھی طرح) آسکے۔ اور چوپائے کی (مادہ کی) پیشاب گاہ پشت کے پیچھے کھلی ہوئی پیدا کی گئی ہے
تاکہ نر کو اُس سے جفتی کرنا آسان ہو جائے کیونکہ اگر آدمی کی (عورت کی) طرح اُسکی پیشاب گاہ بھی پیٹ
کے نیچے ہوتی تو نر کو جفتی پر قدرت نہوتی کیونکہ وہ آدمی کی طرح مادہ کو چت لٹا کر جفتی نہیں کر سکتا (اور نہ
اس طرح وہ قادر ہو سکتا ہے) تو اس حکمت اور تدبیر میں (اچھی طرح) غور کرو (کہ ہر چیز کے مناسب
اُس کی مصلحتوں کی کیونکر رعایت کی گئی ہے) اور (دیکھو) ہتنی کی شرمگاہ چونکہ پیٹ کے نیچے ہوتی ہے
تو جفتی کے وقت اوپر کو اُٹھ کر وہ کس طرح نر کے سامنے باہر ہو جاتی ہے تاکہ وہ مجامعت پر (اچھی طرح)
قادر ہو جائے تو ہتنی کی شرمگاہ اگر اُس جگہ نہیں بنائی گئی جہاں دوسرے جانوروں اور چوپاؤں
کی شرمگاہ ہوتی ہے تو اُس میں یہ صفت (اوپر کو اُٹھنے اور باہر آجانے کی) رکھی گئی تاکہ توالد و تناسل
کا سلسلہ قائم رہے اور یہ بہت بڑی عبرت کی بات ہے پھر دیکھو تو حق تعالیٰ نے جانوروں کے بدن کو
بال اور اُون سے کس طرح چھپایا ہے تاکہ سردی اور گرمی اور دیگر آفات سے اُس کی حفاظت رہے اور
اُس کے پیروں میں کُھر اور سُم پیدا کئے ہیں (جو اُسکے لئے جوتہ کے قائم مقام ہیں) تاکہ اُن کے ذریعہ سے
وہ ننگے پیر چلنے کی تکلیف سے محفوظ رہے اور جن جانوروں کے کُھر اور سُم نہیں ہیں اُن کے پیروں پر سخت
اور مضبوط کھال چڑھی ہوئی ہے (جو اُس کو چمڑہ کے موزہ کا کام دیتی ہے) اور (دیکھو) چوپاؤں میں چونکہ
(غور و فکر کے قابل) ذہن نہیں اور نہ اُن کے ہتیلیاں اور اُنگلیاں ہیں جن سے وہ کام کاج کر سکیں
تو حق تعالیٰ نے اُن کو نقصان پہونچانے والی چیزوں کے فکر سے بالکل بچا دیا کہ اُن کا لباس پیدائشی طور
پر اُن کے بدن پر ہمیشہ (ساتھ ساتھ) رہتا ہے جبتک کہ وہ زندہ رہیں نہ اُن کو لباس بدلنے کی ضرورت
ہے نہ نیا پہننے کی ضرورت ہے بخلاف انسان کے کہ اسمیں چونکہ فہم اور تدبیر (کا مادہ) ہے اور اُسکے
اعضا بھی اس قابل ہیں کہ وہ اُن سے جو چاہے بنا سکتا ہے اسلئے اُسکو بےفکر نہیں کیا گیا بلکہ وہ اپنے

۶۷

لباس تیار کرنے اور غذا حاصل کرنے میں خود بہت کام کرتا ہے) اور اُس کا ان کاموں میں مشغول ہونا ہی مصلحت ہے کیونکہ اسمیں (ایک بڑی) حکمت یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں خیر اور شر دونوں کی قابلیت پیدا کی گئی ہے اور وہ خیر سے زیادہ افعال شر کی طرف بہت مائل ہوتا ہے پس (خدا تعالی نے اُسکے پیچھے) یہ اسباب معاش لگا دیے جن کے ذریعہ سے اپنی ضروریات کو وہ پورا کرتا ہے اور انمیں مشغول ہو کر (افعال شر سے) جو اُسکے دنیا کے واسطے باعث فساد اور دین کے واسطے موجب ہلاکت ہیں بچا رہتا ہے (چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ مزدوری پیشہ ہیں یا صنعت و حرفت یا تجارت و زراعت میں لگے ہوئے ہیں وہ اخلاقی اور شرعی جرائم کا ارتکاب کم کرتے ہیں جرائم پیشہ اکثر وہی لوگ ہیں جو بیکار پڑے رہتے ہیں) پس اگر انسان کو (جانوروں کی طرح) تمام حالات میں بےفکر کر دیا جاتا کہ نہ اُس کو لباس بنانا پڑتا نہ کھانے پینے کیلئے کچھ کرنا پڑتا تو (وہ تکبر کرنے اور اترانے لگتا اور) اُس کو تکبر کرنا اور اترانا ہلاکت میں ڈالدیتا (کیونکہ معلوم وہ اس بےفکری میں تکبر کی وجہ سے کیا کچھ ستم ڈھاتا) اور تمام حیوانات سے زیادہ زمین میں فساد مچاتا اور وہ (جوہر) عقل جو سعادت عظمی حاصل کرنے کے لئے اُس کو عطا ہوا ہے اُس کو اُن کاموں میں صرف کرتا جن میں اُسکی (سر تا سر شقاوت (اور بدبختی) ہے (اور اب چونکہ امور معاش میں ایک کو دوسرے کی احتیاج ہے اس لئے ایک شخص دوسرے کے سامنے تواضع اور پستی کرتا ہوا بھی نظر آتا ہے جس سے نظام عالم بہت خوبی کے ساتھ چل رہا ہے اور اگر ہر شخص دوسرے سے مستغنی ہوتا کسی کو کسی کام میں بھی دوسرے کی حاجت نہ ہوا کرتی تو اس سے بڑھکر فرعون بے سامان کوئی نہ ہوتا جب اس احتیاج کی جکڑ بندی میں انسان کے تکبر کی کوئی حد نہیں تو جب استغنا اور بیفکری ہر اک کو پوری نصیب ہوتی تو معلوم کیا کیا ظلم برپا کرتا) پھر (دوسری بات یہ ہے کہ) انسان مکرم ہے وہ قسم قسم کے ملبوسات میں سے جسکو چاہے انتخاب کرتا ہے اور جو چاہے پہنتا ہے اور جسکو چاہے اُتار دیتا ہے اور اس (تبدیلی لباس) کے ذریعہ سے وہ زینت اور جمال حاصل کرتا ہے اور جس کپڑے سے چاہتا ہے اپنا جی خوش کرتا ہے اور لباس کے ذریعہ سے دوست احباب کی نگاہوں میں اُس کی زینت اور جمال اور رونق بڑھجاتی ہے نیز (تبدیل لباس سے) بدن کی بدبو (زائل ہو کر اُس) کے بجائے عمدہ خوشبو پیدا ہو جاتی ہے جس سے اُس کا نفس (خوش ہو کر) منتعش ہوتا ہے اور یہ حق تعالی کی اُس کے حال پر بڑی عنایت اور اسمیں

(باقی آیندہ)

ہندو مسلم کا اتحاد
اور
شرعی فتویٰ

مولانا عبدالحی صاحب اپنے فتاوی صفحہ ۴۲ جلد ۲ میں تحریر فرماتے ہیں "فقہا کتب فقہ میں ایسی صورت کے
جسمیں تحسین اعمال کفار اور شرکت افعال اور موافقت انکی عبادت کی ہو حکم کفر لکھتے ہیں اور جو شخص مرتکب ایسے
امر کا ہو وے اسپر حکم لزوم تجدید ایمان و تجدید نکاح کا دیتے ہیں" اختر الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابو بکر الطرخانی من
خرج الی السدة فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر وعلی قیاس مسئلة السدة الخروج الی نیروز المجوس للموافقة معهم فیما یفعلونہ فی
ذالک الیوم من المسلمین کفر انتہی - اور یہی اسمیں ہے - وکذا الخروج فی اللیلة التی یلعب فیہا کفرة الہند بالنیران او الموافقة
معهم فیما یفعلونہ تلک اللیلة یلزم ان یکون کفرا - اور یہی اسمیں ہے فی نوادر الفتاوی ہر کہ رسوم ہنود را تحسین کند کافر
گردد انتہی - فتواہ مختصرا عالمگیری صفحہ ۱۶۵ جلد ۳ میں ہے "تحسین امر الکفار اتفاقا" الخ - ان عبارات سے معلوم ہوا
کہ کفار کی رسوم کو اچھا سمجھنا اور انکی موافقت و اعانت کرنا کفر ہے اسلئے ہر عاقل خود سمجھ سکتا ہے کہ گئو رکھشا کی
حمایت کرنا اور ہندؤں کی خاطر گائے کی قربانی بند کرنا کیا کچھ ہوگی - کیونکہ گئو رکھشا ہندؤنکا ایک مذہبی اہم مسئلہ ہے
جسکا ہر ہندو بچہ حامی ہے اور گائے کی قربانی بند ہونمیں ہندو اپنے دیوتا اور اپنے مذہبی جذبات کا احترام سمجھتے ہیں اور
جب فقہا ادنی ادنی رسوم کفار کی شرکت و موافقت کو کفر فرماتے ہیں تو ایک ایسے امر کی حمایت جسمیں ہندؤں کے دیوتا اور
مذہبی جذبات کا احترام لازم آتا ہے کیونکر کفر نہ ہوگی - فتاوی شامیہ صفحہ ۴۲۱ جلد ۳ میں ہے وقد نقل الشرنبلالی فی
رسالتہ عن الامام القرافی بانہ لا یعاد ما انہدم من الکنائس وان من ساعد علی ذلک فہو راض بالکفر والرضا بالکفر
کفر الخ فنعوذ باللہ من سوء المنقلب (الی ان قال) ولا شک ان من افتاہم وساعدہم وقوی شوکتہم یخشی علیہ سوء الخاتمة
والعیاذ باللہ اھ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے معابد منہدمہ کی تجدید کی اجازت دینا اور اسمیں انکی مدد کرنا کفر ہے پھر جب معابد کا
یہ حال ہے تو ہندؤں کے ایک دیوتا اور معبود یعنی گائے کے احترام میں انکی اعانت کرنا اور موافقت کرنا اور گائے کی قربانی
بند کرکے ہندؤں کے ایک مذہبی اہم مقصود یعنی گئو رکھشا کو کامیاب بنانا کیونکر کفر نہ ہوگا - حمایت کفر یقینا کفر ہے اسمیں سراسر
اسلام کی توہین اور ایک عقیدہ کفر کی تقویت اور ترویج ہے پس جن مسلمانوں نے گاؤکشی بند کرنے کی تقریرا یا تحریرا یا عملا
حمایت کی یا مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر گائے کی قربانی سے روکا یا مسلمانوں سے گائیں خرید کر یا چھین کر ہندؤں کے حوالے کیں
خصوصا جن لوگوں نے بعض علاقوں میں مسلمانوں سے گائیں لیکر انکو پھول پہنا کر انکا جلوس نکالکر انکے پیچھے پیچھے گئو ماتا کی جے

نعرے لگاتے ہوئے ہندوؤں کے گوشالہ میں انکو پہونچایا یہ سب لوگ اسلام سے خارج ہو گئے اسیطرح جن لوگوں نے اپنے ماتھوں پر
قشقے لگائے یا ہندو اتحاد کے جوش میں کسی ہندو کے جنازہ میں شرکت کی بالخصوص اگر رام رام ست ہے کے نعرے بھی لگائے - یا
جن لوگوں نے مسٹر تلک کے مرثیے لکھے جیسا کہ ایک مرثیہ کے اشعار اخبار مشرق میں دیکھے گئے ہیں جسپر اڈیٹر نے بھی افسوس ظاہر کیا ہے نمونہ
کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں ؎ چھوڑ جاتا ہے کسپر ہمیں نہ آیا کچھ خیال ٭ تو ہی اہل ہند کا تھا دست و بازو کا نشاں
تو ہی تھا اس باغ ہستی کا ہمارے نونہال ٭ ذات سے تھا ہند بھی تیری مثال گلستاں ٭ رہ گئی ہے زیر داماں آج اک شمع خموش
کس طرف جائیں گے اب ہم اے ہمارے پاسباں ٭ اب بہار آئیگی کیونکر اس نہال دہر میں ٭ جبکہ تو ہی چل دیا ہے سر گروہ رہبراں
ہو گیا ہے آہ تو کیوں وقف مرگ ناگہاں ٭ کیا تجھے حوران جنت کا نظر آیا سماں - ایک کافر کو دست و بازو کا نشاں اور
باغ ہستی کا نونہال اور سر گروہ رہبراں اور پاسباں اور اُسکے لئے حوران جنت کا سماں نظر آنا وغیرہ وغیرہ لکھنا
کفر نہیں تو کیا ہے) یا جن لوگوں نے تلک کے جنازہ اور اُسکے جلوس میں شرکت کی یا اُسکی ارتھی کو یا اُسکی نعش کو کندھا دیا یا جن
لوگوں نے یہ کہا کہ دوارکا شریف سے آنیوالوں کا مسلمانوں کو استقبال کرنا چاہیے یا جن لوگوں نے ان افعال کفریہ کو اور گاؤکشی بند کرنیکو اچھا
سمجھا یہ لوگ بھی اسلام سے خارج ہو گئے ان سبکو تجدید ایمان اور نکاح کی تجدید کر لینا چاہیے اور رو رو کر حق تعالی کے سامنے توبہ و استغفار
کرنا چاہیے اور جبتک ایسا نکریں اُس وقت تک دوسرے مسلمانوں کو انکے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے اور جن لیڈروں نے اس قسم کی تحریک پھیلائی کہ گائے کی
قربانی بند کر دینی چاہیے انکو مقتدا بنانا ناجائز اور قریب کفر ہے یہ لوگ مقتدا کیسے ہو سکتے ہیں انمیں تو اسلام اور ایمان بھی نہیں ہے
اسلام صرف کلمہ پڑھ لینے کا نام نہیں اگر کوئی مسلمان کلمہ پڑھکر کفریہ جذبات کا احترام کرنے لگے یا قشقہ لگانے اور زنار باندھنے
اور کفار کے افعال کو اچھا سمجھنے لگے وہ یقیناً کافر ہے جبتک تجدید خلاف اعمال کئے جاوینگے تو زبانی کلمہ پڑھنے کا اعتبار نہوگا بلکہ اُسکی
وہی مثال ہوگی جیسے ایک باغی بغاوت کا ارتکاب کرکے زبان سے اطاعت و وفاداری کا دعوی کرے سو ظاہر ہے کہ جبتک وہ باغیانہ
افعال سے خالص توبہ نکرے گا اُسوقت تک اُسکی زبانی وفاداری قابل اعتبار نہوگی - برادران من! احمق ہے کہ کسیکو میری یہ تحریر
ناگوار گذرے کہ میں نے ہزاروں مسلمانوں کو کافر بنا دیا مگر میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے خود کسی مسلمان کو کافر نہیں بنایا وہ تو جب اپنے اپنے
اس بلا میں پھنس گئے تو میں نے انکا کفر بتا دیا اور اگر اب بھی نہ بتاؤں تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ ساری عمر اسی بلا میں مبتلا رہیں اور مرنے سے پہلے بھی
ایمان اور تجدید نکاح کی توفیق نہو - نہیں نہیں اسکو کوئی مسلمان اپنے لئے کبھی گوارا نہیں کریگا کہ وہ اپنے خدا کے سامنے کافر بنکر جاوے
اسلئے میں نے خیر خواہی سے سبکو اطلاع کر دی ہے اب وہ جانیں اور انکا کام آئندہ ہندوؤں کے ساتھ ایسا ربط ضبط اور اتحاد نکریں جس سے دین ہی
برباد ہو جاوے انکے مذہبی میلے ہولی - دسہرہ - رام لیلا وغیرہ میں شرکت کریں کہ یہ بھی کفر ہے - برادران من!! کیا اب بھی اس ہندو مسلم اتحاد
کو مفید سمجھا جاویگا جس سے ہزاروں مسلمانوں کا ایمان برباد ہو خدا کرے ابھی لیڈران قوم سنبھلیں اور سنبھلکر ہوش سے کام لیں والسلام

(ظفر احمد عثمانی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون)

رجسٹرڈ اے نمبر ۲۷

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا او کما قال

امتثالا للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث

کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہر ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ سلسلہ دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقاید و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والوقوف فی سوء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات متفرقہ و مکتوبات متفرقہ فی الفوائد مختلفہ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح الاخلاق فی الفقہ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است با جلی آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ امداد اللہ است کہ کتب صحیفہ خیریت تبرک بنام نامش بریزو تا سبہا الا اشتمل تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۸) بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۹ ہجری جلد (۶)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(غفور علی پریس مین تھانے)

این صحیفہ کا مدش امداد نام — یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

جو

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین کو ہر پرچہ کو شروع کرنیکے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالی موجب مزید لطف کا ہوگا۔

(نائب مدیر)

کچھ مضر نہیں مگر بھی امراض بدنیہ کا اسقدر اہتمام ہوتا ہے جسکی کوئی حد نہیں بخلاف مرض روحانی کے
جس کی حقیقت ہی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا اور اعتدال سے خارج ہو جانا کہ اس کا انجام وہ ہلاکت
ہے جسکی نسبت فرمایا ہے لایموت فیہا ولا یحییٰ جسکا نام جہنم ہے اگر موت آجاتی تو سب قصے ختم
ہوجاتے مگر وہاں موت بھی نہیں پس جس مرض کا انجام صرف ہلاکت بدن ہے اس کو جب قابل اہتمام
سمجھتے ہیں تو جس مرض کا نتیجہ ہلاکت ابدی یا مدید و شدید ہے کیا وہ قابل اہتمام نہیں کیا اس کو مرض
نہ کہا جاویگا مگر حالت یہ ہے کہ زکام ہو جاوے تو حکیم جی کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور صد ہا روحانی
امراض میں مبتلا ہیں اور کچھ پرواہ نہیں ۞

فکر کونسی معصیت کی زیادہ ہونی چاہیے

اور یوں تو ہر معصیت قابل اہتمام و فکر ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ معصیت زیادہ قابل فکر ہے
جسکو خفیف سمجھا جاوے کسی نے بقراط سے پوچھا تھا کہ امراض میں کونسا زیادہ شدید ہے کہا کہ جس مرض کو
خفیف سمجھا جاوے وہ بہت اشد ہے اسی طرح جس گناہ کو ہلکا سمجھا جاوے وہ بہت شدید ہے اسلئے کہ وہ لاعلاج ہے

۳۵۱

بُری نظر اور بُری نیت بہت سخت گناہ ہیں مگر لوگ اسکو ہلکا سمجھتے ہیں

سو منجملہ ایسے امراض کے ایک مرض یعنی گناہ وہ ہے جسکا آیت کریمہ میں ذکر ہے اور اسی واسطے اسکو اسوقت
اختیار کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں یعلم خائنۃ الاعین الخ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت
میں دو گناہوں کا ذکر فرمایا ہے آنکھوں کے گناہ کو اور دل کے گناہ کو اور یوں تو آنکھوں کے بہت سے
گناہ ہیں لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے وہ کیا ہے بدنگاہی اسی طرح دل کے بہت گناہ ہیں لیکن
یہاں بقرینۂ سباق خاص گناہ کا ذکر ہے یعنی نیت بُری ہونا ان دونوں گناہوں کو لوگ گناہ سمجھتے ہیں لیکن
اسمیں شک نہیں ہو کہ جس درجہ اُن کی مضرت ہے اسقدر نہیں سمجھتے چنانچہ گناہ کا ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہیے
کہ دل تو میلا ہو جائے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا بہت خفیف سمجھتے ہیں کسی عورت کو دیکھ لیا
کسی لڑکے کو گھور لیا اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا یا کسی پھول کو دیکھ لیا

بُری نظر اور بُرے خیال کا مرض عام ہے اور اُسکی وجہ

اور یہ گناہ وہ ہے کہ اس سے بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں بدکاری سے تو بہت محفوظ ہیں کیونکہ اس کے لئے بڑے اہتمام کرنے پڑتے ہیں اول تو جس سے ایسا فعل کرے وہ راضی ہو اور روپیہ بھی پاس ہو اور نیز حیا و شرم بھی مانع ہو غرض اسکے لئے شرائط بہت ہیں اسی طرح موانع بھی بہت ہیں چنانچہ کہیں تو یہ امر مانع ہوتا ہے کہ اگر کسی کو اطلاع ہو گئی تو کیا ہو گا کسی کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی بیماری نہ لگجاوے کسی کے پاس روپیہ نہیں ہوتا کسی کو اُسکی وضع مانع ہوتی ہے چونکہ موانع زیادہ ہیں اسلئے کوئی شائستہ آدمی خصوصاً جو دیندار سمجھے جاتے ہیں اس میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں بخلاف آنکھوں کے گناہ کے کہ اسمیں سامان کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ نہ اسمیں ضرورت روپیہ کی اور نہ اسمیں بدنامی کیونکہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے کہ کیسی نیت سے کسی کو گھور لیا اور مولوی صاحب مولوی صاحب رہتے ہیں اور قاری صاحب قاری صاحب رہتے ہیں نہ اس فعل سے اُن کی مولویت میں فرق آتا ہے اور نہ قاری صاحب کے قاری ہونے میں کوئی دھبہ لگتا ہے اور گناہوں کی خبر تو اوروں کو بھی ہوتی ہے مگر اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہوتی۔ معصیت کرتے ہیں اور نیکنام رہتے ہیں لڑکوں کو گھورتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو بچوں سے بڑی محبت ہے جبکہ آنکھوں کے گناہ میں اطلاع نہیں ہوتی تو دل کے گناہ پر تو کیسے ہو سکتی ہے۔

بزرگوں کی پردہ پوشی اور اسکا بیان کہ بدنگاہی سے آنکھ بے نور ہو جاتی ہے

اور جن کو اطلاع ہوتی بھی ہے وہ حضرات ایسے متحمل اور ظرف والے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور وہ کسی کو بری نگاہ سے دیکھکر آیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطاب خاص سے تو اُس کو کچھ نہ فرمایا لیکن یہ فرمایا ما بال اقوام یترشح الزنا من اعینھم یعنی لوگوں کا کیا حال ہے کہ اُن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے تو یہ عنوان ایسا ہے کہ اس میں رسوائی کچھ نہیں لیکن جو کرنے والا ہے وہ سمجھ جائیگا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں اہل کشف نے لکھا ہے کہ بدنگاہی سے آنکھوں میں ایک ایسی ظلمت ہو جاتی ہے کہ جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ پہچان لیگا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں ہے اگر دو شخص ایسے لئے جاویں کہ عمر میں حسن و جمال میں اور ہر امر میں وہ برابر ہوں فرق اُن میں صرف اس قدر

ہو کہ ایک فاجر ہو دوسرا متقی ہو جب چاہے دیکھ لو متقی کی آنکھ میں رونق اور دل فریبی ہوگی اور فاسق کی آنکھ میں ایک قسم کی ظلمت اور بے رونقی ہوگی لیکن اہل کشف خصوصیت سے کسی کو کہتے نہیں بلکہ عیب پوشی کرتے ہیں۔

حکایت - اسپر مجھے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی شاہ صاحب مسجد میں بیٹھکر حدیث کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہو رہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کرکے سبق کیلئے آئے حضرت شاہ صاحب کو منکشف ہوگیا کہ یہ جنبی ہو غسل نہیں کیا وہ طالب علم معقولی تھے معقولی ایسے ہی لاپروا ہوتے ہیں شاہ صاحب نے مسجد سے باہر ہی روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہو جمنا پر چلکر نہائینگے سب لنگیاں لیکر چلو سب لنگیاں لیکر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آکر فرمایا کہ ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہوگیا اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اُسکو امر بالمعروف فرمایا۔

شیخ سے اپنا کوئی عیب نہ چھپانا چاہئے

اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہئے کہ ایسے شیوخ سے اپنے عیب کو نہ چھپایا کریں اسلئے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو خوف ہوتا ہے کہ یہ ہمکو حقیر سمجھینگے سو ان حضرات میں نہ تو یہ بات ہو کہ کسی کو حقیر سمجھیں اسلئے کہ یہ حضرات سوائے اپنے نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کردینگے سو نہ ان حضرات میں یہ بات ہے اسلئے اُن سے صاف کہدینا چاہئے مگر یہ اظہار معالجہ کے لئے ہے نہ کہ بلا ضرورت کیونکہ بلا ضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور بضرورت ظاہر کرنے کے حق میں حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں

چنداں کہ گفتیم غم باطبیباں ۔۔۔ درماں نکردند مسکیں غریباں

ما حال دل را بایار گفتیم ۔۔۔ نتواں نہفتن درد از حبیباں

بدنگاہی کے عام ہونیکی وجہ اور اسکا بیان کہ گناہونکی بنیاد کب سے پڑتی ہے

غرض چونکہ وہ لوگ کسی کو فضیحت نہیں کرتے اور جو فضیحت کرنے والے ہیں اُن کو اطلاع نہیں ہوتی

اس لئے یہ گناہ بدنگاہی کا اکثر چھپا ہی رہتا ہے اسلئے لوگ بے دھڑک اس کو کرتے ہیں پھر زنا و دیگر معاصی مثل سرقہ وغیرہ میں تو ضرورت اسکی بھی ہے کہ قوت و طاقت ہو اس میں اسکی بھی ضرورت نہیں اسلئے بوڑھے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ دیکھئے بوڑھا اگر عاشق ہو جاوے اور قابو بھی چل جاوے تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اسلئے کہ وہ قوت ہی نہیں ہے مگر آنکھوں کے سینکنے میں تو اسکی بھی ضرورت نہیں خواہ لب گور ہی ہو جاویں مجھ سے ایک بوڑھے آدمی ملے اور وہ بہت متقی تھے اُنہوں نے اپنی حالت بیان کی کہ میں لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھنے میں مبتلا ہوں ایک اور بوڑھے تھے وہ عورتوں کے گھورنے میں مبتلا تھے اور یہ مرض اول جوان میں پیدا ہوتا ہے بلکہ سب گناہوں کی یہی شان ہے کہ اول جوانی میں تقاضے کی وجہ سے کیا جاتا ہے پھر وہ مرض اور روگ لگجاتا ہے اور لب گور تک کیا جاتا ہے جیسے حقہ کہ اول کسی مرض کی وجہ سے پینا شروع کیا تھا مگر پھر یہ مرض لگجاتا ہے اور شغل ہو جاتا ہے لیکن جوان اور بوڑھے میں فرق یہ ہے کہ جوان آدمی تو معالجہ کیلئے کسی سے کہہ بھی دیتا ہے اور بوڑھا آدمی شرم کی وجہ سے کسی سے کہتا بھی نہیں پس اسکے مخفی رہنے اور خفیف ہونے کی وجہ سے اس میں کثرت سے ابتلا واقع ہے اسی واسطے فرماتے ہیں یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ یعلم کا لفظ دال ہو کہ اور لوگ اس سے واقف نہیں ہیں ہم ہی واقف ہیں مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے اس گناہ کی کسی کو خبر نہیں یہ صحیح نہیں ایسے کو خبر ہے کہ جس کو خبر ہو جانا غضب ہے اس لئے کہ اُس کو تم پر پوری قدرت ہے۔

بعض طبائع کو سزا کا خوف مانع ہوتا ہی جرم سے اور بعض طبائع کو جرم پر اطلاع کا خوف مانع ہوتا ہی بدنگاہی پر ایسی وعید کی گئی ہے جو دونوں مذاق والوں کے لئے زاجر ہے

اور اس گناہ کو ذکر فرما کر اس کی سزا بیان نہیں فرمائی بخلاف دیگر معاصی کے کہ انکی سزا ساتھ ساتھ بیان فرمادی ہے اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ طبائع ہم لوگوں کی مختلف ہیں بعض طبائع تو ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کو سزا ہونا مانع اور زاجر ہوتا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جو بے حیا بے شرم ہیں کہ جو ذلیل

ے ڈرتے ہیں اور بغیر جوتیوں کے خواہ کسی کو خبر ہو جاوے اُن کو کچھ باک نہیں اور بعض طبائع ایسی
وتی ہیں کہ سزا کی اگر اطلاع ہو جاوے تو ڈر کا وٹ کم ہوتی ہے لیکن اس سے وہ گڑ جاتے ہیں کہ فلاں
و خبر ہو جاویگی بالخصوص جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ ہمارا یہ جرم معاف بھی ہو جاویگا تو اور بھی زیادہ
رق عرق ہو جاتے ہیں کیا خوب کہا ہے ؎

تصدق اپنے خدا کے کہ پیار آتا ہے مجکو اتنا ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے وہ دمبدم عنایت

سی بنا پر ایک آیۃ کی تفسیر یاد آگئی وہ یہ کہ غزوہ احد کے قصہ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے
حضور کے حکم میں کچھ خطا واقع ہوئی تھی وہ یہ کہ جس ناکہ پر حضور نے ثابت اور قایم رہنے کا امر
رمایا تھا بوجہ خطا اجتہادی کے اُسپر قایم نہ رہے اُسکے بارہ میں ارشاد ہے اِذْ تُصْعِدُونَ وَ
لَا تَلْوُونَ عَلٰى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَ
حْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو
ے غم دیا بسبب اسکے کہ ہمارے رسول کو تم نے غم دیا اور غرض اس غم دینے کی یہ فرمائی کہ
لوگ غمگین نہو تو بظاہر یہ فہم میں نہیں آتا اسلئے کہ غم تو اسلئے دیا جاتا ہے تاکہ حزن ہو نہ اسلئے
غم نہو اسی واسطے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ لا زائد ہے مطلب یہی ہے کہ غم اسلئے دیا تاکہ تم کو
ن ہو لیکن الحمد للہ میری سمجھ میں اسکی تفسیر ایسی آئی ہے کہ اُس تقدیر پر لا زائد ماننے کی ضرورت
یں ہے اور معنی بے تکلف درست ہیں وہ یہ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حق تعالیٰ سے نہایت
رماتے تھے جب اُن سے یہ خطا واقع ہوئی تو اُن کا جی چاہتا ہے کہ ہم کو سزا اس کی دنیا میں ملجاوے
ہماری طبیعت صاف ہو جاوے اور اپنے مالک حقیقی سے سرخرو ہو جائیں اگر سزا نہوتی تو ساری
رنجیدہ رہتے اور یہ غم اُن کے نزدیک نہایت جانکاہ و جاں فرسا تھا اس بناء پر فرماتے ہیں کہ ہم نے
و اس خطا کی یہ سزا دیدی تاکہ تم کو غم نہو غرض کہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو سزا کا نام
سنکر رُکتے ہیں اور ایک وہ جو صرف اطلاع کی خبر دینے سے شرماتے ہیں اور اُس کام کے قریب
یں جاتے تو جو بے حیا تھے وہ تو یوں رُکے کہ یعلم میں اشارہ سزا کی طرف بھی ہے چنانچہ مفسرین
ے مقام پر فیجازیکم یہ فرماتے ہیں اور دوسرے مذاق والے اسلئے رُکے کہ شرم سے گڑ گئے کہ اللہ
ہر وہ جانتے ہیں بہرحال یہ دونوں مذاق والوں کے لئے وعید ہے۔

لوگوں کو بدنگاہی سے بچنے کا اہتمام نہ ہونا اور اسکا بیان کہ بدنگاہی کے متعلق کیا کیا دھوکے ہوتے ہیں

اس تمامتر تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ مرض نہایت اہتمام کے قابل ہے اب ہمکو اپنی حالت دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے میں دیکھتا ہوں کہ شاید ہزار میں ایک اس سے بچا ہوا ہو ورنہ ابتلائے عام ہے اُسکو نہایت درجہ خفیف سمجھتے ہیں جو جوان ہیں اُن کو تو اسکا احساس ہوتا ہے اور جنکی قوت شہویہ ضعیف ہو گئی ہے اُن کو احساس بھی نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہمکو تو شہوت ہی نہیں اسلئے کچھ حرج نہیں ہے سو اُن کو مرض کا بھی پتہ نہیں لگتا اور بعضوں کو اور دھوکہ ہوتا ہے وہ یہ کہ شیطان بہکاتا ہے کہ جیسے کسی پھول اچھے کپڑے اچھے مکان وغیرہ کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے ایسے ہی اچھی صورت دیکھنے کو بھی دل چاہتا ہے سو یہ بالکل دھوکہ ہے یاد رکھو کہ رغبت کے مختلف انواع ہیں جیسی رغبت پھول کی طرف ہے ویسی انسان کی طرف نہیں اچھے کپڑے کو دیکھکر کبھی جی نہیں چاہتا کہ اس کو گلے لگا لوں چمٹا لوں انسان کی طرف ایسی ہی رغبت ہوتی ہے ایک دھوکہ اور ہوتا ہے وہ یہ کہ بعضے یہ کہتے ہیں جیسے اپنے بیٹے کو دیکھکر جی چاہتا ہے کہ گلے لگا لوں اسی طرح دوسرے کے بچہ کو دیکھکر بھی ہمارا یہی جی چاہتا ہے صاحبو کھُلی ہوئی بات ہے اپنے سیانے بچہ اور دوسرے کے سیانے لڑکے میں بڑا فرق ہے اپنے لڑکے کو گلے لگانا چمٹانا اور طرح کا ہے اسمیں شہوت کی آمیزش ہرگز نہیں اور دوسرے کے لڑکے کی طرف اور قسم کا میلان ہے کہ اُس میں گلے لگانے سے بھی آگے بڑھنے کو بعض کا جی چاہتا ہے محبوب کی جدائی میں اور طرح کا رنج ہوتا ہے اور اپنے لڑکے کی جدائی میں اور قسم کا۔

بدنگاہی کیسی مضر چیز ہے اور اسکا بیان کہ امردوں کی مخالطت عورتوں کی مخالطت سے بھی زیادہ مہلک ہے

اور لڑکوں کی رغبت تو اور بھی سم قاتل ہے نصوص میں تو اُس کی حرمت ہے ہمارے بزرگوں نے بھی

۳۵۶

جو اُس کے آثار لکھے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی سخت بلا ہے ایک بزرگ مطلق نظر کے لئے فرماتے ہیں النظرۃ سہم من سہام ابلیس یعنی نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے حضرت ابو القاسم قشیری دونوں امر کی نسبت فرماتے ہیں کہ سالک کیلئے امردوں اور عورتوں کی مخالطت رہزن ہے ایک بزرگ کا خاص امردوں کے حق میں قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اُس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں غرض یہ نہایت مضرت کی چیز ہے۔

بدنگاہی کا اور گناہوں سے اشد ہونا اور اُسکے متعلق ایک بڑا دھوکہ

اور دوسرے معاصی اور بدنگاہی کی معصیت میں ایک اور فرق ہے وہ یہ کہ صدور کے بعد سب گناہوں کا اثر ختم ہوجاتا ہے اور دل بھر جاتا ہے مگر بدنگاہی ایسی شئے ہے کہ جب صادر ہوتی ہے اور زیادہ تقاضا ہوتا ہے کہ اور دیکھو آدمی کھانا کھاتا ہے سیر ہو جاتا ہے پانی پیتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے مگر یہ نظر ایسی بلا ہے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی ہے اس حیثیت خاص سے یہ تمام گناہوں سے بڑھکر ہے بعضے لوگ اس کو سمجھتے ہیں کہ اس سے خدا کا قرب ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم خدا کی قدرت دیکھتے ہیں مگر نرا شیطانی دھوکہ ہوتا ہے شیخ شیرازی نے ایسے ہی لوگوں کے جواب میں ایک حکایت تحریر فرمائی ہے فرماتے ہیں ؎

یکے صورتے دید صاحب جمال — بگردیدش از شورش عشق حال
برانداخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم برآرد بہشتی ورق
گذر کرد بقراط بروے سوار — بپرسید کیں راچہ افتاد کار
کسے گفتش ایں عابد پارساست — کہ ہرگز خطائے زدستش نخاست
ببرداشت خاطر فریبی دلش — فرو رفتہ پائے نظر در گلش
نہ ایں نقش دل می رباید ز دست — دل آں می رباید کہ ایں نقش بست

بقراط جواب دیتا ہے

نگارندہ را خود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بیغما ربود
چرا طفل یک روزہ ہوشش نبرد — کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد

۳۵۷

محقق ہماں بیند اندر ابل　　کہ در خوبرویانِ چین و چگل

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجکو اونٹ اور انسان صاحب جمال دونوں برابر ہیں وہ کاذب ہے آدمی اپنی طبیعت کا خود اندازہ کر سکتا ہے اور یہ میلان جسکو عشق کہتے ہیں عشق نہیں ہے یہ شہوت ہے ایک صاحب فرماتے ہیں ؎

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود　　ایں فساد از خوردنِ گندم بود

یہ فساد روٹیوں کا ہے ایسے لوگوں کو چار روز تک روٹی نہ ملے اُسکے بعد پوچھا جاوے کہ روٹی لاؤں یا لڑکا لاؤں یہ کہیگا کہ لڑکا اپنی ایسی تیسی میں جائے روٹی لاؤ۔

بزرگوں نے جو عشق مجازی کا حکم فرمایا ہی اُسکا کیا مطلب ہے اور اسکا بیان کہ عشق مجازی عشق حقیقی سی کسطرح تبدیل ہو جاتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملا جامی نے تو عشق مجازی کا امر کیا ہے اور حکایت لکھی ہے کہ کسی بزرگ کے پاس کوئی طالب گیا تھا اُنھوں نے کہا کہ عاشق ہو کر آؤ اور آگے لکھتے ہیں ؎

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست　　کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست

اگر اول الف باتا نخوانی　　ز قرآں حرف خواندن کے توانی

اُس سے بعض نادانوں نے سمجھا کہ جبتک کسی رنڈی کسی لونڈے کو قبلۂ توجہ نہ بنایا جاوے اُس وقت تک عشق حقیقی نہ میسر ہوگا بڑی غلطی اور سخت کم فہمی ہے میں اس کا مطلب عرض کرتا ہوں بات یہ ہے کہ اصلی مقصود طالب کا تو یہ ہے کہ جملہ تعلقات قطع کرکے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو اُسکے دو جزو ہیں تعلقات مخلوق سے قطع کرنا اُسکو تو اصطلاح میں فصل کہتے ہیں اور دوسری طرف تعلق پیدا ہونا اُسکو وصل یعنی فصل و وصل کہتے ہیں اور یہ تعلقات ہی فاصل و حاجب بن رہی ہیں اگر یہ درمیان سے اُٹھ جاویں تو وصل ہی وصل ہے شیخ فرماتے ہیں ؎

تعلق حجاب ست بے حاصلی　　چو پیوندہا بگسلی واصلی

پس معلوم ہوا کہ مقصود انقطاع عما سوی اللہ ہے جب یہ ہو جاوے تو قصہ سہل ہے اور اس انقطاع

باقی آئندہ

۳۵۸

گر بخوانی یا برانی از درم	جز درِ تو نیست جائے دیگرم
از درِ خویشم مراں اے ماہ منم	ما منم خاکِ درِ تو تا منم
در ہوایت مردم یا ذا النصیب	استجب یا من ہو نعم المجیب

اور یہ جواب گیا - جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ آپکی عین بزرگی ہے ورنہ واللہ میں خود اپنے کو ناکارہ سمجھتا ہوں اور ایسی حالت میں جو کچھ عرض کیا تھا وہ براہِ ناخوشی یا خود پسندی نہیں بلکہ معاملہ کی بات ہے اسکی صورت یہ ہو سکتی تھی کہ عام عنوان سے تحقیق فرمائی جاتی - نہ یہ کہ مجھ سے رجوع کرنے میں یہ احتمال ہے اس عنوان کا تو یہی اثر ہو سکتا ہے جو ہوا کیا کروں ایسی تاثیرات امور غیر اختیاریہ ہیں آپ ہی تدبیر تبلائیے کہ یہ اثر دل سے نکلے اور یوں تعلیم سے عذر نہیں مگر انشراح میرے قبضہ میں نہیں اب جو حکم ہو میں حاضر ہوں -

انتخاب جواب باصواب - اس کی صورت یہ ہو سکتی تھی کہ عام عنوان سے تحقیق فرمائی جاتی نہ یہ کہ مجھ سے رجوع کرنے میں یہ احتمال ہے اس عنوان کا تو یہی اثر ہو سکتا ہے جو ہوا کیا کروں ایسی تاثیرات امور غیر اختیاریہ ہیں - آپ ہی تدبیر تبلائیے کہ یہ اثر دل سے نکلے اور یوں تعلیم سے عذر نہیں مگر انشراح میرے قبضہ میں نہیں اب جو حکم ہو میں حاضر ہوں فقط -

عرض حال گنہگار

حال - رنگِ اخلاص ار فغانم داشتے	سوئے او رہ چوں نہ جانم داشتے

مادی و ملجائے ما گنہگاراں مدظلکم العالی - آداب و عاجزی کے ساتھ سلام مسنون عرض کر کے عرض رساں ہوں کہ نامۂ عالی کے مطالعہ کے بعد دل کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی یاس حرمان کا سماں نظر آنے لگا غرض جواب میں غیر معمولی توقف اس مرتبہ واقع ہوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا عرض کروں خدا گواہ ہے کہ تحقیق کا عام عنوان جو اختیار نہیں کیا گیا اسکا سبب بجز نقصان علم و فہم کے اور کچھ بھی نہیں میں اس کو عین اخلاص سمجھے ہوئے تھا کہ جس امر کا تعلق آپ سے ہی ہو اسکو غیر سے تحقیق کرنا کسی عنوان کے ساتھ ہو اچھا نہیں جو کچھ بھی اپنا نیک بد عمل اعتقاد خیال احتمال ہو سب آپکے روبرو پیش ہونا چاہئے بنے بگڑے سب کو آپ سنوار بنا دینگے اب ہمکو دوسرے سے کیا واسطہ جبکہ ؎ سپردم بتو مایۂ خویش را *

تحقیق۔ یہ تو بالکل ٹھیک ہے مگر میں تو اور کچھ عرض کر رہا ہوں مراد میری عام عنوان سے یہ ہے کہ خواہ مجھ ہی سے پوچھا جاتا مگر اس عنوان سے کہ ایک شیخ کے مرید کو دوسرے شیخ سے رجوع کرنا کیسا ہے ونحو ذلک۔

حال۔ لیکن وہ عین خطا ثابت ہوئی اور قضائے الٰہی سے یہ سمجھ الٹا اثر لائی اور جب یہ معلوم ہوا کہ خطا ہوئی تو میرے خیال میں اس کا علاج صرف توبہ تھی اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا لہذا اپنے مقدور بھر میں نے اسکو کیا اور پھر بھی کرتا ہوں مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسمیں بھی میری خطا ہے اسلئے کہ جسکو اخلاص اور توبہ سمجھتا ہوں وہ نہ توبہ ہے نہ اخلاص تو اب متحیر ہوں کہ کیا کروں کئی دن تک اس حیرت میں پڑے رہنے کے بعد دل میں یہ آیا کہ اظہار امر واقعی کرکے سمعنا واطعنا کہہ کر لطیفۂ غیبی کا منتظر رہوں اور میں کیا تدبیر بتلا سکتا ہوں اور تعلیم محض ہو کیونکر اکتفا ہو سکتی ہے خصوصاً مجھ سے نابلد کندۂ ناتراش کو جسکی شان ہے تربیت نااہل را چوں گردگان برگنبد است اور یہ کہ حکم دوں استغفر اللہ کیا مجال کہ لب کھولوں اللہ تعالیٰ جب توبہ قبول فرما لیتا ہے تو اشقیا کو خلعت ولایت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے بندگان خاص بھی تو مظہر شان خداوندی ہیں پھر مجھے یاس کیوں ہو میں اپنے رب کی وسعت رحمت سے امیدوار ہوں کہ میرے معاملہ میں حسب مراد کچھ القا فرمائے گا۔

تحقیق۔ قبول توبہ میں کلام نہیں میں تو دوسری ہی بات عرض کر رہا ہوں کہ باوجود صحت معذرت انشراح میرے قبضہ میں نہیں یہ تو اسی معروض کا مطلب تھا باقی میں اب قلب میں انقباض نہیں پاتا ہوں اور میرے نزدیک یہ واقعہ آپکے حق میں رحمت ہوا کہ بہت سے خیالات کی اصلاح ہو گئی غور سے خود معلوم کر لیجئے۔ غرض اب مطمئن رہئے انشراح کے ساتھ خدمت کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

حال۔ اپنے معمولات کو بفضلہ تعالیٰ اور دعا جناب سے اچھی طرح سے انجام دے رہا ہے اور حالت بھی خدا کے فضل سے اور حضور کی دعا سے بہت اچھی ہے اور بحکم ارشادات عالی حضور کے یہ کتابیں بھی مطالعہ میں رہتی ہیں تعلیم الدین و تبلیغ دین اور مواعظ میں سے التذکیر حصہ اول و دوم و سوم اور ہفت اختر جامع شش مواعظ مع ملفوظات کے اور حضور ایک روز

۴۲

نماز تہجد کے بعد غنودگی سی ہوئی تو ایک بزرگ آئے جنکو بندہ نے بالکل پہچانا نہیں اُنہوں نے مجکو کھوچی میں لیکر پہنچا تو حضور اُن کے پہنچنے سے بہت راحت ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ قلب بالکل روشن ہوگیا حضرت والا یہ کیا بات تھی اور حضور وقت ذکر اسم ذات کے بچے خورد عمر کے بہت نظر آتے ہیں اور حضرت والا ذکر کے وقت غنودگی میں داہنی طرف سے کوئی کبھی ہاتھ میں روپیہ لیکر پیش کرتا ہے اور کبھی دونی وچونی معلوم ہوتا ہے کہ سامنے کرتا ہے حضور یہ کیا بات ہے مگر بندہ اُسکی طرف التفات نہیں کرتا اور حضور اسم ذات بندہ دن کو ۹-۱۰ بجے ۴ ہزار دفعہ کرتا ہے اب چونکہ اسوقت اور کچھ کام ہوا کرتا ہے تو اُسکے لیے اور وقت میں ارشاد عالی ہو تو بہت عنایت ہو۔

تحقیق - حالات معلوم کرکے دل خوش ہوا اللہ تعالی مزید ترقی عطا فرماوے ذاکرین کو ایسے واقعات بکثرت پیش آتے ہیں جن کا اکثر حصہ تصرف ہوتا ہے متخیلہ کا اور بعض واقعات صور مثالیہ ہوتی ہے معانی خاصہ کی یا تمثل ہوتا ہے کسی روح کا شلاً دبانا افاضہ ہے برکات کا کسی روح سے اور خورد سال بچے غالبا تصرف ہے متخیلہ کا اور روپیہ وغیرہ پیش ہونا مثال ہے توسع رزق واطمینان معاش کی تسلی کے واسطے اور وقت بدلنے کی اجازت ہے۔

حال - جو کچھ نئی بات پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے کلام مجید کے کلام الٰہی ہونے میں شک سا ہونے لگا تھا اور میں اس کو دل سے نکالنے کی بہت کوشش کیا کرتا تھا لیکن ادھر چار پانچ روز سے اس بیہودہ خیال میں کچھ زیادتی ہے اور اُسی طرح یہ ہوا کہ حضور رسالتمآب کے رسول ہونے میں بھی نعوذ باللہ شک ہونے لگا اس عرصہ میں اکثر حالات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھتا رہا ہوں مثلاً السلام الحقوق والفرائض لیکن بجائے اسکے کہ یہ فاسد خیالات دل سے نکلیں ہر ایک لفظ سے کچھ برعکس ہی خیال دل میں ہوتا رہتا ہے گو کہ دل سے میں خدا کے وجود اور خدا کی وحدانیت کا قائل ہوں اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق سمجھتا ہوں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا ایمان ہے اور دل میں اس خیال پر بہت بہت لعنت ملامت کرتا رہتا ہوں اور یہ خیال فاسد کچھ طبعًا نہیں ہے لیکن جب غور کرتا ہوں یا کوئی کتاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نظر سے گذرتی ہے تو یہ فاسد خیال ضرور پیدا ہوجاتا ہے جس سے طبیعت بہت پریشان رہتی ہے جب سے یہ خیال ذرا سختی کے ساتھ آنے لگا اُسوقت سے

۴۳

میں نے درود شریف پڑھنے میں زیادتی کر دی ہے اور اس قسم کی کتابیں پڑھنا ترک کر دیا ہے حضور میرے واسطے دعا فرماویں کہ میرا انجام بخیر ہو اور یہ فاسد خیالات دل سے نکلجاویں گو کوشش کرتا ہوں لیکن نماز میں جی نہیں لگتا اور ہر وقت طبیعت پریشان رہتی ہے اور جی گھبرایا کرتا ہے اکثر بلکہ بیشتر حضور کی قدمبوسی کا ایک ولولہ سا اُٹھا کرتا ہے اور بعض وقت طبیعت بے چین ہو جاتی ہے کہ اسوقت خدمت والا میں پہونچ جاؤں اور اس بات پر بہت تعجب ہوتا ہے کہ جب ایسے فاسد خیالات دل میں آتے ہیں تو حضور کی جانب کیوں اتنا میلان خاطر رہتا ہے کیونکہ حضور کی قدمبوسی کا شوق تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔

تحقیق۔ یہی یقینی علامت اور دلیل ہے اسکی کہ یہ کھی آئینہ قلب کے اندر نہیں باہر ہے جو اندر بھی نظر آتی ہے انسان بے اختیاری خیالات کا مکلف نہیں بالکل مطمئن رہیئے ذرا التفات نہ کیجئے اس سے از خود انشاء اللہ تعالیٰ دفع ہو جاویگا دفع میں زیادہ مبالغہ نہ فرمائیے۔

حال۔ تین چار روز ہوئے کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ تھانہ بھون میں یا اور کہیں ایک اونچی سی مسجد ہے اُسکے صحن میں میں کھڑا ہوا ہوں اور صحن کے نیچے بہت بڑا باغ ہے یہ مسجد اور باغ حضور ہی کی ملک ہے جہاں میں کھڑا ہوا تھا وہاں سے قریب باغ میں ایک بہت بڑا چھتنارا درخت فالسہ کا لگا ہوا اور خوب پھلا ہوا ہے درخت میں تو پختہ اور خام دونوں طرح کے پھل لگے ہوئے ہیں لیکن جو پھل درخت کے نیچے پختہ ہونے کی وجہ سے کثرت کے ساتھ ٹپک کر پڑے ہوئے ہیں۔ وہ پختہ تو ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے میرے جی میں آیا کہ ان گرے ہوئے پھلوں میں سے کچھ پھل چن لوں لیکن معاً یہ خیال ہوا کہ بغیر اجازت مالک ان کا لینا ناجائز ہے اسلیے میں نے ارادہ ترک کر دیا پھر دل میں خیال آیا کہ مسجد اور باغ تو حضور نے وقف کر دیا ہے کیونکہ ایسی چیزیں تو وقف ہی ہوا کرتی ہیں لاؤ اُٹھا لوں پھر خیال ہوا کہ شاید خدانخواستہ حضور کے دشمنوں کی طبیعت کچھ ناساز ہے اور یہ گرے ہوئے پھل حضور کی دوا کے واسطے ہیں اگر میں لے لونگا تو حضور کی دوا پھر کیسے ہوگی اور اسوقت (گویا حضور کی ہمدردی اور محبت میرے قلب میں زیادہ تھی) بس اس خیال کے آتے ہی میں نے اپنی رائے بدل دی اور اُن پھلوں کے یعنی فالسوں کے اُٹھانے کا خیال بالکل ترک کر دیا یہ فالسے کچھ کملائے ہوئے اور اودے سیاہی مائل رنگ کے تھے

باقی آئندہ

۴۴

نہیں تو اور کیا ہیں اگر یہ ہے تو کیا ان اخلاق کی اصلاح واجب نہیں اور بالخصوص کسی مرد و عورت
کی عفت کے متعلق معاملات میں تو بے احتیاطی حد سے گذری ہوئی ہے جسکی نسبت نصوص سے
سب سے زیادہ احتیاط کی ضرورت معلوم ہوتی ہے حتی کہ فقہاء نے اُن ہی نصوص کی بناء پر تصریح
فرمائی ہے کہ اگر ایک مشرقی کا ایک مغربیہ سے توکیلاً نکاح ہوا اور کسی نے دونوں کو مجتمع نہیں
دیکھا اور پھر اولاد ہوئی تو باوجود اسکے بھی اُس عورت کو زانیہ کہنا یا اُس بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز
نہیں بلکہ اُس بچہ کو اس مشرقی مرد کا کہینگے (بہشتی زیور میں یہی مسئلہ تو لکھدیا تھا جسپر مہربانوں
نے بیحد شور و غل مچایا اور اسکے قبل تمام کتب فقہ میں (جن میں سے بہت کا اُردو میں ترجمہ بھی
ہو چکا ہے) موجود ہے مگر کسی کو اس طرف التفات نہیں ہوا بس بہشتی زیور میں اُس کا آجانا
غضب ہو گیا رسالہ رفع الارتیاب میں اور رسالہ حکایات الشکایات شکایت ......
کے ذیل میں ان سب شبہات کا جواب نقلی عقلی موجود ہے) واقعی بات یہ ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے باب میں وحی قطعی نازل نہوئی ہوتی تو لوگوں کی اس بے احتیاطی پر نظر کرتے ہوئے قوی
شبہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بہت مسلمان بھی اُنپر بے بدگمانی کئے ہوئے نہ رہتے مگر ہم لوگوں
کی قسمت اچھی تھی جو اس باب میں وحی نازل فرمائی گئی مگر عجیب بات ہے کہ باوجود اس حکم کے
عام ہونے کے دوسرے موقع پر جہاں جزئیاً وحی نہو اُس حکم پر عمل نہیں ہوتا حالانکہ اُس حکم
کے ضمن میں جو اصول بیان فرمائے گئے ہیں وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں گو یہ فرق ضرور
ہے کہ محل نص کی برات و نزاہت قطعی ہے کیونکہ وہ صرف اُن اصول ہی پر مبنی نہیں اگر وہ
اصول نہ بھی ہوتے تب بھی برات کا اعتقاد قطعاً فرض تھا اور خلاف کا احتمال بھی واقع نہیں تھا
اور غیر محل نص کی برات ظنی ہے کیونکہ وہ اُن اصول پر مبنی ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ جہاں دلیل
شرعی نہو اُسکے ساتھ تکلم اور اسمیں سوء ظن جائز نہیں گو واقع میں اُسکے خلاف کا احتمال ہو
کما قال تعالی اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ
تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۔ مگر اس فرق میں اس بے احتیاطی کی اجازت کہاں
ہوئی کف لسان و حسن ظن تو دونوں میں امر مشترک ہے اور میں نے جو اُن اصول واردہ فی تبرئۃ
الصدیقہ رض کا حاصل بیان کیا ہے اس سے ایک طالبعلمانہ شبہ کا بھی جواب ہو گیا وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے

۱۲۰

نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ہ یعنی اس دعوی پر جب چار گواہ نہ لا سکے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالی کا علم خلافِ واقع ہونا محال ہے تو اللہ کے نزدیک جھوٹا وہی ہوگا جو واقع میں جھوٹا ہو تو اس مقدمہ کے بعد معنی آیت کے یہ ہوئے کہ اگر کوئی کسی کو زانی کہے اور اُسپر چار گواہ قائم نہ کر سکے تو وہ شخص واقع میں جھوٹا ہے اور جب کسیکو زانی کہنے والا واقع میں جھوٹا ہوا تو یہ شخص جسکو زانی کہا گیا ہے واقع میں زانی نہیں تو لازم یہ آیا کہ جہاں چار گواہ نہوں وہاں واقع میں کوئی زانی نہیں ہوتا اور یہ مشاہدہ سے باطل ہے کیونکہ ہزاروں آدمی واقع میں زانی ہوتے ہیں اور اُن کے زنا پر ایک بھی گواہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ چار۔ تو پھر آیت کا مضمون کیسے صحیح ہوا یہ ہے اشکال مگر میں نے جو حاصل بیان کیا ہے اُس سے یہ اشکال جاتا رہا تقریر اُسکی یہ ہے کہ عند اللہ کے معنی فی علم اللہ و فی الواقع نہیں بلکہ فی حکم اللہ و قانونہ ہیں یعنی گو گواہ نہ لانیکی صورت میں واقع میں اُس مدعی علیہ کے زانی ہونے کا احتمال ہو مگر قانون الٰہی میں اس مدعی کو کاذب کہا جاویگا یعنی اُس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جاویگا جو کاذب کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی اسکو اس تہمت لگانے کی سزا دیجاوے گی اور اُس کے دعوے کی بنا پر کسی کو اُس مدعی علیہ پر بدگمانی یا اُس کے ساتھ بدزبانی جائز نہ ہوگی اسی طرح ایسی ہی ضعیف یا باطل بناؤں پر کسی کو چور سمجھ جانا یا اور کسی طرح کا شبہہ کرنا جائز نہیں اور سب کا قاعدہ مشترکہ یہی ہے کہ جس امر کے اثبات کا شرع میں جو طریق ہے جبتک اُس طریق سے وہ امر ثابت نہو اُسکا کسی کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔ اور اپنے محل میں ثابت ہو چکا ہے کہ اُن طرق اثبات میں شریعت نے الہام یا خواب یا کشف کو معتبر و حجت قرار نہیں دیا تو اُن کی بنا پر کسی کو چور یا مجرم سمجھنا حرام اور سخت معصیت ہے اور جب ان ذرائع کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں جو کہ بعض امور غیر ملزمہ میں کسی درجہ میں معتبر بھی ہیں بشرط عدم تخالف شرع تو جو ذرائع شریعت کے نزدیک کوئی درجہ بھی نہیں رکھتے اُنپر حکم لگانا تو کس قدر سخت گناہ ہوگا جیسے حاضرات کرنا چور کا نام نکالنے کے لئے لوٹا گھمانا یا آجکل جو عمل مسمریزم کا شائع ہوا ہے یہ تو بالکل مہمل اور خرافات ہی ہیں جن میں اکثر جگہ تو عامل کا دھوکہ ہوتی ہے اور بعض جگہ عامل دھوکہ باز تو نہیں ہوتا مگر وہ خود دھوکہ میں ہوتا ہے اُس کو ان اعمال

۱۲۱

حقیقت معلوم نہیں سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سب تصرفات قوۃ خیالیہ کے ہیں تو جیسے کوئی شخص
ی واقعہ میں فکر و خیال کو صرف کر کے کوئی رائے قائم کر لے بس اس سے زیادہ ان اعمال کی
قت نہیں اور اس سے دھوکہ نہو کہ بعض اعمال میں آیات قرآنیہ پڑھی جاتی ہیں بات یہ ہے کہ ان
ت کی تلاوت محض حیلہ ہے قوۃ خیالیہ کے یکسو کرنے کا ورنہ اصل فعل قوت خیالیہ کا ہے گو آیات
نہ پڑھی جاتیں جب بھی وہ تصرفات ظاہر ہوتے اور اگر صرف آیات پڑھی جاویں اور خیال کو
سر طرف منصرف کر دیا جاوے تو ہرگز یہ تصرفات ظاہر نہ ہوں اور یہی حکم ہے قرآن مجید یا دیوان
ظ یا مثنوی سے فال لیکر کسی پر کوئی حکم لگا دینے کا جیسے ایک حکایت مشہور ہے کہ کسی بادشاہ کا
یمتی ہار گم ہو گیا تھا اُس نے کنیزک سے چراغ منگا کر اُسکی روشنی میں دیوان حافظ سے فال
تو یہ مصرع نکلا - چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد - بس اُسنے اُس کنیزک کو پکڑ لیا
تلاشی لینے سے وہ ہار اُسکے پاس نکلا اگر ایسی حکایات ثابت بھی ہوں تو اتفاقی بات ہے
س عمل اور اس واقعہ میں کوئی وجہ تعلق نہ کسی صحیح دلیل سے اسکی دلالت اسپر ثابت تو حجۃ
تبرہ کیسے ہوگا - اور اس سے بڑھکر یہ کہ کسی سحر یا کسی جن کے واسطہ سے یا کسی نجومی یا پنڈت
ے واسطہ سے کسی خبر کا یقین کر لینا خصوصًا جبکہ اُس چیز سے کسی بری کو متہم کر دیا جاوے
ا شدید حرام ہے کہ قریب کفر ہے اور اس سے دھوکہ نہو کہ فال دفعہ اُسکی مطابق نکلا -
ں تو آدمی کچھ بھی نہ کرے یوں ہی بکنا شروع کر دے کوئی نہ کوئی تو بات ٹھیک ہو ہی جاتی
ے اسی طرح ان خرافات میں اگر ایک دفعہ کوئی بات سچ نکلتی ہے تو سو دفعہ جھوٹ نکلتی
تو معتقدین اُس ایک کا تو ذکر کرتے ہیں اور سو بار کا ذکر نہیں کرتے اور اگر کوئی یاد دلاتا ہے
تفاقی ہونے سے جواب دیتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جسطرح جھوٹ ہونے کو اتفاقی کہدیتے
س سچ ہونے کو اتفاقی کیوں نہیں کہدیتے - یہ سب تسویلات شیطانیہ ہیں اور اگر تجربہ و مشاہدہ
ں نزاع قطعی نہیں کرتے ہو تو اُن کو جانے دو آخر شریعت مسلمان کے لئے اصل مدار
م و عمل کا ہے یا نہیں جب ہے تو دیکھو جب شریعت نے ان کی دلالت کو حجۃ نہیں کہا تم
یسے کہتے ہو اسکی ایسی مثال سمجھو کہ جنتری سے اگر ۲۹ کا چاند ثابت ہو خواہ وہ اپنے قاعدہ
ں صحیح ہی ہو مگر شریعت نے اُس کو حجت نہیں قرار دیا یا کوئی بیٹا اپنے باپ کے نافرمان ما

۱۲۲

میں گواہی دے گو وہ بیٹا کتنا ہی بڑا متقی اور سچا ہو مگر اس گواہی میں اُسکے قول کو حجت قرار نہیں دیا گیا گو اسی اجلاس پر اگر دوسرے شخص کے معاملہ میں وہ شہادت دے فوراً قبول کر لیجاویگی یا اہل سلطنت نے باوجودیکہ تار کو بعض امور میں حجت ٹھیرایا ہے لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں اپنی شہادت تار کے ذریعہ سے بھیجدے گو پورا یقین ہو کہ اسی شخص کا تار ہے مگر قبول نہ کیا جاویگا آخر شریعت ایک قانون ہے کیا اُسکو حق نہیں کہ جن دفعات کو اپنے محکومین کیلئے قرین حکمت سمجھے تجویز کردے باقی یہ اُس کے ذمہ نہیں کہ اُن حکمتوں کا سبق بھی سب کے سامنے دُہرا کرے گو بعض خواص عباد کو بعض حکمتوں پر اطلاع بھی ہو جاتی ہے مگر اُن کے ذمہ بھی ضروری نہیں کہ اُن کا اظہار کیا کریں کیونکہ اصل مقصود کہ عمل ہے اُن حکمتوں کے ظہور پر موقوف نہیں اور ایسوں ہی پر اُن کا انکشاف بھی ہوتا ہے جو اپنے عمل میں اطلاع حکمت کا انتظار نہیں کرتے اور یہ مشرب رکھتے ہیں ؎

زباں تازہ کردن باقرار تو　　نینگیختن علت از کار تو

امر ثانی کے متعلق بھی ضروری بیان ہو چکا اب امر ثالث کے متعلق عرض ہے کہ اُس میں بھی یہ بڑی کوتاہی ہے کہ ذرا تدبیر سے کام نہیں لیتے قایل کے قول کا کوئی محمل صحیح نہیں سوچتے بس مفتی صاحب کو جو بات ناگوار ہوئی فوراً کفر کا فتویٰ لگا دیا بلکہ بعض اوقات محمل صحیح سمجھ میں بھی آجاتا ہے پھر بھی اُسکو ذہن سے دفع کرکے اپنا غیظ نکالتے ہیں بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ وہ بیچارہ قایل وجہ کفر کا خود انکار کر رہا ہے اور محمل صحیح کی تصریح کر رہا ہے مگر جب بھی اُس کو معافی نہیں دیجاتی تکفیر ہی کی سزا اُس کے لیے بحال رہتی ہے حالانکہ حدیث میں تصریح ہے لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ عن الاسلام اور فقہا نے فرمایا ہے کما فی رد المحتار عن الخلاصۃ اذا کان فی المسئلۃ وجوہ یوجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی (ای یجب علیہ) ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل ح والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن اوکان فی کفرہ اختلاف ولو روایۃ ضعیفۃ من البحر ج ۳ ص ۴۲۰ دران مکفرین کی جرأت یہانتک بڑھ گئی ہے کہ عوام سے گذر کر بعض علماء تک کو اپنی تکفیر کا نشانہ بناتے ہیں اور ان سے گذر کر

۱۲۳

اخص الخواص یعنی عارفین تک بھی پہونچتے ہیں اور ماشاء اللہ تعالیٰ جن اقوال کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں وہ ایسے دقیق ہوتے ہیں کہ ان مکفرین کا طائر ذہن بھی وہاں نہیں پہونچتا۔ یا دقیق نہیں ہوتے مگر ناشی ایسے احوال سے ہوتے ہیں جن کی ہوا تک بھی ان محبوسان الفاظ و رسوم کو نہیں لگی تو انکی تکفیر کرنا بالکل اس آیت کا مصداق ہوتا ہے قال تعالیٰ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ وقال تعالیٰ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ونعم ما قیل ؎ وکم من عائب قولاً صحیحا ✤ وآفته من الفهم السقيم ✤ کیا یہ غضب او رستم نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں ایسوں کی تکفیر ہوئی جن کی برکت سے علوم اسلامیہ کا احیاء ہوا اور جنکے فیض سے برکات دینیہ کا القاء ہوا اور اگر کسی بزرگ کا کلام ماؤل نہو سکے تو اُسکی تکفیر سے یہ اسہل واسلم ہے کہ اس کلام ہی کی نسبت کا انکار کر دیا جاوے اور غلبۂ حال کی تاویل کے رد کرنیکے لیے بعض متقشفین عذر کو اُن چند عذروں میں منحصر سمجھتے ہیں جن کو اصولیین نے بوجہ کثرت وقوع ذکر کر دیا ہے اور اس تخصیص ذکری کو تخصیص واقعی سمجھکر دوسرے عذروں کی نفی ہی کر دی حالانکہ انمیں عذر کا منحصر نہونا خود فقہا ہی کے کلام میں مصرح ہے فی العالمگیریۃ احکام المرتدین من اصابه برسام او اطعم شیئاً فذهب عقله فهذی فارتد لم یکن ذلك ارتدادا وكذا لو كان معتوها او موسوسا او مغلوبا على عقله بوجه من الوجوه فهو على هذا كذا في السراج الوهاج اس عبارۃ میں بوجہ من الوجوہ قابل نظر ہے وفی مدارج السالکین لابن القیم (صفحہ ۱۱۴ ج ۱) تحت حدیث فیه قصة القائل انا عبدك وانت ربي وفي الحديث من قواعد العلم ان اللفظ الذي يجري على لسان العبد خطاء من فرح شديد او غيظ شديد ونحوه لا يؤاخذ به ولهذا لم يكن كافرا بقوله انت عبدي وانا ربك ومعلوم ان تأثير الغضب في عدم القصد يصل الى هذه الحال او اعظم منها اه اس عبارت میں لفظ ونحوہ قابل غور ہے اور اس دوسری عبارت کے نقل کرنے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ بعض علی الظاہر غیر متبعین للفقہاء پر بھی کہ وہ امر تکفیر میں اور بھی شدید ہیں حجت ہو کہ اُن کے ایک متبوع مسلم کا فتوی ہے اور ہم نے جو امر تکفیر میں احتیاط کرنے کو کہا ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی صریح کفر کا کام کرے یا صریح کفر کی بات کرے جسمیں تاویل نہ ہو سکے یا ہو تو سکے مگر خود وہ فاعل یا قائل اُس کا انکار کرے تب بھی اُس کی تکفیر نہ کی جاوے چنانچہ ایک کوتاہی اس اول کوتاہی کے مقابل

۱۲۴

اس باب میں یہ بھی ہے کہ علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ذرا ذرا بات میں تکفیر کر دیتے ہیں، اُن معترضین کے نزدیک وہ بات ذراسی ہوتی ہے ان صاحبوں کو یہ آیت پیش نظر رکھنا چاہیے وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۔ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ اور اوپر یہ عبارت گذر چکی ہے الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل خلاصہ یہ ہے کہ ہر امر میں حدود شرعیہ کا پاس واجب ہے نہ اُن کا تجاوز ہو اور نہ اُن سے تجاوز ہو ایک بے احتیاطی اس باب میں یہ ہوتی ہے کہ ثبوت کفر کے بعد اسلام کی تو تجدید کرلیجاتی ہے باقی نہ نکاح کی تجدید ہوتی ہے حالانکہ یہ بھی ضروری ہے اور نہ حج کا اعادہ ہوتا ہے حالانکہ کفر سے حج سابق بھی باطل ہو جاتا ہے تو بعد تجدید ایمان اگر شرائط وجوب حج کے پائے جاویں تو حج پھر کرنا چاہیے وھذا اٰخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ الفصول ۔

الحمد للہ کہ حصہ دوم اصلاح انقلاب کا ختم ہوا

یکم شعبان سنہ ۱۳۳۸ھ

۱۲۵

تتمہ کشف اللثام عن وجہ الکشف والالہام

چونکہ رسالہ کشف اللثام میں بعض ضروری امور درج ہونے سے رہ گئے تھے۔ اسلئے تتمیماً للفائدہ تتمہ ہذا لکھا جاتا ہے سو واضح ہو کہ جن لوگوں نے الہام کو حجت مانا ہے۔ اُنھوں نے اپنے دعوے پر مختلف وجوہ سے استدلال کیا ہے وجہ اول قولہ تعالیٰ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ الآیۃ ہے اور جواب اس کا کئی طرح دیا جا سکتا ہے اول یہ کہ یہ وحی از قبیل اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ ہو پس یہ ہمارا مخن فیہ نہوگا۔ اس پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ الفاظ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اس سے آبی ہیں اسکا جواب ایک تو روح المعانی میں یہ دیا ہے کون ذلک خلاف الملہم لیس بلازم اور دوسرا جواب یہ کہ قد تکون شاھدت منہ علیہ السلام ما یدل علی نبوتہ وانہ تعالیٰ لا یصبغہ والہام الا نفس القدسیۃ" مثل ذلک لا یبعد فبیغانہ نوع کشف الا تری قول عبد المطلب وقد سمی نبینا محمداً فقیل لہ" لم سمیت ابنک محمداً ولیس فی السماء ابالک" انہ سیحمد" وفی روایۃ" رجوت ان یحمد فی السماء والارض" دوم یہ کہ یہ از قبیل اوحیت الی الحوارین ہو یعنی یہ اطلاع ان کو بذریعہ نبی وقت پہنچی ہو اسپر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ اسوقت مصر میں کوئی نبی نہ تھا اسکا جواب یوں دیا گیا ہے کہ نبی کا خاص مصر میں ہونا ضرور نہیں اور مصر میں شعیب علیہ السلام موجود تھے علاوہ ازیں کثرۃ انبیاء بنی اسرائیل شائع وذائع ہے (ممکن ہے کہ آس پاس کوئی اور نبی بھی ہوں) اس جواب کو نقل کر کے صاحب روح المعانی نے لکھا ہے والحق ان الظاہر کون ذلک خلاف الظاہر مکابرۃ سوم یہ کہ اس الہام کا تعلق تدبیر سے ہے نہ تشریع سے یعنی اس میں موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر بتلائی ہے اور کوئی حکم شرعی نہیں بتلایا گیا۔ پس اسپر عمل جائز ہوگا کیونکہ ایسے معاملات میں عمل بالرای المحض بھی جائز ہے چہ جائے کہ مؤید بالالہام ہو اگر کہا جاوے کہ اس میں تعریض للہلاک تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل عرض اہلاک نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے انجاء من القتل مقصود تھا اور چونکہ ام موسیٰ کے ذہن میں اسکے سوا ان کے بچنے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ اور اس صورت میں ان کو ان کے بچنے

محفوظ شریعت تھی یا نہ بھی دوسری صورت میں تو کوئی اعتراض ہی نہیں اور پہلی صورت میں
جواب یہ ہے کہ شاید اس شریعت میں عمل بالالہام جائز ہو۔ فلا اشکال القصہ واقعہ موسیٰ
قابل احتجاج نہیں وجہ ثانی استدلال کا واقعہ خضر علیہ السلام ہے سو اسکا جواب اصل رسالہ میں
گذر چکا۔ وجہ ثالث کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہام کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ
فرمایا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث یعنی ملہم ہوتے تھے۔ اس امت میں اگر کوئی ہو۔ تو عمر بن الخطاب
ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ الہام کے قابل مدح ہونے سے کسکو انکار ہے گفتگو اس میں ہے
کہ الہام حجت شرعیہ بھی ہے یا نہیں سو اسکی حجیت اس سے ثابت نہیں ہوتی اور عدم حجیت کی
یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ الہام ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ غیر نبی کے الہام کے الہام ہونے میں شبہ ہے
کالحدیث المروی بسند فیہ مجاہیل فتدبر۔ وجہ رابع یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اثنائے
خطبہ میں الہام یا کشف کی بنا پر یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل فرمایا بس اگر الہام حجت نہ تھا تو انھوں
نے اتصال خطبہ کو جو کہ مسنون ہے اسکی بنا پر کیوں توڑا اور اسکی بنا پر خطبہ کو کیوں چھوڑا۔ اس کا
جواب یہ ہے کہ اس الہام کا تعلق تشریع سے نہ تھا اسلئے اسپر اعتماد کرنے میں مضائقہ نہ تھا
اور ترک اتصال خطبہ الہام کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس ظن مصلحت کی بنا پر تھا جو الہام سے حاصل ہوا
اور ظن مصلحت اگر بمجرد رائے ہو تب بھی ترک اتصال کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ الہام سے ہو
فتدبر فیہ ولا تزل وجہ خامس یہ کہ طبیب حاذق کی رائے تحلیل حرام میں حجت ہے تو الہام کیوں
نہ حجت ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جواز استعمال حرام للتداوی فی قول بحکم شریعت ہے نہ کہ بحکم
طبیب اور طبیب حلال کرنے والا نہیں ہے بلکہ وقت حل کا تبلانے والا ہے فلا حجۃ فیہ اسپر اگر کہا
جاوے کہ جب وقت حلت قول طبیب سے معلوم ہو سکتا ہے تو الہام سے کیوں نہ ہوگا تو اس کا
جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ قول طبیب کا قول طبیب ہونا بطریق صحیح معلوم ہے
اور اسکا اعتبار ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے اور واقع فی القلب کے من اللہ ہونے پر کوئی وجہ صحیح دلالت
نہیں کرتی اور نہ اسکے معتبر عند الشرع ہونے پر کوئی دلیل قائم ہے فقیاس احدہما علی الآخر قیاس
مع الفارق۔ وجہ سادس یہ کہ حدیث میں آیا ہے استفت قلبک تو گیا الہام شہادت وجدان
سے بھی گیا گذرا ہوا کہ شہادت وجدان حجت ہو اور الہام حجت نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے

ہے تحریر فرمایا ان کنت تعرف الکافر من المؤمن فاقتلہ
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الہام حجت ہے ۱۲

قطعی طور پر مصداق وآتیناہ من لدنا علما اور اس علم پر عمل کرنے کا مکلف ہے اور تو مومن وکافر میں بعلم خضری تمیز رکھتا ہے تو تب کر لے قتل جائز ہے لیکن چونکہ یہ باتیں محبت میں ہونا ممکن نہیں اس لئے تب سے لئے ایسا کرنا جائز نہیں پس ابن عباس رضؓ کی اجازت از قبیل تعلیق بالمحال ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر بذریعہ کشف والہام کے یہ علم حاصل ہو جاوے تو شرعًا قتل صبیان جائز ہے فلا حجۃ فیہ للقائلین بحجیۃ الالہام۔ القصہ یہ دلائل ہیں جن سے قائلین بحجیۃ الالہام احتجاج کرتے ہیں وقد علمت ان کل ماتعلقوا بہ شبہ لاشئ ۰

یہاں تک تو خطاب اُن لوگوں سے تھا جو حجیۃ الہام وکشف کو دلائل سے ثابت کرنا چاہتے تھے اب ہم اُن لوگوں سے خطاب کرتے ہیں جو بعض علما یا صوفیہ کے اقوال کو دستاویز بناتے اور کہتے ہیں کہ فلاں نے یوں کہا فلاں نے یوں کہا پس ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ حجیت الہام کے قائل ہوئے ہیں اُن کے اس قول کی بنا پر یا علم ظاہر ہوگا یا کشف والہام۔ صورت اول میں اُن کا قول اس لئے صحیح نہیں کہ ان کے استنباطات غلط ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور صورت ثانی میں مصادرۃ علی المطلوب ہے اس لئے اس صورت میں بھی اُن کا قول صحیح نہیں ہو سکتا اس سے اُن لوگوں کی غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو صوفیہ کرام کے اقوال کو علما اہل ظاہر کے اقوال پر بنا بر غلو فی الاعتقاد ترجیح دیا کرتے ہیں کیونکہ اہل تصوف کو علما ظاہر پر جو تفوق ہے وہ کشف والہام کے ذریعے سے ہے اور جبکہ کشف و الہام کی حجیت خود زیر بحث ہے تو ان کے اقوال کو اس لئے ترجیح نہیں دیجا سکتی کہ وہ صاحب کشف والہام ہیں۔ پس ان کو چاہیے کہ اول حجیت کشف والہام کو دلائل صحیحہ سے ثابت کریں پھر کشف والہام سے احتجاج کریں اب ہم علی سبیل التنزل کہتے ہیں کہ اگر صوفیہ کی ایک جماعت حجیت کشف والہام کی قائل ہوئی ہے تو دوسری جماعت ان کی تردید کرتی ہے چنانچہ قصہ خضر علیہ السلام

۲

کے تحت میں روح المعانی میں ہے وممن صرح بان الالهام ليس بحجة من الصوفية الامام الشعرانى وقال قد زل فى هذا الباب خلق كثير فضلوا واضلوا ولنا فى ذلك مؤلف سميته حد الحسام فى عنق من اطلق ايجاب العمل بالالهام وهو مجلد لطيف اه وقال ايضا فى كتابه المسمى بالجواهر والدرر قد رأيت من كلام الشيخ محى الدين قدس سره ما نصه اعلم انا لا نعنى بملك الالهام حيث اطلقناه الا الذائق الممتدة من الارواح الملكية لا نفس الملئكة فان الملك لا ينزل بوحى على غير قلب نبى اصلا ولا يامره بامر الهى جملة واحدة فان الشريعة قد استقرت وتبين الفرض والواجب وغيرهما فانقطع الامر الالهى بانقطاع النبوة والرسالة وما بقى احد يامره الله تعالى بامر يكون شرعا مستقلا يتعبد به ابدا لانه ان امره بفرض كان الشارع قد امر به وان امره بمباح فلا يخلو اما ان يكون ذلك المباح المامور صار واجبا او مندوبا فى حقه فهذا عين نسخ الشرع الذى هو عليه حيث جعل المباح الشرعى واجبا او مندوبا وان ابقاه مباحا كما كان فاى فائدة للامر الذى جاء به ملك الالهام لهذا الداعى فان قال لم يجئنى ملك الالهام بذلك وانما امرنى الله تعالى بلا واسطة قلنا لا يصدق فى مثل ذلك وهو تلبيس من النفس فان ادعى ان الله سبحانه كلمه كى كلام موسى عليه السلام فلا قائل به ثم انه تعالى لو كلمه ما كان يلقى اليه فى كلامه الا علوما واخبارا لا احكاما وشرعا ولا يامره اصلا انتهى وقد صرح الامام الربانى مجدد الالف الثانى قدس سره فى المكتوبات فى مواضع عديدة بان الالهام لا يحل حراما ولا يحرم حلالا ويعلم من ذلك انه لا مخالفة بين الشريعة والحقيقة والظاهر والباطن وكلامه قدس سره فى المكتوبات طافح بذلك اه ما فى الروح بقدر الحاجة

پس جبکہ صوفیہ میں یہ مسئلہ خود مختلف فیہ ہوگیا تو قائلین بالحجیۃ کے قول کو
محض اس لئے نہیں مانا جاسکتا کہ وہ صاحب کشف والہام ہیں۔ کیونکہ یہ وجہ
منکرین میں بھی موجود ہے پس چاہئے کہ ان کا قول بھی مانا جاوے اور نقیضین کا
قائل ہوا جاوے وہذا باطل بالبداہۃ پس ضرور ہے کہ ادلہ شرعیہ کی طرف رجوع
کیا جاوے اور علماء اہل ظاہر سے پوچھا جاوے اگر کہا جاوے کہ علماء ظاہر میں بھی اس
مسئلہ میں اختلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو علماء معتد بہم میں اس
مسئلہ میں کوئی نزاع نہیں بلکہ اہل علم قاطبۃ کتاب وسنت اجماع وقیاس
سے احتجاج کرتے ہیں اور الہام کا نام کوئی بھول کر بھی نہیں لیتا اور یہ اختلاف
ان شاذ لوگوں نے کیا ہے جو غیر محتج بہم ہیں اور جن پر مذاق تصوف غالب ہوگیا
اور اس لئے صوفیہ کے بارہ میں ان کو غلو فی الاعتقاد حاصل ہوا جسکی بناء پر انہوں نے
صوفیہ کے اقوال کو کھینچ تان کر شریعت سے ثابت کرنا چاہا لہذا یہ اختلاف
مضر نہیں۔ پھر اگر اس کو تسلیم کر لیا جاوے تو ہم کو حکم ہے اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ
فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ لہذا ہم اس اختلاف کا فیصلہ کتاب وسنت سے
کریں گے اور کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو حجیت الہام پر دلالت
کرتی ہو اس لئے حجت قول منکرین ہوگا۔ نہ کہ قول مثبتین۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ
الہام حجت شرعیہ نہیں ہے نہ اس سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوسکتا ہے
اور نہ اسکی بناء پر کسی حکم شرعی کو بدلا جاسکتا ہے لا من حیث النسخ ولا
من حیث تقیید المطلق ولا من حیث اطلاق المقید۔ فما قالہ الیافعی فی
روضہ من انہ لو اذن اللہ لبعض عبادہ ان یلبس ثوب حریر مثلا وعلم الاذن
یقینا فلبسہ لم یکن متھتکا للشرع وحصول الیقین لہ من حیث حصولہ للخضر
بقتلہ للغلام اذ ھو ولی لا نبی علی الصحیح اھ باطل محض لما بینا ولما فی روح
المعانی حیث قال بعد نقل ھذا القول ھو عشرۃ لا یقال لصاحبہا لعا لان
مظنۃ حصول الیقین الیوم الالھام وھو لیس بحجۃ عند الائمۃ ومن شذ اشترط

۵

علم لدنی الامداد محرم ۱۳۴۰

ما اشترط وحصوله بخبر عيسى عليه السلام متعذر لانه عليه السلام ينزل لشريعة
بشريعة نبينا صلى الله عليه وسلم ومن شريعته تحريم لبس الحرير على الرجال الا للتداوي وما
ذكر من نفي نبوة الخضر لا يعول اليه ولا يلتفت اليه اه وكذا ما قال چلپي زاده في شرح احياء
العلوم حيث قال يريد الغزالي من الباطن ما ينكشف لعلماء الباطن من حل لبعض
الاشياء لهم مع ان الشارع حرمه على عباده مطلقا فيجب ان يقال انما انكشف
لهم من سبب خفي عليهم وتحريم الشارع تعالى ذلك على عباده مقيد بانتفاء انكشاف
السبب المحلل لهم فمن انكشف له ذلك السبب حل له ومن لا فلا لكن الشارع حرمه
على عباده على الاطلاق وترك ذلك القيد لندرة وقوعه اذ من ينكشف له قليل جدا
مثاله انكشاف خرق السفينة وقتل الغلام للخضر عليه السلام فحل له بذلك الانكشاف
الخرق والقتل وحلهما له مخالف لاطلاق نهي النبي صلى الله عليه وسلم امته عن
الضرر وعن قتل الصبي لكنهما مقيدان فالاول مقيد بما اذا لم يعلم هناك
غاصب مثلا والثاني بما اذا لم يعلم ان الصبي سيصير ضالا مضلا لكن الشارع
ترك القيدين لندرة وقوعهما واعتمادا على فهم الراسخين في العلم اياهما اه باطل
بلا مرية لانه دعوى بلا دليل ولو ساغ مثل هذه الدعاوي لجاز لكل احد ان يبطل
كل من حكم الشرع بدعوى من نفسه ومن اين علم ان مطلقات الشرع مقيدة في
الحقيقة هل نص عليه الشارع نفسه او الهم هذا المدعي او غيره به فان كان
الاول فاين النص وان كان الثاني فما الدليل على حجية الالهام والاصل انه
ليس في الباب نص ولا الهام هل هو دعوى مجردة وتقول على الله و
منشاؤه سوء الفهم والغلو في الاعتقاد اعاذنا الله منه ـ وقوله وحلهما
له مخالف لنهي النبي صلى الله عليه وسلم امته الخ كلام من لا يدري ما يخرج
من راسه لانه لا مخالفة بين حل خرق السفينة وقتل الغلام للخضر
لاجل علم علمه الله وبين نهي النبي امته عن مثلهما فان شرع الخضر
شرع وشرع النبي شرع آخر فتدبر ؞

انقاء الفتن

(جلسۂ خلافت کمیٹی تھانہ بھون کے متعلق ایک مراسلت پر تنقید)

اخبار ہمدم میں تھانہ بھون تحریک خلافت اور مولوی اشرف علی صاحب کی مایوسانہ خموشی کے عنوان سے ایک مراسلت سید محمد ابو اسسٹنٹ سکرٹری پراونشل خلافت کمیٹی صوبہ آگرہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے ہم اس کا وہ حصہ جسکو ہمارے مقصود سے تعلق ہے اس غرض سے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں کہ وہ ارکان خلافت کمیٹی کی دینی و دنیوی قابلیت کا اندازہ کرلیں اور سمجھ لیں کہ جن لیڈروں کی دینی و دنیوی علمی و عملی قابلیت کی یہ حالت ہے جو اس مضمون سے ظاہر ہوتی ہے وہ کہانتک ان کے فلاح دینی و دنیوی کا بار اُٹھا سکتے ہیں مضمون نگار نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس واقعہ کو جسطرح ہمنے حضرت مولانا کی زبان مبارک سے سُنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نامہ نگار نے اس میں اپنی طرف سے بھی اضافہ کیا ہے۔ اور واقعہ اس طرح نہ تھا جس طرح رنگ کر اُس کو بیان کیا گیا ہے لیکن ہم تھوڑی دیر کے لئے اسی تحریر کے مطابق واقعہ کو تسلیم کرکے اسپر کلام کرتے ہیں۔ نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ حضرت مولانا نے سلام کا جواب نہیں دیا پھر اُسکی توجیہ کرتا ہے۔ کہ شاید حضرت مولانا نے سنا نہو۔ پھر حاضرین پر اعتراض کرتا ہے کہ اُنہوں نے بھی جواب نہ دیا۔ اسپر ہم نامہ نگار سے سوال کرتے ہیں کہ جب آپکا سلام اس قدر آہستہ سے تھا جسمیں آپکو احتمال ہے کہ حضرت مولانا نے شاید نہ سنا ہو تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حاضرین نے ضرور اس کو سُنا اور انمیں یہ احتمال کیوں نہیں کہ شاید انہوں نے بھی نہ سنا ہو۔ اور جب یہ احتمال سامعین میں بھی ہے تو پھر اعتراض کی کیا وجہ۔ نیز یہ بھی تو احتمال ہے کہ حاضرین یا حضرت مولانا نے انکے سلام کا جواب دیا مگر انہوں نے نہ سنا ہو پھر اعتراض کیا ہے یہ تو نامہ نگار کے اعتراض کا جواب تھا اب ہم ناظرین کو اس مقصود کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو نامہ نگار اس اعتراض سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اصل مقصود نامہ نگار کا خود حضرت مولانا پر اعتراض کرنا ہے۔ مگر وہ صاف صاف کہتے ہوئے اسلئے ڈرتا ہے کہ اگر میں یقینی طور پر اُنپر سلام کا جواب نہ دینے کا الزام عائد کردوں تو مسلمان اس دھوکہ میں نہ آئینگے اور وہ سمجھ لینگے کہ حضرت مولانا جیسا

جلیل القدر ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ محض نامہ نگار کا افترا ہے اسلیئے وہ اس اعتراض کو ایک احتمال نکالکر کمزور کرتا ہے پھر اسکو خیال ہوتا ہے کہ ہمنے اعتراض بھی کیا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا تب حاضرین پر اعتراض کرتا ہے تاکہ لوگ سچ مان لیں اور مقصود اس سے بھی خود حضرت مولانا ہی پر اعتراض ہے کہ ان کے خدام ایسے ہیں۔ یہ ہے ان لیڈروں کی اخلاقی حالت اور یہ ہے ان کا وارثان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ۔ اسکے بعد نامہ نگار لکھتا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے لیٹے ہی لیٹے بہت ہی دھیمی آواز سے فرمایا کہ شب بہت زیادہ ہوگئی ہے آرام کیجئے۔ مجمع سے قلب کو تکلیف ہوتی ہے صبح ملاقات کیجیئے گا اھ اس سے بھی جہانتک ہم سمجھتے ہیں نامہ نگار کا مقصود دو طرح سے اعتراض ہے۔ اول یہ کہ حضرت مولانا ان کی تعظیم کے لیئے بیٹھے نہیں بلکہ اسیطرح لیٹے رہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت مولانا نے انکو دور ہی سے دھتا بتائی اور ان کی بات تک نہ پوچھی لیکن یہ دونوں اعتراض لغو ہیں کیونکہ حضرت مولانا نے کچھ انہی کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ اُن کا اپنے خدام کے ساتھ بھی عام طور پر یہ ہی معمول ہے کہ وہ عشا کے بعد بات چیت نہیں کرتے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دن بھر کی مشقت سے تکان ہو جاتا ہے اور اسوقت وہ اپنے کو آرام دینا چاہتے ہیں پھر اُس روز تو طبیعت بھی ناساز تھی۔ ایسی حالت میں تو ان کا عذر اور بھی زیادہ ظاہر ہے۔ پس حضرت مولانا پر تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ ہاں اس سے خود آنے والوں کی ایک بیہودگی تو ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ایسے وقت ملاقات کیلیئے آئے جو عام طور پر ملاقات کا وقت نہیں ہے اور دوسری بیہودگی یہ کہ جب اُن کو معلوم ہوگیا تھا کہ حضرت والا آرام فرما رہے ہیں تو واپس نہیں گئے بلکہ آرام میں مخل ہوئے۔ اب ہمکو انصاف سے تبلایا جاوے کہ ان بیہودگیوں کے بعد حضرت مولانا کا وہ مہذب جواب قابل تحسین ہے یا قابل اعتراض۔ اس برتاؤ سے ناظرین کو پتہ چل جائیگا کہ ان لوگوں کی دینی حالت کتنی کمزور ہے اور وہ اہل اللہ کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ نیز مضمون نگار لکھتا ہے کہ سلام علیک کے بعد مولانا محمد خلیل صاحب نے اس لحاظ سے کہ ہر شخص کھلم کھلا شاید ہماری طرح موجودہ معاملات میں کچھ نہ کہہ سکے اسلیئے تخلیہ کی درخواست کی۔ مگر اس کا جواب ملا یہ وقت میرے دوسرے کاموں کا ہے اھ اس سے میاں محمد خلیل صاحب کی جس دماغی قابلیت کا پتہ چلتا ہے وہ مخفی نہیں۔ کیونکہ تخلیہ کا حاصل یہ

۲

ہوتا ہے کہ جو لوگ قابل اعتماد ہوں اُنہی تک راز محدود رہے اور ناقابل اعتماد لوگ اسپر
مطلع نہوں تو میاں محمد خلیل کے تخلیہ کی درخواست کے یہ معنی ہوئے کہ اگر آپ خانقاہ کے لوگوں
پر اعتماد نہیں کرتے تو مجھپر اعتماد کیجئے اور اپنے اسرار مجھے بتلا دیجئے اس درخواست کا بے معنی
ہونا ہر شخص جان سکتا ہے کیونکہ جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہیں ان کو تو میاں محمد
خلیل ناقابل اعتماد بتلاتے ہیں اور خود بدولت (جسکے صورت اور نام سے بھی حضرت واقف نہیں)
اپنے کو قابل اعتماد ٹھہراتے ہیں۔ اس سے آپکی دماغی قابلیت ظاہر ہے۔ اُس کے بعد نامہ نگار
لکھتا ہے کہ مولوی محمد خلیل صاحب نے پھر ویسی ہی عرض کرنے کی اجازت چاہی وہ بھی نہ ملی اھ اس سے
میاں محمد خلیل کی اور بھی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اُن کو مولانا کی نسبت یہ بھی خیال ہوتا ہے
کہ شاید یہ ہماری طرح کھلم کھلا کچھ نہ کہہ سکتے ہوں اور پھر ان سے کھلم کھلا کہنے کی درخواست بھی
کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ عقلمندی کیا ہوگی بالخصوص جبکہ تخلیہ کی درخواست بھی رد ہو چکی ہو
پھر تو یہ درخواست اور بھی زیادہ عقلمندی ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ حضرت مولانا یہ عذر فرما
چکے تھے کہ یہ میرے دوسرے کاموں کا وقت ہے اُن کو چاہئے تھا کہ وہ یوں کہتے کہ اگر اسوقت
فرصت نہیں ہے تو دوسرا وقت تبلائیے مگر یہ تو وہ کہے جسکو عقل ہو اور اُس کا مقصود طلب حق
ہو۔ نیز نامہ نگار لکھتا ہے پھر تحریر کی اجازت چاہی اُس کا اقرار ضرور کیا گیا مگر ان الفاظ کے ساتھ
کہ اگر جواب آپکی مذاق کے موافق نہ ہو۔ تو معاف کیجئے گا اھ اس سے آپ حضرات اندازہ کر لیجئے
کہ ان سوالات سے ان لوگوں کا مقصود بجز عناد کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر طلب حق
مقصود ہوتی تو بذریعۂ تحریر جواب حاصل کر سکتے تھے۔ جبکہ حضرت مولانا نے وعدہ فرمالیا تھا مگر
یہ تو مقصود ہی نہ تھا مقصود تو محض اظہار عناد تھا۔ پھر نامہ نگار لکھتا ہے بڑی رد و کد کے بعد مولوی
محمد خلیل صاحب کو اتنا موقع ضرور اور وہ بھی مولوی اشرف علی صاحب کے خلاف ملا اھ ان
الفاظ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں اہل اللہ کی کتنی وقعت ہے۔ بھلا
ان سے کوئی پوچھے کہ حضرت مولانا کو مجبور ہونے کی کونسی وجہ تھی اور اگر وہ صاف کہدیتے کہ
میں تم کو منہ لگانا نہیں چاہتا تو یہ بیچارے ان کا کیا بگاڑ سکتے تھے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ
انہوں نے تحریری گفتگو کو بمجبوری منظور کیا۔ مگر جب خدا کا خوف اور دنیا کی شرم نہو تو جو چاہے

بک دے۔ کوئی زبان پکڑنے والا تو ہے نہیں۔ پھر نامہ نگار لکھتا ہے۔ اُنہوں نے مسئلہ خلافت کے متعلق ذکر کرنا چاہا ہی تھا۔ کہ مولوی اشرف علی صاحب نے فوراً روک دیا۔ اور فرمایا کہ دیکھیے حضرات آپ واقعات کو نہ بیان کیجیے مولوی محمد خلیل صاحب نے عرض کیا۔ کہ اجی حضور میں طالب علم بن کر مستفتی کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں آیا جو کچھ ہم لوگ اسلام کی خدمت موجودہ حالت میں کر رہے وہ جائز ہے یا ناجائز۔ نفس مرحلہ یعنی فریضہ دفاع بلاد مقدسہ اسکا کیا حکم ہے۔ جواب ملا کہ میں کچھ نہ سنونگا۔ نہ جواب دونگا اگر سکوت کرونگا تو آپ مجھے متفق سمجھینگے اور اگر کچھ کہا تو وہ آپکے خلاف ہوا تو آپ ناراض ہونگے اسلئے کچھ نہ کہوں گا نہ سنونگا۔ سائل نے پھر کہا کہ جناب میں حق بات ضرور مانونگا تسکین فرما دیجیے۔ میں جمعیۃ العلما، صوبہ متحدہ و پراونشل خلافت کمیٹی صوبہ آگرہ کی طرف سے مبلغ ہوں اُنکی طرف سے یہ دعوت بھی دینا میرا فرض ہے...... اب میں کچھ نہیں سننا چاہتا اھ ناظرین اس تحریر کو دیکھیں اور میاں خلیل کا تمرد اور غلط بیانی ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ گفتگو بذریعہ تحریر کیجائے مگر پھر میاں خلیل الجھتے ہیں اور زبانی گفتگو پر اصرار کرتے ہیں اس سے بڑھ کر اور تمرد کیا ہوگا۔ نیز وہ پہلے کہتے ہیں کہ میں طالب علم اور مستفتی ہوں اور میری درخواست مستفیدانہ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں جمعیۃ العلماء اور پراونشل خلافت کمیٹی کا مبلغ ہوں۔ اور دعوت دینا میرا فرض ہے۔ یہ تناقض بیان قابل ملاحظہ ہے اب انصاف سے فرمائیے کہ ایسے متمرد جاہل کو اگر کوئی مُنہ نہ لگائے تو کیا اعتراض ہے اسکے بعد مضمون نگار لکھتا ہے بمجبوری مولوی محمد خلیل صاحب اُٹھ کر چلے آئے یہ کہتے ہوئے کہ جیسا آپکی نسبت سنا تھا آج یقین ہو گیا کہ آپ امر حق کو بہت پوشیدہ فرماتے ہیں اور جواب نہیں دیتے میں کنوئیں پر سے پیاسا جاتا ہوں اھ ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت مولانا وعدہ فرماتے ہیں کہ میں تحریری جواب دونگا اور میاں خلیل فرماتے ہیں کہ جیسا آپ کی نسبت سنا تھا آپ ویسے ہی حق پوش نکلے۔ بھلا اس سے بڑھکر بھی جہل کی کوئی نظیر ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ میاں خلیل کس قدر بیباک ہیں کیا کوئی طالب ہدایت اپنے ہادی کی نسبت ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے۔ آگے مضمون نگار کہتے ہیں اب مسلمانوں کو چاہئے گھر بیٹھ رہیں اسلئے کہ علماء تو فتوی دینے سے بھی انکار کرتے ہیں عوام غریب

ی مصیبت ہے روحانی کوئی کام نہ کریں تو مؤاخذہ کا خوف۔ اگر کریں تو یہ جائز ناجائز کے فتو
علیحدہ دریافت پر جواب ندارد خداوند کریم رحم فرمائے اھ مگر ہم نہیں سمجھتے کہ اس واقعہ سے یہ نتیجہ
کالنا کس طرح درست ہے جب نامہ نگار اقرار کرتا ہے کہ حضرت مولانا نے تحریری جواب کو منظو
ر فرمایا تو وہ یہ کیسے کہتا ہے کہ علماء تو فتوی دینے سے بھی انکار کرتے ہیں اور اگر یہ بھی مان لیا جائے
حضرت مولانا فتوی دینے سے بالکل انکار کرتے ہیں تو یہ مشورہ کسطرح درست ہے کہ مسلمانوں کو
ہیئے کہ گھر بیٹھے رہیں کیونکہ مسلمانوں نے اپنے کسی کام کو حضرت مولانا کے فتوی پہ موقوف نہیں
کر رکھا بلکہ جو انکے جی میں آتا ہے وہ کرتے ہیں چنانچہ میاں خلیل اور نامہ نگار نے یا اُسکے دوسرے ہم مشرب
نے جتنے کام ابتک کئے ہیں وہ حضرت مولانا کے فتوی سے نہیں کئے بلکہ خود رائی سے کئے اور آئندہ
جو کچھ کرینگے وہ بھی اپنی ذاتی رائے سے پھر ہم نہیں سمجھتے کہ انکو حضرت مولانا کے فتوی کی کیا حاجت
ہے اور ان کو حضرت مولانا کو الزام دینے کا کیا حق ہے۔ الغرض اس تمام مراسلت کا حاصل جہل و
عناد۔ مکابرہ ولداد۔ بیہودگی وگستاخی۔ تمرد و نافرمانی۔ دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا اور حضرت
مولانا کو اپنے اتباع کیلئے مجبور کرنا ہے۔ اب آپ اندازہ کرلیں کہ جن لیڈروں کی یہ حالت ہو۔ وہ
کہانتک مسلمانوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ آخر میں ہم یہ بھی تبلا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ
نامہ نگار نے جلسہ کی کارروائی بیان کرتے ہوئے یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس جلسہ میں خاموش
رہنے والے حضرات پر لعنت بھی کی گئی تھی لیکن ہمکو بعض حضرات کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ
اس جلسہ میں خاموش حضرات پر لعنت کی گئی تھی اگر یہ صحیح ہے اور بظاہر غلط ہونے کی کوئی وجہ
نہیں معلوم ہوتی تو اس سے میاں خلیل کے اس بیان کی سچائی کا کہ حضور میں طالب علم بن کر
مستفتی کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں اور اُن کے صدق و خلوص کا مزید ثبوت ملتا ہے اب
مسلمان غور کرلیں کہ یہ مراسلت کس حد تک نیک نیتی پر مبنی ہے اور انصاف کرلیں کہ ایسے
لوگوں سے گفتگو کرنا اور ان کے سوالات کا جواب دینا کہانتک حضرت مولانا پر لازم تھا
ہم صاف کہتے ہیں کہ حضرت مولانا ایسے لوگوں سے خطاب کرنے اور ان کے سوالات
کے جواب دینے کے ہرگز ذمہ دار نہیں جن کے سوالات کی بنا محض امتحان یا عناد و مخالفت
ہے یا وہ حضرت مولانا کا اتباع نہیں کرنا چاہتے بلکہ خود ان کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں کیونکہ

ایسے لوگ طالب ہدایت نہیں اور جو طالب ہدایت نہو اُس سے خطاب محض تضییع اوقات ہے
پس ہم تمام حضرات کو مطلع کرتے ہیں کہ کوئی صاحب بقصد بحث و مناظرہ یا بقصد امتحان
خانقاہ میں تشریف نہ لائیں اور نہ تحریری یا تقریری اس قسم کے سوالات کریں ورنہ جواب
نہ ملنے کی شکایت نہ کریں۔ کیونکہ ایسے حضرات نہ عقلاً جواب کے مستحق ہیں اور نہ شرعاً
خواہ وہ ذی وجاہت اور لیڈر ہوں یا کوئی اور۔ ہاں جن لوگوں کا مقصود محض طلب حق
ہوگا اور قرائن و واقعات سے ان کی حق طلبی معلوم ہوگی ان کی ہدایت سے دریغ نہیں
لیکن طریق ہدایت پھر بھی مجیب کی رائے پر ہوگا مسترشد کی رائے پر نہوگا جس طرح طریق
علاج معالج کی رائے پر ہوتا ہے نہ کہ مریض کی رائے پر اگر کسی کو اس طرح استفادہ منظور ہو
افادہ سے دریغ نہیں اور اگر منظور نہ ہو اُس کو اختیار ہے اور اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔
لوگ اہل اللہ کو اپنا غلام اور نوکر سمجھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ہم جس وقت
اور جس طرح چاہیں اُن سے کام لیں مگر یہ اُن کی غلطی ہے اُن کی تو وہ شان ہے جسکو
حضرت مولانا روم قدس سرہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ؎

ایں رسولانِ ضمیر راز گو — مستمع خواہند اسرافیل خو
نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں — چاکری خواہند از اہلِ جہاں
تا ادبہاشاں بجا گہ ناوری — از رسالت شاں چگونہ برخوری
کے رسانند آں امانت را بتو — تا نباشی پیش شاں راکع دوتو
ہر ادب شاں کے ہمی آید پسند — کامدند ایشاں زایوانِ بلند
نے گدایانند کز بہر منتے — از تو دارند اے مزور منتے

والسلام۔

احقر

ظفر احمد عفی اللہ عنہ

پہلے ظاہر و باطن کی پاکی اور صفائی کا اہتمام اچھی طرح کر لیا کرو) پھر اگر ہم یہ دیکھیں کہ اسوقت
حاکم کا مزاج اُس شخص کی طرف سے بدلا ہوا ہے جسکی ہم سفارش کرنا چاہتے ہیں تو حاکم کی موافقت کرتے
ہوئے (اُسوقت) ظاہر میں ہمکو اُس شخص سے انحراف کرنا چاہیے (کیونکہ غصہ کے وقت سفارش
کرنا کارآمد نہیں ہوتا بلکہ ایسے وقت میں غصہ والے کی موافقت کرنے سے اُسکا غصہ کم ہوجاتا ہے)
پھر ہمکو سفارش کے لیے دوسرے وقت کا انتظار کرنا چاہیے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (پہلے
ہی) اُن لوگوں کے بارہ میں جو اُلٹے پیروں شریعت سے ہٹ گئے ہیں قیامت کے دن غضب
الٰہی کی موافقت کرتے ہوئے فرمائینگے کہ دور ہوجاؤ دور ہوجاؤ پھر اسکے بعد اُن لوگوں کے حق
میں شفاعت بھی فرمائینگے اور اس حدیث میں جو ارتدوا علی ادبارھم آیا ہے (کہ وہ لوگ اُلٹے

عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی فرطکم علی الحوض من مر
علیّ شرب ومن شرب لم یظمأ ابدا لیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینھم فاقول
انھم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی متفق علیہ کذا
فی المشکوٰۃ وفی روایۃ لھما عن ابی ھریرۃ مرفوعا قال بینا انا قائم علی الحوض اذا زمرۃ حتی
اذا عرفتھم خرج رجل من بینی وبینھم فقال لھم ھلم قلت الی این قال الی النار واللہ فقلت ما
شانھم فقال انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری وفی اخرہ فلا اراہ یخلص منھم الا مثل
ھمل النعم آہ کذا فی الترغیب حضور نے فرمایا کہ میں تم سے پہلے حوض پر پہونچوں گا جو کوئی مجھپر گذریگا
وہ اُسکا پانی پیئے گا اور جسنے ایک بار اُسکا پانی پی لیا وہ کبھی پیاسا نہو گا اور میرے پاس بہت سی قومیں آوینگی
جن کو میں پہچانونگا اور وہ مجھے پہچانینگے پھر میرے اور اُن کے درمیان میں آڑ کردیجاوے گی میں کہوں گا
کہ یہ تو میرے آدمی ہیں تو مجکو جواب ملے گا کہ آپکو خبر نہیں انہوں نے آپکے بعد کیا نئی باتیں کی تو میں کہونگا دور
ہوجاؤ ہلاکت ہو اُس شخص کے لیے جسنے میرے بعد (میرے طریقہ کو) بدلدیا اور دوسری روایت میں ارتدوا
علی ادبارھم کا لفظ بھی ہے اور اخیر میں آپنے یہ بھی فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ اُن میں سے کوئی
نجات بھی پاویگا مگر (تھوڑے سے) گم شدہ جانوروں کے مانند آہ تو ممکن ہے کہ یہ تھوڑے سے جو نجات پاوینگے
اُنکی نجات حضور کی شفاعت کے بعد ہو اور یہ لوگ گنہگار ہوں گے اور جنکو نجات نہ ہوگی غالباً یہ وہ لوگ ہیں جو
حضور کے بعد خلافت صدیق میں مرتد ہوگئے تھے ۱۲ مترجم

۲۳

پیروں پیچھے ہٹ گئے تھے) اسکا مطلب یہ ہے کہ اُن لوگوں نے تقویٰ اور زہد اور رات کو جاگنے میں اور اسلامی گناہوں کے ارتکاب میں اور اسی طرح دوسرے کاموں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت اختیار کی تھی اور یہ معنی نہیں کہ وہ کافر ہوگئے تھے کیونکہ اگر وہ کافر ہوگئے ہوتے تو پھر حضور اُن کی شفاعت نہ فرماتے (کیونکہ کفار کے لئے شفاعت نہ ہوگی) یہ مطلب (اس حدیث کا) شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور میں نے سیدی علی خواص رح سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ جب سفارش کرنے والے کو قرائن سے حاکم کی بابت یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ اسکی سفارش قبول نہ کریگا ایسی حالت میں اُسکو سفارش کے درپے ہونا مناسب نہیں بلکہ لوگوں کو اُن علماء اور بزرگوں وغیرہ کا پتہ تبلادے جسکی سفارش کو حکام رد نہیں کرتے تاکہ سفارش چاہنے والا (اسکی سفارش لیجاکر) بیفائدہ مصیبت میں نہ پڑے اور (بعض لوگ) کبھی بے تدبیری سے سفارش کرتے ہیں تو مقصود میں اور بھی توقف اور زیادہ دشواری پیش آجاتی ہے تو اُس ظالم پر پہلے تو ظلم کی وجہ سے ایک ہی گناہ تھا اب (اس بے ڈھنگی سفارش کے بعد) جو وہ حق بات کو رد کریگا تو اُس کے ذمہ دو گناہ ہو جائینگے (ایک ظلم کا دوسرے حق بات کے رد کرنے کا یعنی سفارش قبول نہ کرنے کا) اور سید علی خواص رح (پہلے تو) میرے پاس مظلوموں کو بھیجدیا کرتے تھے تاکہ میں حضرت شیخ کی طرف سے (حکام وغیرہ کے پاس) اُنکی سفارش لکھدیا کروں پھر ۹۳۱ھ ہجری کے شروع ہوتے ہی اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اب آئندہ میری طرف سے کسی کے لئے سفارش کسی کے پاس لکھکر نہ بھیجنا میں نے عرض کیا کیوں (کیا وجہ) فرمایا کہ (ابتک تو) لوگوں کے دلوں میں کچھ خوف خدا اور آخرت کے لئے ثواب جمع کرنے کی کسی قدر رغبت و محبت تھی سو گذشتہ رات میں حق تعالیٰ نے اُس کو بھی دلوں سے اُٹھالیا پس اب جو کوئی تمہارے پاس کوئی حاجت لاوے (کہ فلاں حاکم وغیرہ سے میری سفارش کردو) اُس سے کہدیا کرو کہ حاکم کے غلاموں (اور دربانوں) کو دنیا کی کوئی چیز (بطور رشوت کے) دیدینا وہ تمہارا کام نکالدینگے (اور مجبوری کے وقت مظلوم کو رشوت دیکر کام نکال لینا جائز ہے جبکہ اُس کے بغیر کام ہی نہ چل سکے) پھر فرمایا کہ عنقریب (ایسا ہوا کرے گا کہ) لوگ حکام کے حاشیوں کو رقمیں دیا کریں گے تاکہ اُن کا کام درست کردیں (مگر وہ رقم بھی لے لینگے اور پھر بھی مقصود

پورا نہ کریں گے پھر اگر وہ اپنی رقم واپس لینا چاہیں تو کبھی واپس نہ کرینگے واللہ علیمٌ حکیم۔

(۹۵) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ حکام کو اپنی صحبت (و بیعت) میں داخل کرنے کی کوشش نہ کریں اور اگر اتفاقاً ان میں سے کوئی ہماری صحبت اختیار کرے پھر کسی دوسرے شیخ کی صحبت میں جانے لگے جو علانیہ اور پوشیدہ ہر طرح ہمارا مخالف ہو تو ہم اُس مرید کو چپکے چپکے تدبیر کے ساتھ اس طرح (اپنے سے) جدا کرنے کی کوشش کریں کہ وہ خود ہی ہم سے علیحدہ ہو جاوے اور اُسکا اعتقاد اُس درویش کے بارہ میں عمدہ (اور پختہ) کرتے رہیں جسکی صحبت میں وہ ہم سے جدا ہو کر گیا ہے۔ خواہ ہمکو یہ بات ظاہری طریقہ سے معلوم ہوئی ہو یا باطنی طریقہ سے کیونکہ ہر تعمیر کرنے والا اپنی عمارت کو دوسرے کی عمارت سے ممتاز کر لیا کرتا ہے پس مرید کی باطنی حالت سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ہم سے تعلق رکھتا ہے یا کسی دوسرے سے بھی اُس کو تعلق ہے اگر دوسرے سے تعلق ہوگا تو اُس کی باطنی حالت میں ضرور کوئی تغیر ہمکو محسوس ہوگا جس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ہماری عمارت نہیں) اور جب دو معمار ایک دیوار کی تعمیر میں باہم تعارض کرنے لگیں (یعنی ہر اک دوسرے کے خلاف طریقہ پر چلنا چاہے) تو یقیناً وہ اُس (عمارت) کو معرض خطر میں ڈالدینگے (کہ وہ کمزور اور سست ہو کر جلدی منہدم ہو جائیگی یہی حالت اُس مرید کی ہوگی جو دو مختلف مشرب والے بزرگوں سے ایک ہی وقت میں تعلق رکھنا چاہے کہ وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا اُسکی باطنی عمارت ہمیشہ کمزور اور سست ہی رہیگی) اور مشائخ کا طریقہ سراپا خیر خواہی ہے اُس میں کوئی دُنیوی غرض نہیں ہوتی (اسلئے جب ہم مرید کو دوسرے شیخ کی طرف مائل دیکھیں تو اُسکو اُسی کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کریں کیونکہ مرید کی خیر خواہی اسی میں ہے ایسی حالت میں اُسکو خواہ مخواہ اپنے ساتھ لگا لپٹا رکھنا اُس کا راہ مارنا ہے کہ اُس کو نہ وہاں سے کامل فیض ہوگا نہ یہاں سے) پس درویش کو مناسب نہیں کہ اپنی صحبت (اور بیعت میں) ہر کس و ناکس کو قبول کرے بجز اُن لوگوں کے جو ہر حال میں اُس کے اشارہ پر چلتے ہوں یہاں تک کہ اگر سارا شہر بھی اُس درویش کی مخالفت پر تُل جائے تو وہ لوگ اسوقت بھی) اُسی کے حکم و ارشاد کو (ہر بات پر) مقدم کریں اور ایسے لوگوں کا وجود بہت ہی کم ہے پس (باقی) لوگوں سے دوری ہی بہتر ہے والسلام۔

(۹۶) ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہمارے اوپر دنیا میں (تنگی اور) کمی کر دیجاوے تو اُس
صورت میں بھی ہم اپنے پروردگار سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں ہم اُنسے
خوش رہتے ہیں لیکن وسعت (و فراخی) کی حالت میں (پہلے سے زیادہ) ڈرتا رہنا بھی چاہیے کیونکہ
(خدا تعالیٰ کا ہمیں) دنیا (کی نعمتیں) کم عطا کرنا عنایت (و لطف) کیطرف مائل ہے (یعنی اس
بات کی علامت ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے حال پر متوجہ ہیں) اور زیادہ دنیا عطا کرنا استدراج
کی طرف مائل ہے (کہ اسمیں یہ بھی اندیشہ ہے کہ دنیا میں ہمکو مشغول کر کے کہیں دفعۃً نہ پکڑ لیا
جاوے اور یہ اندیشہ تنگدستی کی حالت میں نہیں ہوتا اسلئے وسعت دنیا کی صورت میں ڈرتا رہنا
بھی چاہیے) پھر جب حق تعالیٰ دنیا کو ہمارے اوپر وسیع فرماویں اور خرچ کرنے کے لیے ہمارے
ہاتھ کھولدیں[عہ] اور بلا ضرورت ہم مال کو روکنے (اور جمع کرنے) کے درپے نہوں تو ہمکو حق تعالیٰ
سے راضی رہنا چاہیے اور اس حالت میں ہمارا اطمینان قلب تنگدستی کی حالت سے زیادہ
ہونا چاہیے کیونکہ تنگدستی میں فقر (و فاقہ) سے پریشان ہونے کا اندیشہ رہتا ہے طبیعت انسانی
کا اکثر خاصہ یہی ہے کہ تنگدستی میں سکون قلب کم ہوتا ہے (البتہ بعض طبائع ایسی بھی ہیں جنکو
کثرتِ مال سے پریشانی اور قلت دنیا سے سکون نصیب ہوتا ہے) پس ہر حالت کے مناسب
جدا قول ہے۔ عزیز من! خوب سمجھ لو کہ انبیاء اور اصفیاء اور اُن کے کامل متبعین کا طریقہ دنیا
میں کمی ہی اختیار کرنا ہے اور دنیا میں کمی مطلوب ہونے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ ارشاد کافی دلیل ہے اللھم اجعل[عہ] رزق اٰل محمد قوتا اے اللہ خاندان محمد صلعم کا
رزق بقدر قوت مقرر کر دیجئے اور مقدار قوت وہ ہے جس سے صبح و شام میں (خرچ کرنیکے بعد)
کچھ نہ بچے تو جس حالت کو حضور نے اپنے واسطے اور اپنے اہل بیت کے واسطے پسند فرمایا ہے
اُس سے کامل تر کوئی حالت نہیں (پس دنیا میں کمی اور قلت ہونا ہی حالت زیادہ بہتر ہے)
اور عزیز من! یہ بات تمسے مخفی نہ رہنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے اہل بیت کے

عہ یہ مطلب نہیں کہ فضول خرچی کرنے لگیں بلکہ مراد یہ ہے کہ شرعی حدود میں رہکر ہم اُسکو خرچ کرنے لگیں ۱۲ مترجم

عہ اخرجہ الشیخان والترمذی عن ابی ہریرۃ کذا فی التیسیر و فی روایۃ اخری کفافا و
الکفاف الذی لا یفضل عن الحاجۃ ۱۲ مترجم

لئے یہ حالت طلب کی ہے کہ اُن کا رزق بقدر قوت ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کو بھی اُن کے ہاتھ سے روزی نہ پہونچائیں اسکو خوب سمجھ لو کیونکہ خاندان نبوت کی نسبت مشہور یہی ہے کہ اُنپر رزق بہت وسیع و فراخ تھا حتی کہ امام علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ بعض دفعہ ایک آدمی کو دس ہزار دینار (تقریباً تمیس ۳۰ ہزار روپے) عطا فرماکر پھر یہ کہا کرتے تھے کہ بھائی اسوقت میں نے تمھارے واسطے اپنے پاس یہی پایا اھ (تو ان مشہور واقعات سے اشکال ہو سکتا ہے کہ حضور نے تو اپنے خاندان کے واسطے قلت دنیا کی دعا کی تھی) اور آپکی دعا بلاشک و شبہ مقبول ہے (پھر اہل بیت پر دنیا اسقدر فراخ کیوں ہوئی) پس یہی کہا جائیگا کہ حضور کا اس دعا سے یہ مطلب تھا کہ وہ اپنی ذات کے لئے دنیا میں زیادہ توسع نہ کریں یہ مقصود نہ تھا کہ دوسروں پر بھی سخاوت نہ کریں۔

(۹۷) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں یعنی اُن کی قدر و منزلت پہچانیں اور نیک کاموں میں اُن کو خرچ کریں اپنے نفس کی خواہشوں میں اُنکو صرف نہ کریں جیسے (لذیذ) کھانا پینا اور (عمدہ پوشاک) پہننا (بے ضرورت) نکاح کرنا (بے ضرورت) مکانات بنانا اور اُنکی آرائش و زینت کرنا وغیرہ وغیرہ یہانتک کہ (انمیں مشغول ہو کر) اپنے یتیم اور مسکین پڑوسی کو بھول جائیں جو ہمارے پہلو میں رہتا ہے اور اُسکی ایک روٹی کے ٹکڑے یا (تھوڑے) شوربے سے یا اور کسی قسم کے سلوک و احسان سے بھی خبر گیری نہ کریں پس جو شخص ان مذکورہ بالا خواہشوں میں دنیا کو صرف کرتا ہے اُسنے نعمتوں کو اتنی جلدی زائل ہونے کے قریب کر دیا کہ پلک جھپکنے کی بھی دیر نہ لگیگی پھر خدا نخواستہ اگر وہ نعمتیں ہمارے پاس سے منتقل ہو گئیں اور اسکے بعد حق تعالیٰ سے ہم ان کی دوبارہ درخواست کریں تو بعض دفعہ ہماری دعا قبول نہ کیجائیگی کیونکہ حق تعالیٰ ایک بار ہمارا امتحان کر چکے تو اُنہوں نے ہمارے پاس اپنے کسی بندے کیلئے کوئی خیر نہ پائی تو اُسنے اُن نعمتوں کو اُن لوگوں کی طرف منتقل کر دیا جنکے پاس اُسکے بندوں کے لئے خیر تھی اور اس عہد میں تمام لوگ حتی کہ علماء اور خانقاہ کے مشائخ بھی بہت زیادہ خیانت کرتے ہیں کہ بعضے لوگوں کا نفس حالتِ فقر میں تو اچھا خاصہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو کھانا بھی کھلاتے رہتے ہیں اور کپڑے بھی پہناتے ہیں پھر جب دنیا

۲۷

اُنپر وسیع ہو جاتی ہے تو دوسروں کو (بالکل) بھول جاتے ہیں اور (اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ) پھر تنگی کی بھی شکایت کرتے رہتے ہیں تاکہ اُنکے غریب محتاج مریدوں (اور دوستوں) کی امید منقطع ہو جائے اور وہ ان سے (کسی چیز کا) سوال نہ کر سکیں حالانکہ بعض دفعہ اُنکے گھر میں سامان اور کپڑے (وغیرہ) اسقدر رہوتے ہیں جنکی قیمت سو اشرفیوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور میں نے ایک فقیر کو دیکھا ہے جو تین درہم میں کھانا تیار کرتا تھا ایک درہم کی لکڑی لیتا تھا اور ایک درہم کا تیل اور ایک درہم کا خرفہ خریدتا تھا اور اسمیں سے خود بھی کھاتا تھا اور پڑوسیوں میں بھی تقسیم کرتا تھا تو کیا تم اُس سے بھی گئے گذرے حالانکہ تم کھانیکے اوپر ہر دن بیسیوں درہم بلکہ اس سے بھی زیادہ ضائع کر دیتے ہو نہ یتیم کو نہ مسکین کو نہ پڑوسی کو بلکہ تمہارا پیٹ بیت الخلاء کی طرح ہو گیا کہ رات دن بھرا جاتا ہے اور خالی کیا جاتا ہے۔ عزیز من! اگر تم ہانڈی میں ذرا پانی زیادہ کر دیتے تو اپنے پڑوسیوں میں اُس کو تقسیم کر سکتے تھے اگرچہ وہ سو (یا اس سے بھی زیادہ) ہوتے کیونکہ کھانے میں چکنائی زیادہ ہونے سے پانی بڑھا دینے کی گنجائش ہو جاتی ہے۔ اور عزیز من! نعمتوں کے ساتھ برابرتاؤ یہ بھی ہے کہ بچا ہوا کھانا حقارت کے ساتھ کوڑیوں پر ڈالدیا جائے کتوں کے واسطے بھی نہ ڈالا جائے (کیونکہ بچا ہوا کھانا کوڑیوں پر پھینکنے سے تو اچھا یہ ہے کہ جانوروں کو کھلا دیا جائے) اسی طرح روٹی کو پیروں سے روندنا (اور پامال کرنا اسمیں بھی نعمتوں کی بے قدری ہے) ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک روٹی کا ٹکڑا دیکھا کہ اسپر غبار لگ گیا تھا تو حضور نے اُسکو اُٹھا کر غبار صاف کر کے خود نوش فرما لیا پھر ارشاد فرمایا کہ اے عائشہؓ اللہ کی نعمتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو کیونکہ اللہ کی نعمتوں کو جب کسی گھر والے سے

؏ قلت لم اجد هذا الحديث فى الكتب الموجودة فمن وجده فليحرر وقد روى جابر انه صلى الله عليه وسلم قال اذا وقعت لقمة احدكم فليأخذها فليمط ما كان بها من اذى وليأكلها ولا يدعها للشيطان الحديث رواه مسلم كذا فى الترغيب وفى المقاصد الحسنة وفى المستدرك للحاكم من طريق غالب بن قطان عن كريمة بنت الهمام عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال اكرموا الخبز قال شيخنا نهذا شاهد صالح اھ ۱۲ مترجم

(باقی آئندہ)

کچھ مضر نہیں مگر بھی امراض بدنیہ کا اسقدر اہتمام ہوتا ہے جسکی کوئی حد نہیں بخلاف مرض روحانی کے جس کی حقیقت ہے حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا اور اعتدال سے خارج ہو جانا کہ اس کا انجام وہ ہلاکت ہے جسکی نسبت فرمایا ہے لا یموت فیہا ولا یحییٰ جسکا نام جہنم ہے اگر موت آجاتی تو سب قصے ختم ہو جاتے مگر وہاں موت بھی نہیں پس جس مرض کا انجام صرف ہلاکت بدن ہے اس کو جب قابل اہتمام سمجھتے ہیں تو جس مرض کا نتیجہ ہلاکت ابدی یا مدید و شدید ہے کیا وہ قابل اہتمام نہیں کیا اس کو مرض نہ کہا جاویگا مگر حالت یہ ہے کہ زکام ہو جاوے تو حکیم جی کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور صدہا روحانی امراض میں مبتلا ہیں اور کچھ پرواہ نہیں ؛

فکر کونسی معصیت کی زیادہ ہونی چاہیئے

اور یوں تو ہر معصیت قابل اہتمام و فکر ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ معصیت زیادہ قابل فکر ہے جسکو خفیف سمجھا جاوے کسی نے بقراط سے پوچھا تھا کہ امراض ہیں کونسا زیادہ شدید ہے کہا کہ جس مرض کو خفیف سمجھا جاوے وہ بہت اشد ہے اسی طرح جس گناہ کو ہلکا سمجھا جاوے وہ بہت شدید ہے اسلئے کہ وہ لا علاج ہے

بری نظر اور بری نیت بہت سخت گناہ ہیں مگر لوگ اسکو ہلکا سمجھتے ہیں

سو منجملہ ایسے امراض کے ایک مرض یعنی گناہ وہ ہے جسکا آیت کریمہ میں ذکر ہے اور اسی واسطے اسکو اسوقت اختیار کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں یعلم خائنۃ الاعین الخ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو گناہوں کا ذکر فرمایا ہے آنکھوں کے گناہ کو اور دل کے گناہ کو اور یوں تو آنکھوں کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے وہ کیا ہے بدنگاہی اسی طرح دل کے بہت گناہ ہیں لیکن یہاں بقرینہ سیاق خاص گناہ کا ذکر ہے یعنی نیت بری ہونا ان دونوں گناہوں کو لوگ گناہ سمجھتے ہیں لیکن اسمیں شک نہیں ہے کہ جس درجہ اُن کی مضرت ہے اسقدر نہیں سمجھتے چنانچہ گناہ کا ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہیئے کہ دل تو میلا ہو جائے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا بہت خفیف سمجھتے ہیں کسی عورت کو دیکھ لیا کسی لڑکے کو گھور لیا اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا یا کسی پھول کو دیکھ لیا

بری نظر اور برے خیال کا مرض عام ہے اور اسکی وجہ

اور یہ گناہ وہ ہے کہ اس سے بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں بدکاری سے تو بہت محفوظ ہیں کیونکہ اس کے
لئے بڑے اہتمام کرنے پڑتے ہیں اول تو جس سے ایسا فعل کرے وہ راضی ہو اور روپیہ بھی پاس ہو اور نیز
حیا و شرم بھی مانع نہو غرض اسکے لئے شرائط بہت ہیں اسی طرح موانع بھی بہت ہیں چنانچہ کہیں تو یہ امر
مانع ہوتا ہے کہ اگر کسی کو اطلاع ہوگئی تو کیا ہوگا کسی کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی بیماری نہ لگجاوے کسی کے پاس
روپیہ نہیں ہوتا کسی کو اُسکی وضع مانع ہوتی ہے چونکہ موانع زیادہ ہیں اسلئے کوئی شائستہ آدمی خصوصاً
جو دیندار سمجھے جاتے ہیں اس میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں بخلاف آنکھوں کے گناہ کے کہ اسمیں سامان کی
ضرورت ہی نہیں کیونکہ نہ اسمیں ضرورت روپیہ کی اور نہ اسمیں بدنامی کیونکہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے
کہ کیسی نیت سے کسی کو گھور لیا اور مولوی صاحب مولوی صاحب رہتے ہیں اور قاری صاحب قاری
صاحب رہتے ہیں نہ اس فعل سے ان کی مولویت میں فرق آتا ہے اور نہ قاری صاحب کے قاری ہونے
میں کوئی دھبہ لگتا ہے اور گناہوں کی خبر تو اوروں کو بھی ہوتی ہے مگر اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہوتی۔
معصیت کرتے ہیں اور نیکنام رہتے ہیں لڑکوں کو گھورتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو بچوں سے بڑی
محبت ہے جبکہ آنکھوں کے گناہ میں اطلاع نہیں ہوتی تو دل کے گناہ پر تو کیسے ہو سکتی ہے۔

بزرگوں کی پردہ پوشی اور اسکا بیان کہ بدنگاہی سے آنکھ بے نور ہو جاتی ہے

اور جن کو اطلاع ہوتی بھی ہے وہ حضرات ایسے متحمل اور ظرف والے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں کرتے حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور وہ کسی کو بُری نگاہ سے دیکھکر آیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ نے خطاب خاص سے تو اُس کو کچھ نہ فرمایا لیکن یہ فرمایا ما بال اقوام یترشح الزنا من اعینھم یعنی
لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے تو یہ عنوان ایسا ہے کہ اس میں رسوائی کچھ نہیں لیکن
جو کرنے والا ہے وہ سمجھ جائیگا کہ مجھ سے فرمارہے ہیں اہل کشف نے لکھا ہے کہ بدنگاہی سے آنکھوں میں ایک
ایسی ظلمت ہو جاتی ہے کہ جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ پہچان لیگا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں ہے اگر دو
شخص ایسے لئے جاویں کہ عمر میں حسن و جمال میں اور ہر امر میں وہ برابر ہوں فرق ان میں صرف اس قدر

وکہ ایک فاجر ہو دوسرا متقی ہو جب چاہے دیکھ لو متقی کی آنکھ میں رونق اور دل فریبی ہوگی اور فاسق کی
آنکھ میں ایک قسم کی ظلمت اور بے رونقی ہوگی لیکن اہل کشف خصوصیت سے کسی کو کہتے نہیں بلکہ عیب
پوشی کرتے ہیں۔

حکایت۔ اسپر مجھے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی شاہ صاحب
مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہو رہا تھا کہ ایک
طالب علم وقت سے دیر کرکے سبق کیلئے آئے حضرت شاہ صاحب کو منکشف ہوگیا کہ یہ جنبی ہیں غسل
نہیں کیا وہ طالب علم معقولی تھے معقولی ایسے ہی لاپروا ہوتے ہیں شاہ صاحب نے مسجد سے باہر ہی
روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چلکر نہائینگے سب لنگیاں لیکر چلو سب لنگیاں
لیکر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آکر فرمایا کہ ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی
پانی ہوگیا اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اُسکو امر بالمعروف فرمایا۔

۳۵۴

شیخ سے اپنا کوئی عیب نہ چھپانا چاہیئے

اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہیئے کہ ایسے
شیوخ سے اپنے عیب کو نہ چھپایا کریں اسلئے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو خوف ہوتا ہے
کہ یہ ہمکو حقیر سمجھینگے سو ان حضرات میں نہ تو یہ بات ہے کہ کسی کو حقیر سمجھیں اسلئے کہ یہ حضرات سوائے اپنے
نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کر دینگے سو نہ ان حضرات میں یہ بات
ہے اسلئے اُن سے صاف کہدینا چاہیئے مگر یہ اظہار معالجہ کے لئے ہے نہ کہ بلا ضرورت کیونکہ بلا ضرورت
گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور بضرورت ظاہر کرنے کے حق میں حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں

چنداں کہ گفتیم غم با طبیباں　درماں نکردند مسکیں غریباں
احوال دل ما با یار گفتنیم　نتواں نہفتن درد از حبیباں

بدنگاہی کے عام ہونیکی وجہ اور اسکا بیان کہ گناہ ہی سے بیباکی بڑھتی ہے

غرض چونکہ وہ لوگ کسی کو فضیحت نہیں کرتے اور جو فضیحت کرنے والے ہیں اُن کو اطلاع نہیں ہوتی

اس لئے یہ گناہ بدنگاہی کا اکثر چھپا ہی رہتا ہے اسلئے لوگ بے دھڑک اس کو کرتے ہیں پھر زنا و دیگر معاصی مثل سرقہ وغیرہ میں تو ضرورت اسکی بھی ہے کہ قوت و طاقت ہو اس میں اسکی بھی ضرورت نہیں اسلئے بوڑھے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ دیکھئے بوڑھا اگر عاشق ہو جاوے اور قابو بھی چل جائے تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اسلئے کہ وہ قوت ہی نہیں ہے مگر آنکھوں کے سینکنے میں تو اسکی بھی ضرورت نہیں خواہ لب گور ہی ہو جاویں مجھ سے ایک بوڑھے آدمی ملے اور وہ بہت متقی تھے اُنہوں نے اپنی حالت بیان کی کہ میں لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھنے میں مبتلا ہوں ایک اور بوڑھے تھے وہ عورتوں کے گھورنے میں مبتلا تھے اور یہ مرض اول جوانی میں پیدا ہوتا ہے بلکہ سب گناہوں کی یہی شان ہے کہ اول جوانی میں تقاضے کی وجہ سے کیا جاتا ہے پھر وہ مرض اور روگ لگجاتا ہے اور لب گور تک کیا جاتا ہے جیسے حقہ کہ اول کسی مرض کی وجہ سے پینا شروع کیا تھا مگر پھر یہ مرض لگجاتا ہے اور شغل ہو جاتا ہے لیکن جوان اور بوڑھے میں فرق یہ ہے کہ جوان آدمی تو معالجہ کیلئے کسی سے کہہ بھی دیتا ہے اور بوڑھا آدمی شرم کی وجہ سے کسی سے کہتا بھی نہیں پس اسکے مخفی رہنے اور خفیف ہونے کی وجہ سے اس میں کثرت سے ابتلا واقع ہے اسی واسطے فرماتے ہیں یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ یعلم کا لفظ دال ہے کہ اور لوگ اس سے واقف نہیں ہیں ہم ہی واقف ہیں مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے اس گناہ کی کسی کو خبر نہیں یہ صحیح نہیں ایسے کو خبر ہے کہ جس کو خبر ہو جانا غضب ہے اس لئے کہ اُس کو تم پر پوری قدرت ہے۔

بعض طبائع کو سزا کا خوف مانع ہوتا ہے جرم سے اور بعض طبائع کو جرم پر اطلاع کا خوف مانع ہوتا ہے بدنگاہی پر ایسی وعید کی گئی ہے جو دونوں مذاق والوں کے لئے زاجر ہے

اور اس گناہ کو ذکر فرما کر اس کی سزا بیان نہیں فرمائی بخلاف دیگر معاصی کے کہ ان کی سزا ساتھ بیان فرما دی ہے اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ طبائع ہم لوگوں کی مختلف ہیں بعض طبائع تو ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کو سزا ہونا مانع اور زاجر ہوتا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جو بے حیا و بے شرم ہیں کہ جوتوں

۳۵۴

سے ڈرتے ہیں اور بغیر جوتیوں کے خواہ کسی کو خبر ہو جاوے اُن کو کچھ باک نہیں اور بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ سزا کی اگر اطلاع ہو جاوے تو رکاوٹ کم ہوتی ہے لیکن اس سے وہ گڑ جاتے ہیں کہ فلاں کو خبر ہو جاویگی بالخصوص جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ ہمارا یہ جرم معاف بھی ہو جاویگا تو اور بھی زیادہ عرق عرق ہو جاتے ہیں کیا خوب کہا ہے ؎

تصدق اپنے خدا کے کہ پیار آتا ہی مجکو اتنا ‌ ‌ ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے وہ دمبدم عنایت

اسی بنا پر ایک آیۃ کی تفسیر یاد آگئی وہ یہ کہ غزوہ احد کے قصہ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضور کے حکم میں کچھ خطا واقع ہوئی تھی وہ یہ کہ جس ناکہ پر حضور نے ثابت اور قایم رہنے کا امر فرمایا تھا بوجہ خطا اجتہادی کے اُسپر قایم نہ رہے اُسکے بارہ میں ارشاد ہے اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک غم دیا بسبب اسکے کہ ہمارے رسول کو تم نے غم دیا اور غرض اس غم دینے کی یہ فرمائی کہ تم لوگ غمگین نہو تو بظاہر یہ فہم میں نہیں آتا اسلئے کہ غم تو اسلئے دیا جاتا ہے تاکہ حزن ہو نہ اسلئے کہ غم نہو اسی واسطے مفسرین نے لکھا ہی کہ یہ لَا زائد ہے مطلب یہی ہے کہ غم اسلئے دیا تاکہ تم کو حزن ہو لیکن الحمد للہ میری سمجھ میں اسکی تفسیر ایسی آئی ہے کہ اُس تقدیر پر لَا زائد ماننے کی ضرورت نہیں ہے اور معنی بے تکلف درست ہیں وہ یہ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حق تعالیٰ سے نہایت شرماتے تھے جب اُن سے یہ خطا واقع ہوئی تو اُن کا جی چاہتا ہے کہ ہم کو سزا اس کی دنیا میں ملجاوے ہماری طبیعت صاف ہو جاوے اور اپنے مالک حقیقی سے سرخرو ہو جائیں اگر سزا نہوتی تو ساری عمر رنجیدہ رہتے اور یہ غم اُن کے نزدیک نہایت جانکاہ و جاں فرسا تھا اس بنا پر فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو اس خطا کی یہ سزا دیدی تاکہ تم کو غم نہو غرض کہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو سزا کا نام سنکر رُکتے ہیں اور ایک وہ جو صرف اطلاع کی خبر دینے سے شرماتے ہیں اور اُس کام کے قریب نہیں جاتے تو جو بے حیا تھے وہ تو یوں رُکے کہ یعلم میں اشارہ سزا کی طرف بھی ہے چنانچہ مفسرین ایسے مقام پر فیجازیکم بہ فرماتے ہیں اور دوسرے مذاق والے اسلئے رُکے کہ شرم سے گڑ گئے کہ اللہ خبر وہ جانتے ہیں بہرحال یہ دونوں مذاق والوں کے لئے وعید ہے۔

۳۵۵

لوگوں کو بدنگاہی سے بچنے کا اہتمام نہونا اور اسکا بیان کہ بدنگاہی کے متعلق کیا کیا دھوکے ہوتے ہیں

اس تمامتر تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ مرض نہایت اہتمام کے قابل ہے اب ہمکو اپنی حالت دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے میں دیکھتا ہوں کہ شاید ہزار میں ایک اس سے بچا ہوا ہو ورنہ ابتلائے عام ہے اُسکو نہایت درجہ خفیف سمجھتے ہیں جو جوان ہیں اُن کو تو اسکا احساس ہوتا ہے اور جنکی قوت شہویہ ضعیف ہوگئی ہے اُن کو احساس بھی نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہمکو تو شہوت ہی نہیں اسلئے کچھ حرج نہیں ہے سو اُن کو مرض کا بھی پتہ نہیں لگتا اور بعضوں کو اور دھوکہ ہوتا ہے وہ یہ کہ شیطان بہکاتا ہے کہ جیسے کسی پھول اچھے کپڑے اچھے مکان وغیرہ کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے ایسے ہی اچھی صورت دیکھنے کو بھی دل چاہتا ہے سو یہ بالکل دھوکہ ہے یاد رکھو کہ رغبت کے مختلف انواع ہیں جیسی رغبت پھول کی طرف ہے ویسی انسان کی طرف نہیں اچھے کپڑے کو دیکھکر کبھی جی نہیں چاہتا کہ اس کو گلے لگالوں چمٹالوں انسان کی طرف ایسی ہی رغبت ہوتی ہے ایک دھوکہ اور ہوتا ہے وہ یہ کہ بعضے یہ کہتے ہیں جیسے اپنے بیٹے کو دیکھکر جی چاہتا ہے کہ گلے لگالوں اسی طرح دوسرے کے بچہ کو دیکھکر بھی ہمارا یہی جی چاہتا ہے صاحبو کھلی ہوئی بات ہے اپنے سیانے بچہ اور دوسرے کے سیانے لڑکے میں بڑا فرق ہے اپنے لڑکے کو گلے لگانا چمٹانا اور طرح کا ہے اسمیں شہوت کی آمیزش ہرگز نہیں اور دوسرے کے لڑکے کی طرف اور قسم کا میلان ہے کہ اُس میں گلے لگانے سے بھی آگے بڑھنے کو بعض کا جی چاہتا ہے محبوب کی جدائی میں اور طرح کا رنج ہوتا ہے اور اپنے لڑکے کی جدائی میں اور قسم کا۔

بدنگاہی کیسی مضر چیز ہے اور اسکا بیان کہ امردوں کی مخالطت عورتوں کی مخالطت سے بھی زیادہ مہلک ہے

امرد لڑکوں کی رغبت تو اور بھی سم قاتل ہے نصوص میں تو اس کی حرمت ہے ہمارے بزرگوں نے بھی

۳۵۶

جو اُس کے آثار لکھے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی سخت بلا ہے ایک بزرگ مطلق نظر کے لئے فرماتے ہیں النظرۃ سھم من سہام ابلیس یعنی نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے حضرت ابو القاسم قشیری دونوں امر کی نسبت فرماتے ہیں کہ سالک کیلئے امردوں اور عورتوں کی مخالطت رہزن ہے ایک بزرگ کا خاص امردوں کے حق میں قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اُس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں غرض یہ نہایت مضر کی چیز ہے۔

بدنگاہی کا اور گناہوں سے اشد ہونا اور اُسکے متعلق ایک بڑا دھوکہ

اور دوسرے معاصی اور بدنگاہی کی معصیت میں ایک اور فرق ہے وہ یہ کہ صدور کے بعد سب گناہوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر جاتا ہے مگر بدنگاہی ایسی شئے ہے کہ جب صادر ہوتی ہے اور زیادہ تقاضا ہوتا ہے کہ اور دیکھو آدمی کھانا کھاتا ہے سیر ہو جاتا ہے پانی پیتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے مگر یہ نظر ایسی بلا ہے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی ہے اس حیثیت خاص سے یہ تمام گناہوں سے بڑھکر ہے بعضے لوگ اس کو سمجھتے ہیں کہ اس سے خدا کا قرب ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم خدا کی قدرت دیکھتے ہیں مگر نرا شیطانی دھوکہ ہوتا ہے شیخ شیرازی نے ایسے ہی لوگوں کے جواب میں ایک حکایت تحریر فرمائی ہے فرماتے ہیں ؎

یکے صورتے دید صاحب جمال — بگردیدش از شورش عشق حال
براند اخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم بر آرد بہشتی ورق
گذر کرد بقراط بروے سوار — بپرسید کیں راچہ افتاد کار
کسے گفتش ایں عابد پارساست — کہ ہرگز خطائے زدستش نخاست
بہر داشت خاطر فریبی دلش — فرو رفتہ پائے نظر در گلش
نہ ایں نقش دل می رباید ز دست — دل آں می رباید کہ ایں نقش بست

بقراط جواب دیتا ہے

نگارندہ را خود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بیغما ربود
چرا طفل یک روزہ ہوشش نبرد — کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد

محقق ہماں بیند اندر ابل — کہ در خوبرویان چین و چگل

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجکو اونٹ اور انسان صاحب جمال دونوں برابر ہیں وہ کاذب ہے آدمی اپنی طبیعت کا خود اندازہ کر سکتا ہے اور یہ میلان جسکو عشق کہتے ہیں عشق نہیں ہے یہ شہوت ہے ایک صاحب فرماتے ہیں ؎

این نہ عشق است آنکہ در مردم بود — این فساد از خوردن گندم بود

یہ فساد روٹیوں کا ہے ایسے لوگوں کو چار روز تک روٹی نہ ملے اُسکے بعد پوچھا جاوے کہ روٹی لاؤں یا لڑکا لاؤں یہ کہیگا کہ لڑکا اپنی ایسی تیسی میں جائے روٹی لاؤ۔

بزرگوں نے جو عشق مجازی کا حکم فرمایا ہے اُسکا کیا مطلب ہے اور اسکا بیان کہ عشق مجازی عشق حقیقی سے کسطرح تبدیل ہوجاتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملا جامی نے تو عشق مجازی کا امر کیا ہے اور حکایت لکھی ہے کہ کسی بزرگ کے پاس کوئی طالب گیا تھا اُنھوں نے کہا کہ عاشق ہو کر آؤ اور آگے لکھتے ہیں ؎

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست — کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست

اگر اول الف با تا نخوانی — ز قرآں حرف خواندن کے توانی

اُس سے بعض نادانوں نے سمجھا کہ جبتک کسی رنڈی کسی لونڈے کو قبلۂ توجہ نہ بنایا جاوے اُس وقت تک عشق حقیقی نہ میسّر ہوگا بڑی غلطی اور سخت کم فہمی ہے میں اس کا مطلب عرض کرتا ہوں بات یہ ہے کہ اصلی مقصود طالب کا تو یہ ہے کہ جملہ تعلقات قطع کر کے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو اُسکے دو جزو ہیں تعلقات مخلوق سے قطع کرنا اُسکو تو اصطلاح میں فصل کہتے ہیں اور دوسری طرف تعلق پیدا ہونا اُسکو وصل یعنی فصل و وصل کہتے ہیں اور یہ تعلقات ہی فاصل و حاجب بن رہے ہیں اگر یہ درمیان سے اُٹھ جاویں تو وصل ہی وصل ہے شیخ فرماتے ہیں ؎

تعلق حجاب ست بے حاصلی — چو پیوندہا بگسلی واصلی

پس معلوم ہوا کہ مقصود انقطاع عما سوی اللہ ہے جب یہ ہو جاوے تو قصہ سہل ہے اور اس انقطاع

باقی آئندہ

۳۵۸

ایک اہم مغالطہ کا ازالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً اما بعد ہمارے پاس ایک رسالہ بنام مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل آیا ہے چونکہ رسالہ مذکورہ عوام
مغالطہ میں ڈالنے والا ہے اور سنا گیا ہے کہ عوام اس سے دھوکا کھا رہے ہیں اسلئے عام اطلاع کیلئے شائع کیا جاتا ہے کہ
رسالہ جیسا کہ اوس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے مسائل شرعیہ پر کلام کرنیکی مطلق اہلیت نہیں رکھتا اور جو دلائل اپنے
جواز پر قائم کئے ہیں سراسر لغو اور حد تحریف تک پہنچے ہوئے ہیں پس کسی مسلمان کو اس پر عمل جائز نہیں ہے مسلمان دھوکا کھاویں
دہ ہو کہ انشاء اللہ ہم اس رسالہ پر تفصیلی تنقید کرینگے لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں کہ تنقید کبتک کیجا سکیگی اور کبتک شائع ہوگی
اسوقت اجمالی اطلاع پر اکتفا کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان دھوکے سے بچ سکیں مؤلف رسالہ نے قرآن و حدیث میں تو تحریفیں
کی ہیں مگر ایک غضب کی جرأت اور یہ کی ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کے ایک فتوی سے اپنے
استدلال کیا ہے مگر ہم مسلمانوں کو مطلع کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی ہرگز مؤلف کے غلط خیال سے متفق نہیں
وہ ہر قسم کے سود کو مطلقاً ناجائز اور حرام فرماتے ہیں خواہ دارالحرب میں ہو۔ یا دارالاسلام میں چنانچہ حضرت والا نے
رسالہ تحذیر الاخوان میں اسکی حرمت کو نہایت بسط اور تفصیل کیساتھ ثابت کیا ہے۔ رہا وہ فتوی جو کہ مؤلف نے حسن العزیز سے نقل
کیا ہے سو اوس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے مؤلف کے مقصود کی تائید ہو کیونکہ اسمیں تصریح ہے کہ بنک میں روپیہ جمع کرنا
نہیں اگر حضرت مولانا سود لینے کی اجازت دیتے تو بنک میں روپیہ جمع کرنیکی ممانعت کیوں فرماتے اور اگر اس سے شبہ ہو کہ
مولانا نے فرمایا ہے لیکن اگر جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے کہ جو نفع وہاں سے ملے اوسکو لیکر مساکین کو دیدے اور اگر کوئی شخص خود
ی اور قرضدار ہے تو بعض علماء کے نزدیک اسکو اپنی حاجت میں خرچ کرنیکی گنجائش ہے اھ تو وہ شبہ اس لئے صحیح نہیں کہ
سے سود کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ تصدق کا حکم املاک خبیثہ و اموال محرمہ
میں ہوتا ہے نہ کہ اموال طاہرہ میں پس اگر سودی معاملہ جائز ہوتا تو تصدق کا حکم کیوں کیا جاتا اور
استعمال کے لئے مفلسی کی کیوں شرط لگائی جاتی اور گنجائش کو بعض علماء کیطرف منسوب کیوں کیا جاتا۔
ثابت ہوا کہ اس فتوے کو اپنے مدعا کی تائید میں پیش کرنا بالکل غلط ہے اور فتوی کا حاصل یہ ہے کہ سود لینا حرام
ہے بنک میں روپیہ نہ جمع کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نے اس فعل ناجائز کا ارتکاب کر لیا اور سود لے لیا تو اسپر
واجب ہے کیونکہ وہ مال خبیث اور واجب التصدق ہے اور اگر خود ہی صدقہ کا اہل ہو تو بعض علماء کی

رائے پر نہ کہ خود حضرت مولانا کے مسلک پر اسکو اپنے مرضی میں بھی رکھ سکتا ہے خلاصہ یہ کہ فتوی مذکورہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمانوں کو سود لینا اور اس سود کو اپنے ذاتی اور قومی وملکی کاموں میں صرف کرنا جائز ہے پس مؤلف کا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسوقت نہ صرف بعض افراد قوم مقروض و مسکین ہیں بلکہ مجموعی طور پر کل قوم دیگر اقوام دنیا کے مقابلہ میں حد درجہ مقروض مسکین ہے اور کل قوم کی قرضداری اور مسکنت دور کرنے کا یہی ذریعہ ہو کہ پس انداز کیا ہوا روپیہ اور اسکا منافع ذاتی اور قومی اور ملکی کاموں میں لگیگی پس حضرت کا یہ فتوے قوم کے حق میں آب حیات کا کام دیگا اھ بالکل غلط اور صریح تحریف ہے۔ اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ فتوے مذکورہ سے نتیجہ مذکورہ نکالنے میں مؤلف نے کتنی غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول حضرت مولانا نے سود لینے کو نہ کسی امیر کے لئے جائز کہا تھا نہ کسی غریب کے لئے۔ مگر مؤلف نے امیر و غریب سب کیلئے جائز کر دیا

غلطی دوم حضرت مولانا نے سود کا مصرف صرف فقراء کو قرار دیا تھا مؤلف نے اغنیا اور دولتمندوں کو بھی اسکا مصرف بنا دیا

غلطی سوم حضرت مولانا کے کلام میں مسکین سے مراد شرعی مسکین تھا مؤلف نے مسکین اضافی کو بھی اسمیں داخل کر دیا

غلطی چہارم حضرت مولانا کے کلام میں مساکین سے افراد مراد تھے مؤلف نے قوم مسلمانان بہیئت مجموعی کو بھی [illegible]

غلطی پنجم جب مؤلف نے قوم بہیئت مجموعی کو اضافۃً مفلس قرار دیکر سود کو اسکے لئے حلال کر دیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اب مسلمانوں پر نہ زکوۃ فرض ہے نہ حج۔ نہ قربانی۔ نہ صدقہ فطر وغیرہ حالانکہ یہ نتیجہ بالکل غلط ہے اور کوئی مسلمان اسے قبول نہ کرے گا۔

اب مسلمان انصاف کریں کہ جو شخص ایک اردو کلام کے سمجھنے میں اتنی اور ایسی فاحش غلطیاں کرے وہ قرآن و حدیث میں اجتہاد کرنے کا کہاں تک حق رکھتا ہے ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ مؤلف نے خود اپنے نفس پر بھی اور مسلمانوں پر بھی سخت ظلم کیا کہ بدون علم اور فہم کے ایک شرعی مسئلہ پر کلام کر کے آخرت کا وبال اپنی گردن پر لیا۔ ہم مؤلف کو خیر خواہانہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات سے رجوع کرے۔ ورنہ جس قدر مسلمان اس رسالہ سے گمراہ ہونگے سب کا وبال مؤلف پر ہوگا وما علینا الا البلاغ + اس مقام پر یہ بات بھی خصوصیت کیساتھ قابل تنبیہ ہے کہ گو مؤلف نے حضرت مولانا کے عبارت کو (الورنڈ کاماز) یعنی ان علامتوں —— کے درمیان بند کر کے اسکو اپنی عبارت سے ممتاز کر دیا ہے مگر جو لوگ اس اصطلاح سے واقف نہیں انکو دھوکا ہو سکتا ہے اسلئے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حضرت مولانا کی عبارت (خرچ کرنیکی گنجائش ہے) پر ختم ہوگئی ہے اور جو عبارت جو کہ ان الفاظ سے شروع ہوئی ہے۔ اسوقت نہ صرف بعض افراد قوم الخ وہ حضرت مولانا کی عبارت نہیں ہے بلکہ خود مؤلف کی عبارت ہے جو کہ اسنے اپنے مقصود کے ثابت کرنے کے

م بطور نتیجہ فتوے کے لکھی ہے لہذا کوئی صاحب دھوکا نہ کھاویں۔ فقط حررہ حبیب احمد الکیرانوی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون +

رجسٹرڈ نمبر ال ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

امتثالا للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امدادا للحدیث کہ دال است بر شدت

قدرے از فصل و ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و ترجمۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ بعمل السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ بعنہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات
خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ از آن افادات مسلسلہ
حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است باز جال از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ
محمد امداد اللہ صاحب [illegible] صحیفہ شہریت بتبرک بنام نامش [illegible] الاشتات و تحقیقات دائرہ گیرا فصل

عدد ۹ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ ہجری جلد (۲)

باہتمام و ادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع قصبہ تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

غفور علی پریسمین تھانوی

این صحیفہ کا مدرش امداد نام		یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابتہ ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

جو

ببرکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنیکے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالی موجب مزید لطف کا ہوگا ÷ (مدیر رسالہ)

کی تحصیل کیلئے بزرگوں نے مختلف معالجے اور تدبیریں فرمائی ہیں مقصود ایک ہی ہے صرف طرق مختلف ہیں انمیں سے ایک طریق تو یہ ہے کہ جس جس مخلوق سے تعلق ہو اور جو جو مرض ہو اُسکو قلب سے ایک ایک کر کے زائل کر دیا جاوے چنانچہ متقدمین کا یہی طریق تھا لیکن اس طریق کے اندر سخت مشقت تھی اسلئے کہ مثلاً کسی شخص کو دس چیزوں سے تعلق ہے مکان سے باغ سے اولاد سے اور دس ہی اسکو مرض ہیں کینہ حسد تکبر وغیرہ تو سب کا بالتفصیل علیحدہ علیحدہ معالجہ کیا جاوے اسکے لئے عمر نوح چاہئے اور پھر بیخکنی ان امراض کی نہ ہوگی اس مشقت کو دیکھ کر باہام حق پچھلے بزرگوں نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے جیسے طبیب مشفق کی شان ہوتی ہے کہ مریض اگر کڑوی دوا سے ناک منہ چڑھاتا ہے تو وہ اسکو کسی اچھی تدبیر سے کھلا دیتا ہے یا بدل دیتا ہے ایسا ہی انہوں نے دیکھا کہ مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار چیزوں سے تعلق ہے تو اگر ایک ایک چیز سے تعلق چھڑایا جاوے تو بہت مدت صرف ہوگی کوئی تدبیر ایسی ہونا چاہئے کہ ایکدم سے سب کا خاتمہ ہو جائے جیسے کسی مکان میں کوڑا بہت ہو تو اسکی صفائی کا ایک طریق تو یہ ہے کہ ایک ایک تنکا لیا اور پھینکدیا اسی طرح سب تنکے اور کوڑا مکان سے باہر پھینکدیا جاوے اسمیں تو بڑا وقت صرف ہوگا اور ایک طریق یہ ہے کہ جھاڑو لیکر تمام تنکوں کو ایک جگہ جمع کر کے پھینکدیا تو ایسے ہی یہاں بھی کوئی جھاڑو ہونا چاہئے کہ سب تعلقات کو سمیٹ کر ایک جگہ کر دیوے پھر اس ایک کا ازالہ کر دیا جاوے چنانچہ اُن کی سمجھ میں آیا کہ عشق ایک ایسی شے ہے کہ سب چیزوں کو پھونک کر خود ہی رہ جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی کسی صبی وغیرہ پر عاشق ہو جاتا ہے تو مال بیوی بچے باغ مکان حتیٰ کہ اپنی جان تک اُسکے واسطے ضائع کر دیتا ہے ایک رئیس کو بیلوں کا عشق تھا ہزار ہا روپیہ اسمیں ضائع کر دیا ہمارے اُستاد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کا شوق تھا خود نہ دیکھتے تھے مگر سیکڑوں کتابیں اس قسم کی خرید کر رکھ چھوڑیں غرض عشق وہ شے ہے کہ سوائے معشوق کے سب کو فنا کر دیتا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت　　ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

اسلئے ان بزرگوں نے تجویز کیا کہ طالب کے اندر عشق پیدا کرنا چاہئے خواہ کسی شے کا ہو اسواسطے وہ اول دریافت کرتے تھے کہ کسی پر عاشق بھی ہو پس معلوم ہوا اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہی کا عشق ہو جنس کا عشق بھی اسکے لئے کافی ہے اسی لئے کہ مقصود تو یہ ہے کہ تمام اشیاء سے توجہ منصرف

٣٥٩

ہو کر ایک طرف ہو جاوے تاکہ پھر اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف سہل ہو جاوے۔

حکایت چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس مرید ہونے آیا انہوں نے دریافت فرمایا کہ کسی شے سے تم کو محبت بھی ہے اسنے کہا کہ مجھکو اپنی بھینس سے محبت ہے فرمایا کہ جاؤ چالیس روز تک بھینس کا تصور کرو۔

جو علاج شیخ ایک کے لئے تجویز کرے دوسرے کو بلا اجازت شیخ اس کا استعمال نہ کرنا چاہیئے

لیکن خدا کے لئے اور لوگ اس کا وظیفہ نہ کرلیں اس لئے کہ ہر شخص کی حالت جدا ہے کسی کے لئے کچھ مناسب ہے کسی کیلئے کچھ کہیں طبیب اور اس کے احمق شاگرد کا سا قصہ نہ ہو جاوے وہ یہ ہے کہ ایک طبیب تھے وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے پہلے روز کی حالت سے اس روز کچھ تغیر پایا تو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اس سے تمکو یہ تکلیف بڑھگئی اس نے کہا کہ حضور بیشک نارنگی کھائی ہے جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو راستے میں شاگرد صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اسنے نارنگی کھائی حکیم صاحب نے فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اسکے مزاج اور حالت کو دیکھکر مجھکو معلوم ہو گیا کہ کوئی بارد شے اسنے کھائی اور نارنگی کی تعیین اس سے معلوم ہوئی کہ اسکی چارپائی کے نیچے میں نے نارنگی کے چھلکے دیکھے شاگرد صاحب احمق تو تھے ہی جب طب پڑھکر فارغ ہوئے تو کسی رئیس کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے ان کی چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا تھا فرماتے ہیں کہ بس معلوم ہو گیا آپ کو جو یہ مرض ہوا آپنے نمدہ کھایا ہے حاضرین سب ہنس پڑے اور طبیب کا حمق سب پر واضح ہو گیا تو خدا کے واسطے ایسا قیاس نہ کیجو کہ آج سے نماز روزہ ذکر شغل چھوڑ کر بھینس کا تصور باندہ کر بیٹھ جاؤ کہ یہ اس شخص کی خصوصیت ہے۔

رجوع بجانب سرخی (بزرگوں نے جو عشق مجازی کا حکم فرمایا ہے اسکا کیا مطلب ہے الخ)

الحاصل ان بزرگ نے فرمایا کہ جاؤ بھینس کے تصور کا چلہ کھینچو اور چالیس روز کے بعد ہمکو خبر دو چنانچہ پانچ وقت

نماز سے فارغ ہوجاتے اور ایک گوشہ میں بیٹھکر اُس بھینس کا تصور کیا کرتے جب چالیس روز پورے ہوگئے تو پیر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ بیٹا باہر آؤ کہتے ہیں کہ حضور باہر کیسے آؤں بھینس کے سینگ اڑتے ہیں پیر نے شاباشی دی کہ مقصود حاصل ہوگیا سب روگ جاتے رہے اب صرف بھینس رہ گئی اُس کا نکلجانا سہل ہے بس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اُسکے لئے کسی عورت یا لڑکے کا عشق ضروری نہیں ہے بلکہ اُس میں سخت خطرہ ہے کہ اُس لونڈے یا عورت ہی میں نہ رہ جاوے اور مقصود اصلی سے محروم رہے اسلئے قصداً ہرگز اُسکو اختیار کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر اضطراراً بلا قصد اسمیں ابتلا کسی کو ہوجائے تو وہ بھی وصول کے لئے خاص شرائط کیساتھ بعض اوقات ذریعہ ہوجاتا ہے ؎

عاشقی گرزیں سر و گرزاں سراست ‏ عاقبت مارا بداں شہ رہبر است

اُس کی چند شرطیں ہیں اول تو یہ ہے کہ اُسکے پاس نہ رہے نہ اُسکو دیکھے نہ کلام کرے نہ اُس کی آواز سنے حتے الوسع دل سے بھی اُسکو زائل کرنیکی فکر کرے غرض حتی الامکان اُس سے بچے اگرچہ اس طرح کرنا نفس کو بیحد شاق ہوگا لیکن ہمت نہ توڑے اور دل کو مضبوط کرکے اُسپر عمل کرے چند روز کے بعد ایسا کرنے سے اُسکے قلب میں ایک سوزش پیدا ہوگی اور نتیجہ اُس کا یہ ہوگا کہ جاہ مال اولاد سب کی محبت جاتی رہیگی اب اُسمیں مادہ تو محبت کا پیدا ہوچکا ہے شیخ کامل اُسکو مائل الی الحق کردیگا اُس صورت سے عشق مجازی وصول الی الحقیقۃ کا ذریعہ بنجاوے گا اور اگر اُس محبوب سے جدا نہ ہوا بلکہ اُس سے اختلاط رکھا ہمنشین ہوا تو پھر اُسی بلا میں پھنسا رہیگا اور کسی دن بھی اُس کو اس سے خلاصی نہ ہوگی چنانچہ خود ملا جامی جن کے کلام سے عشق مجازی کی تحصیل پر استدلال کیا جاتا ہے آگے چلکر فرماتے ہیں ؎

ولے باید کہ در صورت نمانی ‏ وزیں پل زود خود را بگذرانی

مولانا اسی عشق کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎

عشق بامرداں نباشد پائدار ‏ عشق را باحی و باقیوم دار

عشقہائے کز پئے رنگی بود ‏ عشق نبود عاقبت ننگے بود

آگے فرماتے ہیں ؎

غرق عشق شوق غرق ست اندریں ‏ عشقہائے اولین و آخریں

پھر یہاں پر شبہ ہوتا تھا کہ ہم جیسوں کو عشق حقیقی تک رسائی کہاں ممکن ہے اس کا جواب دیتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست
با کریماں کارہا دشوار نیست

یعنی ان کو کچھ مشکل نہیں تم کو مشکل نظر آتا ہے تم ذرا اس طرف متوجہ ہو کر تو دیکھو وہ خود تمکو اپنے قریب کر لینگے وہ دنیا کے محبوبوں کی طرح نہیں ہیں کہ عشاق مرجاتے ہیں وہ نخرے کرتے ہیں یہ ہے غرض اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوب نظر بازی کریں مزے اڑائیں اور سمجھیں کہ ہم صوفی ہیں ہمکو سب حلال ہے اور یہ فعل ہمارا قرب کا واسطہ ہے استغفر اللہ قرب سے اسکو کیا واسطہ یہ تو بہت بعید کر دینے والا ہے

بدنگاہی بہت سخت گناہ ہے

بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے چنانچہ حدیث میں ہے انا غیور واللہ اغیر منی ومن غیرتہ حرم الفواحش ما ظہر منہا وما بطن اور یہ سب فواحش ہیں آنکھ سے دیکھنا ہاتھ سے پکڑنا پاؤں سے چلنا کیونکہ ان سب کو شارع نے زنا ٹھیرایا ہے العینان تزنیان وزناھما النظر والاذنان تزنیان وزناھما الاستماع واللسان یزنی وزناہ النطق والیدان تزنیان وزناھما البطش الحدیث یعنی کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا سننا ہے اور اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور اسکا زنا بولنا ہے (یعنی کسی عورت ولڑکے سے شہوۃ کی راہ سے باتیں کرنا) اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کو) پکڑنا ہے اور جب یہ فواحش ہیں اور فواحش پر غیرت حق اوپر معلوم ہو چکی ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ افعال نہایت ناپسند ہیں

بدنگاہی کے مرض میں بعض پیر بھی مبتلا ہیں اور عورتوں کو پیر سے پردہ کرنیکی ضرورت

اور افسوس ہے کہ بعضے پیر بھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عورتیں اُن سے پردہ نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو بجائے باپ کے بلکہ باپ سے بھی زیادہ ہیں اور بے حیا بے محابا سامنے آتی ہیں اور بڑے بے حیا

۳۶۲

دوسرے وہ مرد ہیں جو ایسے پیروں کے سامنے اپنی بیٹیوں بہوؤں کو آنے دیں بعض جگہ تو ایسا سنا گیا ہے کہ مریدنیاں تنہا مکان میں جاتی ہیں اور وہاں مرید ہوتی ہیں نعوذ باللہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون ہوگا حضور سے عورتیں پردہ کرتی تھیں ساری امت کی عورتیں آپ کی روحانی بیٹیاں اور حضور خود معصوم کسی قسم کے وسوسہ کا بھی شائبہ نہیں لیکن باوجود اسکے پھر پردہ کا حکم تھا اور ازواج مطہرات تمام امت کے مردوں عورتوں کی مائیں تھیں چنانچہ ارشاد ہے وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ اور کسی کو ان کی نسبت توبہ توبہ وسوسہ تک بھی شر کا نہ تھا لیکن باوجود اسکے ارشاد ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ یعنی اپنے گھروں میں جمی رہو باہر نہ نکلو اور فرماتے ہیں وَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ یعنی نرم بات مت کرو کہ جسکے قلب میں روگ ہے وہ طمع کرے گا

عورتوں کیلئے اغیار کیساتھ بدخلقی یعنی خشک مزاجی صفت حمیدہ ہے

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جیسے مردوں کے لئے خوش اخلاقی صفت حمیدہ ہے عورتوں میں بداخلاقی صفت حمیدہ ہے یعنی غیر مردوں سے نرمی اور میٹھی باتیں نہ کریں اور نہ تند مزاجی سے بلکہ ایسے انداز سے بات کریں کہ اسکو مضمون مفہوم ہو جائے اور کسی قسم کی طمع اسکے قلب میں نہ آوے نہایت خشکی وصفائی سے بات کریں البتہ اپنے خاوند اور دوسری عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی برتیں اللہ اکبر! یہ خاندان نبوت کا انتظام ہے آج کون ہے وہ شخص کہ اُنسے زیادہ اپنے مقبول کہے بلکہ یہ وقت چونکہ فتنہ کا ہے اسلئے نہایت سخت انتظام کی ضرورت ہے۔

مرد چاہے کیسا ہی بزرگ اور کتنا ہی بوڑھا ہو جاوے عورتوں کو اُس سے پردہ واجب ہے

حکایت۔ ایک بزرگ تھے وہ اسمیں احتیاط نہ کرتے تھے اسلئے کہ بوڑھے بہت تھے غیر اولی الاربۃ

میں داخل ہو گئے تھے اسلئے اُن کو عورتوں سے زیادہ اجتناب تھا ایک دوسرے بزرگ نے اُن کو نصیحت کی اُنہوں نے نہ مانا اُن بے احتیاط بزرگ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا یہ مسئلہ پوچھا فرمایا کہ اگر مرد جنید ہو اور عورت رابعہ بصریہ ہو اور وہ دونوں ایک تنہا ہوں تو ثالث اُن کا شیطان ہوگا اور آدمی خواہ کسی قدر بوڑھا ہو جاوے لیکن مادہ تو اُسکے اندر باقی رہتا ہی ہے وہ فرشتہ تو ہے نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ کچھ نہ کر سکے لیکن نظر سے تو محفوظ نہیں رہ سکتا اور کیسے محفوظ رہ سکتا ہے مرد کے اندر تو عورت کی طرف میلان خلقۃً پیدا کیا ہے کوئی اُس فطری جوش کو کیسے روک سکتا ہے

حکایت۔ گنج مراد آباد میں ایک بزرگ تھے مولانا فضل الرحمن صاحب تقریباً ایکسو دس برس کی اُنکی عمر ہوئی میں اُنکی خدمت میں حاضر ہوا جاڑے کا موسم تھا صبح کو اُٹھکر خادم کو آواز دی ارے فلانے مجکو شبہ سا ہو گیا ہے جی چاہتا ہے کہ نہالوں طبیعت صاف ہو جاویگی چنانچہ خادم نے پانی رکھدیا اُسی جاڑے میں غسل فرمایا۔ بتلایئے اگر کچھ نہ رہا تھا تو شبہ کیسا۔ ایک مرتبہ کانپور میں ہمارے گھر بہت عورتیں آئیں باہم اختلاف تھا کہ حضرت مولانا صاحب موصوف سے پردہ چاہیئے یا نہیں میں نے یہ اختلاف سنکر یہ حکایت اُن کو سنائی اور کہا کہ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ پردہ ضروری ہے یا نہیں سب سنکر چپ ہو رہیں حضرت جب سو برس کی عمر میں یہ قصہ ہو سکتا ہے تو پچاس برس کی عمر میں اب کیا مشکل ہے اور بہت سے پیر جوان بھی ہوتے ہیں۔

آجکل بے قید پیروں کے بھی معتقد ہو جاتے ہیں

اور آجکل تو پیر بننا کچھ مشکل بھی نہیں ہے لمبے لمبے بال ہوں موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہو رنگا کرتا ہو بس پیر ہو گئے بے پردہ خواہ عورتوں کو گھوریں یا لونڈوں کو تکیں حرام حلال میں کچھ امتیاز نہ کریں اُنکی پیری ایسی مضبوط ہے کہ وہ کہیں سے نہیں جاتی بلکہ جسقدر کوئی خلاف شرع ہوگا اُسی قدر زیادہ مقبول ہے اور جسقدر حدود شرع کے اندر ہوگا وہ پیری سے دور ہے وہ تو نرا ملّا ہے۔

پردہ کے متعلق عورتوں اور مردوں کی بے احتیاطیاں اور

۳۴۷

زینت کے متعلق عورتوں کا بے محل برتاؤ

یہ تو مردوں کی حالت تھی۔ اب عورتوں کی کیفیت سُنئے بعض عورتیں ایسی بیحیا ہوتی ہیں کہ وہ خود مردوں کو دیکھتی ہیں یا پردہ وغیرہ اٹھا دیتی ہیں کہ دوسرا مرد انکو دیکھ لیتا ہے اور یہ احتیاط نہیں کرتیں حدیث میں لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ اسکے متعلق جو یوں عورتوں سے کہا جاتا ہے نصیحت کیجاتی ہے۔ تو کہتی ہیں اُنہ ایک دفعہ دیکھکر پھر کیا دیکھیگا ساری عمر ترسیگا جو بڑی پردہ نشین کہلاتی ہیں اُنکی یہ حالت ہے کہ خاوند کے سامنے تو پھنگن بنی رہیں گی اور اگر کہیں جاوینگی تو تمام زیب وزینت ختم کر کے بیگم بنکر جاوینگی سخت بے حیائی کی بات ہے کہ خاوند جسکے لئے زیب وزینت کا حکم ہے اُسکے سامنے تو زیب و زینت نہ کیجاوے اور دوسروں کے دیکھنے کیلئے کیجاوے چاہئے تو یہ کہ اس کا برعکس ہو بعض عورتیں دولہا دولھن اور بارات کو دیکھتی ہیں اُن کے مرد بھی کچھ نہیں کہتے اسی طرح دوسری بے احتیاطی قابل نظر ہے وہ یہ کہ بعض مرد بڑے بے احتیاط ہوتے ہیں کہ گھر میں پکار کر نہیں جاتے ذرا کھنکارا اور فوراً اندر گھس گئے اور اکثر عورتیں بھی ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی سے اُترنے سے پہلے تحقیق نہیں کراتیں کہ کوئی مرد تو اندر نہیں ہے۔ میں ایکدفعہ بیمار تھا بہت عورتیں ڈولی سے عیادت کیلئے آئیں اور بلا تحقیق اندر آگئیں میں نے اُنکو خوب بُرا بھلا کہا اور جب عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اُسوقت اور زیادہ بے حیائی ہوتی ہے۔ چنانچہ بسا اوقات بے کہے اُس گھر کے مرد دراتے ہوئے آکر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اندر کسی نے مُنہ پھیر لیا کسی نے آنچل سے مُنہ ڈھک لیا کوئی کسی کے پیچھے ہو گئی اور طرفہ یہ کہ ہر ایک یہ جانتی ہے کہ مجکو نہیں دیکھا حالانکہ اُس نے سب کو دیکھ لیا۔

بدنگاہی میں عام ابتلاء اور اسکا علاج

خلاصہ یہ کہ آنکھوں کا گناہ سخت ہے اور اُسمیں بہت ابتلاء ہو رہا ہے اسکا بہت انتظام کرنا چاہئے اپنا بھی اور گھر والوں کا بھی اور اسکا علاج سہل یہ ہے کہ راہ میں چلنے کے وقت نیچی نگاہ کر کے چلنا چاہئے اِدھر اُدھر نہ دیکھے انشاء اللہ محفوظ رہیگا شیطان جب مردود ہوا تو اُس نے کہا تھا لاقعدن

لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ یعنی میں انکے (گمراہ کرنیکے لئے) تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھونگا پھر انکے پاس آؤنگا اُن کے سامنے سے اور پیچھے سے اور دہنے سے اور بائیں سے۔ چار سمتیں تو اسنے بتلائیں اور دو سمتیں باقی رہیں اوپر اور نیچے بزرگان دین نے اسمیں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ اوپر نیچے کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ اکثر گناہ چار سمتوں سے ہوتے ہیں پس بچنے کی دو صورتیں رہیں یا تو اوپر دیکھکر چلو یا نیچے دیکھکر مگر اوپر دیکھنے میں تو گر جانے اور آنکھ میں کچھ پڑجانیکا اندیشہ ہے اسلئے نجات کیلئے یہی شق متعین ہوئی کہ نیچے دیکھ کر چلیں قال اللہ تعالی وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

حکایت - ایک بزرگ تھے وہ بات کرتے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے ان سے کسی نے وجہ پوچھی فرمایا کہ دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جن کو میں پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ جنکو میں نہیں پہچانتا جن کو پہچانتا ہوں انکو بلا دیکھے بھی آواز سے پہچان لیتا ہوں۔ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جن کو نہیں پہچانتا اُن کے دیکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ سبحان اللہ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ پر عمل اسکو کہتے ہیں بعض بزرگوں نے اس نظر کے گناہ سے بچنے کے واسطے جنگل میں رہنا اختیار کرلیا ہے شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے قناعت کردہ از دنیا بغارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی کہ بارے بندے از دل برکشائی
بگفت آنجا پریرویان نغز اند چو گل بسیار شد پیراں بلغزند

بدنگاہی پر کبھی دُنیا میں بھی سزا ملجاتی ہے

حکایت - ایک بزرگ طواف کر رہے تھے اور کہتے جاتے تھے اللّٰھم انی اعوذ بک من غضبک کسی نے پوچھا کہ اسقدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے کہا میں نے ایک لڑکے کو بُری نظر سے دیکھ لیا تھا غیب سے چپت لگا اور آنکھ پھوٹ گئی اسلئے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہو جاوے

حکایت - حضرت جنید چلے جارہے تھے ایک حسین لڑکا نصرانی کا سامنے سے آرہا تھا

366

تحقیق - یہ فالسے ثمرات ذکر کے فالسے ہیں کچا یا کملا یا ہوا ہونا اپنی حالت کے اعتبار سے معلوم ہوا کہ ہنوز آثار ذکر میں خامی یا سُستی ہی مگر انشاء اللہ تعالیٰ کرتے کرتے سب ٹھیک ہو جاوے گا۔

حال - ایک دن میرے خیال میں آیا کہ اخیر درجہ پر حضور ۲۴۰۰۰ مرتبہ اللہ اللہ کا ذکر کرنے کو فرماتے ہیں بس جب مجھے بھی کسیوقت یہ کرنا ہی پڑیگا تو ابھی سے کیوں نہ عادت ڈالی جاوے چنانچہ حضور کے حکم کی بموجب علاوہ سولہ سو مرتبہ ذکر اسم ذات صبح کے شب و روز میں ۱۲۰۰۰ مرتبہ اس ذکر اسم ذات اور کرتا ہوں اور اس التزام سے کہ دن اور رات میں زیادہ تر خدا کا نام زبان سے جاری رہے لیکن یہ بارہ ہزار مرتبہ ذکر خفی کرتا ہوں ایک جلسہ میں نہیں کرتا ہوں بلکہ مختلف اوقات میں جب یاد آجاوے کرنے لگتا ہوں ۱۲۰۰۰ سے کم نہیں ہونے پاتا ہاں کبھی ۲۲۰۰۰ تک نوبت پہونچ جاتی ہے روزانہ کا معمول برابر جاری ہے یعنی نصف پارے کی تلاوت ذکر اسم ذات سولہ سو مرتبہ اور ذکر نفی اثبات نو سو مرتبہ تہجد بعد عشاء۔

تحقیق - اللہ تعالیٰ برکت فرماویں مگر اس زیادت کی جو بناء ہے یعنی یہ خیال ہے کہ کسی وقت زیادہ تبلاؤنگا یہ محض بلا دلیل ہے میں سب کو برابر نہیں تبلاتا بلکہ اُسکی حالت کے مناسب۔

سوال - آجکل میری بڑی لڑکی جسکا نام ... ہے بعارضہ بخار سخت علیل ہے اور وہ میرے پاس بھی نہیں ہے یعنی مجھ سے اور اپنی ماں بہنوں سے علیحدہ ہے اور ننہال میں ہے جو یہاں سے بہت فاصلہ پر ہے ۵ سال کی اُسکی عمر ہے اُسکی علالت کیوجہ سے اُسکی ماں بہت پریشان رہتی ہے اور میں بھی متردد رہتا ہوں اسلئے التماس ہے کہ حضور اُسکی صحت کے لئے خاص طور سے دعا فرمائینگے۔

جواب - بدل و جان اُسکی شفا کی دعا کرتا ہوں۔

سوال - اور میرے لئے بھی خاص طور سے دعا فرمائینگے اور جو کچھ مناسب سمجھینگے میرے لئے تجویز فرمائینگے۔

جواب - کئے جائیے بس۔

سوال - جناب مفتی صاحب نے جو کچھ وقف فرما دیا ہے میں اُسپر دل سے راضی ہوں۔ مفتی صاحب کو کامل اختیار ہے جو اُنکے مزاج میں آوے کر سکتے ہیں مجھے دل سے منظور

ہے میری اجازت کی کوئی ضرورت نہیں وہ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔

جواب - جزاکم اللہ تعالیٰ۔

حال - میرے حال کے موافق یقینی امید ہے کہ جسوقت یہ عریضہ ڈاک میں ڈالدیا جاویگا ضرور یہ فاسد خیال میرے دل سے رفع ہو جاوینگے اور تسکین ہو جاویگی

تحقیق - خدا ہمچنیں کند۔

سوال - لیکن حضور ضرور میرے واسطے خاص طور سے دعا فرماویں۔

جواب - بدل وجان۔

حال - حقیر اپنے کام میں برابر لگا ہوا ہے خدا کا شکر ہے کہ کبھی ناغہ نہیں ہوتا اور نہ وقت میں کبھی فرق پڑتا ہے البتہ جس توجہ کے ساتھ ہونا چاہئے وہ بات نہیں ہوتی اسکا نہایت سخت افسوس ہے۔

تحقیق - طلب مواجید ولذت کا مرض ابھی تک دل سے نہ گیا اور یہ توجہ اگر اختیاری ہے تو شکایت کیسی اور اگر غیر اختیاری ہے تو وہی مواجید کی طلب

حال - اور یہ تمنا ہے ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند +

تحقیق - طلب تصرف کا مرض بھی اب تک نہیں گیا۔

حال - اور خدا کی یاد میرے دلمیں اسطرح ہو جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کی یاد میں لگا رہتا ہے اور کسی وقت اسکو نہیں بھولتا خدا کی یاد کی دھن ہو اور کچھ نہو دنیا کی کیسی ہی اور کتنی ہی مصیبت کیوں نہ آپڑے اسکی رضا پر شاکر رہوں کبھی اُف نہ کروں۔

تحقیق - یہ وہی احوال ومواجید کی لذت اور نعمت توفیق عمل کی ناشکری۔ کیوں صاحب اگر اتنی بھی توفیق نہو تو کیا آپکا کچھ قرض ہے۔

حال - بعد رمضان المبارک ایک مہینے تک بعارضہ پھوڑا مبتلا رہا جسکی وجہ سے چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا دشوار تھا اور اسی اثنا میں اور اسکے بعد عزیز واقارب کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا ایک بھتیجی قریب البلوغ اور ایک لڑکا میرا قریب البلوغ انتقال کر گیا اور ان دونوں کے کچھ پہلے میری ایک لڑکی اور ایک لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ ان بچوں کو

۴۷

جنت نصیب فرمائے اور ہم لوگوں کو اجر و صبر سے سرفراز فرما کر صابرین میں نام درج فرمائے۔ میرے ماموں ان سب مصائب میں بفضلہ تعالیٰ بہت ضبط سے کام لیا اور کوئی کلمہ گستاخانہ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ زبان سے نہیں نکلا مگر رنج طبعی بہت ہوا اور احباب خاص سے اظہار غم کیا مگر اسمیں مجھے شبہ ہوا کہ کہیں یہ خلاف رنج طبعی اور خلاف رضاء بالقضاء اور خلاف صبر نہوا ور بعد کو زبان کو روکا تو اب حضرت سے گذارش ہے کہ خادم کی تسلی فرمادیں کہ یہ خلاف امور مذکورہ کے ہوا یا نہیں اور یہ اظہار اسلئے کیا کہ غم میں کمی ہو جاوے ورنہ بغیر اظہار گھٹکر اور رنج بڑھ جائیگا۔

تحقیق۔ کچھ برا نہیں

سوال۔ اور رنج طبعی کی حد کیا ہے۔

جواب۔ جس میں اختیار نہو۔

سوال۔ اور دو ایک کلمے تسکین آمیز تحریر فرمادیں جس سے مجھکو اور لڑکے کی والدہ کو پوری تسکین ہو جاوے اور دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صبر عنایت فرمادیں اور ان سب مصائب کے اجر سے سرفراز فرمادیں۔

جواب۔ رسالہ شوق وطن کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

حال۔ پہلے خادم نے تحریر کیا تھا کہ نماز وغیرہ میں بے اختیار آیات رحمت و عذاب وغیرہا پر چیخ مارتا ہوں اور قراءۃ وغیرہ بند ہو جاتی ہے مگر اب یہ دلمیں آتا ہے کہ یہ تو ایک صورت مخلوقات کی تکلیف دہی کی ہے کیونکہ جب چیخ زور سے نکلتی ہے تو تمام نمازی یا جو ذاکر وغیرہ پاس میں رہتے ہیں اچانک آواز سے چونک جاتے ہیں اور انکا دل دھڑکنے لگتا ہے کہ یہ کیا ہوا اسلئے اب جو وہ حالت پیدا ہوتی ہے تو ضبط کر لیتا ہوں یا بہت آہستہ آواز نکلتی ہے میرا یہ خیال ٹھیک ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ ٹھیک ہے۔

سوال۔ اور ضبط کرنا مضر تو نہیں ہوگا۔

جواب۔ مضر نہوگا۔

سوال۔ اپنے سب معمولات بفضلہ تعالیٰ ادا کئے جاتا ہوں اور اطاعت اور اجتناب

۴۷

عن المعاصی کا خیال بھی رہتا ہے الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ حضرت بھی دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی غلامی میں کمال نصیب فرماوے۔

جواب۔ بدل وجان۔

سوال۔ اگر کوئی شخص بوجہ اسکے کہ اُسکو ذکر اللہ سے دل چسپی ہے اور اپنے نفس پر اطمینان نہیں ہے وہ مدرسی کرنا اور لڑکوں کو پڑھانا پسند نہیں کرتا اور ذکر اللہ ہی میں اپنا دن رات کٹانا یا جو کوئی اُسکے پاس آجائے اُنہیں دین کی باتوں کی ترغیب دینا اور نصیحت کرنا پسند کرتا ہے تو ایسے شخص سے عدم تعلیم پر عند اللہ قیامت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں یا باوجود قدرے اطمینان کے پھر بھی وہ ذکر اللہ ہی کو پسند کرتا ہے کیا یہ شخص قابل ملامت علی عدم التعلیم ہے

جواب۔ وہاں کی ضرورت تعلیم کے پورا کرنیکے لئے کوئی دوسرا شخص ہے یا نہیں اور وہ ضرورت پوری کر رہا ہے یا نہیں۔

سوال۔ اور اس شعر ذیل کا کیا مطلب ہے ؎ صد کتاب و صد ورق در نار کن + سینہ را از یاد حق گلزار کن +

جواب۔ جو کتب واوراق حاجب ہیں وہ مراد ہیں۔

حال۔ پورے ایک مہینہ کے بعد آج یہ نالائق پھر مجبوبانہ حاضر ہوتا ہے اور حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے ؎ زین انجمن فغانے دیوانہ چوں رود + یک لالہ چوں بزنگ تو در ہیچ باغ نیست + اے میرے مولا یجیئے آپکے نالایق ... نے سب کیا کرایا برباد کر دیا کچھ باقی نہ چھوڑا ساری کوشش ضائع ہو گئی۔

تحقیق۔ یہ سب بے سوچے لکھا گیا ہے ورنہ کیا ہمارا کیا کرایا جو برباد ہو گیا کیا ہماری کوشش جو ضائع ہو گئی ہو اگر تمام عمر بھی جان کھپاوے تب بھی اُسنے کچھ نہیں کیا جب یہ ہے تو اسکے کیا معنی کہ کرنیکے بعد توقع اور کھو دینے کے بعد یاس۔ دونوں حالتوں میں خوف اور رجا برابر ہونا چاہیئے۔

حال۔ للہ آپ جلد پہونچئے اور میرے درد کی دوا کیجئے۔

تحقیق۔ خدا تعالیٰ سے نسخہ لکھوا دیا نوش کیجئے۔

(باقی آئندہ)

۴۸

ترجیح الراجح عــ۵

از آغاز ۱۳۳۹ سنہ ہجری

فصل ۹ نہم

در تصحیح بعض حوالجات تفسیر

بیان القرآن جلد ۹ صہ ۱۵ سطر ۱۸ میں یہ لکھا ہے۔ ف سورہ قصص کے آخری رکوع سے ذرا اوپر الخ حالانکہ وہ آیت سورۂ نحل میں ہے اور صحت نامہ میں دیکھا وہاں بھی تصحیح نہ تھی اسلئے اطلاعاً عرض ہے یا میری فہم میں عبارت نہیں۔

الجواب میرے ہی لکھنے کی غلطی ہے جزاک اللہ تعالیٰ علی ھذا التنبیہ۔

فصل ۱۰ دہم

در تحقیق بعض تخالف در عبارات دو رسالہ

بہشتی زیور حصۂ چہارم صفحہ ۹ در بیان ولی۔ ماں پھر دادی پھر نانی پھر نانا پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے اور اصلاح الرسوم صہ ۲ میں ماں پھر دادی پھر نانا پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے۔ غرضکہ اسمیں یہ تفاوت ہے کہ بہشتی زیور مذکور میں دادی کے بعد نانی کو ولی قرار دیا ہے اور اصلاح الرسوم میں نانی کو ولی قرار نہیں دیا لہذا تحریر فرمایا جاوے کہ عبارت بہشتی زیور پر فتویٰ ہے یا اصلاح الرسوم

الجواب۔ اصلاح الرسوم کی عبارت ناکافی ہے بہشتی زیور کا مضمون کامل ہے۔

فصل ۱۱ یازدہم

در تحقیق تحمید زن بعد تسمیع

عــ۵ ہر چند کہ التزام قدیم کا مقتضا یہ تھا کہ یہاں حصۂ ہشتم کا عنوان ہوتا مگر بعض سہولتوں کی رعایت سے یہ التزام اور اُسکے ساتھ یہ عنوان متروک ہوگیا ہی (ملاحظہ ہو تتمہ ع کا صفحہ اخیر سطر ۱۳)

جناب والا نے بہشتی زیور کے صفت صلوٰۃ کے بیان میں تحریر فرمایا ہے کہ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتی ہوئی سر کو اٹھاوے جب خوب سیدھی کھڑی ہو جاوے تو پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدہ میں جاوے پھر کیا عورت کو ربنا لک الحمد نہ کہنا چاہئیے یا سہو کاتب ہے یا چھاپے کی غلطی ہے مطلع فرما دیں +

الجواب - عبارت میں کمی رہ گئی ہے یوں ہونا چاہیے جب خوب سیدھی کھڑی ہو جاوے تو ربنا لک الحمد کہکر اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدہ میں جاوے اب یہ معلوم نہیں کہ مؤلف کی غلطی ہے یا کاتب کی عجب نہیں اسکو سمع اللہ کے تابع سمجھکر مستقلاً لکھنے کا اہتمام نہ کیا ہو زیادہ نظر اسپر رہی ہو کہ بدون سیدھے کھڑے ہوئے سجدہ میں نہ جاوے جیسا بعض کی عادت ہے۔

فصل ۱۲ دوازدہم

در تحقیق بٹن زرین و سیمین

آپ کی کتاب صفائی معاملات مطبوعہ رزاقی کانپور ص ۳۲ بیان بعضے متفرق حلال و حرام چیزوں کے بیان میں یہ مسئلہ ہے کہ چاندی سونے کے بوتام یعنی بٹن اور گھنڈی لگانا جائز ہے فقط اس مسئلہ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ واقعی چاندی سونے کا بوتام لگانا جائز ہے یا اس کتاب میں کاتب سے غلطی ہوئی ہے آپ اسکا خلاصہ تحریر فرمائیں۔ اگر جائز ہے اسکی تشریح ہو تو بہت بہتر ہے تاکہ اطمینان ہو۔

الجواب۔ کاتب کی تو غلطی نہیں ہے میں نے ہی لکھا ہے اور اسمیں کسی قدر قیاس سے بھی کام لیا گیا ہے اصل مسئلہ جو در مختار وغیرہ میں ہے اسکے الفاظ یہ ہیں ولا باس بازرار الذھب الخ۔ یہ ازرار جمع زر کی ہے اور زر کا ترجمہ ہے گھنڈی اور علت لکھی ہے لانہ تابع للباس پس اس علت کے اشتراک سے زر کے مفہوم میں توسع کر کے بوتام کو شامل سمجھا گیا ہے۔ اتنا تصرف اسمیں قیاس کا ہے یہ حقیقت ہے اس فتوی کی۔ مگر چند روز سے خود مجھکو اسمیں تردد ہو گیا ہے وجہ تردد یہ ہے کہ ایک بڑے محقق کا قول اس باب میں دیکھا کہ زر سے مراد گھنڈی ہے جو کلابتون کے تاروں سے بنی ہوئی ہو اور کپڑے میں سلی ہوئی ہو بوتام مراد نہیں اور پوری تابع ایسی ہی گھنڈی ہے پس بہتر یہ ہے کہ اور علماء سے تحقیق مزید کر لیجئے۔

سلسلۂ اتقاء الفتن کا چھٹا نمبر

(اور تحذیر المسلمین کا تیسرا حصہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد احقر ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ عرض پرداز ہے کہ آجکل بعض اصحاب کے خطوط بکثرت اس مضمون کے آتے رہتے ہیں کہ مسائل حاضرہ خصوص ترک موالاۃ پر گفتگو ضرور کرنا چاہئے اور اپنے نزدیک جو حق ہو اُسکو واضح کر دینا چاہیے کیونکہ اخباروں کے مضامین سے مخلوق بہت کچھ متحیر ہو رہی ہے اسلئے توکلاً علی اللہ اسوقت کچھ لکھنا چاہتا ہوں جس سے مقصود اظہار حق کے سوا کچھ نہیں واللہ الموفق والمعین ۰

(مسئلہ ترک موالاۃ)

۱ سب سے پہلے یہ بات جان لینی چاہئے کہ آجکل اخبارات میں ترک موالات اور عدم تعاون اور قطع تعلق ان تینوں کو واحد تبلایا جاتا ہے حالانکہ ترک موالاۃ اور چیز ہے اور ترک تعلقات اور چیز ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا سخت غلطی ہے۔ اسلئے جن آیات سے ترک موالاۃ ثابت ہوتی ہے اُنسے ترک تعلقات پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ موالات کے معنی دوستی اور محبت کرنے کے ہیں شریعت اسلامیہ کی تعلیم یہ ہے کہ دوستی اور محبت اُن لوگوں سے کرنی چاہئے جو پوری طرح شریعت کے متبع اور خدا اور رسول کے مطیع ہوں اور جو لوگ خدا اور رسول کے پوری طرح متبع اور مطیع نہوں بلکہ فاسق فاجر یا مبتدع اور مشرک و کافر ہوں اُنسے دوستی اور محبت کرنا جائز نہیں۔ پس ترک موالات کا حکم کفار اور مشرکین ہی کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ اُن مسلمانوں سے بھی دوستی اور محبت حرام ہے جو فاسق و فاجر یا مبتدع وغیرہ ہوں دلیل اسکی یہ حدیث ہے المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل قال النووی اسنادہ صحیح کذا فی المشکوٰۃ (ترجمہ) انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس ہر ایک کو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے آہ حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے قال

الغزالی مجالسۃ الحریص ومخالطتہ تحرک الحرص ومجالسۃ الزاھد ومخالطتہ تزھد فی الدنیا لان الطباع مجبولۃ علی التشبہ والاقتداء بل الطبع یسرق من الطبع من حیث لا یدری ھذا (ترجمہ) امام غزالی فرماتے ہیں کہ حریص کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور اُس سے میل جول کرنا حرص کے مادہ کو حرکت دیتا ہے اور زاہد کی صحبت اور میل جول سے دنیا سے بے رغبتی بڑھتی ہے کیونکہ طبعی خاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہمصحبت کی مشابہت اور اتباع کرتا ہے بلکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت کا اثر پوشیدہ طور پر اس طرح لے لیتی ہے کہ خبر بھی نہیں ہوتی اھ حاشیہ مشکوٰۃ میں علامہ سیوطی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے واما ما کان من جھۃ الدین والمذھب فھجران اھل البدع والاھواء واجب الی وقت ظھور التوبۃ ومن خاف من مکالمۃ احد وصلتہ ما یفسد علیہ دینہ او یدخل مضرۃ فی دنیاہ یجوز لہ مجانبتہ والبعد عنہ ورب ھجر جمیل خیر من مخالطۃ موذیۃ کذا ذکر السیوطی فی حاشیۃ المؤطا (ترجمہ) لیکن جو قطع تعلق دین اور مذہب کی وجہ سے ہو تو مبتدع اور ہوا پرست لوگوں سے قطع تعلق کرنا واجب ہے جبتک کہ اُنکی طرف سے) توبہ کا ظہور ہو اور جس شخص کو کسی کی بات چیت اور میل جول سے اپنے دین کے فساد یا دنیا کی مضرت کا اندیشہ ہو اُس سے دور اور جدا رہنا جائز ہے اور بعض دفعہ خوبی کے ساتھ قطع تعلق کر دینا ایسے میل جول سے بہتر ہوتا ہے جس سے تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہو علامہ سیوطی نے حاشیہ مؤطا میں اسیطرح ذکر کیا ہے اھ۔ دوسری حدیث میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی کذا فی المشکوٰۃ حضور نے فرمایا ہے کہ مؤمن کامل کے سوا کسی کی صحبت نہ اختیار کرو اور تمہارا کھانا متقی آدمی کے سوا کوئی نہ کھاوے شراح حدیث فرماتے ہیں کہ مراد حدیث میں طعام دعوت ہے کہ دعوت متقی کے سوا کسی کی نہ کرو۔ قیل المراد طعام الدعوۃ دون طعام الحاجۃ لقولہ تعالی مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ومعلوم ان اسراء ھم کانوا کفارا والمراد ان لا یالف بغیر التقی فان الصحبۃ مؤثرۃ فی اصلاح الحال وافسادہ اھ حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷ (ترجمہ) بعض علماء نے کہا ہے کہ (حدیث میں طعام سے) مراد دعوت کا کھانا ہے

۴

حاجت (اور ضرورت) کا کھانا مراد نہیں کیونکہ حق تعالیٰ (نیک لوگوں کی مدح فرماتے ہوئے) ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ لوگ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ مسلمانوں کے قیدی کفار ہی ہوتے تھے اور مراد (حضور کی) یہ ہے کہ متقی کے سوا کسی سے محبت والفت نہ کرے کیونکہ حالت کے سنوارنے اور بگاڑنے میں صحبت کو بہت دخل ہے آہ

حق تعالیٰ فرماتے ہیں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔ ان دلائل سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ دوستی اور محبت کرنا جسطرح کفار و مشرکین سے ناجائز ہے اسی طرح فاسق فاجر اور مبتدع مسلمانوں سے بھی حرام ہے اور جن آیات میں صرف کفار کی دوستی سے منع کیا گیا ہے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اگرچہ سبب نزول خاص ہے تفسیر روح المعانی ج۱ ص۶۵۵ میں آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا الخ کی تفسیر میں لکھا ہے والمعنی لا تتخذوا الکافرین والمنافقین اولیاء وخواص من غیر المؤمنین اوممن لم تبلغ منزلته منزلتکم فی الشرف والدیانة والحکم عام وان کان سبب النزول خاصا فان اتخاذ المخالف ولیا مظنة الفتنة والفساد ولهذا ورد تفسیر هذه البطانة بالخوارج الخ (ترجمہ) معنی آیت کے یہ ہیں کہ کافروں اور منافقوں کو اپنا دوست اور خاص راز دار نہ بناؤ جو کہ مسلمانوں کے غیر ہیں یا ایسے لوگوں میں سے ہیں جنکا رتبہ شرافت اور دینداری میں تمہاری برابر نہیں حکم (قرآنی ان) سب کیلئے عام ہے اگرچہ سبب نزول (آیت کا) خاص ہے کیونکہ ہر مخالف کے دوست بنانے میں فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہے اور اسی لئے (کہ آیت کا حکم عام ہے) اس بطانہ کی تفسیر خوارج کے ساتھ بھی وارد ہوئی ہے آہ

ترک موالاۃ کی حقیقت معلوم ہو جانیکے بعد سمجھنا چاہئے کہ جو موالاۃ ممنوع ہے ہم اُسکو پہلے سے بھی منع کرتے آرہے ہیں کہ کفار کے ساتھ ایسا خلط ملط نہ کرو کہ اپنی صورت اور وضع کو چھوڑ کر اُنکی سی صورت و وضع اختیار کرلو وغیرہ وغیرہ اور جو باتیں پہلے سے جائز ہیں وہ اسوقت بھی جائز ہیں۔ انگریزی پڑھنا پڑھانا جن شرائط کے ساتھ پہلے جائز تھا اب بھی جائز ہے اور جن شرائط کے بغیر پہلے ممنوع تھا اب بھی ممنوع ہے اسی طرح جو انگریزی ملازمتیں پہلے جائز تھیں ابتک

جائز ہیں اور جو پہلے حرام تھیں وہ اب بھی حرام ہیں۔ صورت موجودہ کی وجہ سے ان احکام میں تغیر نہیں ہو سکتا ومن ادعیٰ فعلیہ البیان۔ مسئلہ موالاۃ میں ان چیزوں کو اگرچہ وہ فی نفسہ مباح ہوں داخل کرکے حرام کہنا کسی طرح صحیح نہیں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ترک موالاۃ اور چیز ہے اور ترک تعلقات اور چیز ہے۔

اگر یہ دونوں ایک مان لئے جائیں تو لازم آئیگا کہ فاسق فاجر اور مبتدع مسلمانوں سے بھی بیع و شرا اور لین دین وغیرہ ناجائز ہو جائیں کیونکہ یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ترک موالات ان لوگوں کے ساتھ بھی واجب ہے اور ترک موالاۃ کیلئے لیڈران قوم کے نزدیک ترک تعلقات لازم ہے تو ان مسلمانوں کے ساتھ بھی تعلقات بند کردینے چاہئیں۔ دوسرا اشکال اس پر یہ لازم آئیگا کہ اگر ترک موالاۃ کیلئے ترک تعلقات شرعًا لازم ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ واجب ہوتا کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں قیام رکھتے ہوئے کفار سے ہرگز لین دین بیع و شرا وغیرہ نہ کرتے کیونکہ وہ لوگ کافر تھے اور کافر بھی حربی جنکے لئے ترک موالاۃ میں کا حکم دوسروں سے زیادہ ہے مگر تاریخ اور کتب احادیث شاہد ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ قیام مکہ میں نہ خود اہل مکہ سے ترک تعلقات کا برتاؤ کیا نہ صحابہ کو اسکا حکم دیا بلکہ ایک مرتبہ کفار قریش نے خود حضور کی اور بنی ہاشم و بنی مطلب کیساتھ ترک تعلقات کا معاہدہ کیا تو حضور نے اُس معاہدہ کے ٹوٹ جانیکے لئے دعا فرمائی اور اُسکو ظلم و قطیعہ فرمایا فی سیرۃ ابن ھشام جا صفحہ ۲۰۴ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی طالب یا عم ان اللہ قد سلط الارضۃ علی صحیفۃ قریش فلم تدع فیھا اسما ھو للہ الا اثبتتہ فیھا ونفت منھا الظلم والقطیعۃ الخ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا کہ اے چچا حق تعالیٰ نے کفار کے عہد نامہ پر گھن کو مسلط کردیا ہے اور اُسنے خدا کے نام کے سوا اُسمیں کچھ نہیں چھوڑا ظلم اور قطع تعلق کے سب مضامین کو مٹا دیا ہے۔ اھ

چنانچہ اس بناء پر حضور نے ابو طالب سے فرمایا کہ قریش کو اس معاملہ کی خبر کردو کہ تمہارا عہد نامہ کیڑے نے کھا لیا ہے اگر میں اس بات میں سچا ہوں تو تمکو اس معاہدہ ظلم سے باز آجانا چاہئے اور اگر میری بات سچی نہ ہو تو پھر تمکو اختیار ہے۔ ابو طالب نے یہ بات کفار سے کہی اور صحیفہ کو کرم خوردہ پاکر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور ترک تعلقات کا معاہدہ ختم ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ترک موالاۃ

کیلئے ترک تعلقات بھی لازم ہے تو حضور کو کفار کے اس معاہدہ سے خوش ہونا چاہیے تھا کہ اچھا ہوا ان لوگوں سے تعلقات ختم ہوگئے مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپ اس سے خوش نہیں ہوئے بلکہ آپنے ترک تعلقات کی صورت کو قطع کر کے پھر باہمی تعلقات لین دین اور بیع وشراء وغیرہ کے قائم کردئے اب اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ کفار مکہ کے ساتھ ترک تعلقات واجب تھا اور دوسرے کفار کیساتھ واجب ہے تو اُسکو اس فرق کی وجہ بیان کرنی چاہیے۔ کفار مکہ کعبہ میں نماز پڑھنے سے مسلمانوں کو روکتے تھے۔ اسلام لانے پر مسلمانوں کو ایذائیں سخت سخت دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت بے انتہا کرتے تھے آپ کی شان میں بیہودہ کلمات استعمال کرتے تھے۔ قرآن کے ساتھ بے ادبی اور تمسخر کرتے تھے ان سب باتوں کے باوجود بھی جب مسلمانوں کو اُنکے ساتھ ترک تعلقات کا حکم نہوا تو جو حکومت مسلمانوں کو اُنکے مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی ہے اُنکے جان ومال وآبرو کی محافظ ہے قرآن اور رسول کی بیحرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہے بیت اللہ وبیت الرسول کی زیارت سے نہیں روکتی اُسکے ساتھ ترک تعلقات کسطرح واجب ہوسکتا ہے باقی شریف مکہ یا اُسکی فوج نے یا اُنکے ساتھ ملکر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ اور مدینہ کی بیحرمتی کی ہے اُسکی بابتہ غیروں کو الزام دینا فضول ہے یہ سب کچھ خود مسلمانوں کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کام ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ بامن انچہ کرد آں آشنا کرد

اور ہنگامہ کانپور میں جو کچھ ہوا اُسکے ذمہ دار وہ لیڈر قوم ہیں جنہوں نے گورنمنٹ کو غلط فتوی دیا کفار مکہ کیساتھ حضور اور صحابہ کے تعلقات اور لین دین وغیرہ کا حال آپکو معلوم ہوچکا اب سنئے ہجرت کے بعد آپنے مدینہ کے یہودیوں سے کیا برتاؤ کیا۔ یہ وہی یہودی ہیں جنکی شان میں ترک موالاۃ کی بیشتر آیات نازل ہوئی ہیں لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاۤءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اور دوسری آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا اور تیسری آیت اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً یہ سب آیتیں انہی یہودان مدینہ سے دوستی اور محبت نہ کرنیکے بارہ میں نازل ہوئی ہیں اور یہی وہ آیات ہیں

جن سے ترک موالاۃ کا مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے پس اگر ترک موالاۃ کیلئے ترک تعلقات بھی شرعاً
لازم ہے تو دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ نے ان یہودیوں کیساتھ
کیا برتاؤ کیا۔ کتب احادیث اور تاریخ دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے بارہا یہودیوں سے لین دین اور معاملات کئے ہیں کتب صحاح میں اس قسم کے متعدد واقعات
مذکور ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کسی یہودی کا قرضہ تھا وہ اپنے قرض کا
تقاضا کرنے آیا اُسوقت حضور کے پاس کچھ موجود نہ تھا آپنے عذر فرمایا اُسنے سختی کے ساتھ مطالبہ
کیا جسپر صحابہ کو غصہ بھی آیا مگر حضور نے یہ فرما کر اُن کو ٹھنڈا کیا ان لصاحب الحق مقالاً حتی کہ
اُس یہودی نے پانچ وقت تک آپکو گھر میں بھی نہیں جانے دیا اور بالآخر دوسرے دن وہ اسلام
لے آیا کہ مجھکو حضور کا تحمل دیکھنا تھا تقاضا منظور نہ تھا۔ کتب صحاح میں موجود ہے کہ جسوقت حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے اُسوقت آپکی زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس رہن تھی جسکے
پاس سے حضور نے تیس صاع غلہ اپنے گھر والوں کے واسطے قرض لیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا
واقعہ صحاح میں موجود ہے کہ ایکبار آپکے گھر میں فاقہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی
صاحبہ نے کئی وقت سے کچھ کھایا نہ تھا حضرت علی روزی کی تلاش میں نکلے اور آپ کو ایک یہودی
نے پکارا کہ کچھ مزدوری کروگے آپنے فرمایا کہ ہاں اُسنے کہا کہ میرے باغ میں پانی بھرو اور فی
ڈول ایک چھوارہ لے لو آپنے اس معاملہ کو منظور کیا اور اُسکے باغ میں پانی بھرا اور چھوارے
لیکر گھر تشریف لائے۔ ان واقعات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ترک موالات کیلئے ترک تعلقات
لازم نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ ان آیات کے نازل ہونیکے بعد ہرگز
یہودیوں سے معاملات نکرتے جن کی موالات سے ان آیات میں صاف صاف منع کیا گیا ہے
اب میں یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ حضور نے کفار مکہ کے ساتھ غلبہ کی حالت میں کیا برتاؤ
کیا کیونکہ ممکن ہے کہ پہلی تقریر پر کوئی صاحب یہ اشکال کریں کہ اُسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ مکہ میں کفار سے مغلوب تھے اُنکو خود اسکی ضرورت تھی کہ کفار سے لین دین قائم رکھیں
اسکا جواب یہ ہے کہ حضور نے غلبہ کے بعد بھی کفار مکہ سے (جنکی عداوت اور گستاخی کا حال قرآن کی
آیات سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے) معاملات اور تعلقات بیع وشرا اور لین دین کو جائز فرمایا ہی

سیرۃ بن ہشام میں ثمامہ بن اُثال حنفیؓ کے اسلام کا قصہ بیان کر کے لکھا ہے ثم خرج معتمرا فلما اقدام مکۃ قالوا اصبوت یا ثمام فقال لا ولکنی اتبعت خیر الدین دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ولا واللہ لا تصل الیکم حبۃ من الیمامۃ حتی یاذن فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم خرج الی الیمامۃ فمنعہم ان یحملوا الی مکۃ شیئاً فکتبوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک تامر بصلۃ الرحم وانک قد قطعت ارحامنا و قد قتلت الآباء بالسیف والابناء بالجوع فکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخلی بینہم وبین الحمل اھ ج ۲ صفحہ ۲۲ (ترجمہ) پھر ثمامہ عمرہ کرنیکے لئے چلے جب مکہ میں پہونچے تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ اے ثمامہ کیا تو بد دین ہو گیا اُسنے کہا ہر گز نہیں بلکہ میں نے بہترین ادیان دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر لیا اور خدا کی قسم تمہارے پاس یمامہ سے (غلہ کا) ایک دانہ بھی نہ پہونچے گا جبتک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں پھر وہ یمامہ کیطرف تشریف لیگئے اور اہل یمامہ کو روکدیا کہ مکہ والوں کی طرف کوئی (تجارتی) چیز نہ لیجاویں اسپر مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ آپ تو صلہ رحم کا امر فرمایا کرتے ہیں مگر آپنے ہمارے تعلقات قطع کر دیا باپ دادوں کو تلوار سے مار ڈالا اور ہماری اولاد کو بھوکوں مار دیا تو حضور نے ثمامہ بن اُثال کی طرف خط میں تحریر فرمایا کہ مکہ والوں سے غلہ وغیرہ بند نہ کریں الخ۔

اس واقعہ سے ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ ثمامہ بن اُثال نے کفار مکہ سے اس بنا پر تجارتی تعلقات قطع کر دئے تھے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی توہین کرتے تھے۔ سیرۃ بن ہشام میں اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل مکہ نے ثمامہ کو عمرہ کرنے سے بھی روکا تھا اور اُسکی گردن مارنے پر آمادہ تھے ان وجوہ سے اُس کا مکہ والوں سے تجارتی تعلقات قطع کر دینا بیجا بھی نہ تھا مگر حضور نے اسے منع کیا اور غلہ کی بندش قطع کرنیکا حکم فرمایا۔ بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ ثمامہ کو کفار قریش کے ساتھ تجارتی تعلقات جاری رکھنے کا امر فرمایا پس اب یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ کفار کے ساتھ ملازمت اور بیع وشرا اور لین دین کے تعلقات قائم رکھنا ہر حالت میں درست ہیں۔ محکومیت میں بھی اور غلبہ کی صورت میں بھی اور اہل ذمہ سے بھی اور اہل حرب سے بھی۔ ملازمت کے جواز کا ثبوت حضرت علی کے واقعہ سے ملیگا کہ آپنے یہودی کے باغ میں چھواروں کے عوض

پانی پھر اتھا پس ملازمت اور تجارتی تعلقات موالاۃ میں ہرگز داخل نہیں۔ موالاۃ ممنوعہ یہ ہے جو آجکل لیڈران قوم ہندوؤں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ مولوی عبد الباری صاحب لکچر کانپور ۲۴ رجب میں فرماتے ہیں" وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہمکو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے الخ۔ ہندوؤں کے خلوص یا خود غرضی کی بحث کو علیحدہ رکھکر ہم مولوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہندوؤں کا دلی دوست بنانا کیا یہ وہ موالاۃ نہیں ہے جسکی قرآن میں ممانعت کی گئی ہے۔ افسوس ہندوؤں کے ساتھ خلوص اور مودت اور دلی دوستی کرنا اور ان کو اپنا پیشوا و امام بنانا اور آیات و احادیث میں گذری ہوئی عمر کو انپر نثار کرنا اور ان کے اتباع کو سنت نبوی قرار دینا اور انکی خاطر گاؤکشی بند کر کے گئو رکھشا کی حمایت کرنا یہ تو موالات نہو اور ایک قوم سے معاملات اور لین دین کرنا اور اسکی ملازمت اپنے دنیوی نفع کیلئے کرنا موالات محرمہ میں داخل ہو کر ممنوع ہو جائے افسوس لیڈران قوم مسائل شرعیہ میں بھی پالیسی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے پس ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ ترک تعلقات اور عدم تعاون کو ترک موالاۃ سے کوئی بھی علاقہ نہیں۔
عدم تعاون بائی کاٹ یا اسٹرائک کا عربی ترجمہ ہے جسکو ان لوگوں نے یورپ کی مزدور پارٹی سے سیکھا ہے شریعت میں کہیں اسکا پتہ اور ثبوت نہیں ملتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو بھی کفار سے واسطہ پڑا ہے غلبہ کیحالت میں بھی اور مغلوبیت کیساتھ بھی مگر اس عدم تعاون کی نظیر شریعت میں کہیں نہیں ملتی۔ فقہاء تولیت قضاء من الکفار کو صاف صاف جائز کر رہے ہیں اور کفار کے ساتھ معاملات کو بھی جائز فرماتے ہیں البتہ فتنہ کے زمانہ میں اہل فتنہ کے ہاتھ بیع سلاح سے فقہاء نے منع فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باقی بیوع اور معاملات جائز ہیں ورنہ فقہاء ان سے بھی تعرض کرتے لہذا ترک موالاۃ کے مسئلہ سے ترک تعلقات ملازمت وغیرہ کا وجوب کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اگر جائز ملازمت کے چھوڑنے سے رزق کی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ملازمت ترک کرنا ناجائز ہوگا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اسوقت شاہ حبشہ عیسائی تھا مگر تاریخ شاہد ہے کہ حضرات صحابہ نے اسکے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو رعایا بادشاہ کے ساتھ کیا کرتی ہے

حالانکہ نہ اُس سے کوئی معاہدہ ہوا تھا نہ مصالحت مگر صحابہ محض اسوجہ سے کہ اسنے اُن کو امن دیا تھا شاہی الفاظ کیساتھ اُسکو خطاب کرتے اور مواسات و مدارات کا برتاؤ کرتے تھے۔

(خلاصۂ کلام یہ ہے کہ)

۱۔ ترک موالاۃ اور چیز ہے۔ ترک معاملات دوسری شے ہے شریعت میں کفار کیساتھ ترک معاملات کا ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ ایک آئینی جنگ ہی جو یورپ سے سیکھی گئی ہے اسلئے خود یہ جنگ ہی تشبہ اور موالات کفار میں داخل ہے۔

۲۔ موالاۃ جسطرح یہود و نصاریٰ کیساتھ ممنوع ہے یوں ہی بلکہ اس سے زیادہ مشرکین اور ہنود کے ساتھ ممنوع ہے کیونکہ بنص قرآنی مشرکین کا نصاریٰ سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہونا ثابت ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا الخ بیشک تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا تم یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اھ۔ اور تجربہ اور مشاہدہ سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ آرہ و شاہ آباد و مئو اعظم گڈھ اور اجودھیا اور کرتارپور کے واقعات ابھی تک مسلمانوں کے دل سے فراموش نہیں ہوئے اور ہندو ریاستوں میں مسلمانوں پر جو مذہبی تنگی ہے اُسکو اب بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ پس اگر ترک موالات اور ترک تعاون ایک چیز ہے تو ہندوؤں کے ساتھ رابطۂ اتحاد عمل قائم کرنا اور انگریزوں سے ترک تعاون کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اور اگر ہندوؤں کی نوکریاں کرنا اور اُن سے خرید و فروخت کرنا اُن کے ساتھ ملکر کام کرنا جائز ہے تو انگریزوں سے ترک تعلقات کا حکم بھی بالکل غلط ہے۔

۳۔ ترک موالاۃ کفار ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بد دین مسلمانوں کے ساتھ بھی اس کا حکم ہے (علی تفاوت مراتب الکفر والفسق) پس اگر ترک موالاۃ کیلئے ترک تعلقات بھی لازم ہے تو اُن فاسق اور بددین نوابوں اور رئیسوں کی ملازمتیں بھی ممنوع ہونی چاہئیں جنہوں نے گاؤکشی کو اپنے قلمرو میں حکماً بند کر دیا حالانکہ وہ ایک اسلامی شعار ہے اور آریہ مشن کو اپنے ملک میں آریہ مذہب کی اشاعت کیلئے اجازت دی حالانکہ رضا بالکفر کفر ہے۔ اور اس قسم کے وہ اور بھی الحاد اور بددینی کے کام کرتے ہیں۔

۴۔ عام مسلمان ایک سخت غلطی میں مبتلا ہیں وہ یہ کہ جو حقیقت موالاۃ ہے اُسکو نہیں چھوڑتے

اور جو موالاۃ نہیں ہے اُسکو خواہ مخواہ موالاۃ قرار دیکر اُسکے ترک پر زور دیتے ہیں چنانچہ خطابات
واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں حالانکہ یہ امور موالاۃ میں داخل نہیں ہیں۔ مگر وہ الحاد
وزندقہ فسق وفجور حب دنیا حب جاہ اور کفار کے وہ اوضاع واطوار نہیں چھوڑتے جو
اُنہوں نے یورپ سے لیے ہیں اور جو کہ حقیقۃً موالاۃ ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس موالاۃ کو
سب سے پہلے چھوڑیں اور اپنی صورت اپنا لباس اپنی معاشرت اپنے خیالات اسلامی
طریقہ پر بنائیں اور اوضاع واطوار کفار اور اُنکے خیالات سے پرہیز کریں۔ کانفرنسوں
اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیئت اور لیڈروں کی گاڑیاں کھینچنا اُنپر پھول برسانا اُنکے
استقبال کیلئے آرائش وغیرہ کرنا اہل یورپ کی طرح رزولیوشن وغیرہ پاس کرنا داڑھیاں
منڈانا مونچھیں بڑھانا کوٹ پتلون وغیرہ پہننا یا ہندوانہ صورت بنانا وغیرہ وغیرہ
یہ سب اوضاع واطوار کفار میں داخل ہیں اور ان کا ارتکاب یقیناً موالاۃ کفار ہے عوام
سے چنداں تعجب نہیں مگر افسوس علماء پر ہے کہ وہ بھی ان بلاؤں میں مبتلا ہیں اور برابر ان
خرافات میں شریک ہوتے اور انکو دیکھتے ہیں مگر نہ دوسروں کو متنبہ کرتے ہیں نہ خود
متنبہ ہوتے ہیں ۔

(۵) ہمارے نزدیک ان تمام شورشوں اور تحریکوں کا منشا محض تقلید یورپ ہے اُنہی سے
قوم پرستی اور وطن پرستی ماخوذ ہے اور اُنہی سے ترقی ملک و قوم۔ اور یہی مبنی ہے ان تمام
شورشوں کا۔ اگر ان کا مبنی دین اور حمایت اسلام ہوتا تو اُسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ جو احکام
سہل اور آسان ہیں اور جنکا بجالانا ہمارے اختیار میں ہر وقت ہے جنمیں ہمکو قانوناً بھی پوری
آزادی ہے تمام مسلمان اور لیڈران قوم پہلے اُن کی تعمیل ضرور کرتے مگر یہاں برعکس معاملہ
یہ ہے کہ جن احکام کا بجالانا اُن کے اختیار میں ہے اُن کو چھوڑتے جاتے ہیں اور جو باتیں اُنکے
اختیار سے باہر ہیں جنکے لئے وہ ہفتوں اور مہینوں مشورے اور جلسے کرتے ہیں کہ یہ کام کسطرح
کرنا چاہیئے اور پھر بھی کوئی صورت اُنکی سمجھ میں نہیں آتی اُنکے پیچھے پڑکر صرف اُنہی پر زور
دیتے ہیں۔ گائے کی قربانی جو مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے جسپر صدہا مسلمانوں کی جانوں کا
خون ہوچکا اور ہزاروں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوگئیں اُس کو محض ہندوؤں کی خاطر چھوڑدینے

۱۰

کیلئے آمادہ ہیں حج بیت اللہ سے صدہا مسلمانوں کو روکدیا ہے اور دیگر اعمال و افعال و اخلاق
معاشرت و معاملات میں بھی شریعت سے کوسوں دور پڑے ہوئے ہیں اور صرف لفظی حمایت
خلافت کو دین و ایمان سمجھتے ہیں بھلا اسکو کون عاقل حمایت اسلام مان لیگا یہ تو سراسر
قوم پرستی اور ہوم رول کی تحریک ہے جس کو نہ اسلام سے کچھ تعلق نہ اسلام اور مسلمانوں کو
اس سے کوئی نفع پس یہ شورشیں ہی درحقیقت موالات کفار میں داخل ہیں انمیں سراسر
مسلمانوں نے یورپ کا رنگ اُڑایا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ نہیں سمجھتے اور خواہ مخواہ اسکو
ترک موالات اور اسلامی اور مذہبی تحریکات سمجھے ہوئے ہیں اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ دیندار
علماء بھی اسمیں غور نہیں کرتے اور عوام کو دنیا پرست بھیڑیوں کے پنجوں میں پھنسا کر ان کے
دین کو صدمہ پہونچا رہے ہیں ؂

11

حکومت سے ترک تعلقات میں دینی و دنیوی دونوں قسم کے نقصانات ہیں کیونکہ مسلمان
عموماً نہ تجارت جانتے ہیں نہ صنعت و حرفت میں اُن کو زیادہ دخل ہے اور نہ ان کے پاس روپیہ ہے
نہ جائداد پس جائز ملازمتیں چھوڑنیکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ معاش کیطرف سے نہایت پریشان ہونگے
جسکی حدیث میں ممانعت ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سبب اللہ لاحدکم رزقاً
من وجہ فلا یدعہ حتی یتغیر لہ او یتنکر لہ - رواہ احمد و ابن ماجہ - کذا فی المشکوٰۃ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حق تعالے کسی ذریعے سے تمکو رزق پہونچاتے رہیں تو اسکو نہ چھوڑنا
چاہیئے جبتک کہ وہ ذریعہ خود ہی نہ بدلجاوے - ایک حدیث میں ہے کاد الفقر ان یکون کفراً
قریب ہے کہ فقر کا انجام کفر ہو جائے چنانچہ اس کا مشاہدہ واقعات سے ہو چکا ہے کہ بعض مسلمانوں
نے مفلسی سے پریشان ہو کر دین کو بھی خیرباد کہدیا۔ حکماء امت اسی اندیشہ کی وجہ سے بعض کمزور
دل والوں کو ناجائز ملازمتیں چھوڑنیکی بھی اُسوقت تک اجازت نہیں دیتے جبتک کہ حلال طریقہ سے
روزی میسر آنیکی کوئی صورت نہ نکل آئے فرما دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھو توبہ و استغفار
حق تعالیٰ سے کرتے رہو اور حلال روزی میسر آنے تک اسی بلا میں گرفتار رہو کہ اس سے دین و
ایمان تو محفوظ رہیگا۔ پس مسلمانوں کے ملازمت چھوڑنیکا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو انکو ہندؤں کی غلامی
کرنی پڑیگی یا وہ دوسری قسم کے ذلیل افعال مثلاً دھوکہ و فریب گداگری چوری ڈکیتی وغیرہ

کے مرتکب ہونگے یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا اسکو چاٹینگے اور بقیہ گھر اور جائدادیں بنیوں کے حوالے
کرینگے اور انکی جگہ ہندو برادر براجینگے اور اُنسے جس سلوک کی امید ہے وہ ظاہر ہے اور انکو تغلب سے
جو کچھ مذہب کو نقصان پہونچیگا وہ بھی کھلی ہوئی بات ہے، وہ ابھی سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت
برباد کرنیکے درپے ہیں اور اُنسے قربانی گاؤ بند کراکے گئو رکھشا کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں تو آیندہ وہ
کیا کچھ نکرینگے - ہمارا یہ خیال ہے اور بالکل صحیح خیال ہے جسپر دلائل مشاہدہ قائم ہیں کہ حکومت سے
قطع تعلق اور ہندؤں سے اتحاد کرنیکے بعد مسلمانوں کو علاوہ انواع واقسام کی ذلت کے فرائض
مذہبی کا ادا کرنا بھی مشکل ہوجائیگا۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا
مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین و مذہب پر اسکا کیا اثر ہوا اسکو سیاحان عالم سے پوچھو وہ صاف
صاف کہتے ہیں کہ اسوقت ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دینداری کی روح نہیں اور
اگر انکا یقین نہ آئے تو خود جاکر ترک اور عرب مصر اور افغانستان کے مسلمانوں کو دیکھلو کہ آزادی
کی زہریلی ہوانے اُنکے دین کو کسطرح چرلیا ہے مشاہدہ کے بعد تم خود کہوگے کہ ہندوستان سے زیادہ دینداری
کسی ملک میں نہیں پھر حیرت ہی نہیں کہ لیڈران قوم اور اُنکے ساتھ ملکر بعض علماء بھی ہندوستان
کے مسلمانوں کو ہجرت کا مشورہ دیتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ جس وسیع ملک میں مسلمانانِ سلف نے
اپنی جانیں قربان کرکے اسلام پھیلایا ہے اور اسوقت اُسکے گوشہ گوشہ سے توحید ورسالت کی صدائیں
بلند ہورہی ہیں اُس سے اسلام کا نام ونشان مٹادو اور اپنی جائدادیں اور مکانات اور مسجدیں ہندؤں کے
حوالہ کرجاؤ تاکہ پھر ہندوستان میں اُسی شرک وکفر کی بُنیاد مستحکم ہوجائے جسکو بڑی کوشش کیساتھ
پہلے مسلمانوں نے متزلزل کردیا تھا اور اب بھی دینداری میں وہ دنیا بھر کے اندر ضرب المثل ہے
ہم صاف کہتے ہیں کہ جس ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض اور شعائر اسلام ادا کرنیکی پوری
آزادی ہو اور مسلمان اچھی طرح اُسمیں اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کرسکتے ہوں اُس ملک کو
مسلمانوں کا چھوڑنا اور ہندؤں کے حوالہ کرجانا جس سے بجائے توحید ورسالت کی آواز کے معتر کا
صدائیں بلند ہونیکا اندیشہ ہو کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ موجودہ تحریک ہجرت کا انجام یقیناً یہی ہے
جب سارے مسلمان یا اُن کا زیادہ حصہ ہندوستان سے چلا جائیگا تو یقیناً یہاں سے اسلام کا نشان
مٹ جائیگا مسجدیں ویران ہوجائینگی اور اُنمیں ہندؤں کے گلّے بیل پھرا کرینگے اور یہ بھی ممکن ہے

۱۲

کہ اُن کی جگہ شوالے اور مندر بنالئے جائیں پھر جن لوگوں کو مکہ اور مدینہ میں غیر اقوام کا جانا ناگوار ہے کیا وہ
اسکو گوارا کرلینگے کہ ہندوستان کی مسجدوں میں ہندو جو چاہیں تصرف کریں یقیناً ہر مسجد حرمت میں
کعبہ کی مثل ہے اور کعبہ کیطرح ہر مسجد کی حفاظت شعار اسلامی ہے۔ ہاں اگر کسی وقت خدانخواستہ
مسلمانوں کی جان و مال و آبرو ہندوستان میں محفوظ نہ رہے تو ہجرت کرنا مستحب ہوگا یا اگر کسی
وقت مذہبی فرائض اور اسلامی شعائر سے روکا جانے لگے اور تدارک ممکن نہو تو ہجرت کرنا فرض ہوجائیگا
ان دونوں صورتوں کے علاوہ ہجرت بالکل بیمعنی ہے خصوصاً جبکہ اسلامی ممالک میں دینداری کا حصہ
ہندوستان سے بھی کم نظر آرہا ہے۔ انگریزی حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا
اسکو تو آپنے دیکھ لیا کہ ہندوستان اسوقت دینداری میں اسلامی ممالک سے بھی سبقت لئے ہوئے
ہے اب ذرا اسکو بھی دیکھو کہ ہندو اتحاد کا اثر مسلمانوں کے دین و ایمان پر کیا ہوا۔ اسی سال ہزارہا
مسلمانوں نے ہندوؤں کی خاطر گائے کی قربانی بند کردی۔ بہت لوگوں نے مسلمانوں سے گائیں
چھین کر ہندوؤں کے حوالہ کیں۔ بہت سے مسلمانوں نے مسٹر تلک کے مرنیکے بعد اُسکے جلوس میں
بہت شوق سے حصہ لیا اُسکی ارتھی کو کندھا دیا بہت لوگوں نے جوش اتحاد میں اپنے ماتھوں پر قشقے لگائے
لیڈران قوم نے ترک گاؤکشی کی مسلمانوں میں تحریک کی اسکے اسلامی شعار ہونے سے انکار
کرکے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اس طرح ہندوؤں کے ایک مذہبی مسئلہ اور کفریہ عقیدہ گئو رکھشا کی
حمایت کی یہ سب لوگ اسلام سے خارج ہوگئے۔ ہمیں اسلام میں ایسے فتنہ کی کوئی نظیر نہیں ملی جسنے
اسقدر مسلمانوں کو دفعۃً کافر بنادیا ہو اس ہندو اتحاد نے ہمارے سامنے اُس فتنہ کا منظر
پیش کردیا ہے جسکی حدیث میں ان لفظوں میں پیشین گوئی ہے کہ یصبح الرجل مؤمناً ویمسی
کافراً کہ ایک ایسا فتنہ مسلمانوں پر آویگا جسمیں انسان صبح کو مسلمان اور شام کو کافر اور شام کو
مسلمان اور صبح کو کافر ہوجائیگا ؛

(۷) میں پوچھتا ہوں کہ اسوقت جن امور کی تحریک لیڈران قوم مسلمانوں میں پھیلا رہے ہیں
جنمیں سب سے اہم ترک موالاۃ ہے کیا ان امور کو وہ تنہا انجام دیسکتے اور بدون دیگر اقوام کی
مدد کے انمیں کامیاب ہوسکتے ہیں ؟ اسکا جواب ظاہر ہے کہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ ان تحریکات
میں ہم بدون ہندوؤں کے اتحاد اور امداد کے کامیاب نہیں ہوسکتے تو پھر وہ سُن لیں کہ جس کام کا

تحمل مسلمان تنہا نہ کرسکیں اُسکا انجام ذلت کے سوا کچھ نہیں قال سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قالوا یارسول اللہ کیف یذل نفسہ قال یتعرض من البلاء لما لا یطیقہ اھ رواہ الترمذی (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو یہ نچاہئے کہ اپنے آپ کو ذلیل کردے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ مسلمان اپنے آپ کو ذلیل کیونکر کیا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ ایسی بلا اپنے سر دھرے جسکے تحمل کی اُسمیں طاقت نہیں آہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف فرماتے ہیں کہ جس کام کے تحمل کی تم میں تنہا طاقت نہیں اُسکو اپنے سر نہ رکھو اُسکا انجام ذلت ہوگا ؎

بارہا گفتہ ام و بارِ دگر میگویم　　کہ ازیں راہ بمنزلگہ عزت نرسی

لیڈران قوم یہ سمجھتے ہیں کہ جو برتاؤ ہندوؤں کا آجکل ہمارے ساتھ ہے ہمیشہ ہر مسلمان کے ساتھ ایسا ہی رہیگا مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے آج جبکہ اتحاد و اتفاق کی گرماگرمی ہے اور ہندوؤں کو ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو دینی و دنیوی شکست دیں اسوقت بھی اُنکا برتاؤ مسلمانوں کیساتھ اچھا نہیں مسٹر گاندھی اپنی ایک تقریر میں صاف صاف کہتے ہیں کہ " اس قسم کے مظالم کا اگر آپ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو اسکی یہی تدبیر ہے کہ سوراج ملجائے درصل اب سوراج کا مطالبہ ہے ۔"

انسان چاہے کیسا ہی پالیسی کرنا چاہے مگر دل کی بات زبان سے کبھی نہ کبھی نکل ہی جاتی ہے واقعی اُسکا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ یہ زور شور نہ خلافت کی ہمدردی میں تھا نہ اسلامی سلطنت کے بقا کیلئے بلکہ یہ سب جد و جہد محض اسلئے ہے کہ سوراج ملجاوے ۔ پھر ذرا مسلم لیڈر آنکھیں کھولکر دیکھیں کہ سوراج کی حقیقت کیا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے کہانتک مفید ہے ۔

ہندوؤں کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں اُنکے سوا دوسری کوئی قوم نہ رہے اور اسی لئے اُنہوں نے مسئلہ ہجرت پر بہت کچھ زور دیا تاکہ مسلمان آسانی کیساتھ یہاں سے نکلجائیں اور ہندوؤں کی اس تجویز کی تکمیل کردیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو رہنے کا کوئی حق نہیں ۔ ترک موالاۃ میں ہندو بھی بظاہر مسلمانوں کے ہمزبان ہیں مگر کیا لیڈران قوم یہ سمجھتے ہیں کہ ہندو اپنے اُن ملکی حقوق کو جو بہت محنت سے اُنہوں نے حاصل کئے ہیں مسلمانوں کیطرح آسانی سے چھوڑ دینگے ہرگز نہیں مسٹر لاجپت رائے بار بار یہی کہتے ہیں کہ پہلے مسلمانوں کو آگے بڑھنا چاہئے ۔

۱۴

مسٹر گاندھی بھی یہی کہتے ہیں کہ "اگر مسلمانوں نے قدم آگے بڑھایا تو ہندو بھی اُن کا ساتھ دینگے۔"
ان سیاست دانوں سے کوئی یہ سوال کرے کہ آخر مسلمانوں کو مقدمۃ الجیش بنانیکی کیا ضرورت
ہے نان کواپریشن (ترک تعلقات) کا سبب اوقات پنجاب اور خلافت دونوں کو تبلایا جاتا ہے
جسمیں ہندو اور مسلمان دونوں برابر کے حصہ دار ہیں پھر مسلمان ہی آگے رکھکر کیوں ہلاکت
میں ڈالے جاتے ہیں اسکا تو صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان نوکریاں چھوڑیں اور ہندو اُنکی جگہ پر
کریں مسلمان وکالت چھوڑیں اور بھیک مانگیں کیونکہ انکے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ مسٹر
پنڈتا صاف صاف کہتے ہیں کہ خلافت کا کام صرف مسلمانوں کا مذہبی کام ہے اور مذہبی علماء
اور پیروں کی کوششیں اسمیں بہت زیادہ کامیاب ہوسکتی ہیں اُنہی کو یہ تحریک چلانا چاہئیے" ان
باتوں سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہندو ابھی سے قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ عـہ وَمَا تُخْفِي
صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ مسلمانو! ارشاد خداوندی غلط نہیں ہے لَا يَأْلُوْنَكُمْ
خَبَالًا عـہ وَاِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاءً عـہ۔ تم اسپر ایمان لاؤ اور حزم وہوشیاری کو ہاتھ
سے نہ جانے دو۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہندو بھی ہماری طرح تعلقات چھوڑ رہے ہیں مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ
جب تم اُن لوگوں کی فہرست مرتب کروگے جنہوں نے ملازمتیں یا وکالتیں وغیرہ چھوڑی ہیں اور
ان چھوڑنے والوں میں مسلم اور ہندو آبادی کی نسبت پر نظر کرکے موازنہ کروگے تو تمکو معلوم ہوگا
کہ ہمارا یہ خیال بالکل غلط ہے اور اگر یہ خیال کسی حد تک صحیح بھی ہو تب بھی تمکو دھوکا نہ کھانا
چاہئیے کیونکہ ہندو قوم گورنمنٹ کو ناراض کرنیکے بعد بہت آسانی سے منا سکتی ہے اور تم ایسا
نہیں کرسکتے۔ غدر ۵۷ء میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک تھے مگر ہندو بہت جلد سرخرو
ہوگئے اور مسلمان ابتک بدنام ہیں۔ پس خدا کیلئے تم اس حماقت سے باز آؤ اور ہلاکت میں
نہ پڑو۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم انگریزوں سے آہنی جنگ کر رہے ہیں مگر درحقیقت ہندو تم سے
سیاسی جنگ کر رہے ہیں اور اگر تم نہ سمجھے تو تمہاری شکست یقینی ہے۔ اسمیں کچھ شبہ نہیں اور
شکست بھی ایسی جسکے بعد تم سنبھل نہ سکوگے پس تم سمجھو کہ تمہاری حیثیت ہندوستان میں

عـہ عداوت انکی زبانوں ہی پر آجاتی ہے اور جو ان کے دل میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ۱۲ عـہ یہ تمہارے
بگاڑنے میں کسر نہ چھوڑینگے ۱۲ عـہ اگر وہ تم پر قابو یافتہ ہو جائیں تو فوراً تمہارے دشمن
ہو جائینگے ۱۲ منہ

گیا ہے اور تم کسطرح اپنے دین اور دنیا کو بچا سکتے ہو۔ تم امریکہ اور مصر کی نظیریں پیش کرتے ہو مگر مقامی حالات کو بالکل نظر انداز کر رہے ہو ہندوستان میں یہ تحریکیں اسوقت کامیاب ہوسکتی ہیں جبکہ ہندوستانی مسلمان مصریوں کی طرح مذہب کو خیرباد کہدیں اور صرف قومیت ہی قومیت رہجائے۔ سو اول تو مسلمانوں کو سب سے زیادہ مذہب عزیز ہے اور وہ کسی قیمت پر بھی اسکو بیچنا نہیں گوارا کر سکتے۔ اور اگر مسلمان بیچ بھی دیں تو ہندو تو اپنا مذہب بیچ ہی نہیں سکتے ایسی حالت میں صرف دو صورتیں ہونگی (۱) ایک یہ کہ مسلمان ہندو مذہب اختیار نہ کریں اس صورت میں مصر اور امریکہ کی تقلید یقیناً ناممکن ہے (۲) دوسرے یہ کہ مسلمان ہندو بنجائیں اس صورت میں مصر وغیرہ کی تقلید ممکن ہے مگر اب مسلمان یہ بتلائیں کہ کیا وہ سوراج وغیرہ کے لئے ہندو ہونا پسند کرینگے۔

افسوس کہ لیڈران قوم نے اسوقت اپنے سچے خیرخواہوں کو بدخواہ اور گاندھی جیسے حقیقی دشمنوں کو خیرخواہ سمجھ لیا ہے وہ ہماری تو کیا سنینگے اپنے مسلم عاقل یعنی سر سید کی تعلیم کو بھی نہیں مانتے جن تعلقات کی آج یہ لوگ بیقدری کر رہے ہیں یہ وہ تعلقات ہیں جو سر سید نے اپنا اور انکا دین و ایمان آبرو اور عزت بیچکر قائم کئے تھے اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات تمکو کسقدر گراں قیمت میں پڑے ہیں پس یہ سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو یوں مفت ہندوؤں کے حوالہ کر دو اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی عقلمندی تو یہ تھی کہ تم ان تعلقات کو ہاتھ سے نجانے دیتے اور اپنا کھویا ہوا دین واپس لینے کی کوشش کرتے مگر تم یہ کر رہے ہو کہ تعلقات اور ملکی حقوق ہندوؤں کے حوالہ کر کے رہا سہا دین بھی ساتھ میں برباد کر رہے ہو۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۔ دنیا سے بھی گئے اور دین سے بھی یہی ہے کھلا نقصان۔ اللھم نجنا من الفتن ما ظھر منھا و ما بطن وصلی اللہ علی سید المرسلین وعلی الہ

واصحابہ اجمعین وآخر

دعونا ان الحمد للہ

رب العلمین

سلسلہ اتقاء الفتن کا آٹھواں نمبر

تحذیر المسلمین حصہ اول کے متعلق خواجہ حسن نظامی دہلوی کی ایک تحریر کا جواب المسمیٰ بہ

(دفع شر النظامی)

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض یہ ہے کہ الامداد بابت ماہ محرم ۱۳۳۹ھ میں ہندو مسلم کے اتحاد کے متعلق ایک شرعی فتوی شائع ہوا ہے جسمیں بتلا دیا گیا ہے کہ اس اتحاد و اتفاق میں مسلمانان ہندوستان حدود شرعیہ سے بہت کچھ متجاوز ہو کر حدود کفر میں داخل ہو گئے ہیں اور خصوصیت کیساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہندوؤں کے خوش کرنیکے لئے قربانی گاؤ کا بند کرنا اور اُن کے مذہبی جذبات گئو رکشا وغیرہ کی تائید کرنا صریح کفر ہے۔ مگر افسوس کہ آجکل بعض مسلمانوں کو اور خصوصًا خواجہ حسن نظامی دہلوی کو قربانی گاؤ سے ایک خاص عداوت ہے اسکے بند کرنیمیں وہ اور اُنکے مرید ہندوؤں سے بھی زیادہ کوشش کر رہے ہیں چنانچہ بقر عید سے پہلے اُنہوں نے رسالہ ترک گاؤکشی حصہ اول شائع کیا تھا اور اب جالندھر میں اُس رسالہ کو نام بدلکر ترک قربانی گاؤ کے نام سے دوبارہ شائع کیا ہے جسکے شروع میں میرے رسالہ تحذیر المسلمین پر بھی ریمارک کیا ہے اور اخیر میں اُس فتوی شرعی کا جو الامداد ماہ محرم میں شائع ہوا تھا بے سر وپا جواب دیکر کفر کا دھبہ اپنے دامن سے چھڑانا چاہا ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ جبتک گئو رکھشا کی حمایت سے وہ خالص توبہ نکریں گے اُسوقت تک یہ فتوی کفر تازیانہ بنکر اُنکی کمر پر ضرور پڑتا رہیگا اور قیامت میں جو کچھ حشر ہوگا اسکو قرآن سے پوچھ لیا جائے اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا میں نے اپنے رسالہ تحذیر المسلمین میں علماء کی مقدس جماعت کو مخاطب بنایا تھا خدا کی شان ہے کہ علماء میں سے تو کوئی ایک بھی نہ بولا البتہ جہلاء میں سے خواجہ حسن نظامی بولے اور بے سر وپا میری تردید کرتے چلے گئے جسمیں کسی بات کا جواب دلیل قرآنی یا حدیث وفقہ سے نہیں ہے بلکہ صرف انکی زبان وقلم ہی گویا کافی جواب ہے سو وہ خوب سُن لیں کہ ایسا بے دلیل جواب تو شیطان نے بھی

حق تعالی کو دیا تھا قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ وہی طرز آپنے اُڑایا ہے کیوں نہو آخر تو اخوان الشیاطین میں داخل ہونیکا شوق ہے جبھی تو گئو رکھشا کی حمایت میں اسقدر جوش ہے۔ ناظرین خواجہ حسین نظامی کی علمی لیاقت کا حال تو دہلی کے گلی کوچوں میں جاکر وہاں کے بچہ بچہ سے معلوم کرسکتے ہیں کہ ایک شخص بھی انکو علماء میں شمار نہیں کرتا صرف اتنا کمال آپ میں بیشک ہے کہ دہلی کی بیگماتی زبان بڑی مشق و محنت سے آپنے سیکھ لی ہے اور اسی کمال پر آپ کو بہت بڑا ناز ہے حالانکہ دہلی کی بیگمات اُسمیں ہزار درجہ آپ سے بڑھی ہوئی ہیں اور ایمانی حالت کا اندازہ آپکے رسالہ کرشن بیتی سے ہو سکتا ہے جسکے صـ۱۷ میں آپ لکھتے ہیں کہ "یہ ظاہر کرنا تعلی نہیں ہے کہ میں بیس برس سے ہندوؤں کے علم دین اور معاشرت کا مطالعہ کر رہا ہوں اور مجھکو ایک حد تک اُن کے دینی دنیوی خصائل کے سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے علم دین کے مطالعہ سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ میں نے سنسکرت پڑھی ہے یا ہندوؤں کی علمی کتابوں پر عبور کیا ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ میں نے خود ہندوؤں کو پڑھا ہے انکے رسم و رواج کو پڑھا ہے اور یہی ہندوؤں کی ایسی کتابیں ہیں جو ہر زبان والے کی سمجھ میں آسکتی ہیں یعنی خود، ہندو، اپنی تاریخ اپنے دین اپنے تصوف اور اپنی معاشرت کی کتاب ہیں انکو مطالعہ کرنا کاغذی کتابوں کے مطالعہ سے بے پروا کر دیتا ہے" صـ۱۸ میں لکھتے ہیں "میں نے ہندوؤں کو اُس نگاہ سے پڑھا ہے جو کتاب کی محتاج نہیں، مجھے ہندو کتابوں کی فہرست نہ پوچھو۔ وہ یورپ کے چھاپہ خانہ میں ملینگی جو سمندر پار بیٹھکر چھاپی گئی ہے مجھے اسکا دعوی نہیں ہے کہ میں ہندوؤں کے کتابی علم کا عالم ہوں میں صرف یہ کہتا ہوں کہ میں نے ۲۰ برس ہندوؤں کے ذریعہ انکے دین و دنیا کے مطالعہ میں صرف کئے ہیں میں ایک جھولی ڈنڈا لئے ہوئے متھرا بندرابن گوکل میں مدتوں رہکر سری کرشن جی کے مقام پیدائش و پرورش و عروج کو پڑھتا رہا اور ہردوار میں اجودھیا میں بنارس میں گیا خاص یکسوئی و تنہائی کی حالت سے خاک کے فرش پر پتھر سرہانے رکھکر سویا کیا آہ۔ اور صـ۳۲ میں لکھتے ہیں یہ اسی حرکہ کی صف آرائی تھی جسنے ہندوستان کا ستیاناس کر دیا جسنے یہاں کے علوم و فنون کی ترقیوں کو خاک میں ملا دیا جسکے بعد پھر ہندوستان والے دن بدن فنا ہونے لگے اور آخر یہ نوبت آئی کہ باہر کے ترکوں اور عربوں نے اُنپر حملہ کرکے صدہا سال اپنا محکوم بنائے رکھا الخ اسے سبحان اللہ کیا ایمان و اسلام

ہے کہ اسلامی فتوحات کو جن سے کہ ہندوستان میں توحید کی صدائیں بلند ہوئیں جن سے کروڑوں
بت پرست خداپرست بنگئے جن سے وحشی اور جاہل ہندوستان کے باشندوں میں تہذیب اور
علوم کی اشاعت ہوئی آپ ہندوستان کی فنا کی اخیر نوبت بتلاتے ہیں جو کہ درحقیقت اُسکی
حقیقی بقاء کا ذریعہ تھیں۔ ان باتوں کے ساتھ خواجہ صاحب کا مسلمان رہنا بھی دشوار ہے صوفی
اور عالم اور حامی اسلام ہونا تو بہت دور ہے۔ ان عبارات سے خواجہ حسن نظامی کا ہندو خیال
اور مسلم نما ہندو ہونا صاف صاف ظاہر ہے۔ ہندوؤں کے دین اور تصوف اور معاشرت
سے آپکو اتنی دلچسپی ہے کہ مسلمانوں کے علوم سے اسکا عشر عشیر بھی نہیں کیونکہ بقول خود آپنے
بیس سال ہندوؤں کے دین و دنیا اور تصوف و معاشرت کے مطالعہ میں صرف کئے ہیں اور مدتوں ہندوانی صورت
بنا کر اُنکے مندروں میں رہے (چنانچہ کرشن بیتی کے اخیر میں آپکی اُس حالت کا فوٹو بھی دیا گیا ہے جسکو
دیکھکر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی مسلمان کی صورت ہی) مگر اسلامی تعلیم کیلئے اُنھوں نے باقاعدہ چھ مہینے
بھی نہیں دئے اُنکی اسلامی تعلیم کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ اُنہوں نے عربی کی ابجد یعنی صرف و نحو
بھی پوری نہیں پڑھی اور جسقدر پڑھی وہ نہایت بدشوقی اور بے پروائی کیساتھ پڑھی جو نہ پڑھنے کی برابر ہے
پھر جاہ و مال کے شوق نے اس کالعدم تعلیم پر بھی پانی پھیر دیا اور بالکل ہی کورے رہ گئے اب اگر خواجہ
صاحب علم کا دعوی کریں تو وہ بتلائیں کہ اُنھوں نے مسلمانوں کا دین اور تصوف اور معاشرت کس وقت
اور کس زمانہ میں اور کس اُستاد سے پڑھا ہے یا مسلمانوں کا دین بھی اُسیطرح پڑھ لیا ہے جسطرح ہندوؤں کا علم
محض اُنکی صورتوں اور مندروں کے نظارہ سے حاصل کیا ہے پھر آپنے کرشن بیتی کے شروع میں کرشن
پرشاد سابق وزیر اعظم دکن کو چشتی لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک نسبت چشتیہ سے
ہندو بھی بہرہ یاب ہو سکتے ہیں اور بزرگان چشت کی نسبت حاصل ہونیکے لئے آپکے نزدیک
اسلام بھی شرط نہیں۔ تصوف آپکے نزدیک ایسا راستہ ہے جس سے مسلمان اور کافر دونوں خدا رسیدہ
ہو سکتے ہیں اگر یہی وہ رموز مشائخ ہیں جن پر آپکو ناز ہے اور ایسے ہی لوگ تصوف کے اسرار شناس ہیں تو
اسلام کا نام دنیا میں کیونکر رہیگا۔ پھر آپنے کرشن بیتی میں سر کرشن پرشاد کا ایک دیباچہ نقل کیا ہے
جسمیں سراسر ہندو مذہب کی مدح اور تعریف و توصیف اور کہیں کہیں قرآن و اسلام پر حملے ہیں
اور ایک جگہ مسیحیت اور اسلام سے ہندو مذہب کا زیادہ طاقتور اور مستحکم ہونا مذکور ہے جسکو آپنے

۳

بجائے تردید و تغلیط کے نہایت شکریہ کیساتھ درج کیا اور کتاب کے اخیر میں شکریہ لکھتے ہوئے عالمانہ تحقیقات کیساتھ اُسکو تعبیر کیا ہے اور اختصار کے ساتھ درج ہونے پر اظہار افسوس کیا ہے یہ رضا بالکفر نہیں تو کیا ہے اور کیا رضا بالکفر کفر نہیں ہے۔

اس مختصر حالت سے ناظرین کو خواجہ حسن نظامی کے ایمان و اسلام اور علم و عمل کا اندازہ ہوگیا ہوگا اور سمجھ گئے ہونگے کہ خواجہ صاحب نے رسالہ ترک گاؤکشی میں دینی اور شرعی پہلو سے کہاں تک اپنے مدعی کو ثابت کیا ہوگا اور تحذیر المسلمین کے جواب میں کیا کچھ نور برسایا ہوگا ؎

تم کو آیات و احادیث سے خواجہ کیا کام
تم سنوار اکرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

خواجہ حسن نظامی کو رسالہ ترک گاؤکشی پر بڑا ناز ہے کہ اسکی وجہ سے گائے کی قربانی بہت کم ہوگئی مگر ہم نہیں سمجھتے کہ اسمیں ناز کی بات کیا ہے دنیا میں جتنی مخلوق خدا کے حکم پر چلتی ہے شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے اس سے بدرجہا شمار میں زیادہ ہیں اور شیطانی باتوں کا شیوع دین اور شریعت سے ہمیشہ زیادہ ہی ہوا کرتا ہے دجال کے متبعین بھی خاص مومنین سے شمار میں بدرجہا زیادہ ہو نگے۔ وہ منتظر رہیں رسالہ ترک گاؤکشی کا مفصل اور مدلل جواب مسمی بہ الخیر الناهی لدفع شر النظامی ملقب ضرورت گاؤکشی عنقریب شائع ہونیوالا ہے اُسوقت آپکے دلائل اور علمی قابلیت کا حال طشت از بام ہوجائیگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ جسطرح شیطان نے خدا تعالی کو بے دلیل جواب سنا دیا تھا اسی طرح آپ بھی اُسکا جواب ضرور لکھینگے اسلیے میں تحذیر المسلمین کے جواب الجواب کے لئے بھی یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ ضرورت گاؤکشی کے جواب الجواب کیساتھ شائع کردوں اور اس مجموعہ کو دفع شر النظامی کیساتھ ملقب کردوں مگر اسوقت اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپنے رسالہ ترک قربانی گاؤ کے ٹائیٹل پر یہ مضمون محض عوام کے دھوکہ دینے کیلئے لکھا ہے کہ اسمیں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے رسالہ کا بھی جواب دیا گیا ہے اھ۔ حالانکہ اسمیں آپنے مولانا کے کسی رسالہ کا بھی جواب نہیں دیا بلکہ برائے نام تحذیر المسلمین کا جواب لکھا ہے جسکے بارہ میں محض ایک اختراعی روایت سے یہ احتمال ظاہر کیا گیا ہے کہ سنا ہے کہ یہ رسالہ در اصل مولانا اشرف علی صاحب ہی کا تصنیف کیا ہوا ہے اور ظفر احمد صاحب عثمانی کا نام فرضی ہے اھ آپکو لازم ہے کہ ان حضرت راوی کے نام اور پورے پتہ سے ہمکو اطلاع دیں تاکہ پہلے یہ معلوم ہو کہ وہ راوی زہری عن سالم ہے یا دجال عن شیطان پھر اُس سے اسپر دلیل مانگی جاوے کہ اُسنے بلا وجہ ایک

تیسرے شخص کی تصنیف کو حضرت مولانا کیطرف کیونکر منسوب کر دیا۔ اسکے بعد آپسے یہ سوال ہے کہ اس فرضی روایت پر آپنے ایسا اعتماد کیوں کیا کہ ٹائیٹل پر صرف حضرت مولانا اشرف علی صاحب کیطرف اُس رسالہ کو منسوب کیا حالانکہ دیباچہ میں خود اسپر تردد اور شک بھی ظاہر کرتے جاتے ہیں کہ یہ رسالہ ظفر احمد عثمانی کا تصنیف کردہ ہے یا حضرت مولانا تھانوی کا اور اس تردد کی وجہ سوائے ایک لاپتہ روایت اور طرز عبارت کے کچھ بھی بیان نہیں کی۔

لاپتہ روایت کا پتہ بیان کرنا تو آپکے ذمہ ہے۔ رہا طرز عبارت تو جس شخص نے حضرت حکیم الامۃ کی تصانیف و مواعظ کا مطالعہ کیا ہے وہ تحذیر المسلمین کی عبارت اور حضرت مولانا کے طرز تحریر میں زمین آسمان کا فرق پائیگا۔ رہا یہ الزام کہ تحذیر المسلمین کی اردو بہت بھدی ہے ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر آپکے قبلۂ احرار مولانا عبدالباری صاحب کی تحریر سے تو بدرجہا افضل ہے جسکو غالبًا انسان تو کیا جنات بھی نہ سمجھتے ہوں گے البتہ دہلی کی بیگماتی زبان میں وہ بیشک نہیں لکھی گئی کیونکہ ہمکو خود اقرار ہے کہ نہ بیگماتی زبان ہمنے کبھی نہ سیکھنا چاہیں نہ وہ طرز ادا علمی کتابوں کیلئے مناسب نہ ہمارے علماء اسکو پسند کریں کیونکہ اسمیں بہت تکلفات اور زنانہ پن ہے جس سے اہل علم کا بری ہونا ضروری ہے۔

خواجہ حسن نظامی اپنے آپکو یا اپنے قبلۂ احرار کو اتنا بڑا نہ سمجھیں کہ اُن کو حضرت حکیم الامۃ کچھ بھی مُنہ لگائینگے وہ ایسے جاہلوں کو خطاب کرنا بھی پسند نہیں کرتے چہ جائیکہ اُن کے واسطے رسالے لکھیں۔ تحذیر المسلمین حصہ اول میرا ہی تصنیف کردہ ہے اور اُسکے دو حصے اور بھی میں نے لکھے ہیں جن میں سے تیسرا حصہ اسوقت آپکے سامنے ہے اور دوسرا حصہ عنقریب شائع ہوگا اور رسالہ ترک گاؤ کشی بنام دیگر ترک قربانی گاؤ کا جواب بھی میں نے ہی لکھا ہے۔ اگرچہ آپکو خطاب کرنا میں اپنے واسطے بھی پسند نہیں کرتا مگر صرف اس وجہ سے قلم اُٹھایا ہے کہ میں حضرت اقدس مولانا محمد یحیی صاحب قدس اللہ سرہ سے نسبت تلمذ رکھتا ہوں جن سے آپنے بھی کچھ ابتدائی کتابیں برائے نام پڑھی ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ اپنے استاد کے ایک گمراہ شاگرد کو خیر خواہی اور دلسوزی سے رہ راست لگاؤں۔ تحذیر المسلمین کے جواب میں جس بد تہذیبی سے آپنے کام لیا ہے اس سے یقین ہو گیا کہ آپ اپنی گمراہی پر بہت پختہ ہیں اسلئے آیندہ کیلئے میں تنبیہ کرتا ہوں کہ پھر ایسی بیہودگی سے کام لیا گیا تو جواب بتری ہوگا۔

رسالہ میرا لکھا ہوا تھا حکیم الامت سے خطاب اور اُنکی ذاتیات پر حملہ کرنا آپکو کسی طرح زیبا نہ تھا۔ تہذیب انصاف ایک سکنڈ کیلئے اسکی اجازت دے سکتے ہیں اگر آپ مجھ سے ناواقف ہیں تو نظام الدین میں مولانا محمد الیاس صاحب برادر مولانا محمد یحیی صاحب سے میرا حال دریافت کیجئے انکے ساتھ ایک مرتبہ میری ملاقات خود آپسے بھی ہو چکی ہے۔ تحذیر المسلمین کی عبارت بھدی ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ حضرت حکیم الامت کی تصنیف ہے آپ کی استدلالی قوت کی کافی دلیل ہے اسکا تو مطلب یہ ہوا کہ آپکے نزدیک ظفر احمد عثمانی کی اردو بہت شستہ اور پاکیزہ ہوتی ہے اور حضرت مولانا کی عبارت بھدی اسلئے تحذیر المسلمین ظفر احمد عثمانی کی تصنیف نہیں ہو سکتی بلکہ حضرت مولانا کی لکھی ہوئی ہے میں خواجہ صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اُن کو میری عبارت کے شستہ ہونیکا

5

اعتقاد کب سے ہو گیا ہے اور اگر یہ بات بھی نہیں ہے تو اُنکو ایسا بیہودہ استدلال لکھتے ہوئے شرمانا چاہیئے
تھا جسکے سر نہ پیر ۔ نیز میں یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت حکیم الامت کی عبارت کے بعید ہونے کی
اُنکے پاس کیا دلیل ہے اگر عبارت میں عربی اور فارسی تراکیب کا استعمال کرنا اور آپ جیسے جاہلوں کا
نہ سمجھ سکنا ہی اسکی دلیل ہے تو غالب کا اُردو دیوان بھی بعید اور غیر فصیح ہونا چاہیئے جسکے اردو اشعار میں
تراکیب فارسی اور استعارات بکثرت ہوتے ہیں اور آپکے قبلۂ احرار مولانا عبد الباری صاحب کی
تحریرات بھی ردی میں ڈالدینے کے قابل ہیں جنکی اُردو کا پیچیدہ اور گنجلک ہونا ناظرین و اڈیٹران اخبار
کو مسلم ہے ۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ ان چالوں سے آپکا مقصود کیا ہے ۔ مگر صرف یہ ہے کہ ظفر احمد
عثمانی تو ایک غیر معروف شخص ہے اسکی تردید کردینے سے مریدوں اور عام لوگوں کی نظروں میں وقعت
ہو گی اور حکیم الامت ایک مسلم اور مقتدر متبحر عالم ہیں اُنکی تردید سے نام ہو جائیگا اسلئے آپنے یہ کوشش
کی ہے کہ کسی طرح گڑ وہ مرڈ کر کے اس رسالہ کو حکیم الامۃ کیطرف منسوب کرنا چاہیئے اور اسکی کچھ بھی پروا
نہ کی کہ محض جاہ اور نام آوری کیخاطر آپکے ایمان و انصاف و دیانت پر ہمیشہ کیلئے یہ بدنما داغ
لگجائیگا کہ خواجہ حسن نظامی بلا تحقیق ایک شخص کے رسالہ کو دوسرے کا بتلا دیتے ہیں اور اگر آپکو تحذیر
المسلمین کے لاجواب دلائل و براہین دیکھکر یہ خیال ہوا ہو کہ ایسے استدلالات ایک معمولی طالب علم کے
دماغ میں نہیں آ سکتے اور یہ یقیناً حکیم الامۃ جیسے متبحر کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں تو آپ خوب سمجھ لیں کہ بحمد اللہ
حضرت حکیم الامۃ کے فیض سے خانقاہ امدادیہ کا ایک ادنیٰ تعلیمیافتہ بھی آپکے اور آپکے قبلۂ احرار مولانا عبد الباری
کے علمی قابلیت طشت از بام کرنیکے لئے کافی ہے حضرت حکیم الامۃ کو اسکے لئے تکلیف کرنیکی ضرورت
ہو گی اگر ان تحریرات سے یقین نہ آئے تو زبانی گفتگو سے اطمینان کر لیجئے ۔ اور یہ الزام جو ہمکو آپ نے
دیا ہے کہ قربانی گاؤ کے مسئلہ میں ہم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے خلاف ہیں یہ صریحاً غلط الزام
ہے حضرت مولانا کے مسلک کو ہم آپ سے زیادہ جانتے اور بحمد اللہ انکے رتبہ کو آپ سے زیادہ پہچانتے ہیں مولانا
ہرگز اُن کفریات کو جائز نہیں کر سکتے جنمیں لیڈران قوم مبتلا ہیں ۔ الامداد ماہ محرم ۱۳۳۹ھ میں ہم نے
مولانا مدظلہم کا ایک خط شائع کر دیا ہے جسمیں وہ قربانی گاؤ کی بندش کی تحریک کو دینی مضرت کا سبب صاف
صاف تحریر فرماتے ہیں اور ہمنے اپنے فتوے میں اُس دینی مضرت کا درجہ متعین کر دیا ہے کہ اس سے نوبت بکفر ہو جاتی ہے
پس ہماری اور مولانا کی تحریر میں صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ۔

سردست میں اس اجمالی جواب الجواب کی اشاعت پر اکتفا کرتا ہوں اور تفصیلی جواب بھی انشاء
اللہ عنقریب تیار ہو جائیگا مگر اُسکی اشاعت کے لئے اس بات کا انتظار ہے کہ ضرورت گاؤ کشی
حصۂ اول کا اگر آپنے کچھ جواب دیا تو اُسکا جواب الجواب بھی اسی کے ساتھ شائع کر دیا جائے اور اگر آپنے
یا آپکے بہی خواہوں نے یا میرے احباب نے اُسکے جلد شائع ہونیکا تقاضا کیا تو پہلے تنہا اسی کو شائع
کر دیا جائے گا (والسلام علی من اتبع الھدیٰ)

ظفر احمد عثمانی ۱۶ ر صفر ۱۳۳۹ھ

اِتِّقاءُ الفِتن ۱۱

(اڈیٹر مشرق کے ایک خط کا جواب)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

معروض ہے کہ جناب کے والانامہ میں چند سوال تھے جن کی بابت حسب ذیل گذارش ہے

سوال ۱) جناب مولانا محمود حسن صاحب کے خیالات اور آپکے خیالات میں اختلاف کیوں ہے

جواب) حضرت مولانا شیخ الہند دامت برکاتہم کیساتھ ہمارا اختلاف ویسا نہیں ہے جیسا کہ ران قوم کے ساتھ ہے۔ لیڈران قوم کیساتھ ہمکو حقیقی اختلاف ہے اور حضرت مولانا سے ظاہری اور صوری۔ جن امور کو ہم کفر یا معصیت تبلاتے ہیں حضرت شیخ الہند بھی کفر و معصیت ہی تبلائینگے۔ البتہ بعض ایسے امور کو جن میں فی نفسہ اباحت کی گنجائش جیسے اتفاق ہنود۔ ترک تعلقات وغیرہ ہم بعض دینی اور مذہبی مفاسد ملجانے کیوجہ سے ت ہو جوہ انکو ناجائز کہتے ہیں اور حضرت شیخ الہند ذاتی اباحت پر نظر فرماکر اُن کو جائز تے ہیں اور مفاسد پر یا تو حضرت والا کو التفات نہیں ہوا یا اُن کو ممکن التدارک خیال فرماکر ت انکی اصلاح کو ضروری سمجھتے ہیں اور خود امور مذکورہ کو ناجائز نہیں فرماتے۔ سو یہ ایک ہری اور محض سرسری اختلاف ہے۔ اگر حضرت مولانا کو یہ محقق ہو جائے کہ اتفاق ہنود وغیرہ وجہ سے جو دینی اور مذہبی مفاسد پیدا ہو رہے ہیں اور اسکی وجہ سے جن کفریات میں مسلمان ہوگئے ہیں انکی اصلاح اور تدارک اتفاق باقی رکھکر ناممکن ہے (جیسا کہ ہمارا خیال ہے) تو وہ ان امور کو ناجائز اور حرام تبلائیں گے۔

البتہ میں اجمالاً اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مولانا کی جو کچھ بھی رائے ہے خواہ وہ اُن کی ی ذاتی رائے ہو یا دوسروں کی مصلحت بیانی سے پیدا ہوئی ہو وہ محض للّٰہیت اور وص پر مبنی ہے۔ دیگر لیڈران قوم کیطرح حب دنیا۔ حب جاہ۔ یا آزادی اور خود غرضی یا نفسانیت

پر ہر گز مبنی نہیں۔ حاشاہ منہا۔

(**سوال دوم**) قوم کیا یقین کرے اور کس کو مانے کس کو نہ مانے۔ علماء میں اختلاف کیوں

(**جواب**) جواب اول سے معلوم ہو چکا کہ ہمکو حضرت مولانا شیخ الہند سے حقیقی اختلاف نہیں محض صوری اختلاف ہے سو ایسا اختلاف پولیٹکل لیڈروں میں بھی ہوتا رہتا ہے جسطرح قوم اسکا فیصلہ کرلیتی ہے اُسی طرح اسکا فیصلہ بھی کرسکتی ہے مگر ہر اختلاف کے فیصلہ میں خود غرضی اور نفسانیت کا ترک لازمی ہے۔ اور کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار ہونا شرعاً غلط ہے

(**سوال سوم**) کا جواب نمبر اوّل سے معلوم ہو چکا ہے۔

(**سوال چہارم**) آپ صحیح صحیح بتلائیے کہ جناب مولانا اشرف علی صاحب کی کیا رائے ہے۔

(**جواب**) بہتر یہ ہے کہ اس کو حضرت مولانا ہی سے دریافت کیا جائے۔

(**سوال پنجم**) جناب مولانا محمد احمد صاحب کی واپسی خطاب کی کیا بنیاد ہے۔

(**جواب**) اسکی مجھے پوری تحقیق نہیں وہی اپنے فعل کی وجہ خوب جان سکتے ہیں۔

والسلام ٭ ظفر احمد عثمانی از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

شکریہ

حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں جناب سیٹھ قاسم اعظم صاحب چیپٹری ساکن راندیر ضلع سورت کو جنھوں نے سلسلۂ انتقاد الفتن کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ آپنے تحذیر المسلمین حصہ اول اور فتوی شرعی متعلقہ اتحاد ہندو مسلم کا ترجمہ گجراتی زبان میں بھی شائع کیا ہے اور بقیہ حصوں کی بابت بھی ارادہ ظاہر کیا ہے

فجزاہ اللہ احسن الجزاء ٭

احقر

ظفر احمد عثمانی تھانوی

رجسٹرڈ نمبر ال ۷۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

[illegible]

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر محمودیت قدرے از فضل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتملہ شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الحدیثہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصہ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیر و مکتوبات خیر فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و معارف العوارف فی التصوف و علاج النقلاب فی الفقہ کہ از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است بار جلال آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ منسوبہ بدیں برکت تمام شد ... الاشتات کہ از تحقق دائرہ کمال افضل

عدد (۱۰) بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳[illegible] ہجری | جلد (۶)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

یافت ز امداد المطابع انتظام	این صحیفہ کا مدش امداد نام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

(جو)

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

سے شائع ہوتا ہے

حضرت مولانا

[illegible]

[illegible]

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد ...

ایک مرید نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالینگے حضرت جنید نے فرمایا کہ تونے اسکو نظر استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اسکا مزہ تم کو معلوم ہوگا چنانچہ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ قرآن بھول گیا۔ نعوذ باللہ۔

بعض سچے بزرگوں کی حسن پسندی سے عوام کو دھوکہ ہونا اور اہل اللہ اور اہل ہوا کی حسن پسندی میں فرق

بعض سچے بزرگ حسن پسند ہوتے ہیں۔ بعض کو اس سے دھوکہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مرزا مظہر جانجاناںؒ حسن پرست تھے۔ تو ہم ایسا کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ سبحان اللہ کیا استدلال ہے۔ بات یہ ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نبشتن شیر و شیر

۳۶۷

میں انکی حسن پرستی کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ وہ اس معنی کے حسن پرست نہ تھے جیسے کہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اُن کو ہر حسین شے اچھی معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر بری اور بے قاعدہ شے سے اس قدر نفرت تھی کہ اُن کو بدصورت اور بے ڈھنگی شے دیکھنے سے تکلیف ہوتی تھی۔

حکایت۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ کو جب کہیں جانا ہوتا تھا تو پالکی میں بیٹھ کر جاتے تھے اور پالکی کی پٹ بند کرادیا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ پٹ کیوں بند کرادیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ راستے میں بازار وغیرہ ملتے ہیں بعض دوکانیں بے قاعدہ بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ انکو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔

حکایت۔ تھانہ بھون کے قاضی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس ہمراہی کو ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوئی تو مرزا صاحب کی نظر پیچھے سے اُسکے پاجامے پر پڑگئی سب چھینٹیں پاجامے کے پیچھے تھیں۔ مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور فرمایا کہ قاضی صاحب اس شخص کے ساتھ آپ کا کیسے گذر ہوتا ہوگا۔

حکایت۔ اکبر شاہ ثانی جو کہ بادشاہ وقت تھا ایک مرتبہ مرزا صاحب کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کو پیاس لگی۔ کوئی خادم اُسوقت موجود نہ تھا۔ خود اُٹھکر پانی پیا۔ اور پانی پی کر کٹورا صراحی پر ٹیڑھا رکھدیا۔ مرزا صاحب کے سر میں درد ہوگیا اور طبیعت پریشان ہوگئی لیکن ضبط فرمایا۔ چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں کوئی آدمی خدمت کے لئے نہیں ہے اگر ارشاد ہو تو کوئی آدمی بھیجدوں۔ اب تو مرزا صاحب سے نہ رہا گیا جھنجلا کر فرمایا کہ پہلے تو تم آدمی بنو کٹورا ٹیڑھا رکھدیا میری طبیعت ابتک پریشان ہے۔

حکایت۔ ایک شخص نے مرزا صاحبؒ کی خدمت میں انگور بھیجے بہت نفیس۔ اور منتظر داد کے ہوئے۔ مگر مرزا صاحبؒ ساکت تھے۔ آخر اُس نے خود پوچھا کہ حضرت انگور کیسے تھے۔ فرمایا کہ مُردوں کی بو آتی تھی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں انگور بوئے گئے تھے۔ وہ انگور وہاں سے آئے تھے۔ مرزا صاحب کے اندر حسن پرستی تھی تو وہ طبعی تھی طبیعت کی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ ہر اچھی شے پسند فرماتے تھے۔ اُن کے نفس میں بُرے خیال کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ بچپن میں بھی بدصورت کی گود میں نہ جاتے تھے۔ بھلا اُس وقت کیا احتمال ہو سکتا ہے۔

حکایت۔ خواجہ میر دردؒ کی نسبت لوگوں نے آکر مرزا صاحب سے عرض کی کہ خواجہ صاحب راگ سنتے ہیں فرمایا کہ بھائی وہ کن رس میں مبتلا ہیں میں آنکھ رس میں۔ یعنی اُنکو کانوں کا مرض ہے مجکو آنکھوں کا۔ آپنے اسکو بھی مرض سے تعبیر فرمایا۔

حکایت۔ ایک بزرگ کی کیفیت یہ تھی کہ حسین لڑکے اُن کی خدمت کرتے تھے۔ اور گاہ گاہ اُن کو پیار بھی کرتے تھے۔ ایک روز ان کے ایک مرید نے بھی ایک لڑکے کو پیار کرلیا پیر سمجھ گئے کہ اس نے میرا اتباع کیا۔ ایک روز بازار میں گئے لوہار کی دوکان پر دیکھا کہ لوہا سُرخ انگارا سا ہو رہا ہے۔ پیر صاحب نے فوراً جاکر اُسکو پیار کرلیا اور اس مرید سے فرمایا کہ آئیے تشریف لائیے اسکو بھی پیار کیجئے پھر تو یہ گھبرائے۔ اُسوقت انھوں نے اُن کو ڈانٹا کہ خبردار ہمیں اپنے کو مت قیاس کرو۔

حکایت۔ ایک اور بزرگ کو دیکھا کہ حسین لڑکے سے پاؤں دبوا رہے ہیں۔ ایک شخص کو وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے شیخ ہیں لڑکے سے پاؤں دبواتے ہیں۔ فرمایا کہ آگ کی انگیٹھی

دہکتی آگ میں پاؤں رکھدئے اور فرمایا کہ ہمکو کچھ حس نہیں ہمارے نزدیک یہ آگ اور یہ لڈو کا برابر ہے

بیعت کے قابل وہ حضرات ہیں جن کا ظاہر اور باطن دونوں درست ہوں

لیکن یاد رکھو ایسے بزرگوں سے جن کا ظاہر خلاف شرع نظر آوے بیعت ہونا جائز نہیں ہے محققین کی یہ شان نہیں ہے۔ جو لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہیں اور العلماء ورثۃ الانبیاء کے خطاب سے مشرف ہیں وہ بالکل متبع سنت ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی ہر وضع سنت کے موافق ہوتی ہے۔ اور تہمت اور بدگمانی کے موقع سے بچنا بھی سنت ہے۔ چنانچہ حضور کی شان اس باب میں یہ تھی۔ کہ ایک مرتبہ حضور مسجد میں معتکف تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو کہ ازواج مطہرات میں ہیں وہاں تشریف لائیں واپسی کے وقت حضور اُن کے پہونچانے کیلئے اُن کے ساتھ دروازے تک کہ وہ مسجد کی طرف تھا۔ تشریف لائے سامنے دیکھا کہ دو شخص آرہے ہیں فرمایا کہ علی رسلکما یعنی اپنی جگہ ٹھیر جاؤ۔ یہاں پردہ ہے اور اُسکے بعد فرمایا انھا صفیۃ یعنی یہ عورت صفیہ ہی کچھ اجنبیہ نہ تھی فکبر علیھما ذٰلک یعنی یہ بات اُن دونوں پر بہت بھاری ہوئی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ پر ایسا گمان ہو سکتا ہے۔ فرمایا شیطان ابن آدم کے اندر رچائے خون کے دوڑتا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کبھی وہ تمھارے ایمان کو نہ تباہ کر دے پس جو لوگ ارشاد کی شان لئے ہوئے ہوتے ہیں وہ تو ایہام سے بھی بچتے ہیں۔ ایسے حضرات قابل بیعت ہیں۔ باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہو اُن میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں باطن بھی اُن کا موافق نہیں ہے وہ مردود ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ باطن اُن کا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے لیکن ظاہر اُن کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ان پر اعتراض نہ کرے اور نہ اُن کا اتباع کرے۔ غرض مرشد ایسے کو بناوے جو ظاہراً و باطناً پاک صاف ہو۔

بدنگاہی ہر پہلو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور دل میں تصور کر کے مزہ لینا اُس سے بھی زیادہ شدید ہے

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی دلیل اور سہارا بدنگاہی کے متعلق نہیں۔ بدنگاہی ہر پہلو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں ما تخفی الصدور یعنی جس شے کو سینے میں چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو بھی جانتے ہیں۔ یہ پہلے سے اشد ہے یعنی معصیت صرف نگاہ ہی سے نہیں۔ بلکہ دل سے بھی ہوتی ہے۔ بہت لوگ دل سے سوچا کرتے ہیں اور عورتوں وامردوں کا تصور کرتے ہیں۔ اور خیال سے مزے لیتے ہیں۔ اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم متقی ہیں خوب سمجھ لو کہ تلبیس ابلیس لعین ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ دل کے اندر سوچنے سے اور دل کے اندر باتیں کرنے سے اور زیادہ فتنہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نگاہ کرنے میں تو بعض مرتبہ قبیح اور بدصورت ثابت ہوتا ہے۔ اور دل کے اندر باتیں کرنے میں تو طبیعت کا زیادہ لگاؤ ہو جاتا ہے اور قلب سے کسی طرح وہ نہیں نکلتی بلکہ محض نگاہ نہ کرنے سے اپنے کو صاحب مجاہدہ سمجھکر زیادہ مقرب سمجھتا ہے اور یہ دیکھتا کہ دل میں متمتع ہو رہا ہوں تو مجاہدہ کہاں رہا۔ غرض اس کا انسداد بھی بہت ضروری ہے۔ اور چونکہ قلب کے اندر کانوں کے واسطے بھی باتیں اس قسم کی پہونچتی ہیں۔ اس لئے جس طرح آنکھوں کی حفاظت ضروری ہے۔ کانوں کی نگہداشت بھی ضروری ہے کہ ایسے قصے اور حکایات نہ سُنے نہ ایسے مقام پر جاوے جہاں گانا بجانا ہو رہا ہو۔ بعض مرتبہ خود قلب ہی سے معصیت صادر ہوتی ہے۔ صدور کے وقت آنکھ کان کا واسطہ نہیں ہوتا۔ مثلاً پہلی دیکھی ہوئی صورتیں یاد آتی ہیں اور ان سے التذاذ ہوتا ہے۔ اور معصیت قلب کا معصیت اعین سے اشد ہونا ایک اور وجہ سے بھی ہے۔ وہ یہ کہ قلب سے سوچنے اور آنکھوں سے دیکھنے میں ایک فرق بھی ہے یعنی آنکھوں کے گناہ میں تو نفس فعل کو کوئی دیکھ بھی سکتا ہے۔ گو نیت پر مطلع نہ ہو۔ اور دل کے اندر سوچنے کے فعل کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اس کی اطلاع سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ اس سے وہی بچیگا جسکے قلب میں تقویٰ ہو

۳۷۰

حال ؎ سراپا عقدۂ مشکل شدم چوں شبنم غلطاں٭ تو اے خورشید طلعت بر سر بالینِ ما بکشا
تحقیق - رحمتش آمد و بکشود۔
حال - آپکے دروازہ پر تو ہزاروں مریض شفایاب ہوتے ہیں۔ ناکام کامیاب ہو کر جاتے ہیں بس ایک نظر سے اس خستہ حال کو بھی دیکھ لیجئے۔ ایسا نہو کر اسی رجعت قہقرے میں ہی خاتمہ ہو جائے۔
تحقیق - انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہو گا۔
حال ؎ خستہ دلاں بہر طرف منتظر اند صف بصف٭ رخصت یک نظارہ دہ نرگس سرمہ سائے را
تحقیق - ہمارے یہاں نہ انتظار ہے نہ نظارہ میں شک بلکہ ؎ خستہ دلاں ز ہر طرف مشتغل اند صف بصف٭ رخصت صد نظارہ ہست نرگس سرمہ سائے را۔
حال - میں اپنی ناکامیوں اور تیرہ بختیوں کو کیا لکھوں۔ پورا ایک مہینہ ہو گیا کہ نہ تہجد کا التزام ہے اور نہ ذکر و شغل۔
تحقیق - اب سہی۔
حال - ابتدا تو یوں ہوئی کہ آغاز ذی الحجہ میں مجکو نزلہ وغیرہ کی اسقدر سخت تکلیف ہوئی کہ مجکو نماز پنجگانہ بھی پڑھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اُسکے بعد ایام تشریق کے اکل و شرب میں غافل رہا اُسکے بعد پھر نزلہ نے ستایا جو میرا قدیم مرض ہے پھر کبھی کچھ بہانا ملتا رہا تو پھر عادت چھوٹ گئی۔ اس اثناء میں گاہے گاہے تہجد اور ذکر کی توفیق ہوئی لیکن کالعدم تھی
تحقیق - ایسے امور سب کو پیش آتے ہیں کچھ عجیب نہیں قابل تلافی۔
حال - ہاں تلاوۃ اور درود مناجات مقبول وغیرہ اور سب امور کا التزام رہا۔
تحقیق - پھر یہ کیا تھوڑی نعمت ہے۔
حال - اور ایک خاص بات یہ ہے نہ معلوم یہ کوئی تزئین شیطان ہے یا کیا کہ قلب کی حالت میں بُری نہیں پاتا وہ ہی خیالات برابر جوش زن ہیں بلکہ شاید جذبات قلبیہ مثلاً انقطاع عن الاسباب جان و مال بازی فی سبیل اللہ کی خواہش۔ اعتماد علی اللہ علوم حقہ صادقہ کی نشر و تعلیم کا اشتیاق۔ مسلمانوں کے عام منافع کی تحصیل میں جد و جہد

۴۶

باوجود کسی کے برا بھلا کہنے کے مرضاۃ الٰہی کے مقابلہ میں کسی بڑے اور چھوٹے کی پرواہ نہ کرنا
وغیرہ وغیرہ امور کا ہیجان کبھی اتنا نہیں پایا گیا۔ مرض کی حالت میں مجھکو وجع اضراس کی
سخت تکلیف تھی جبتک کوئی میری عیادت کو نہیں آیا اور نہ کوئی دوا لانے والا تھا۔
اس قدر لذت اور لطف معلوم ہوا کہ شاید صحت میں بھی نہ تھا اور ایک یہ کہ تہجد اور ذکر کا عزم
بحمد اللہ ہر روز رات کو پختہ کر کے سوتا رہا مگر وقت پر سستی ہوئی آجتک التزام میسر نہیں ہوا
تحقیق۔ کیا یہ عطایائے الٰہی نہیں ہیں ع بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے۔ اگر شاخیں
قلم ہوگئیں اور جڑ نہیں نکلی شاخیں پھر پھوٹ آویں گی۔ بلکہ کلاہے پہلے سے اچھی۔

حال۔ گذارش یہ ہے کہ بندہ کو پہلے ۲۴ ہزار اسم ذات کا دشواری سے ادا ہوتا تھا
بالفعل بعونہ تعالیٰ سہولت سے ادا ہوتا ہے۔

تحقیق۔ الحمد للہ

حال۔ سلطان الاذکار میں معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے مثل اور ایک شخص حرکت کرتا ہے
بعض وقت تمام رگوں کا حرکت مدرک ہوتا ہے۔ قلب کا حرکت ہمیشہ علی حالہ موجود ہے
اور حسب الحکم حکیم سے تشخیص کیا گیا۔ رات کو دوا کا استعمال ہوتا ہے۔

تحقیق۔ طبیب نے کیا کہا۔ میرا پہلا پرچہ اسکے ساتھ کیوں نہیں رکھا کیا عمر بھر کے
مضامین یاد رکھا کروں۔

حال۔ گذارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ حکیم صاحب نے جب بندہ کی نبض دیکھا فرمایا
تم کو کچھ مرض زیادہ نہیں ہے بجز قبض شکم کے نسخہ ہذا کو استعمال کرو تم کو فائدہ ہوگا۔ اب بعونہ
تعالیٰ الطبیب صاحب کے نسخہ سے فائدہ بھی ہوا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسوقت کسی قسم کی شکایت
بھی نہیں ہے ہر طرح سے آرامیت ہے

تحقیق۔ تو پھر یہ آثار رہیں ذکر کے باقی دوسرے شخص کا محسوس ہونا یہ متخیلہ کا تصرف ہے
اور مضر نہیں۔

حال۔ معمولات بندہ علی الدوام بارہ تسبیح بعد تہجد و چوبیس ہزار اسم درمیان فجر و ظہر میں
کیفیت دو تین دن ہوئے اکہ حدیث النفس ماسوائے ذکر کے بکثرت رہتا ہے جسکی وجہ سے

ت پریشانی ہوتی ہے اس کا علاج مرحمت فرما دیجئے۔

قیق۔ اس کا علاج بجز عدم التفات کے کچھ نہیں اور وہ بھی بقصد علاج نہیں بلکہ
ں قصد سے کہ شارع علیہ السلام نے جب اس کو مہتم بالشان نہیں قرار دیا ہم کیوں
ر دیں البتہ خود قصداً نہ لایا جاوے غرض نہ جلب ہو قصداً نہ سلب ہو قصداً۔ اسکے
لازم ہوگا مسلوب ہوجانا طبعاً۔

وال۔ بندہ بغرض قیام دو ماہ حاضر ہوا تھا اب ارادہ بدل گیا اور توکلاً علی اللہ
ماہ دیگر قیام کرنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے اگرچہ گنجایش خرچ کی نہیں رہی۔

اب۔ بارک اللہ۔ جو حاجت ہو بے تکلف اطلاع دیجئے۔

ل نمبر۱ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جلد بخار سے صحت عطا فرماوے نمبر۲ خادم
پنے میں جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں وہ حقیقی واقع میں ہیں اُس سے
ت زیادہ معلوم ہوتی ہیں اور یہ دل چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ ہماری تعریف کریں
م سُن لیں۔ مثلاً اللہ پاک نے دردبھری آواز عطا کی ہے اشعار پڑھنے کے بعد اگر کوئی
س تعریف کرے باوجودیکہ ایسی تعریف کے موقع پر اکثر خاموش رہتا ہوں مگر پھر بھی
ں کو ایک حظ اور مزہ معلوم ہوتا ہے اندر سے اسکا تقاضا ہوتا ہے کہ اور زیادہ اگر ہو
تا سب ہے۔ نمبر۳ مجھ میں حسد ہے یا رشک مگر دین کے معاملہ میں اگر اپنے بھائیوں
ں کو زیادہ کام کرتے دیکھتا ہوں دل چاہتا ہے کہ میں بھی کروں ہو نہیں سکتا تب
یال ہوتا ہے کہ یہ ایسا ہے ایک تکلیف اندر پیدا ہوتی ہے اور ذرا دل پر ان کی
سے انقباض معلوم ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اثر نہیں ہے۔

یق۔ ان نمبروں کا مفصل علاج تبلیغ دین میں ہے اُسکو بغور ملاحظہ فرمائیے
سکی تدبیروں پر کاربند ہوجئے اسکے بعد پھر جو اثر باقی رہے اُسکی اطلاع کیجئے۔

ل۔ میرا معمول آجکل صرف اتنا ہے کہ بعد تہجد پانسو مرتبہ اللہ اللہ۔

یق۔ ذکر کم ہے بقدر تحمل بڑھایا جاوے۔

ل۔ نماز اشراق چار رکعت نماز چاشت چار رکعت کبھی کبھی قبل عصر چار رکعت

۵۱

بعد نماز مغرب صلوٰۃ الاوابین چھ رکعت قرآن مجید ایک منزل مناجات مقبول ایک منزل
اسمائے مبارک حضرات صحابہ بدریین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روزانہ حضرت بلال رضی
تام تک اور ہفتہ میں ایک مرتبہ کل بیداری کے بعض حصہ میں ذکر پاس انفاس بھی جاری

تحقیق - ذکر لسانی زیادہ نافع ہوگا بہ نسبت پاس انفاس کے

حال - کسی وقت اسقدر زیادہ مشغولی کسی کام میں ہو تو اللہ تعالیٰ کا خیال ذہن میں نہیں
ورنہ اکثر وقت یاد داشت بلا تکلف قائم رہتی ہے۔

تحقیق - ابھی یہ خیال ہی جو معتبر ہے ؎ صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے بسیار سفر باید تا پختہ

حال - اسکے علاوہ جو وظیفہ مناسب حال ہو ارشاد فرماویں ایک ہفتہ سے شجرہ طیبہ
یہ شعر بہت دفعہ پڑھ چکا ہوں اور پھر بھی پڑھنے کو دل چاہتا ہے کہ سلط علیہ العشق الخ
دل مرا ہر دم مئی توحید سے سرشار رکھ بیخود عالم بنا اپنے سے بس ہشیار رکھ حضرت اشرف علی اولیا

تحقیق - دوسرے شعر کی اطلاع کی کچھ ضرورت نہ تھی شبہ ریا کا ہوتا ہے۔

حال - جب سے احقر نے ایک منزل روزانہ قرآن مجید کی پڑھنا شروع کی بعض قریب
اعزہ کو ثواب پہونچانا معمول کر لیا کہ ہر جمعہ کو اپنے سلسلہ کے اجداد کو مسلسل ثواب پہونچا
دیا جاوے چنانچہ گذشتہ جمعہ کو جو قرآن شریف ختم ہوا ہے اسکا ثواب حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کو پہو

تحقیق - کیا اس ثواب رسانی میں کسی باطنی نفع کی بھی توقع ہے۔

سوال - تھانہ بھون میں حاضر آستانہ دو ماہ رہنے کا قصد مصمم ہے حاضری خدمت کے
جو وقت بچے گا اُسکے لئے جو خدمت احقر کے لئے حضرت والا تجویز کریں اُسکی تعمیل میں ا
کوشش کروں گا۔ بیکار رہنے کی مجھے عادت بھی نہیں ہے۔ خالی دل بھی گھبرا
دن بھر قرآن مجید پڑھنا ممکن نہیں؟

جواب - میرے تمام وعظ دیکھ ڈالئے۔

سوال - دعا کا طالب ہوں کہ اللہ تعالےٰ زندگی میں اپنی مرضیات میں رکھ
اور خاتمہ بالخیر فرماویں۔

جواب آمین ۔

۵۲

حال - جب کوئی عمل اچھا کیا جاتا ہے اسوقت دل کو خوشی بہت ہوتی ہے ساتھ ہی اسکے یہ بھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ بزرگوں نے یہ درجہ جو پائے ہیں نیک عملوں سے پائے ہیں اگر میں بھی ہمیشہ نیک عمل کروں گا تو درجہ پاؤں گا اب عرض ہے کہ یہ خیال شیطانی ہے یا نہیں۔

تحقیق - یہ خیال عین ثواب ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہ کبھی وسوسہ بھی نہ کیا جاوے کہ عمل سے ہمکو درجہ کا استحقاق ہو جاویگا یا ہمارا عمل قابل قبول ہے ایسی حالت میں جو عطا ہو جاوے محض فضل ہے۔

حال - عرض ہے کہ جب مدرسے کے کسی اسباب میں کمی ہوتی ہے تو دفعتاً دل گھبراتا ہے پھر حضور کی نصیحت یاد کرکے تھوڑے عرصہ کے بعد استقلال ہوتا ہے اسلیے عرض ہے کہ دعا استقلال کی فرماویں

تحقیق - بدل وجان۔

حال - خلوص اور محبت اللہ تعالیٰ کی اس خاکسار کو بہت کم ہے دعا فرماویں کہ بہت ہو جاوے

تحقیق - اس نمبر کو جدا لکھکر دیجیے۔

حال - ماہ شوال سے تہجد چھوٹ گئی جب پڑھا کرتا تھا تو مدرسہ کا کام یعنی پڑھائی طلبہ میں کمی ہوتی تھی تمام دن سستی رہتی تھی اور ایک منزل قرآن کی بھی پڑھا کرتا تھا اب ماہ شوال سے جب سے تہجد چھوٹ گئی ہے پڑھائی اچھی ہوتی ہے اور سستی بھی نہیں رہتی اور بفضل خدا ۱۰ سیپارہ بھی روز پڑھ لیتا ہوں اور تندرستی بھی رہتی ہے اور پہلے گاہ گاہ بیمار بھی ہو جایا کرتا تھا اب حضور والا فرماویں کیا کروں تہجد کے چھوٹنے سے سخت رنج رہتا ہے۔

تحقیق - عشاء کے بعد پڑھ لیجیے۔

حال - اب خاکسار کے دل میں یہ بات جمی ہے کہ جب تک روحی قوت نہیں ہوتی جب تک نیک عمل ہونا دشوار ہے اسکی تدبیر فرماویں۔

تحقیق - جو لکھا ہے یہی تدبیر ہے طالب کو صرف حالات کی اطلاع اور تعلیمات کا اتباع ضروری ہے ایسی درخواستیں کہ فی الواقعی را کو دیناہے نہ چاہییں۔

حال - میں جب نماز پڑھتا ہوں تو ہر ایک آیت کو ٹھیر ٹھیر کر کے اور اسکے معنے کا خیال کرتے ہوئے پڑھتا ہوں اسی طرح پڑھنے سے حضور قلبی خوب ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ

کہ اللہ میاں کے سامنے کھڑا ہوکر عرض معروض کر رہا ہوں حضرت اسی طرح جو میں نماز پڑھتا ہوں تو یہ خلاف سنت تو نہیں اگر خلاف ہو تو کسطرح پڑھنا چاہیے براہ مہربانی اسکی صورت بتلاکر ممنون فرماویں۔

تحقیق - عین سنت ہے کما تدل علیہ النصوص ورتل القرآن ترتیلا روی الترمذی عن ام سلمۃ رض کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء الحمد للہ رب العالمین ثم یقف ویقرء الرحمن الرحیم ثم یقف ویقرء مالک یوم الدین ثم یقف او کما قال وقال تعالی لیدبروا آیاتہ وغیرہا من النصوص۔

حال - حضرت بعد نماز کے جو میں حب خدا اور حب رسول اور حب شیخ کے لئے دعا کرتا ہوں اسمیں کوئی خرابی تو نہیں اگر کوئی خرابی ہو تو مطلع فرماویں۔

تحقیق - حدیث میں منصوص ہے اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک پس یہ دعا عین سنت ہے۔

حال - آجکل احقر کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ احقر کے دل میں کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے جسکی وجہ سے یاد الٰہی ہر وقت دل میں رہتا ہے کسی وقت ذہول نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق - ابتدا ہے نسبت کی مبارک ہو۔

حال - باقی حضرت کی دعا کا خواستگار ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس ناکارہ کو بھی باکارہ بنا دے حضرت میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میری برابر گناہگار دنیا میں کوئی نہ ہوگا اگر اللہ تعالیٰ نے میرے حال پر رحم نہ کیا تو میں تباہ اور برباد ہو جاؤں گا۔

تحقیق - بس یہی افتقار و انکسار کلید ہے کامیابی کی انشاء اللہ تعالیٰ

حال - حضرت کی خدمت بابرکت میں آنے سے پہلے کسی کے لئے دلمیں بغض تھا کسی کیلئے محبت تھی جب کبھی ان لوگوں کو یاد آتا تھا کسی کے لئے دل میں محبت معلوم ہوتی تھی کسی کے لئے بغض معلوم ہوتا تھا اب دل میں ان باتوں کا پتہ ہی نہیں جب کبھی یاد آتا ہے جیسا کہ اور عام لوگ یاد آتا ہے ویسا ہی معلوم ہوتا ہے غرض دل میں اسوقت خدائے تعالیٰ کی یاد اور محبت کے سوائے اور کچھ نہیں پاتا ہوں یوں معلوم ہوتا ہے دلمیں جتنی جگہ ہے سب کو اللہ تعالیٰ کی یاد و محبت نے گھیر لیا ہے

تحقیق - مبارک ہو

حال - بعد معمولی والالتماس بسیر گشت دعا حضرت والا خادم کی حالت بہ نسبت سابق بہتر ہے اکس

حیثیت سے کہ بحمد اللہ معاصی میں تقلیل اور طاعت و ذکر میں تکثیر کا ظہور ہوا اکثر اوقات ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے ایک معصیت کہ جس میں ابتلا رہے زیادہ تھا وہ بحمد اللہ متروک ہو گئی جسکو میں ہزاروں اذکار و اشغال سے بڑھ کر سمجھا ہوں اب اس میں استقلال اور بقیہ کے متعلق ہمت ترک و توفیق کی دعا کا خواستگار ہوں حضور کے مواعظ اور کیمیا سعادت کو مطالعہ میں رکھتا ہوں اور باقی حال بدستور ہے۔

تحقیق ۔ آپکے حالات سے خصوص ایک پرانی معصیت کے چھوٹ جانے سے بیحد مسرت ہوئی یہ بالکل ٹھیک ہے کہ ہزاروں ذکر و شغل سے بھی افضل ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے دعای استقامت و ثبات کرتا ہوں آپکی بھی ہمت شرط ہے۔

حال خادم پیشتر بوقت تہجد آٹھ رکعت پڑھتا تھا اور ہر رکعت میں مختلف سورتیں پڑھتا تھا عرصہ ہوا کہ ایک روز خادم کتاب مبارک ضیاء القلوب مصنفہ جناب حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہ کا مطالعہ کر رہا تھا کتاب موصوف میں لکھا دیکھا کہ تہجد کے وقت بارہ رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھے اسروز سے بہ تقاضائے قلب اسپر عمل ہے اگر یہ عمل میرے مخدوم حضور اقدس کی رای عالی و طریقہ تعلیم کے خلاف ہو تو ارشاد فرماویں۔

تحقیق ۔ مشائخ نے یہ طریقہ ان پڑھ لوگوں کے لئے تجویز فرمایا ہے ورنہ افضل بوجہ موافقت سنت کے یہی ہے کہ کوئی سورت معین نہ کریں اور ظاہر ہے کہ اتباع سنت کو سب مصلحتوں پر ترجیح ہے

حال ۔ دوسری حالت یہ ہے کہ خادم کے دل میں ایک حسرت ہے جسکو اسوقت عرض کرنے میں پس و پیش ہے لیکن قلب کا تقاضا ہے کہ اپنے پیر و مرشد سے کسی راز کو چھپا نہ رکھے وہ یہ کہ خادم نے بارہا زیر آستانہ مبارک عرصہ عرصہ تک قیام بھی کیا لیکن کبھی کسی ذکر و شغل کی توفیق نہ ہوئی جیسا کہ دوسرے اخوان طریقت بغرض وصول الی اللہ ذکر و شغل کرتے ہیں اور اپنی اپنی احوال باطنی بغرض اصلاح حضور میں پیش کرتے ہیں اب ان بھائیوں کا حال دیکھکر اور سُن کر حسرت ہوتی ہے اور اپنی پست ہمتی اور کاہلی پر ندامت اب کیا کروں ع عبث حسرت سے اے ناداں گیا موقع نہیں ملتا قویٰ کمزور ہو گئے عمر پچاس سے اوپر ہے قوت مجاہدہ بھی نہیں رہی۔

تحقیق ۔ ع آب جیحوں را اگر نتواں کشید ٭ ہم زقدر تشنگی نتواں برید ٭ جس شخص کی توفیق

ہضم کمزور ہوجاتی ہے کیا وہ بالکل کھانا چھوڑ دیتا ہے یا تھوڑا تھوڑا کھانے لگتا ہے اور اگر کوئی تجویز کرے کہ بالکل نہ کھاؤ تو کبھی اس تجویز کو قبول نہیں کرتا تو پھر دین کے کام میں اس قاعدہ پر کیوں نہیں عمل ہوتا۔

حال - چند روز سے پریشانی رہتی ہے اور معاصی کی کچھ کثرت ہے اسوجہ سے بعض مرتبہ اپنے سب کیے ہوئے کو برباد و بیکار سمجھتا ہوں دعائے خیر فرماویں تاکہ تسلی ہو اور بعض مرتبہ وساوس شیطانی کا غلبہ ہوتا ہے کہ عبادت کسواسطے کرتا ہے امید کہ اسکا علاج تحریر فرماویں

تحقیق - اختیاری مرض کا کثرت معاصی ہے علاج کہ ہمت ہے نیز اختیاری ہے اور کیا علاج بتلاؤں - باقی وساوس گو غیر اختیاری ہیں مگر وہ مرض ہی نہیں اُسکا یہی علاج ہے کہ کچھ علاج نکیا جاوے یعنی التفات ہی نہ کیا جاوے۔

حال - ۵ ذی الحجہ کو احقر نے ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا جس میں احقر نے یہ گذارش کی تھی کہ اسمیں شک نہیں کہ وہ حالات و انوار جو ذکر وغیرہ کرنے سے لوگوں پر وارد ہوتے ہیں مقصود بالذات نہیں اور اصل چیز نہیں مگر پھر بھی فضل الٰہی سے خالی نہیں اسوجہ سے بعض اوقات اسکا خیال ہوتا ہے کہ اگر ان کا ترتب ہوتا تو اچھا تھا کبھی انکے نہونے سے قلق ہوتا ہے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد اسکا خیال جاتا رہا اور دعا فرماویں کہ اسکا ترتب ہو اسکا جواب ۱۲ ذی الحجہ کو جناب والا کے یہاں سے صادر ہوا باقی حالات وغیرہ کے متعلق جو مضمون لکھا ہے بالکل بیقاعدہ ہے جس شخص سے عقیدت ہو اسکو اپنے مذاق کے تابع کرنا کسقدر خلاف قاعدہ ہے اسکو دیکھکر احقر بالکل چند منٹ کے لئے سکتہ کے عالم میں تھا اور بہت ندامت ہوئی اور اس ندامت کی وجہ سے چند روز جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی بعد میں یہی خط لکھا تھا جو شومی قسمت سے گم ہوگیا۔ مضمون یہ تھا کہ مجھکو اس سے بہت ندامت ہے کہ جناب کی طبیعت خلاف میرے استدعا کے پڑی میری یہ غرض نہیں تھی کہ جناب میرے موافق ہدایت فرمایا کریں۔ اور اُسکو پورا کر دیں ہرگز نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص مرشد سے کوئی فرمایش کرے حاشا کلا بلکہ اصلی غرض یہ تھی کہ یہ تمنا اگر صحیح ہے تو حضور دعا فرماویں اگر صحیح نہیں تو یہ معلوم ہوجاویگا کہ یہ تمنا کرنا فضول ہے اگر یہی امر موجب ملال جناب والا ہو تو معاف فرماویں اور درگذر کریں اور کم فہمی سے غلطی ہوجاتی ہے جناب کی ذات سے امید ہے کہ معاف فرماکر اس سے سرفراز فرماویں تاکہ اطمینان ہو۔

۵۶

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد عدد ۹ جلد ۶

فصل ۱۳ سیزدہم در تحقیق معنی استکثار نعال

سوال: کہ تعلیم الدین میں حضرت نے فرمایا ہے کہ جوتہ بکثرت بنوائے جائیں یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب۔ تعلیم الدین میں جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ استکثروا ہے اسکے معنی میں دو احتمال ہیں وہی جو میں سمجھا یعنی کئی کئی جوڑے رکھنا دوسرے وہ جو اور اہل علم سمجھے ہیں یعنی اکثر اوقات جوتہ پہننا اور ننگے پاؤں نہ رہنا اور ظاہراً یہ دوسرے معنی ہی زیادہ صحیح ہیں۔

فصل ۱۴ چہاردہم در تحقیق بعض حوالجات

سوال: الامداد بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ امداد الفتاوی صفحہ ۲۳ میں بذیل مضمون "باجوں پر تحقیق کی ایک زبردست چوٹ" درج ہے۔ مولوی وحید الزمان نے تو اور غضب ڈھایا اپنی کتاب نزل الابرار جو باہتمام مولوی ابو القاسم بنارس میں چھپی ہے اسکے صفحہ ۳ میں صاف تصدیا ہے کہ شادیوں میں ہر طرح کا باجا وگانا بہتر ہی نہیں بلکہ واجب و ضروری ہے اور جو حرام کہتا ہے وہ گمراہ ہے۔ انتہی۔ واقعی تعجب خیز اور افسوسناک ہے۔ نزل الابرار کا صفحہ ۳ دیکھا بعنوان کتاب الایمان مضمون صفات باریتعالی درج ہیں حوالہ میں غالباً سہو ہوا ہے۔ اس کتاب کے مختلف مقامات کو دیکھا گیا مضمون حوالہ نظر نہ آیا براہ کرم حوالہ کی تصحیح فرمائیے۔ مضمون مندرجہ امداد الفتاوی کہاں سے دیکھا جائے۔ امید کہ جواب صواب سے مطلع فرمادیں گے۔

الجواب من المولوی حبیب احمد صاحب برضا صاحب الفتاوی

شاید جناب نے الامداد کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ مضمون "باجوں پر تحقیق کی ایک زبردست چوٹ"، ضمیمہ اخبار الفقیہ امرتسر سے ماخوذ ہے۔ حضرت مولانا نے اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر نہیں لکھا ہے اور حضرت مولانا نے اسی فتوی میں اسکی تصریح بھی فرمادی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں تھوڑا زمانہ ہوا کہ ایک مضمون جو ضمیمہ اخبار الفقیہ

امرت سر ۵ر نومبر سنہ ۱۹۱۹ء بعنوان "باجوں پر تحقیق کی ایک زبردست چوٹ"، شائع ہوا ہے نظر سے گذرا الخ۔ الامداد صفحہ ۲۳ بابت ماہ ذیقعدہ شوال سنہ ۱۳۳۸ھ۔ پس جناب یہ سوال اخبار الفقیہ سے فرماویں یا اصل مضمون نویس ابو اسحاق انصاری محمد آبادی سے۔ والسلام

فصل پانزدہم در تحقیق سنیت یا وجوب قومہ

عرض یہ ہے کہ یہ مسئلہ جو بہشتی زیور حصہ دوم میں آپنے تحریر فرمایا ہے کہ۔ مسئلہ کہ اگر رکوع کے بعد اچھی طرح کھڑی نہیں ہوئی ذرا سر اٹھا کر سجدے میں چلی گئی تو نماز پھر سے پڑھے اسکے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اگر قصداً ایسا کیا ہو تو پھر سے پڑھے اور جو بھول کر کیا تو سجدہ سہو کرے۔ عرض یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ رکوع کے بعد سیدھا ہونا واجب نہیں سنت مؤکدہ ہے اس صورت میں سجدہ سہو نہیں۔ اب حضور تحریر فرماویں کہ یہ ٹھیک ہے یا جو بہشتی زیور میں لکھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ جواب سے مشرف فرماویں۔ **الجواب** اسکی سنیت و وجوب میں اختلاف ہے۔ اُن مولوی صاحب نے سنیت کی بنا پر یہ فرمایا اور بہشتی زیور کا مضمون اس کے وجوب کی بنا پر ہے اور بہت سے علماء نے وجوب کو ترجیح دی ہے اسلئے بہشتی زیور میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کما فی رد المحتار عن البحر و وجوب نفس الرفع من الرکوع والجلوس بین السجدتین للمواظبۃ علی ذلک کلہ وللامر فی حدیث المسیٔ صلاتہ ولما ذکرہ قاضیخان من لزوم سجود السہو بترک الرفع من الرکوع ساھیا الی قولہ فالقول بوجوب الکل ھو مختار المحقق ابن الھمام وتلمیذہ ابن امیر حاج حتی قال انہ الصواب واللہ الموفق للصواب اھ۔ وقال فی شرح المنیۃ ولا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتھا روایۃ علی ما تقدم عن فتاوے قاضیخان وفیہ عن القنیۃ فیمکث فی الرکوع والسجود وفی القومۃ بینھما حتی یطمئن کل عضو منہ ھذا ھو الواجب عند ابی حنیفۃ ومحمد حتی لو ترکھا او بعضھا ساھیا یلزمہ السہو ولو عمداً یکرہ اشد الکراھۃ ویلزمہ ان یعید الصلوۃ ویکون معتبرۃ فی حق سقوط الترتیب ونحوہ۔ ج ۱ صفحہ ۴۸۳ و صفحہ ۴۸۴ کتبہ اشرف علی ۶ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۸ھ

(باقی آئندہ)

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد نمبر ۵ جلد ۲

تغییر ولا تنبیہ۔ فیکثر الناقلون لہا واصلہا الواحد مخطی یعنی ایسا بہت ہوتا
ہے کہ ایک مؤلف کسی مسئلہ کے لکھنے میں خطا کر جاتا ہے اُسکے بعد علماء و مشائخ اُسکی دیکھا
دیکھی لکھتے چلے جاتے ہیں حالانکہ خطا کرنے والا ایک ہی تھا۔ دیکھو صاحب درمختار نے بہ تبعیت
صاحب نہر الفائق وبحر الرائق لکھدیا کہ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ قرآن میں ۸۲ جگہ ہے
حالانکہ یہ شمار غلط ہے صرف اعتماداً یہ غلط شمار منقول ہوتا گیا۔ قرآن عظیم موجود ہے دیکھ لیجئے
صرف ۳۲ جگہ یہ جملہ ملیگا۔ پس ہماری کتب فقہیہ حنفیہ میں جو دف کا جواز اعلان نکاح کے واسطے
لکھا ہوا ہے وہ اصل مذہب اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے پس منشا تقلیہ ہرگز یہ نہیں ہے
کہ دف کو جائز سمجھا جاوے۔ پس کسی عالم حنفی کی تصنیف یا فتاوے میں جواز لکھا ہے حقیقت
میں جائز نہو گا بلکہ اُن حضرات علماء احناف محققین کا اپنی تصانیف وفتاوے میں لکھنا اسی پر
محمول ہوگا کہ یہ ایک غلطی ہے جو نقل در نقل ہوتی گئی جسکا اصل مذہب میں پتہ نہیں اسی وجہ سے
علامہ توریشتی نے فرمایا کہ دف اکثر مشائخ کے نزدیک حرام ہے اور اس حدیث کا جس میں اعلان
نکاح کے واسطے دف بجانے کا ذکر آیا ہے ہمارے مشائخ حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ دف
بجانے سے مراد اعلان ہے نہ حقیقت میں باجہ دف بجانا۔ چنانچہ شرح نقایہ اور نصاب الاحتساب
وبستان العارفین میں یہ جواب مذکور ہے۔ عبارت شرح نقایہ یہ ہے قال التوربشتی
انہ حرام علی قول اکثر المشائخ وما ورد من ضرب الدف فی العرس کنایۃ عن
الاعلان۔ جب حدیث میں ضرب دف سے مراد اعلان اور تشہیر ہے تو پھر متاخرین علماء
حنفیہ کا جائز کہنا اور اس حدیث کا استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں بلکہ بالکل بے محل ہے اور
ضرب دف سے اعلان اور تشہیر مراد ہونے پر بڑا زبردست قرینہ یہ ہے کہ ابتک کسی ضعیف
روایت سے بھی ثابت نہوا کہ زمانہ رسالت میں کسی صحابی نے اعلان نکاح کے لئے دف بجاکر
اُس حدیث کی تعمیل کی ہو۔ حالانکہ صحابہ کرام کو اتباع سنت میں جو شغف تھا وہ علماء پر
مخفی نہیں اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ خود حضورؐ نے متعدد نکاح اپنا اور اپنی صاحبزادیوں
کا فرمایا کبھی کسی نکاح میں آپنے دف بجانے کا حکم نہیں دیا من ادعی فعلیہ البیان
زیادہ سے زیادہ بخاری شریف کی حدیث ربیع بنت معوذ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چند

۴۳

نابالغ لڑکیوں نے بعد زفاف کے دف بجایا تھا اس حدیث سے بالغ کے دف بجانے کا جواز سمجھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ لڑکیاں غیر مکلف تھیں اگر کسی روایت سے بالغ عورتوں کا بجانا ثابت بھی ہو جائے تو اُسکے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کافی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ضرب الدف ولعب الصنج وضرب الزمارۃ۔ یعنی اس حدیث کی رو سے یہ کہا جائیگا کہ اگر آپ نے اجازت دی ہوگی تو پھر منع فرمادیا جسکو حضرت علیؓ نے ظاہر فرمایا۔ علاوہ اسکے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے دف کو مزمور الشیطان کہا اور حضورؐ نے سکوت فرمایا۔ خیال فرمائیے کہ اگر حضرت صدیق اکبر کا دف کو مزمور الشیطان فرمانا بجا اور صحیح نہ ہوتا تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور منع فرماتے۔ پس بموجب اس روایت کے جب دف مزمور الشیطان ٹھیرا تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ صحابۂ کرام اس سے اعلان نکاح کرتے پس اکثر مشائخ حنفیہ کا حدیث ضرب دف سے اعلان اور تشہیر مراد لینا بہت بجا ہے کیونکہ زبان عربی اور فارسی کے محاورہ میں ضرب دف بولکر اعلان اور تشہیر مراد ہوا کرتی ہے۔ زبان عربی کا حال تو ابھی علامہ تورپشتی اور علامہ فقیہ امام الہدی ابو اللیث سمرقندی اور علامہ عمر بن محمد بن عوض سنامی رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال سے معلوم ہو چکا۔ فارسی میں بھی دف زدن کے معنی اعلان کردن وشہرت دادن کے ہیں۔ نظیر کے طور پر حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر جو بوستان میں ہے ملاحظہ فرمائیے

یکے را چو من دل بدست کسے | گرو بود مے برد خواری بسے
پس از ہوشمندی و فرزانگی | بدف بر زوندش بدیوانگی

مصرعہ اخیر کا ترجمہ یہ ہے کہ اُسکی دیوانگی کا دف بجایا یعنی اُس کو دیوانہ مشہور کیا پس جسطرح یہاں دف بجانے سے مشہور کرنا مراد ہے اسی طرح حدیث کا مطلب ہے کہ نکاح کو علانیہ کرو اور خوب مشہور کرو۔

ساتویں روشنی۔ تنزل کے درجہ پر اگر بعض علماء احناف متاخرین کا استدلال صحیح مان لیا جاوے کہ اعلان نکاح کے واسطے دف بجانا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مباح ہے تو اُن شرائط وقیود کا لحاظ ضروری ہے جن کو مباح سمجھنے والوں نے بیان کیا ہے (تمتہ ظہراول)

۴۴

چھانجھ ہو (شرط دوسری) تطریب نہ ہو چنانچہ شامی اور فتاوی سراجیہ اور شرح ابوالمکارم اور شرح نقایہ میں ہے ھذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولم یضرب علی ھیئۃ التطریب (تیسری شرط) یہ ہے کہ بہت تھوڑی دیر تک بجایا جائے۔ لمعات میں ہے دل الحدیث علی اباحۃ المقدار الیسیر مجمع البحار میں ہے اقر علی القدر الیسیر فی نحو العرس والعید الخ۔ پس آجکل جو جائز سمجھا جاتا ہے کہ متعدد دف برات کے ساتھ لیکر چلتے ہیں اور بجانے والے بھی کاریگر ہوتے ہیں جو کچھ دنوں تک بجانا سیکھتے ہیں جس میں صاف تطریب ہوتی ہے۔ یہ کیونکر جائز ہوگا۔ جائز ہونے کی صورت حسب تصریحات ان علماء کے صرف یہ ہو سکتی ہے کہ بعد نکاح چند مرتبہ ہاتھ سے دف یا اور کوئی باجہ پیٹ دیا جاوے۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ نکاح ہو گیا۔ پس قبل نکاح کے برات کے ساتھ دف لیجانا اور اسکو شرعی برات قرار دینا نہایت قبیح اور مذموم ہے اور اسمیں شرعاً چند قباحتیں ہیں۔ اول لہو کیونکہ نکاح ابھی ہوا نہیں یہ اعلان کیسا۔ دوسرے نمایش کیونکہ برات کے ساتھ دف لیجانے میں سوائے نمایش کے دوسری غرض شرعی نہیں ہو سکتی اور نمایش خود حرام ہے۔ تیسرے اسراف کیونکہ بے محل بجایا محل اُس کا بعد نکاح ہے لہذا ناجائز۔ پس جس صورت کے ساتھ علماء متاخرین نے خلاف مذہب دف کے جواز کی صورت لکھی ہے وہ طریقہ مروج نہیں اور جو مروج ہے وہ خود ان کے نزدیک جائز نہیں۔ علاوہ اسکے سب سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے کہ اعلان نکاح کیواسطے صرف دف کو لوگ جائز سمجھتے ہیں اور دوسرے باجوں کو ناجائز جانتے ہیں یہ ایک نہایت نامعقول بات ہے۔ جن علماء متاخرین نے اعلان نکاح کے واسطے اپنے مذہب کے خلاف دف کی اجازت دی ہے وہی علماء لکھتے ہیں کہ اعلان نکاح کے واسطے دف کی تخصیص نہیں جس باجہ سے ممکن ہو اعلان کر سکتے ہیں مگر جو باجہ ہو تینوں شرائط مذکورہ جو ابھی لکھی گئی ہیں اُن کا لحاظ کرنا بہرحال لازم ہے۔ اب اُن عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیے جن سے دف کی خصوصیت نہیں ثابت ہوتی۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رسالہ سماع میں فرماتے ہیں "چوں ضرب دف برائے اعلان نکاح حلال یا مستحب باشد دہل وطنبورہ ونقارہ را از دف چہ تفاوت است برائے لہو ہمہ حرام است وبرائے غرض صحیح ہمہ حلال باشد

اعلان از ہر یکے ہیشود فرق کردن در دف وغیرآں امریست غیر معقول۔ اور اسی عدم خصوصیت کی وجہ سے علامہ طحطاوی نے طبلہ کو اعلان نکاح کے واسطے جائز لکھا ہے۔ عبارت یہ ہے وطبل العرس فیجوز۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی تحقیق الحق المبین میں فرماتے ہیں "پس بر قول مجیب حکم دہل وتاشہ وغیرہ نیز موافق طبل قیاس کن"۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں ایک قاعدہ کلیہ تحریر فرمایا ہے جس سے کل باجوں کا اعلان نکاح کے واسطے بجانا ثابت ہے عبارت یہ ہے ان آلۃ اللھو لیست محرمۃ لعینھا بل لقصد اللھو دیکھو آلہ لہو کو عموماً لکھا ہے کہ بقصد لہو حرام اور بغرض صحیح جائز کیونکہ دف اور غیر دف باجہ ہونے میں برابر ہیں۔

پس خلاصہ تحریر یہ ہے کہ اصل مذہب حنفی

یہ ہے کہ دف وغیرہ کل باجے حرام ہیں شادی اور غیر شادی میں کسی وقت جائز نہیں ہاں مذہب شافعی میں صرف ختنہ ونکاح وغیرہ بعض مواقع سرور میں بپابندی شرائط مذکورہ ذیل حنفی روشنی مباح ہے اور ترک اولیٰ اور جو علماء احناف متاخرین خلاف مذہب جائز لکھتے ہیں وہ دف کی خصوصیت نہیں کرتے بلکہ کل باجوں کو بقصد لہو حرام اور بقصد صحیح مباح کہتے ہیں اور جن صورتوں سے مباح ہے وہ مروج نہیں اور جو طریقہ دف بجانے کا جائز سمجھکر مروج ہے وہ ہرگز جائز نہیں پس مقلدین امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے لئے خیریت اسی میں ہے کہ ہرگز اسکو اختیار نہ کریں ورنہ سخت خطرہ میں مبتلا ہوں گے۔ (احقر ابو اسحٰق انصاری محمد آبادی)

فتوے متعلق حج بدل وقضاء رمضان بعض مسافرین از حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کاندھلوی با جواب صاحب الفتوے ملحق کردہ شد

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مامور حج بدل نے قبل وقوف عرفات حج کو فاسد کردیا۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ سال آئندہ جو حج وہ ادا کریگا وہ آمر کیطرف سے

ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر وہ اس طرح کرے کہ سال آئندہ اس حج فائت کی قضا کرے
پھر ایک سال مکہ میں اور قیام کرکے دوسرے سال آمر کا حج کرے اور احرام کسی میقات سے
مواقیت خمسہ میں سے باندھے یا جدہ آکر احرام باندھ لے یا مکہ ہی سے احرام باندھے۔ ان
صورتوں میں حج بدل ادا ہو جائیگا یا کہ مثل ابتداء کے اسوقت بھی وطن آمر سے حج کرنا لازم ہوگا
۲۔ ایک شخص اکثر سفر میں رہتا ہے اور رمضان بھی سفر میں گذرتا ہے رمضان کے
بعد اسکو اقامت کا موقع نہیں ملتا اگر ساری عمر اسکو اقامت کا موقع نہ ملے تو قضاء رمضان
اُسپر لازم ہوگی یا نہیں اور وصیت فدیہ بھی اُسپر لازم ہے یا نہیں بینوا ولکم عند اللہ الاجر الجزیل

الجواب۔ جماع قبل الوقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے باطل نہیں ہوتا صرح
اللباب بان مفسدہ الجماع قبل الوقوف ومبطلہ الردۃ۔ انتہٰی یہی وجہ ہے کہ اگر دوسرے
حج کی نیت کریگا جو حج فاسد بدستور قائم رہیگا دوسرے حج کی نیت لغو ہوگی فلو اھل بحجۃ
اخری ینوی قضائھا قبل ادائھا فہی ہی دینۃ لغو لانہ مالم یفرغ من الفاسدۃ۔ رد المحتار
اور جبکہ جماع قبل الوقوف سے مخالفت آمر کی لازم آئی تو یہ حج آمر کا نہوا بلکہ مامور کا ہو گیا۔ اس حج
فاسد کے افعال اول پورے کرے پھر اگلے سال حج قضا اول حج کی کرے اسکے بعد تیسرا حج
آمر کی طرف سے کرنا ہوگا لانہ اذا افسدہ لم یقع مامورا بہ فکان واقعا عن المامور فیضمن ما
انفق فی حجہ من مال غیرہ ثم اذا قضی الحج فی السنۃ القابلۃ علی وجہ الصحۃ لا یسقط الحج عن
المیت لانہ لما خالف فی السنۃ الماضیۃ بالافساد صار الاحرام واقعا عنہ فکذا الحج المؤدی بہ
صار واقعا عنہ ابن کمال وعلیہ حجۃ اخری للآمر ای سوی حج القضاء وہو الاصح کما فی المعراج
رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۷ لیکن اسمیں آمر کی مخالفت ہوئی دو وجہ سے اسلئے کہ حج میقاتی
نہوگا کیونکہ مامور بہ مکی ہو گیا لیکن اس کا تدارک ممکن ہے اگر مواقیت خمسہ میں ذوالحلیفہ یا
کسی اور میقات سے احرام باندھیگا تو میقاتی حج ہو جائیگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سفر ہذا
کو حج مامور بہ کے غیر میں صرف کیا اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دوسرے کام سے سفر کا حکم
نہیں بدل سکتا ذکر العلامۃ القاری فی بعض رسائلہ مسئلۃ اضطرب فیہا فقہاء عصرہ
وہی ان الآفاقی الحاج عن الغیر اذا جاوز المیقات بلا احرام للحج ثم عاد الی المیقات واحرم

هل يصح عن الآمر قيل لا وقيل نعم ومال هو الى الثاني قال وافتى به الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومي في منسكه والشيخ علي المقدسي قلت وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة له اذا عاد الى الميقات واحرم والجواب عن قوله لان سفره حينئذ لم يكن للحج انه اذا قصد البندر عند المجاوزة ليقيم به ايا ما للبيع او الشراء مثلاً ثم يدخل مكة لم يخرج عن ان يكون سفره للحج كما لو قصد مكاناً آخر في طريقه ثم النقلة عنه ردالمحتار ج ۲ ص ۱۶۶ اسمیں اول نمبروں کا جواب آگیا۔

نمبر ۳ کا جواب یہ ہے کہ نص قرآنی میں قضائے مسافر و مریض کا سبب وجوب صیام عدۃ من ایام اُخر کا ادراک بتلایا ہے سو اگر ادراک ایام ہوا تو قضائے صوم بقدر ادراک واجب ہے ورنہ وجوب نہیں ہوتا۔ خواہ مرض وسفر تمام عمر رہے فلا تجب عليهم الوصية بالفدية لعدم ادراكهم عدة من ايام اخر ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر كذا في الدر المختار

الروايات في نفسها صحيحة ولا ادري ما السؤال حتى يعلم مطابقة الجواب للسوال

عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

فائدۃ تتعلق بالمسئلۃ السابقۃ از خط حافظ عبد المجید صاحب تھانوی نزیل بمبئی لسفر الحج

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے عرض کیا کہ مدینہ طیبہ کے راستہ بند ہونیکی صورت میں حج بدل کا احرام کہاں سے بندھیگا تو اسکے جواب میں فرمایا کہ حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا مناسک علی قاری میں عبارت موجود ہے وان لم يعلم المحاذاة فعلى مرحلتين من مكة كجدة المحروسة من طرف البحر اور ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لئے یلملم کی محاذات کسی معتبر طریقے سے نہیں ہوتی لہذا جدہ بھی انکے لئے میقات ہوا اھ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ / ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

جواب مسئلہ مفقود از حضرت مولانا گنگوہی رح کہ از قاضی عبد الحق حاصل شد و احقر خط مولانا شناختہ

جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہو کہ بعد تحقیق اُسکا کہیں نشان نہیں ملا اُسوقت سے کامل چار سال کرکے حاکم مسلمان تفریق کردیوے بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت عدۃ کرے اور پھر نکاح دوسرے سے کردیا جاوے۔ یہ مذہب امام مالک کا ہے۔ اسپر فتویٰ اسوقت میں دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ کتبہ احقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

مہر

(باقی آئندہ)

ف: سوال ۳ کے وقت سوال موجود نہ تھا ۱۲

حوادث الفتاویٰ

از آغاز ۱۳۳۹ھ

سوال- ایک شہر کے مفتی یا دیندار عالم کے نزدیک رویت ہلال کا ثبوت بموجب شرع شریف کے ہوا اور وہ اس رویت کے ثبوت کی خبر دوسرے شہر کے مفتی یا دیندار عالم کو بذریعہ آلہ ٹیلیفون کے کرے کہ جسمیں خبر دہندہ و مخبر الیہ ایک دوسرے کی آواز کو اچھی طرح سنتے اور پہچانتے ہیں اور تکلم کے وقت غیر کا واسطہ بھی نہیں ہوتا اور مخبر الیہ کو اس خبر کی تصدیق میں کسی طرح کا شک و شبہ بھی نہیں رہتا تو اس خبر پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں اور صورت مسئولہ میں اور دوسرے قابل اعتبار ٹیلیفون کی ضرورت باقی رہی ہے یا نہ-

الجواب- ایک کلام تو خود طریق موجب میں ہے سو اسکا سوال مقصود نہیں دوسرا کلام ٹیلیفون کے واسطہ میں ہے اور یہی مقصود بسوال ہے سو اسکا جواب ظاہر ہے کہ جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اُن میں غیر معتبر ہے اور جنمیں حجاب مانع نہیں اُنمیں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین معلوم ہو جاوے تو معتبر ہے- ۱۶ محرم

سوال- ایک مسئلہ درپیش ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً بمبئی میں ایک گنی رائج ہے ۱۵ روپیہ کی اور اُس گنی کا نرخ دہلی میں مثلاً سترہ روپیہ ہے اور کلکتہ میں چودہ روپیہ- اور ایک نوٹ ہے پندرہ روپیہ کا جو کہ سب جگہ ایک ہی طرح پر چلتا ہے اب ایک شخص نے کلکتہ میں ایک گنی چودہ روپیہ میں خریدی اور دہلی میں اُسکو بعوض سترہ روپیہ نوٹ کے بیچ ڈالا- یہ صورت جائز ہے یا نہیں-

الجواب- قاعدہ سے تو جائز نہیں معلوم ہوتا- البتہ نوٹ والا اپنے نوٹ سترہ روپیہ کے بیچ کر خواہ اسی گنی والے ہی کے ہاتھ بیچ ڈالے پھر اُن روپیوں سے گنی دست بدست لیلے یہ درست ہے- کتبہ اشرف علی ۳ صفر ۳۹ھ

سوال- دندان سازی میں ہمارے لوگوں کا قاعدہ ہے کہ دانت بنوانے والے اصحاب سے کام شروع کرتے وقت نصف یا نصف سے کم قیمت پہلے روز پیشگی لیلیتے ہیں جسکا مطلب ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص دانت بنوا کر لگوانے نہ آوے تو بالکل ہمارا ہی نقصان نہو بلکہ کچھ یا نصف اسکا بھی ہو- کیونکہ ایک شخص کے منہ کی ناپ کی مطابق بنائے ہوئے دانت دوسرے شخص کے منہ میں کبھی نہیں آسکتے گویا یہ امر ناممکن ہے- چنانچہ ایک شخص کے دانت بنانے شروع کئے تھے جنکی قیمت اٹھارہ روپیہ مقرر ہوئی تھی اور پانچ روپیہ بیانہ لیکر کام شروع کیا اب وہ شخص مرگیا ہے مگر دانت اُسکے تیار پڑے ہیں تو

عہ پرچہ گذشتہ محرم [illegible] کا مقتضا یہ تھا کہ یہاں حصہ ششم کا عنوان ہوتا مگر بعض سوالوں کی رعایت سے [illegible]

اب اُس کے پانچ روپیہ ہم رکھ سکتے ہیں یا اُسکے وارثوں کو واپس کردینے چاہئیں۔

الجواب۔ فی الھدایۃ۔ مسائل الاستصناع۔ والصحیح انہ یجوز بیعًا لا عدۃ والمعدوم قد یعتبر موجودا حکمًا الی قولہ وھذا کلہ ھو الصحیح فی الکفایۃ فان قیل لو کان بیعا لما بطل بموت الصانع او المستصنع۔ قلنا الخ۔ ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے۔ اول یہ معاملہ وعدہ نہیں بیع ہے تو بنوانے والا لینے سے انکار نہیں کرسکتا اور انکار کی صورت میں صانع زرثمن رکھ سکتا ہے۔ دویم یہ کہ ایک کے مرجانے پر وہ معاملہ فسخ ہوجاویگا۔ اس صورت میں وصول شدہ روپیہ کا صانع کے ذمہ واپس کرنا ضرور ہے۔

سوال۔ اب ایک اور بات دریافت طلب ہے کہ ایک شخص دانت تیار کرنیکو کہہ گیا اور پانچ روپیہ پیشگی بطور بیانہ دیگیا تھا اور دانت تیار ہونے پر آیا اور مُنہ میں لگوائے مگر دانتوں میں ایک نقص رہ گیا تھا دانت درست کرنے کی غرض سے پھر اُتار لیے گئے چنانچہ درست شدہ دانت لینے آنے سے پہلے وہ شخص فوت ہوگیا۔ اب اس جگہ کیا مسئلہ ہے کہ روپیہ وارثوں کو واپس کروں یا نہ کروں۔

الجواب۔ میرے نزدیک جب وہ بنے ہوئے دانت لے چکا اور وہ موافق فرمایش کے تھے اور ایسی خفیف کمی جو عرف کی موافق ہو موافقت فرمایش کے خلاف نہیں ہے تو وہ بیع کامل ہوگئی اور بنوانے والا دانت کا مالک ہوگیا اسلئے بنانے والا بقیہ دام کا مستحق ہے اور بقیہ کا وہ مطالبہ کریگا۔

سوال۔ چند روز ہوئے کہ ایک ہندو کاریگر کو ہمارے منیجر نے دوسو روپیہ کچھ سامان بنانے کے لئے پیشگی دس روز کے وعدہ پر دئے تھے مگر کاریگر نے اپنی بد دیانتی سے روپیہ دوسرے کاموں میں صرف کرڈالا اور دو ماہ کے بعد بھی ہمارا مال بنا کر نہ دیا۔ اُسے نوٹس دیا گیا کہ ہمارا روپیہ مع خرچہ کے واپس کردو ورنہ نالش کردیجاویگی۔ چنانچہ منیجر نے اُس سے اپنے طور پر سمجھا بجھا کر علاوہ اصل دوسو روپیہ کے بارہ روپیہ خرچہ کے بھی وصول کرلئے اور انہیں سے چھ روپیہ اپنی حق محنت کا رکھ باقی چھ روپیہ ہمیں دئے کہ یہ تمہارا حصہ ہے لیکن میں نے اُسے سود سمجھکر لینے سے انکار کیا تو اُسنے کہا اچھا یہ رقم غریبوں کو تقسیم کردینا لیکن میں نے اُسے بطور امانت کے رکھدیا ہے اسکے متعلق جو حکم شرع ہو اُس سے آگاہ فرمایا جاوے۔

الجواب۔ نالش وغیرہ میں اگر کچھ صرفہ ہوا ہو حسب فتویٰ بعض علما اُسکو تو آپ رکھ سکتے

۲

ہیں اور اس سے جو زائد ہوا اصل مالک رقم کو واپس کر دینا ضروری ہے اگر صریحاً واپسی خلاف مصلحت ہو تو اور کسی ذریعہ سے اور کسی عنوان سے واپس کر دینا چاہیے۔

سوال - گذارش اینکہ حسن العزیز کے جزء مجالس الحکمۃ (اربعین مصطفائی) کی مجلس ۳۷ میں دیکھنے سے نوٹ کا سند مال ہونا معلوم ہوا جس سے ایک شبہہ ہوتا ہے جو تحریر خدمت کرتا ہوں امید کہ جواب باصواب سے مطلع فرما دیں اور وہ یہ کہ مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک سو روپیہ نقد قرضہ لئے اور اسکو ادا کرتے وقت سو روپیہ کا ایک نوٹ دیا اب وہ نوٹ اس روپیہ لینے والے شخص کے پاس جل جائے یا اور کسی صورت سے ہلاک ہو گیا تو اب وہ شخص مدیون اس ادائے قرض سے بری ہو گیا یا کہ اسکے ذمہ اور سو روپیہ ادا کرنا ہوگا بظاہر سرکاری قانون کے مطابق تو وہ روپے ادا ہو گئے کیونکہ سرکار نے نوٹ کو نفس مال قرار دیا ہے بنابریں اکثر واقعات سے مشاہدہ کیا گیا ہے کہ نوٹ جل گئے اور باوجود ان کے نمبر موجود ہونے کے سرکار سے ان جلے ہوئے نوٹوں کے روپے وصول نہ ہو سکے کیونکہ سرکار کے نزدیک اس نفس نوٹ کا بتلانا ضروری ہے خواہ وہ جلے یا پھٹے ہوئے ہی کیوں نہوں۔

۳

جواب - جب جلے ہوئے دکھلانے سے روپیہ ملجاتا ہے اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سرکار بھی نوٹ کو سند مال سمجھتی ہے۔ اگر مال ہوتا تو اگر کوئی کپڑا خریدے اور وہ جلجاوے تو اسکو جلا ہوا دکھلا کر کیا کوئی شخص روپیہ لے سکتا ہے۔

سوال ضمیمہ سوال بالا - اور موافق قانون شریعت بوجہ نوٹ کو نفس مال یا حکم میں مال کے (کیونکہ وہ سند مال ہے) نہ قرار دیے جانیکے وہ قرض لئے ہوئے سو روپے ادا نہیں ہوئے جیسے کہ نفس نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اب اس امر میں تردد ہے کہ وہ ضائع شدہ نوٹ (جو قرض میں دیے گئے) کے سو روپیہ قرض میں ادا ہوئے یا نہیں

جواب ضمیمہ بالا - چونکہ سند مال ہونے کی صورت میں یہ حوالہ ہے جو برضاء محیل و محتال و محتال علیہ ہوا ہے اور حوالہ میں مدیون بالکل بری ہو جاتا ہے اسلئے قرض ادا ہو گیا البتہ اتنا شبہہ ضرور ہے کہ حوالہ میں درصورت توی دین عود کر آتا ہے تو آیا نوٹ کا ضیاع جزو توی میں داخل ہے یا نہیں یہ شبہہ مجھکو پرانا ہے جسمیں ابتک شفا نہیں ہوئی اسکو علماء سے تحقیق فرمالیا جاوے

سوال - عرض یہ ہے کہ آجکل نقد روپیہ نہیں ملتا ہے ہر جگہ نوٹ کا چلن ہو گیا ہے ہم لوگوں کو

اکثر گوٹہ کناری خریدنا ہوتا ہے جسکے عوض بجز نوٹ کے اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی ہے نہ اس شخص کے پاس روپیہ ہوتا ہے کہ اُس سے لیکر خرید کرلیں اور روپیہ کی عوض میں اسکو نوٹ دیدیں جیسا کہ آپنے کسی کتاب میں لکھا ہے اسلئے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اسکے سوا اور کیا صورت کیجاوے جس سے یہ معاملہ عند الشرع صحیح ہو جاوے۔

الجواب۔ یا تو تھوڑی دیر کے لئے کسی اور سے نقد روپیہ لیلیا جاوے اور یا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی ایسی چیز کے عوض میں دست بدست گوٹہ کناری خرید اجاوے جسکی قیمت اُتنے روپیوں کی ہو مثلاً کسی کپڑے کی عوض میں۔ پھر اُس کپڑے کو بعوض نوٹ کے خرید لیا جاوے اگر دکاندار عاقد کو پہلے سے سمجھا دیا جاوے تو وہ اس طرح کرنے پر راضی ہو جاوے گا۔

سوال۔ زکوۃ بذریعہ منی آڈر بھیجنے میں عموماً مرسل الیہ کو ڈاکخانہ سے نوٹ دے جاتے ہیں۔ نوٹ سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی اس دشواری سے بچنے کیلئے کیا صورت اختیار کیجاوے۔

جواب۔ میں ایسا کرتا ہوں کہ اُس مقام میں کسی کو وکیل بنا دیا کہ اس نوٹ کو نقد کر کے فلاں مستحق کو دے دو۔

(س)۔ زکوٰۃ کے منی آرڈر میں ڈاکخانہ کو نوٹ دئے جا سکتے ہیں یا روپیہ ہی دینا ضروری ہے۔

(ج) دونوں یکساں ہیں زکوۃ ادا ہونے کی شرطیں دونوں صورتوں میں مشترک ہیں۔

(س) جب مرسل الیہ کو عموماً ڈاکخانہ سے نوٹ ہی دئے جاتے ہیں تو پھر بیمہ کیوں نہ کیا جاوے کہ اسمیں فیس کی بھی کفایت ہے۔

(ج) ایسا ہی کیا جاوے مگر زکوۃ ادا ہونے کے لئے نوٹ کا قبض کافی نہیں۔

(س) گلٹ کے سکے درحقیقت اُس قیمت کے نہیں ہیں جو اُنپر درج ہی اور وہ شرعاً مال ہیں اسلیے کسیقدر نوٹ کے مشابہ ہیں اور یہ بھی خبر ہے کہ روپیہ بھی گلٹ کا بنیگا اور یہ خبر مینے خود اخبار میں دیکھی کہ چاندی کی گرانی کیوجہ سے پارلیمنٹ میں طے ہو گیا کہ آئندہ اگر چاندی کے سکے بنائے جاویں تو اُنمیں صرف چھٹا حصہ چاندی کا شامل کیا جاوے اس صورت میں بھی یہ سکے شرعاً مال نہونگے کیونکہ انمیں غش غالب ہوگا پھر ادائے زکوۃ میں اور بھی دشواری ہوگی براہ کرم تفصیلی جواب مرحمت فرمائی جائیں کیونکہ مجھے ادائے زکوۃ میں ان امور سے بہت دشواری پیش آرہی ہے۔

(ج) غلبہ غش سے ذہب یا فضہ ہونیکی نفی صحیح ہے نہ کہ مال ہونیکی۔ مال کی تعریف اُسپر صادق آتی ہے لہذا وہ مال ہے البتہ اگر زکوۃ غیر جنس سے ادا نہوتی تو اُسکا ذہب یا فضہ نہونا بھی مضر تھا مگر غیر جنس سے بھی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے جب بازار میں اُسکی قیمت حق واجب کی برابر ہو اور یہ تساوی اسمیں حاصل ہے لہذا زکوۃ میں کوئی دشواری نہیں جیسے پیسوں سے نقدین کی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے اور اگر ایسی ہی احتیاط ہو تو اور کوئی متقوم چیز خرید کر جیسے کپڑا یا غلہ وہ زکوۃ کی نیت سے دیدے

سلسلہ کیلئے دیکھو الامداد نمبر جلد ۶

۶۹

اسمیں انسان کی بڑی عزت ہے بخلاف جانوروں کے کہ وہ سب ان باتوں سے بے فکر ہیں (پس اگر جانوروں کی طرح انسان کے بدن پر بھی ساری عمر ایک ہی کھال بالوں اور اون سے چھپی ہوئی رہا کرتی تو یہ زینت اور جمال اور رونق اور وقار حاصل نہ ہو سکتا۔ فسبحان المنعم الباری ذرا غور سے دیکھو کہ حق تعالیٰ نے جنگل کے وحشیوں اور چوپاؤں کے دل میں کیا بات ڈالی ہے کہ (مرنے کے قریب) وہ اپنے آپ کو ایسا چھپا دیتے ہیں جیسا کہ انسان اپنے مردوں کو دفن کیا کرتا ہے جب کسی جانور کو اپنی موت کا احساس ہوتا ہے (کہ اب وقت قریب آگیا ہے) تو وہ اپنے آپکو ایسی جگہ لے جاکر چھپاتا ہے جہاں اُس کو کوئی نہ دیکھے حتیٰ کہ وہیں مرجاتا ہے ورنہ (بتلاؤ کہ) درندوں اور چوپاؤں اور وحشی جانوروں وغیرہ کی (اسقدر بیشمار) لاشیں کہاں (چلی جاتی) ہیں اگر تم اُن میں سے ایک کو بھی تلاش کرنا چاہو تو (کہیں پتہ) نہ پاؤگے حالانکہ وہ کچھ اتنی تھوڑی مقدار میں بھی نہیں ہیں کہ قلت کی وجہ سے اُن کا پتہ نہ چلتا ہو بلکہ اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ جنگل کے جانور انسان سے بہت زیادہ ہیں تو کچھ بعید نہیں کیونکہ تمام جنگل درندوں اور بچّوں اور نیل گایوں اور گورخروں اور پہاڑی اونٹ بکریوں اور خنزیر اور بھیڑیوں اور قسم قسم کے کیڑے اور مکوڑوں اور انواع و اقسام کے پرندوں وغیرہ سے بھرے پڑے ہیں جنکی شمار ہرگز نہیں ہو سکتی اور ان اقسام میں ہر دن کچھ پیدا ہوتے اور کچھ مرتے بھی رہتے ہیں (مگر) اُنکی ہڈیاں بھی کہیں نظر نہیں آتیں پس حق تعالیٰ نے اُنکے واسطے یہ عادت جاری کردی ہے کہ وہ اپنے مکانات میں (زندگی بھر) رہتے ہیں اور جب اُن کو موت (کے قریب ہونے) کا احساس ہوتا ہے تو وہ خود بخود پوشیدہ مقامات میں چلے جاتے ہیں اور وہیں مرجاتے ہیں تو دیکھو ان تمام حیوانات کے دلوں میں یہ بات فطری طور پر کسطرح رکھی گئی ہے جو کہ انسان کو بڑی فکر اور سوچ کے بعد معلوم ہوئی ہے (کیونکہ اول اول انسان کو مردہ لاش کے دفن کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا بعد غور و فکر کے معلوم ہوا بلکہ اب بھی بعض قومیں دفن نہیں کرتیں بلکہ مردے کی لاش کو جلد پھونک کر آگ کی نذر کردیتی ہیں) ذرا چوپاؤں میں (پھر) غور کرو کہ اُنکی آنکھیں کسطرح سامنے کی طرف کھلی ہوئی بنائی گئی ہیں تاکہ وہ اپنے مقابل چیزوں کو (اچھی طرح) دیکھ سکیں۔ اسلئے (اب) نہ وہ کسی دیوار سے ٹکراتے ہیں نہ کسی گڑھے میں گرتے (پڑتے) ہیں اور اگر (کبھی) گڑھے وغیرہ کے پاس کو بھی گذرتے ہیں تو اُس سے بدک کر اپنے آپکو دور لیجاتے (اور اس سے بچ جاتے) ہیں حالانکہ جانوروں کو انجام کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی (کہ گڑھے میں گرنے کے بعد کیا ہوگا) تو جس (ذات) نے فطری طور پر اُن میں یہ باتیں پیدا کی ہیں کیا اُسکا یہی مقصود نہیں ہے کہ یہ چوپائے (آفات سے) صحیح سالم

رہیں تاکہ ان سے (بنی آدم) نفع حاصل کر سکیں؟ پھر چوپاؤں کے منہ کو دیکھو کہ وہ ناک (کے قریب) تک
پھٹا ہوا ہے (کہ ناک اور منہ میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے) تاکہ وہ گھاس اور دانہ چگنے پر (پوری طرح)
قادر ہو سکیں اور اگر اُن کا منہ انسان کے منہ کی طرح ہوتا تو وہ زمین سے کوئی چیز (منہ سے) نہ اُٹھا
سکتے (بلکہ انسان کی طرح اسکے محتاج ہوتے کہ ہاتھ سے اُٹھا کر منہ میں دانہ وغیرہ پہونچائیں) نیز جانور
اپنے لبوں سے بھی پاس کی چیز کو توڑ لیتے ہیں (اور یہ بات جانور ہی کے ساتھ مخصوص ہے انسان
اپنے لبوں سے کوئی چیز نہیں توڑ سکتا) پھر (خدا تعالےٰ کی طرف سے) اُن کے دل میں یہ بات بھی ڈالدی
گئی ہے کہ وہ اُسی چیز کو توڑتے (اور کھاتے) ہیں جو اُن کے لئے مفید ہے (اور جسمیں انکی غذا رکھی گئی
ہے) اور جس چیز میں نہ اُن کی غذا ہے نہ (اور کوئی) فائدہ ہے اُس کو چھوڑ دیتے ہیں دیکھو بعضے جانور
کسطرح چوس چوس کر پانی پیتے ہیں اور اُنکے منہ کے گرد (ہونٹوں پر) کس حکمت کے ساتھ بال پیدا کئے گئے
ہیں جنسے وہ پانی پیتے ہوئے تنکے اور گھاس وغیرہ کو ہٹا دیتے ہیں اور (کبھی منہ کو حرکت دیکر) پانی کو ہلا دیتے
ہیں تاکہ گدلا پانی ہٹ جاوے اور صاف پانی پی لیں تو یہ بال جانوروں کے لئے آدمی کے ہاتھ کا کام دیتے
ہیں۔ پھر چوپائے کی دم کو دیکھو اور اُس کی حکمت میں غور کرو کہ وہ کس تدبیر کے ساتھ سرپوش کی طرح
بنائی گئی ہے جسکے اطراف (و جوانب) میں بال پیدا کئے گئے ہیں۔ اُس کا ایک نفع تو یہ ہے کہ وہ جانوروں
کی شرمگاہ چھپانے کے لئے (اچھا خاصہ) پردہ ہے اور دوسرا نفع یہ ہے کہ جانوروں کی شرمگاہ اور رانوں
کے درمیان ہمیشہ گندگی رہتی ہے جسکی وجہ سے وہاں مکھیاں اور مچھر اکثر جمع رہتے ہیں اور بیٹھے پر بھی اکثر
یہ چیزیں بیٹھتی رہتی ہیں جنکے دفع کرنے میں چوپاؤں کو دُم ہلانے سے (بہت) مدد ملتی ہے گویا کہ وہ
اُنکے ہاتھ میں (ایک) پنکھا یا چوہری ہے جس سے وہ موذی جانوروں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتے اور
بھگا دیتے ہیں اور کبھی وہ اپنے سر کو حرکت دیدیتے ہیں جس سے اگلے حصہ کی مکھیاں (وغیرہ) بھاگ جاتی
ہیں نیز حق تعالیٰ نے چوپاؤں کو (موذی جانوروں کو دفع کرنے کے لئے) ایک خاص حرکت اور بھی عطا
کی ہے وہ یہ کہ جب مکھی (یا مچھر) اُنکے بدن پر کسی ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں دم یا سر نہ پہونچ سکے تو وہ
اپنی کھال کے خاص اُسی حصہ کو ایسی طرح حرکت دیتے ہیں کہ مکھی وغیرہ سب بھاگ جاتے ہیں اور یہ (خدا
تعالیٰ کی بڑی) عجیب حکمت ہے اُن جانوروں کے لئے جو کہ اپنے ہاتھوں سے یہ کام نہیں لے سکتے اور تیسرا

ع اس جگہ کتاب میں مقام فم الانسان لکھا ہے جو میرے خیال میں غلطی کاتب کی ہے ۱۲ مترجم

نفع دُم کا یہ ہے کہ جانور اُسکو دائیں بائیں حرکت دے کر اپنے (بدن) کو راحت دیتا ہو کیونکہ چاروں
ہاتھوں پیروں پر کھڑے ہونے کی وجہ سے اُسکے ہاتھ بھی بدن کا بوجھ اُٹھانے اور چلنے پھرنے میں
مشغول رہتے ہیں تو اُس کو دُم کے ہلانے سے (بہت) منفعت اور راحت پہونچتی ہے اور (اسی لیے)
وہ دُم اسکو جلدی جلدی ہلاتا رہتا ہے تاکہ (تھکن اور تعب اور کبھی مچھر وغیرہ سے اور اسکے سوا) جو تکلیف
اُس کو پیش آئے اُس سے زیادہ دیر تک پریشانی نہ ہو اور چوتھی حکمت اسمیں یہ ہے کہ جانور جب کسی حوض
یا گڑھے میں گر پڑتا ہے یا گارے کیچڑ میں پھسلجاتا ہے تو وہاں سے اُٹھنے اور نکلنے کے لئے دُم اُٹھانے
سے زیادہ آسان کوئی ترکیب اُسکے پاس نہیں ہوتی (ایسے وقت میں وہ اپنی دم ہی کے سہارے سے کام
لیتا ہے) اور پانچواں نفع یہ ہے کہ جب جانور کسی بلند جگہہ سے (بوجھ لیکر) اترتا ہے اور یہ اندیشہ ہوتا ہے
کہ کہیں یہ بوجھ اُسکی گردن پر نہ آپڑے یا سر سے گذر کر منہ پر نہ جا لگے تو اُس وقت اُس بوجھ کا دُم سے باندھ
دینا (ہی) اس خطرہ سے نجات دیتا ہے اور یہی طریقہ) اُس (بوجھ) کو ٹھیک اعتدال پر کر دیتا ہے۔
(کہ اب وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا) اور اس (صورت) سے جانور کو بھی اعتدال کے ساتھ چلنے میں اور
تکلیف سے محفوظ رہنے میں امداد ملتی ہے اور ان کے سوا بہت سی حکمتیں ہیں جنکو حکیم علیم (خدا ہی عز
وجل) کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاتھی کے (لمبے) ہونٹ کو دیکھو اور اسکی حکمت و تدبیر میں غور کرو کہ وہ
چارہ اُٹھانے اور اُس کو منہ تک پہونچانے میں ہاتھ کے قائم مقام ہے اگر ہاتھی کا ایسا لمبا ہونٹ
نہوتا) تو وہ زمین سے کوئی چیز نہ اُٹھا سکتا کیونکہ اُسکے لئے دوسرے جانوروں کی طرح لمبی گردن نہیں ہے
(جسکو دراز کر کے وہ چارہ اُٹھا سکے) تو اس جانور کے لئے جب گردن (لمبی) نہ تھی تو خدا نے اُس کے
لئے یہ لمبی سونڈ (بھی) بنا دی جس سے وہ اپنی ضرورت کی چیزیں اُٹھا لیتا ہے فسبحان اللطیف الخبیر
اسمیں بھی غور کرو کہ یہ سونڈ (ہاتھی کے لئے) مشکیزہ کا کام بھی دیتی ہے جسمیں وہ پانی بھر کر منہ میں
پہونچاتا ہے اور ناک کا کام بھی دیتی ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے۔ اور ہاتھ کا کام بھی دیتی
ہے جس سے وہ جو چاہتا ہے اپنی پیٹھ پر لاد لیتا ہے اور سوار جو کچھ مانگتا ہے اُس کو اُٹھا کر دیدیتا ہے
شتر گاؤ کے بدن کو دیکھو چونکہ اس کی پیدایش پہاڑی باغات میں ہوتی ہے تو اُسکے لئے (اونٹ کی
طرح) لمبی گردن بنائی گئی (حالانکہ باقی جثہ اُس کا گائے کے برابر ہے) تاکہ وہ اپنی غذا اُن (لمبے لمبے
درختوں سے حاصل کر سکے۔ لومڑی کی پیدایش میں غور کرو کہ خدا نے اُس میں کیسی ہوشیاری اور

۱۷

بیداری پیدا کی ہے کہ وہ جب زمین میں اپنا گھر بناتی ہے تو اُس کے اندر دو سوراخ رکھتی ہے جب (شکاری) اُسکو پکڑنا چاہتا ہے تو وہ ایک سوراخ کی طرف جاتی ہے جب شکاری اُدھر آتا ہے وہ) دوسری سوراخ سے نکلکر بھاگ جاتی ہے اور (ان دو سوراخوں کے علاوہ) وہ اور راستہ بھی پوشیدہ اپنے گھر میں بنا لیتی ہے پس اگر کسی وقت کھلے ہوئے رستوں کو روک دیا جاوے وہ فوراً اپنے سر سے دوسرا راستہ کھول کر باسانی بھاگ جاتی ہے جوکہ (سُرنگ کی طرح) زمین کے اندر پوشیدہ طور پر اُسنے پہلے سے بنا رکھا تھا۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے اُسکی فطرت میں جان بچانے کے لئے یہ ہوشیاری کیسی رکھی ہے اور حیوانات کے بارہ میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کی طبیعتیں اور مزاج مختلف بنائی ہیں سو جو جانور انسان کے کھانے کے کام میں آتے ہیں اُن میں اطاعت اور انقیاد کا مادہ پیدا کیا گیا ہے اور اُنکی غذا نباتات (گھاس دانہ وغیرہ) ہے (گوشت اُنکی غذا نہیں ہے کیونکہ گوشت کھانے والے جانور اکثر سخت مزاج اور غصہ ور ہوتے ہیں) اور جو سواری کے کام میں آتے ہیں اُنکی طبیعت نرم اور غصہ کم اور اطاعت وانقیاد کا مادہ اُن میں بقدر ضرورت رکھا گیا ہے جس سے وہ سواری اور لادنے کا کام دے سکیں اور جو جانور غصہ والے حملہ کرنے والے بھی ہیں وہ اگر تعلیم کے بعد انسان کے کام آسکتے ہیں تو اُن میں تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کر دی گئی ہے تاکہ انسان اُنسے شکار اور حراست وغیرہ میں مدد حاصل کر سکے اور اسلئے اُن کو آلات اور ہتھیاروں سے مسلح کر دیا گیا ہے چنانچہ منجملہ ایسے جانوروں کے ہاتھی بھی ہے کہ اُس کو خدا نے خاص فہم (اور ہوشیاری) عطا کی ہے اور وہ مانوس ہو جانے اور تعلیم حاصل کرنے کے بہت زیادہ قابل ہے پھر (تعلیم دیکر) اُس سے سواری اور لڑائی کا کام لیا جاتا ہے

ف حضرت حکیم الامت نے سفر رنگون سے واپس تشریف لاکر بیان فرمایا کہ ہم نے رنگون میں ایک کارخانہ کی سیر کی۔ جسمیں ہاتھی مزدوروں کی جگہ کام کرتا تھا۔ کارخانہ والے نے ہماری سامنے ہاتھی سے کام لیکر دکھایا اُس کارخانہ میں لکڑی کا کام ہوتا تھا بڑی بڑی شہتیر اور لکڑ اوپر نیچے وہاں رکھی ہوئے تھے ہاتھی بان نے ہاتھی کو اشارہ کیا کہ سب سے نیچے جو شہتیر پڑا ہوا ہے اُسکو نکالے ہاتھی سلنے اپنے سر سے اور سونڈ سے آہستہ آہستہ اُسکو اس ہوشیاری سے نکالا کہ اوپر کے شہتیر اپنی اپنی جگہ رکھے رہے نیچے کے شہتیر کو سرکاتا جاتا اور سونڈ سے اوپر کے شہتیروں کو سہارا دیتا جاتا تاکہ وہ نیچے نہ گر پڑیں پھر اُس کو نکالکر کھڑا ہو گیا ہاتی بان نے اشارہ کیا کہ اس کو مشین پر لیچلو وہ اپنے سر سے اور سونڈ سے سرکاتا ہوا اُس کو مشین پر لیچلا اور مشین پر لیجاکر اُسکو ایسا جانچ کر سیدھا رکھا کہ سر مو فرق نہ تھا پھر اُس کو رکھکر دائیں بائیں سے دیکھتا جاتا تھا کہ ٹیڑھا تو نہیں رکھا گیا

نفرت ہو جاتی ہے تو پھر اُسکے پاس دوبارہ بہت کم آتی ہیں اور منقول ہے ذوالنون مصری رح نے ایک شخص کو دریائے نیل میں تھوکتے ہوئے دیکھا تو آپنے فرمایا تعست یا مغیض تبصق علی اکرم نعم اللہ عزوجل علی عبادہ۔ ارے کمبخت تیرا ناس ہو تو خدا کی سب سے بڑی نعمت پر تھوکتا ہے جو اُسنے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے۔ اھ پس اے عزیز اگر تم اپنے اوپر ہمیشہ نعمتوں کا فائض ہونا چاہتے ہو تو اُن کا شکر ادا کرتے رہو اور دل کھول کر محتاجوں کو دیتے رہو اور اُس غلام کی طرح نہ بنجاؤ جسکو کریم آقا نے اپنے مال میں نائب بنا دیا ہو کہ اُس کے دوسرے غلاموں پر (قاعدہ کی موافق) خرچ کرتا رہے کیونکہ حق تعالیٰ نے حاجت سے زیادہ جو کچھ تم کو دیا ہے وہ صرف اسی واسطے ہے کہ تم اُسکو حق تعالیٰ کے دوسرے بندوں پر خرچ کرتے رہو کیونکہ حق تعالیٰ بڑے حکیم ہیں اُن کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو حکمت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر شخص کو بقدر حاجت دیا جائے زیادہ نہ دیا جائے پس جو مال و متاع حاجت سے زیادہ کسی کو دیا گیا ہے وہ اُس شخص کیواسطے نہیں بلکہ دوسروں کے واسطے ہے اور اُس شخص کو صرف خرچ کرنے کے لئے نائب بنایا گیا ہے) اور سیدی داؤد عزب رح اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اذا رزق اللہ الفتی مایصونہ ‏ ‏ وسلم من فتنۃ وضلال

وعافاہ مع امن واصبح شاکیا ‏ ‏ لدی قتۃ حال اولقلۃ مال

فقل نعم ان انت احکمت قیدھا ‏ ‏ بشکر والا اذنت بزوال

(ترجمہ) جب حق تعالیٰ انسان کو اسقدر روزی عطا فرمادے جو اُسکی آبرو کو محفوظ کر دے اور اللہ تعالیٰ شرک و گمراہی سے اُسکو بچائے اور امن کے ساتھ اُسکو صحت و عافیت بھی دیدے اور پھر بھی وہ شکستگی حال یا قلت مال کی شکایت کرنے لگے تو اُس سے کہدو کہ یہ بہت بڑی نعمتیں ہیں اگر تم شکر (کی زنجیر) سے مضبوطی کے ساتھ ان کو سنبھالے رہو گے تو یہ رہینگی ورنہ عنقریب زائل ہو جائینگی اور سیدی ابراہیم جعبری رح یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

خبز وماء وظل۔ ذاک النعیم الاجل ‏ ‏ جحدت نعمۃ ربی۔ ان قلت انی مقل

روٹی اور پانی اور سایہ (یعنی رہنے کے قابل گھر) یہ بہت بڑی نعمت ہے اگر میں اب بھی اپنے آپکو

قلیل المال کہوں تو میں نے خدا کی نعمت کی (بڑی) ناشکری کی ۔ اور ہم نے رسالۃ الآداب میں اس عہد پر مبسوط کلام کیا ہے واللہ علیم حکیم

(۹۷) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ بالغ (اور جوان) نوکروں میں سے کسی کو اپنے پیچھے اپنے اہل وعیال کے سامنے جانے کی اجازت ندیں اگرچہ وہ خصی (یعنی خواجہ سرا) ہی ہوں جن کو مردوں کی طرح خواہش نہوتی ہو کیونکہ اُن کو بھی اجنبی عورتوں کی طرف نظر کرنا اور تنہائی میں اُن کے پاس آنا جانا حرام ہے پس عزیز من اپنی عورتوں کا خواجہ سرا غلاموں سے بھی ویسا ہی پردہ کراؤ جیسا کہ خواہش والے آزاد مردوں اور غلاموں سے پردہ کراتے ہو اور بڑے طبقہ کے لوگوں نے جو خواجہ سراؤں کو اپنی بیبیوں اور باندیوں کے پاس آنے جانے کی اجازت دے رکھی ہے وہ صرف اسواسطے کہ اُن کی طرف سے یہ اطمینان ہے کہ یہ اُنکی بیوی یا باندیوں سے زنا نہیں کر سکینگے کیونکہ اُن کے پاس آلہ شہوت ہی نہیں لیکن (زنا نہ کر سکنے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ وہ کچھ اور بھی نہ کر سکینگے مثلاً شہوت کے ساتھ نظر کرنا ۔ چھونا تقبیل وغیرہ کرنا ان افعال کے لئے تو آلہ شہوت کی ضرورت نہیں پس خواجہ سرا غلاموں سے ان) تمام باتوں کا تو اطمینان نہیں ہو گیا یہ تو ایسا ہے جیسا کہ ایک ظلم دوسرے ظلم سے کم ہوتا ہے (اسی طرح زنا سے کم درجہ میں اور بھی گناہ ہیں تو ایک گناہ یعنی زنا کا انتظام کر لیا لیکن دوسرے مفاسد کا کیا انتظام کیا بلکہ بعض دفعہ خواجہ سراؤں سے زنا بھی صادر ہو جاتا ہے کیونکہ بعض دفعہ اُن کی قوت بالکلیہ زائل نہیں ہوتی تو ایسا شخص جماع پر قادر ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اُس کو بیکار سمجھ کر بے تکلف عورتوں کے پاس آنے جانے کی اجازت دیدیتے ہیں جس سے بعض دفعہ زنا کی نوبت آجاتی ہے اور اگر اسکی نوبت بھی نہ آئے تو نظر شہوت اور لمس وتقبیل پر تو وہ ضرور قادر ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ زنا ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور آنکھ بھی زنا کرتی ہے پس غیر ممتد آدمی اسکو ہر گز گوارا نہیں کر سکتا اور آجکل تو یہ غضب ہے کہ اُمراء کے گھروں میں جوان مرد نوکروں سے بھی پردہ نہیں کراتے ۔ فلاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ) اور عزیز من ! خوب سمجھ لو کہ جس طرح بعض اوقات مطبخ کی کالی کلوٹی باندیوں سے ہنسی مذاق کرنے کو تمھارا جی چاہتا ہے حالانکہ تم عقل اور شرافت اور کمال کا دعویٰ کرتے ہو اسی طرح تمہارے پیچھے تمھاری بیوی کا

۳۰

بھی جی چاہ سکتا ہے کہ حبشی کالے کلوٹے غلام سے ہنسی مذاق کرے بلکہ اُس کا اسمیں مبتلا ہو جانا تم سے زیادہ قریب الوقوع ہے کیونکہ وہ شہوت میں تم سے بڑھی ہوئی ہے[ع] اور آجکل باندیوں سے وطی بکثرت کی جاتی ہے جس سے جبرئیل علیہ السلام کے قول کی تصدیق ہوگئی جو حدیث اسلام میں وارد ہے من علامۃ الساعۃ ان تلد الامۃ ربتہا (قیامت کی علامت یہ ہے کہ باندی اپنی سیدہ کو جنے گی یعنی لوگ باندیوں سے بکثرت جماع کرینگے اور باندی کے پیٹ سے آقا کی اولاد آزاد ہوتی ہے تو وہ اولاد اپنی ماں کی آقا ہو جاوے گی کیونکہ ماں باندی ہے اور اولاد آزاد ہے اھ - اس حدیث کے چند مطلب بیان کیے گئے ہیں ایک معنی یہ بھی ہیں جن کی طرف علامہ نے اشارہ کیا ہے) پھر باندیوں سے مجامعت کرنیوالوں کو سب سے زیادہ بُری صورت یہ پیش آتی ہے کہ جب باندی کو حمل رہجاتا ہے تو وہ اپنی بیوی کی دلداری اور دلجوئی کے خیال سے اپنے بچہ سے انکار کر دیتا ہے (کہ یہ میرا حمل نہیں ہے کسی اور کا ہوگا جس سے بلا وجہ ایک پاکدامن پر زنا کا بہتان لگتا ہے) اور (اس سے بڑھ کر یہ کہ) بعض لوگوں نے باندی کے پیٹ سے اپنے بچہ کو بیچ بھی دیا (تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ یہ بچہ اسکے نطفہ کا نہیں بلکہ یقیناً کسی دوسرے کا ہے تاکہ اسکی بیوی اور اسکا خاندان راضی رہے) خدا تعالیٰ ایسی جہالت سے بچائے نسال اللہ العافیۃ آمین

(۹۸) ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے بھائیوں (اور دوستوں) کو صحبت اولیاء کے آداب بتلاتے رہیں جن میں سے ایک ادب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں محض خدا کے لئے رہیں یا (اگر اپنی غرض ہی کے واسطے رہیں تو محض) اسلئے کہ وہ میدان قیامت میں انکی دستگیری فرمائینگے اور یہ غرض نہونی چاہئے کہ جب اُنپر کوئی ظلم کریگا تو وہ بزرگ دنیا کی مصیبتوں سے اُن کو بچائینگے جیسا کہ (امراء) اور حکام دولت کا ایسا خیال ہوا کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں کو اولیاء کی صحبت سے صرف یہی غرض ہوتی ہے کہ وہ ان کے حوائج میں توجہ

[ع] اطباء نے لکھا ہے کہ عورت کی شہوت مرد سے زیادہ ہے اور یہ بات بالکل صحیح ہے کیونکہ شہوت کمزور کو زیادہ ہوتی ہے اور کمزور کو ضبط کی بھی قوت کم ہوتی ہے چنانچہ قوی المعدہ کو بار بار بھوک نہیں لگتی اور کمزور معدہ والے کو بار بار بھوک ستاتی ہے اور اسکو بھوک کا ضبط کرنا بھی دشوار ہوتا ہے پس شہوت عورت میں زیادہ ہے اور قوت مرد میں زیادہ ہوتی ہے ۱۲ مترجم

۴۰۱

فرمائینگے (تو سب کام مرضی موافق ہوتے رہینگے) اور جو کوئی ان کے منصب کے لئے بیجا کوشش کریگا اُسکو روکدینگے (یعنی بزرگوں کی توجہ سے ہمارا منصب ہمیشہ قائم رہیگا کوئی ہم کو معزول نہ کر سکیگا) اگرچہ یہ جتنا چاہیں ظلم میں بڑھتے رہیں اور رعیت کو تکلیف اور مصیبت پہونچاتے رہیں اور بخدا ایسی توجہ اور ایسا تصرف تو آجکل کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں کر سکتا (کہ باوجود تمہارے ظلم وستم کے تمکو مصیبتوں سے بچائے) کیونکہ (آجکل) بلائیں (بارش کی طرح) بہت زیادہ نازل ہو رہی ہیں اسکو خوب سمجھ لو۔ پھر ایک ادب اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے والے کیلئے یہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے کوئی (عمدہ) چیز کھانے پہننے کی (تنگی ہوتے ہوئے) خاص نہ کرے (بلکہ ایسی چیزوں میں شیخ کو اپنے نفس پر مقدم کرے) اور نہ (بدون اُسکی اطلاع کے) نکاح کرے اور نہ اُن کی اہل و عیال و اولاد اور اصحاب کے لئے کچھ مال و متاع خرچ کرنے میں بخل کرے۔ اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے والے کو جان لینا چاہئے کہ وہ جو کچھ ولی کی خدمت میں پیش کرتا ہے وہ اُس دولت کے مقابلہ میں ایک پیسہ کی برابر بھی نہیں جو اُسکے ہاتھوں سے حاصل ہوگی یعنی دنیا و آخرت کی بھلائی اور بہبودی اور مصائب و شدائد کے وقت دستگیری و اعانت اور اگر کبھی شیخ خود یہ کہے کہ تم اگر ہمارے ساتھ دنیوی سلوک اور ہماری جماعت کے ساتھ احسان نہیں کرتے تو ہمارے پاس نہ رہو تو اس بات سے شیخ پر انکار نہ کرنا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ ایسی باتوں سے شیخ اسکا امتحان کرنا چاہتا ہے محبت دنیا کی وجہ سے وہ یہ بات نہیں کہتا کیونکہ اگر محبت دنیا اسکا منشا ہوتی تو ولی نہ ہو سکتا اور نہ حق تعالیٰ اُسکو دوسروں پر رفعت و بلندی عطا فرماتے۔ شیخ اس امتحان سے مرید کے اس دعوی کی تحقیق کرنا چاہتا ہے کہ حضرت آپ مجھکو تمام مال و دولت سے زیادہ محبوب ہیں جیسا کہ اکثر تجار ایسے دعوے کیا کرتے ہیں وہ جب کسی فقیر کی صحبت اختیار کرتے ہیں تو (قسمیں کھا کر) کہتے ہیں کہ واللہ حضور ہمارے نزدیک جان و مال اور اولاد وغیرہ سب سے زیادہ عزیز ہیں پھر جب شیخ اُن سے کسی فقیر کو دینے کیلئے (امتحان کے طور پر) ایک دینار طلب کرتا ہے تو وہ اُن پر گراں گذرتا ہے جس سے وہ رسوا ہو جاتے ہیں (کیونکہ امتحان کی کسوٹی سے اُنکی قلعی کھلجاتی ہے اور

۳۲

سبکو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ دعویٰ محض باتیں ہی باتیں ہیں) اور سیدی شیخ یوسف عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خانقاہ کے دربان سے فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص خانقاہ کا دروازہ کھٹکھٹائے تو کواڑ کی درازوں سے دیکھ لیا کرو (کہ کچھ اپنے ساتھ بھی لایا ہے یا خالی ہاتھ آیا ہے) پس اگر یہ معلوم ہو کہ فقرا کیلئے کوئی چیز اپنے ساتھ لایا ہے تب تو دروازہ کھولدو۔ ورنہ (سمجھ لو کہ اُنکا مقصود محض بیہودہ زیارتیں (اور فضول ملاقاتیں) ہیں (اس صورت میں دروازہ نہ کھولا جائے) بعض لوگوں نے اس بارہ میں شیخ سے عرض کیا (کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ خالی ہاتھ آنیوالوں کیلئے دروازہ نہ کھولا جائے اس سے تو محبت دنیا کا شبہہ ہوتا ہے) آپنے فرمایا کہ ہمارے پاس سب سے زیادہ عزیز چیز اپنا وقت ہے اور اہل دنیا کے پاس سب سے زیادہ عزیز دنیا ہے پس اگر وہ اپنی

لے اس مضمون سے دنیا کمانیوالے پیر بہت خوش ہوئے ہونگے کہ ہمارا قدیمی اصول صحیح ہوگیا کہ خالی آوے خالی جاوے مگر حاشا للہ شیخ کا یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ اس قول کا منشا صرف یہ ہے کہ بعض مشائخ کے یہاں اہل دنیا کا ہجوم دنیاوی مطالب کے لئے زیادہ ہونے لگتا ہے اور طلب خدا کے لیے شاذ و نادر ہی کوئی آتا تھا اس سے انکو تکلیف ہوتی تھی اور وقت بہت ضائع ہوتا تھا اسکی روک تھام کے لئے وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے چنانچہ ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ جو خالی ہاتھ آوے اُسکے لیے دروازہ نہ کھولا جائے اب جسکو بہت ہی محبت ہوگی وہی آویگا جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص نے اپنے شیخ سے شکایت کی کہ ہجوم خلائق سے میں بہت تنگ آگیا ہوں شیخ نے کہا کہ تمھارے پاس جو غربا آتے ہیں اُن کو کچھ روپیہ قرض دیدیا کرو اور جو اُمرا آئیں اُن سے روپیہ مانگا کرو تو جو دنیا کے لئے آتے ہیں آہستہ آہستہ سب آنا چھوڑ دینگے۔ بزرگان سلف تو اس تدبیر سے دنیا والوں کو اپنے پاس آنے سے روکنا چاہتے تھے اور آجکل ان باتوں کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور اسکو تصوف کے اصول میں داخل کیا گیا ہے کہ خالی آوے خالی جاوے حالانکہ اول تو یہ محض ہجوم خلائق کم کرنے کی ایک تدبیر تھی اور اگر کسی محقق کے کلام میں یہ الفاظ قاعدہ کے طور پر موجود بھی ہوں تو اس کا وہ مطلب نہیں جو طالب دنیا مشائخ نے سمجھا رکھا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو اخلاص سے خالی آوے وہ فیض سے خالی جاوے۔ واللہ اعلم ۱۲

(مترجم)

۳۳

سب سے زیادہ عزیز چیز ہمارے لئے خرچ کریں تو ہم بھی اپنی عزیز چیز کو انکے لئے خرچ کر دینگے (یعنی کچھ وقت انکی ملاقات کیلئے نکالدینگے) ورنہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تو اپنی پونجی کو قفل لگا کر رکھیں اور ہم اپنی پونجی کو زیارت و ملاقات میں ضائع کریں حاصل جواب کا یہ ہے کہ ہمکو اپنا وقت ضائع کرنا مقصود نہیں اسلئے آنیوالوں کیلئے ہم نے یہ قانون مقرر کردیا ہے اس آنیوالوں کے خلوص کا امتحان ہوجائیگا اور غیر مخلصوں کے آنیکا دروازہ بند ہوجائیگا واللہ غنی حمید۔

(۹۹) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ دنیوی غرض کیلئے کسی (سے دوستی نکریں اور نیز اس غرض سے کسی) کو اپنی صحبت (و بیعت) میں داخل نکریں فان کل ما کان لغیر اللہ یضمحل و یفنی کیونکہ جو کام اللہ کیلئے نہیں ہوتا وہ مضمحل اور فنا ہوجاتا ہے (پس جو دوستی دنیا کیلئے ہوگی وہ برقرار نہیں رہ سکتی) اور للّٰہی دوستی کی پہچان (اور اُس) کا معیار یہ ہے کہ ہم اپنے دوست سے شرعی وجہ کے سوا اور کسی وجہ سے (کسی صورت میں) بھی نہ بدلیں پس اگر اُس دوست کی عادت مثلاً یہ ہو کہ جب ہم حج سے واپس آتے ہوں تو وہ ہمارے استقبال کو شہر سے باہر آتا ہو (اور ہمارے واسطے) کھانا اور کپڑا ساتھ لیکر ملنے آتا ہو پھر وہ اس (دستور) کو قطع کردے اور ہمارے گھر میں آکر دوسرے آدمیوں کی طرح (خالی) سلام کرنے لگے تو اگر اس صورت میں ہم اُس سے بدل جائیں (اور پہلی سی بھگت اور محبت میں کمی کردیں) تو (جان لو کہ) ہماری دوستی اللہ کیواسطے نہ تھی (بلکہ محض دنیا کیواسطے تھی کیونکہ اگر ہماری دوستی اللہ کیواسطے ہوتی تو اسحالت میں ہم اُس سے ہرگز نہ بدلتے آخر اُسنے خدا کا کونسا گناہ کیا (اور شریعت کے خلاف کیا بات کی) خصوصاً اگر وہ محتاج اور پریشان حال بھی ہو اور ہم اُسکے ہدیہ کی مکافات بھی (ویسی) نہ کرتے ہوں جیسی وہ (ہدیہ لانے میں) مشقت برداشت کرتا ہے (تب تو ہمارا بدلجانا بہت ہی عجیب ہوگا اس صورت میں تو اگر وہ ہدیہ پیش بھی کرے تو ہمکو قبول نہ کرنا چاہئے تھا نہ کہ اُلٹا ہدیہ نہ لانے سے ہم کو ناگواری پیدا ہو۔)

عــہ میں کہتا ہوں کہ ہدیہ کے بارہ میں حضرت حکیم الامۃ کا دستور العمل بہت ہی عجیب و غریب ہے (۱) اول ملاقات میں کبھی ہدیہ قبول نہیں کرتے کیونکہ خلوص محبت کا حال معلوم نہیں (۲) مخلصین کا ہدیہ بالالتزام نہیں لیتے بلکہ التزام سے منع فرماتے ہیں (۳) ہدیہ دینے والے کی ایک دن کی آمدنی سے زیادہ نہیں قبول کرتے اور دو ہدیوں میں کم از کم ایک مہینہ کا فصل ضروری سمجھتے ہیں (۴) اگر کوئی مخلص جوش میں آکر زیادہ مقدار پیش کرے تو اُس میں سے کچھ قبول کرلیتے ہیں اور زیادہ مقدار واپس کردیتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ بعض دفعہ مخلص دوست جوش محبت میں بہت زیادہ دیدیتے ہیں مگر میں اتنا قبول کرتا ہوں کہ جوش ختم ہونیکے بعد بھی اس ہدیہ کے دینے سے اُسکے دلمیں ویسا ہی انشراح رہے جیسا کہ جوش کے وقت تھا اور ساری مقدار قبول نہیں کرتا کیونکہ جوش محبت میں تو اُسکی گرانی ہدیہ دینے والے کے دل پر نہیں ہوتی مگر جوش ختم ہونے کے بعد ممکن ہے کہ نفس پر بار معلوم ہو کہ یہ میں نے کیا حماقت کی کہ اتنی مقدار دے ڈالی اسلئے میں اتنا ہی لیتا ہوں جسکا اُس کے دل پر کبھی بار نہو اور اس سے زیادہ کو جائز نہیں سمجھتا اگرچہ ہدیہ دینے والا کیسا ہی مخلص ہو۔ اسپر اکثر لوگ نظر نہیں کرتے اور مخلصین کے ہر ہدیہ کو قبول کرلینا جائز سمجھتے ہیں۔

فللہ در ہٰذا من حکیم ۱۲ مترجم

بعین الانصاف ونظر نافیھا بحیث لایمکن لک ولا عوانک وانصارک و لو کان بعضھم لبعض ظھیرا دفع ما نظرنا فی مقالاتک الزائغۃ عن الحق والحائدۃ عن سبیل الانصاف وما جادلناک فیما قلنا والحمد للہ علی ذلک فاترک الحسد والعناد واسلک سبیل الرشاد واترک الجدال واللداد واتق اللہ رب العباد فانہ یحاسبک یوم التناد ویواخذک باتخاذک الٰھک ھواک و ماعلینا الا البلاغ۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ بہشتی زیور کا مسئلہ فال گرفتن از کتب بزرگاں بھی بالکل بے غبار ہے اور معترض کا اسپر اعتراض جہل محض اور عناد صرف ہے۔

یہ تو تحقیق تھی مسئلہ بہشتی زیور کی اور جواب تھا معترض صاحب کی ہفوات کا۔ اب ہم مستقل طور پر اس اعتراض کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو کسی نافہم کو ہماری تحریر سے حضرت مولانا مدظلہم پر یا حضرت مولانا مدظلہم العالی کے فعل سے ہماری تحریر پر ہو سکتا ہے یعنی یہ کہ تم نے تحقیق سابق میں ثابت کیا ہے کہ کتابوں سے فال لینا ناجائز ہے اور حضرت مولانا مدظلہم العالی نے کتابوں سے فال لی ہے جیسا کہ الامداد سے ظاہر ہے۔ پس یا تمہاری تحقیق غلط ہے یا حضرت مولانا مدظلہم العالی نے خدانخواستہ ناجائز فعل کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کتابوں سے فال لینے کا مسئلہ بشرطیکہ اس میں فساد عقیدہ نہو مختلف فیہ ہے اور علماء میں اسکے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب کے فتوے سے معلوم ہو چکا ہے اسلئے اس مسئلہ میں سعت ہے۔ ہمارے نزدیک دلائل سے اسکا عدم جواز راجح ہوا لہذا ہمنے مانعین کا قول اختیار کیا اور حضرت مولانا کے نزدیک ملا علی قاری اور اُن کے ہمخیال علماء کی رائے کے موافق (خواہ اس وجہ سے کہ اُن کو مانعین کے دلائل کی اطلاع نہ تھی اور اس وجہ سے وہ مانعین و مجوزین کے درمیان اختلاف لفظی سمجھتے تھے یا اور کسی وجہ سے) اسکا جواز ثابت تھا۔ اسلئے اُنھوں نے اس فعل کو کیا۔ پس نہ ہمپر اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ دلائل ہم کو قول بعدم الجواز کے لئے مجبور کرتے ہیں اور نہ حضرت مولانا مدظلہم العالی پر کوئی الزام ہو سکتا ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کا عدم جواز ثابت نہ تھا اسلئے وہ معذور تھے

لہٰذا اُن پر کوئی ملامت نہیں ہوسکتی۔ معترضو! تم نے دیکھا کہ کسی معتقد کے مرتبہ کے اقرار کے ساتھ اُس کے ساتھ اختلاف کرنے کے یہ معنی ہیں جو کہ ہم نے تم کو آنکھوں سے دکھلائے کہ ہم نے حضرت مولانا کے ساتھ اس مسئلہ میں اختلاف کیا لیکن جو اعتقاد اور عظمت حضرت مولانا کی ہمارے قلب میں پیشتر تھی وہ ہی اب بھی ہے اور ہماری کسی بات سے تنقیص و تحقیر ظاہر نہیں ہوتی۔ پس اگر تم بھی واقع میں حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مرتبہ کے مقر ہوتے اور فی الحقیقت اُن کو فخر اللاحقین بالمہرۃ السابقین سمجھتے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو ناممکن تھا کہ تم سے تحقیر و توہین صادر ہوتی اور تم حضرت مولانا کے مقابلہ میں کھلے ہوئے مکابروں سے کام لیتے۔ نیز اس سے تم کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہم مولانا کی حمایت نہیں کر رہے ہیں بلکہ حق کی اعانت کر رہے ہیں

تم الجزء الاول من التحقیقات المفیدۃ و یتلوہ الجزء الثانی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ والحمد للہ رب العلمین

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات زبدۃ الفضلا منتخب الکملا فخر العلما قدوۃ الفضلا والاماثل بہجۃ المحافل رأس المفسرین سند المتکلمین شیخ الہند حضرت مولانا المولوی محمود حسن دیوبندی نور اللہ مرقدہ

ہر طرف پڑتی ہے حسرت سے نگاہ — یہ جہاں سارا ہے نظروں میں سیاہ
کیا کہوں کیوں دل مرا بیتاب ہے — کس لئے یہ حال ہے میرا تباہ
حافظِ علمِ حدیث و فقہ دیں — تاجدارِ ملکِ عرفانِ الٰہ
ماہرِ تفسیرِ قرآن کریم — عارفِ اسرارِ حق بے اشتباہ
کون وہ مولائے محمود الحسن — جو کہ ملکِ ورع کے تھے بادشاہ
عالمِ فانی سے رخصت ہوگئے — لی انہوں نے آج سوئے خلد راہ
ہوگئی حاصل رضائے حق انہیں — فضل و رحمت ہوگئی اُن کی پناہ

اُن کی یہ آواز ہے سالِ وفات
آہ شیخِ ہند فخرِ ہند آہ
۱۹ ۲۰ عیسوی

دیگر

وہ چلی بادِ خزاں بربادِ ریاضِ دہر میں — جس سے پژمردہ ہوئی ہر اک نخلِ ہدیٰ و اہتدا
انتقالِ شیخ محمود الحسن سے کیا کہوں — رہ گئے بے سر کے ہیں سب آج اہلِ اتقا
چاہتے ہو گر سنِ ہجری وصالِ شیخ کا — تو کہو تم۔ آج رنج و یاد و غم ہے۔ بے ریا
جس گھڑی دل کو ہوئی ہے فکرِ تاریخِ وصال — ہوگیا شعلہ بلند آہِ شرر انگیز کا
از سرِ بے تابی یہ آواز ہاتف نے کہا
چل بسا دارالبقا سالارِ قومِ اتقیا

اسیرِ رنج و محن
احقر مہدی حسن غفرلہ
مہتمم راندیر

آخری پیام

ناظرین کو معلوم ہے کہ ہمارا اصلی مسلک تو یہی ہے کہ ہم فتنوں سے الگ رہیں اور ہم ابتدائے شورش سے ایک عرصہ تک
اپنے اسی مسلک پر قائم رہے۔ مگر جس امر نے ہمکو تکلم پر مجبور کیا۔ وہ تین باتیں تھیں ایک یہ کہ ہم نے دیکھا
کہ مسلمان ادھر ادھر کفریات میں مبتلا ہو رہے ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ ان کو راہ راست بتلائے
اور دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہمارے سکوت سے متحیر تھے اور اپنے لئے صحیح رستہ معلوم کرنے کے
متمنی تھے۔ تیسری یہ کہ ہمپر اخباروں اور پرائیویٹ خطوط کے ذریعہ سے دباؤ ڈالا گیا کہ تم کیوں نہیں
بولتے۔ ضرور بولو۔ ان وجوہ سے مجبوراً ہم کو اپنا طبعی مسلک چھوڑنا پڑا اور ہم تکلم پر مجبور ہوئے
اب چونکہ بحمد اللہ پورے طور پر حق واضح ہو چکا ہے اسلئے ہم نے پھر اپنے طبعی مسلک کی طرف عود
کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور اس قسم کی تحریرات کا جو ذخیرہ ہمارے یہاں موجود تھا اونکی اشاعت
بند کر دی ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ آیندہ ہماری کوئی تحریر نہ نکلیگی۔ دوسری بات جسکا اس جگہ ظاہر کر دینا ضروری ہے
وہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی متعدد تحریروں میں اس امر کو صاف الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے کہ نہ ہمکو حضرت
مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ سے کبھی مخالفت ہوئی اور نہ اب ہے بلکہ ہم انکے ساتھ حسن عقیدت
کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ رہا موجودہ تحریکات کے متعلق اختلاف سو اسکی حقیقت صرف
یہ ہے کہ حضرت مولانا نفس تحریکات موجودہ کو مفید خیال فرماتے تھے اسلئے وہ انکے مؤید تھے
ہم انکو مضر سمجھتے ہیں اسلئے ہم انکے مؤید نہیں۔ اور یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور
صاحبین کے درمیان فرقہ صابیہ کے نکاح میں اختلاف ہے وہ درحقیقت ایک واقعہ کی تحقیق میں اختلاف
ہے نہ کہ نفس مسائل میں۔ رہے وہ منکرات شرعیہ جو ان تحریکات میں شامل ہو گئے ہیں سو نہ حضرت مولانا
انکی اجازت دے سکتے ہیں اور نہ ہم۔ پس ہمارے اور حضرت مولانا کے اختلاف کی حقیقت محض اختلاف
رائے ہے اور کچھ نہیں اور اجتہادیات میں اختلاف رائے کوئی نئی بات نہیں بلکہ عہد نبوی سے ابتک
بلا نکیر برابر ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ ہمارے اکابر میں اسکی ایک نظیر حضرت مولانا رشید احمد صاحب
گنگوہی و حضرت حاجی صاحب قدس سرہما کا بعض مسائل میں اختلاف ہونا ہے۔ امید ہے کہ وہ
حضرات جو منشاء اختلاف سے ناواقف ہونیکے سبب ناحق کی بدگمانیوں میں مبتلا ہیں۔ اس منشاء اختلاف
کے معلوم ہو جانیکے بعد اپنے خیالات کی اصلاح فرمالینگے اور لایعنی بدگمانیوں سے احتراز فرمائینگے اور اگر
کسی کی بدگمانی اس سے بھی نہ رفع ہو تو ہم بجز اسکے کچھ نہ کہینگے فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون

احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ حبیب احمد کیرانوی عفی عنہ ۲۰ ربیع الثانی

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا (رواہ الشیخان عن ابن مسعود)

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداد و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت

قدرے از فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ و العقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسلطنۃ الجدیدہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیہ و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است باجل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیر است بہ تبرک بنام نامیش نیز و تاسعہا الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۱۱) بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ ہجری جلد (۶)

باداراۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

غفور علی پریس مین تھانوی

این صحیفہ کامدرش امداد نام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابتہ ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا (مدیر)

سوال- ایک عورت نے اپنے شوہر کی اجازت سے اپنا دودھ اپنے چچازاد بھائی کو بطور دوا ناک میں ڈالنے کو دیا اُس بھائی نے اُس دودھ کو خالصًا یا دوسری ادویات میں شامل کرکے ناک میں سعوط کیا اسوقت ایک لڑکی حالت رضاعت میں تھی جو کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئی استعمال دودھ کے کچھ عرصہ بعد اس عورت کے اولاد ہوئی اور اسکے چچازاد بھائی مذکور کے بھی اولاد ہوئی۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اسبارہ میں کہ آیا اُس عورت کے لڑکوں کا عقد نکاح اُسکے چچازاد بھائی مذکور کی لڑکیوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب- نہیں۔ لانھن بنات الاخ لھم رضاعًا فی الدر المختار باب الرضاع والحق بالمص الوجور والسعوط الخ۔ کتبہ اشرف علی ۲۵؍ رجب ۳۸ھ

سوال- آجکل یہ دستور ہوگیا ہے کہ پیداوار ایکھ یعنی اسکا معاملہ خرید ایسے وقت ہوجاتا ہے کہ کہیں ایکھ بوئی بھی نہیں جاتی ہو کہیں کچھ کچھ بوئی جاتی ہے اگر نہیں خریدی جاتی تو عین وقت پر جبکہ رس تیار ہو ملتی ہی نہیں ہے اس صورت میں خریداری کھنڈسال کی اجازت ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اگر اجازت نہو تو غالبًا کھنڈسال ہی نہو یا بہت ہی زائد قیمت دینے پر شاید ملے۔ ا

الجواب- عقد سلم میں بیع کا وقت عقد سے وقت میعاد تک برابر پایا جانا حنفیہ کے نزدیک شرط ہے۔ اگر یہ شرط نہ پائی گئی تو عقد سلم جائز نہوگا۔ لیکن شافعی رح کے نزدیک صرف وقت میعاد پر پایا جانا کافی ہے کذا فی الھدایہ۔ تو اگر ضرورت میں اس قول پر عمل کرلیا جاوے تو کچھ ملامت نہیں رخصت ہے۔

کتبہ اشرف علی ۲۷؍ رجب ۳۸ھ

سوال- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے دانت ٹوٹ گئے ہیں وہ مصنوعی دانت ہر وقت اپنے منہ میں لگائے رہتا ہے دانتوں کی ساخت میں سنگ مرمر اور ربڑ ہے یعنی ان ہی دو چیزوں سے مصنوعی دانت بنے ہیں نہ اُنمیں بو ہے نہ مزا نہ ان دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز پانی میں حل ہونے والی ہے اب وہ شخص روزہ رکھنا چاہتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اگر روزہ کی حالت میں یہ مصنوعی دانت منہ میں رہیں تو روزہ مکروہ تو نہوگا جواب باصواب سے اطلاع دیجئے۔

الجواب- مکروہ نہوگا۔ کتبہ اشرف علی ۱۰؍ شعبان ۳۸ھ

سوال- دو شبعے ذہن میں گھومتے ہیں اگر مناسب ہو تو جواب سے تشفی فرمائی جاوے۔ اوّل یہ کہ مجلس میلاد

جو ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو اُسکے استحسان کی طرف اکثر حضرات مائل ہیں لیکن چونکہ اس قسم کی مجالس کے انعقاد سے عوام کے خیال فاسد ہونگے کہ ضروری ہے یا واجب ہے خصوصاً قیام سے اس بنا پر خواص کو بھی احتراز چاہئے اور فتاوی عالمگیری سے جو اسکی تائید کیگئی ہے وما یفعل عقیب الصلوٰۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ انتہی نیز اثر عبداللہ ابن مسعود لایجعل احدکم للشیطان شیئاً من الصلوٰۃ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الا عن یمینہ الخ کی شرح ملا علی قاری رح من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر نیز رکعات نفل بین الاذان والاقامۃ وقت مغرب کی کراہت کی وجہ راوی ان یتخذہا الناس سنۃ بیان فرماتے ہیں نیز اس قسم کی جزئیات فقہیہ سے انعقاد مجلس میلاد کو خواص کیلئے بھی اجتناب مفہوم ہوتا ہے لیکن اس قسم کے جزئیات پر خود شبہ ہوتا ہے اول یہ کہ التزام مالایلزم مثلاً کوئی شخص ایام بیض کے روزہ کا پابند ہو یا دو چار پارے قرآن شریف کے تلاوت کا پابند ہو ذکر کا مقدار معین سے پابند ہو یا مثل اسکے جسکی شریعت نے کوئی تحدید نہ کی ہو تو اس قسم کی پابندی کو شریعت نے محمود بلکہ تاکید کی ہے حدیث احب الاعمال الی اللہ ادومہا نیز وضو نماز کے اندر سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ وواجبات وفرائض سب کچھ موجود ہیں بلکہ مستحبات مندوبات بھی ہیں عوام ہر ایک مستحب واجب سنت وغیرہ یکساں خیال کرتے ہیں اور ہر ایک چیز کو ضروری جانتے ہیں اسی وجہ سے کچھ بھی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ کی تسبیح نہ پڑھیں تو سمجھتے ہیں کہ نماز ہی نہ ہوئی تو جس طرح سے عامہ خلق خواص وعوام اس ایہام کو دفع نہیں کرتے اسی طرح وہ جزئیات مذکورہ بالا بھی باقی رہتے تو کیا حرج تھا وجہ فرق سمجھ میں نہیں آتی خیال گذرتا ہے کہ اسی طرح مجلس میلاد جسمیں ممنوعات شرعیہ نہوں تو مستحسن ہے اگر اسپر کوئی احتیاط سے دوام کرے تو احب الاعمال الی اللہ میں داخل ہو سکتا ہے باقی عوام کے عقائد فاسدہ مثلاً لزوم یا ضروری وغیرہ کا احتمال تو اسکی احتیاط جیسے نفل ومستحب وذکر وغیرہ میں نہیں کی گئی تو اسمیں کیا ضرورت ہے دوسرے یہ کہ جلسوں میں اسکے مفاسد وغلطیوں کو بتلاتا رہے کہ اعتقاد لزوم ہو تو کیا خدشہ ہے

الجواب - وہ قواعد فقہیہ ثابت بالکتاب والسنۃ ہیں اُن کی صحت میں شبہ نہیں باقی مواقع شبہ اُن کا جواب یہ ہے کہ وہ امور مطلوب شرعی ہیں اگر مفسدہ ہونے سے وہ متروک ہونگے اور عمل متکلم فیہ

۵۰ ؎ بیان کرنے بیٹھے کہ کیا کیا کا باقی کو مضمون ان کا امور شبہات کو کھٹا ہے

مطلوب شرعی نہیں اسلئے متروک کردئے جائینگے دوسرے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحبات ثابتہ کے ترک پر کوئی ملامت نہیں کرتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن پر دوام ہے التزام نہیں اور متنازع فیہ میں ملامت ہے جس سے معلوم ہوا کہ اصرار و التزام ہے فافترقا۔

سوال ضمیمہ سوال بالا۔ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ رسالہ نہایۃ الارشاد میں مولانا ...... نے شیخ محی الدین ابن العربی کے کلام اور نص قرآنی کے اندر جو بظاہر تعارض معلوم ہوتا تھا کیونکہ فصوص الحکم کی عبارت سے ایمان فرعون کا مفہوم ہوتا ہے عبارتہ فقبضہ طاہرا مطہرا لیس فیہ شیٔ من الخبث لانہ قبضہ عند ایمانہ قبل ان یکتسب شیئا من الآثام والاسلام یجب ماقبلہ اور قرآن شریف میں آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ استفہام انکاری ہے۔ نیز وقت نزع کے دوسری آیت ہے جو لَيْسَتِ التَّوْبَةُ الآیہ کا جزو آخر ہے ایمان کی نفی مفہوم ہوتی ہے تو مولانا ممدوح نے اس تعارض کے متعلق لکھا ہے کہ عالم شہادت عالم غیب یا عالم مثال میں ایک کا ثبوت ہے اور دوسرے عالم میں اُسکی نفی ہے وحدت مکان و زمان جو تناقض میں شرط ہے متحقق نہوئی اسلئے تعارض نہیں یہ تطبیق اُن کی ذہن میں نہیں آتی کیونکہ ظاہر عبارت فصوص کی بھی ابا کرتی ہے۔ جناب سے اس تطبیق کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ مگر واقعی شبہہ یہ ہوتا ہے کہ تعارض معلوم ہوتا ہے بعض شراح فصوص الحکم نے تطبیق یہ دی ہے کہ فرعون کا ایمان لانا بعض امور آخرت کا وقت النزع منکشف عیاناً ہو جانے کی وجہ سے ہے اُسی کی امنت سے خبر دیا ہے لہذا یہ ایمان معتبر نہیں ہے مگر فصوص کی عبارت اسکو بھی قبول نہیں کرتی چنانچہ قبضہ طاہرا مطہرا الخ دال ہے کیا واقعی کوئی صورت تطبیق کی ہے۔

الجواب ضمیمہ جواب بالا۔ اگر یہ عبارت شیخ ہی کی ہو تو معنی یہ ہیں کہ مقصود ایمان کا حکم کرنا نہیں ہے بلکہ اُسکے احتمال کا حکم کرنا ہے مطلب یہ کہ بعض الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے مگر تعبیر میں تسامح ہے کہ محتمل کو بصیغہ واقع بیان کیا گویا ان جملوں کے آخر میں ظاہرا کی قید مراد ہے قرینہ اسکا یہ ہے کہ اسی جگہ ایسی بھی عبارت ہے واَمرہ موکول الی اللہ تعالیٰ اگر صحت ایمان کی یقینی ہے تو اس جملہ کے کیا معنی نظیر اسکی حکم بایمان اجداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے باوجود ضعف دلائل کے اور آپ اس قصہ میں کیوں پڑے کیا کسی ضروری امر کا موقوف علیہ ہے اگر ہم فصوص کا بمقابلہ نصوص کے انکار ہی کردیں تو کونسا امر مانع ہے غایت ما فی الباب شیخ کی شان میں گستاخی نہ کریں فہم قرآن میں

غلطی کے قائل ہو جاویں۔

سوال۔ ص ۳۲۲ ج ۲ قاضیخان رجل لہ علی رجل عشرۃ دراهم فاراد ان یجعلها ثلثۃ عشر الی اجل قالوا یشتری من المدیون شیئا بتلک العشرۃ ویقبض المبیع ثم یبیع من المدیون بثلثۃ عشر الی سنۃ فیقع التحرز عن الحرام ومثل هذا روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر بذلک ۱۲

رجل طلب من رجل دراهم لیقرضہ بدہ دوازدہ فوضع المستقرض متاعا بین یدی المقرض فیقول للمقرض بعت منک هذا المتاع بمائۃ درهم فیشتری المقرض ویدفع الیہ الدراهم ویاخذ المتاع ثم یقول المستقرض بعنی هذا المتاع بمائۃ وعشرین فیبیعہ لیحصل للمستقرض مائۃ درهم ویعود الیہ متاعہ ویجب للمقرض علیہ مائۃ وعشرون درهما و الاوثق والاحوط ان یقول المستقرض للمقرض بعد ما قرر المعاملۃ کل مقالۃ وشرط کان بیننا نقد ترکت ثم یعقدان بیع المتاع وهذہ المسئلۃ دلیل علی جواز بیع الوفاء اذا لم یکن الوفاء شرطا فی البیع هذا اذا کان المتاع للمستقرض فان کان المتاع للمقرض ولیس للمستقرض شیء ویرید ان یقرضہ عشرۃ بثلثۃ عشر الی اجل فان المقرض یبیع من المستقرض سلعۃ بثلثۃ عشر ویسلم السلعۃ الی المستقرض ثم ان المستقرض یبیع السلعۃ من اجنبی بعشرۃ ویدفع السلعۃ الی الاجنبی ثم الاجنبی یبیع السلعۃ من المقرض بعشرۃ ویاخذ العشرۃ منہ ویدفعها الی المستقرض فیبرأ الاجنبی من الثمن الذی کان علیہ للمستقرض فتصل السلعۃ الی المقرض بعشرۃ وللمقرض علی المستقرض ثلثۃ عشر الی اجل۔ عبارت منقولہ کے علاوہ اور بھی حیلے قاضیخان نے لکھے ہیں ابتک ان حیلوں کو بے اصل سمجھتا تھا اور نیز صفائی معاملات وبہشتی زیور وغیرہ میں ایسے معاملات پر تنبیہ بھی کی گئی ہے کچھ عرصہ سے فتاوی قاضیخان کے حیلوں کو دیکھکر دریافت کرنے کا خیال رہا کیا آج بغرض دریافت ابتدائی عبارات کو نقل کر کے بغرض ملاحظہ مرسل ہے دل قبول نہیں کرتا اگر کوئی غلطی سمجھنے میں ہوئی ہو تو تنبیہ فرمائی جاوے ورنہ تاویل بتائی جائے حضور کے ظل ہدایت وافادات کو خدائے پاک دائم قائم رکھے تردد صرف یہ ہے کہ یہ حیلہ ربو معلوم ہوتا ہے۔

الجواب - جواز کے دو معنی ہیں ایک صحت یعنی کسی قاعدہ پر منطبق ہوجانا گو اُسمیں گناہ ہی ہو جیسے کسی شخص پر جبر کر کے اُسکی بی بی کو طلاق دلوا دے اور بعد عدت اُس سے نکاح کرے صحت نکاح اور معصیت دونوں ظاہر ہیں دوسری حلت یعنی گناہ نہونا پس اگر ان حیل کا جواز بالمعنی الاول ہے تب تو کوئی شبہ ہی نہیں مگر یہ مفید نہیں اور اگر بالمعنی الثانی ہے تو اُسمیں یہ شرط ہے کہ ان حیل کے اجزاء اتفاقاً واقع ہوجاویں مشروط اور معروف نہوں اور نہ کسی پر جبر ہو کہ جبر امور غیر لازمہ میں خود حرام ہے چنانچہ جملہ اذا المریکن الوفا لو شرطا فی البیع اسطرف مشیر ہے اور ظاہر ہے کہ صورت میں ان حیل سے انتفاع غیر اختیاری ہے اور اگر یہ شرط مسلم نہو تو پھر یا تو یہ بعض کا قول ہے جو اصل مذہب کے خلاف ہے چنانچہ عبارات مذکورہ کے بعد یہ عبارت وھذہ الحیلۃ ھی العینۃ التی ذکرھا محمد اسکی دلیل ہے اور عینہ کا مکروہ تحریمیہ ہونا جو قریب الی الحرام ہے ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کما فی کتاب الکفالۃ جسپر فتح القدیر نے امام محمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے ھذا البیع فی قلبی کامثال الجبال ذمیم و قد ذمھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذا تبایعتم بالعین الخ اور علاوہ خلاف مذہب ہونے کے اباحت حرمت میں تعارض کے وقت حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے اور یا حلت اضافی ہو جیسا عبارات مذکورہ قاضیخاں کے بعد یہ عبارت اسکی دلیل ہے وقال مشائخ بلخ بیع العینۃ فی زماننا خیر من البیع التی تجری فی اسواقنا عن فضل فیما یکون ضررا عن الربوا اھ ص ۲۰۸ کتبہ اشرف علی ۱۰ شوال ۳۸ھ

سوال معروض یہ ہے کہ یہاں سندھ میں علماء کرام کانفرنس خلافت میں اور کمیٹی میں جانا فرض کہتے ہیں اور قطع تعلقات نصاریٰ سے اور ہجرت فرض کہتے ہیں اور بعض علماء کہ اہل کانفرنس نہیں ہیں یعنی جاتے نہیں فقط گوشہ نشین ہیں کہتے ہیں کہ ہجرت مستحب ہے فرض نہیں ہے مگر قطع تعلقات از جہت عدم امکان بشا یہ جہاد کے غیر ممکن ہے فرض نہیں ہے اور کانفرنس خلافت میں جانا فرض نہیں ہے اب آپ حضرات کو منصف وحکم کر کے مانتے ہیں جو حکم ارشاد ہوگا تنازع فیما بین مرفوع ہوجائے گا مہربانی فرما کر یہ تکلیف معاف فرماکر بجلدی جواب سے ممنون فرمانا اگرچہ آدمیان عوام میگفتند کہ حضرت صاحب مولانا تھانوی جواب نہ دینگے ولے احقر نے تو بنظر اخوت اسلامی یہ تکلیف آپ کو دی ہے۔ اھ

الجواب السلام علیکم - انا قائل فی جمیع ھذہ الامور بعدم الوجوب لعدم الشرائط المذکورۃ فی الکتب الشرعیۃ فی ھذا الحین کما کان الحال فی السابق ولم یقع بینھما فارق لکن مع ھذا الادری قولی ھذا خاتمۃ التحقیقات۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں جبکہ شریف مکہ پر فتوی ہوچکا ہے تو جو لوگ گذشتہ سال میں اور اب حج کو گئے ہیں ان کا حج ہوا اور ہوگا یا نہیں اور ایک عالم کہتے ہیں دار الحرب کے مسئلہ کی رو سے کہ جبکہ خطبہ حج شریف یا اسکا قائم مقام پڑھیگا حج نہیں ہوگا اور ہوا تو ناقص ہوگا اور خاکسار نے تردید میں کی بحوالہ رسالہ مناسک حج تصنیف مولانا مولوی شاہ رشید احمد صاحب جسمیں آپنے لکھا ہے کہ اگر ۹ تاریخ ذی الحجہ بعد ظہر یعنی حج کے دن محض میدان عرفات شریف میں سے گذر جائے تو بھی حج اسکا ہوچکا اور میری یہ بھی عرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ مکہ معظمہ کافروں کے قبضہ میں تھا حج کئے اور اب تو مکہ معظمہ دار الاسلام بلکہ دار الایمان ہے اور یہ عجیب ہے کہ ایک شخص کا تو عمل بگڑے اور دوسرے شخصوں کا عمل عمل نہ سمجھا جائے اس لئے جواب مرحمت فرمادیں۔

الجواب آپکی خوش فہمی سے دل خوش ہوا جو سمجھا بیشک یہی بات ہے حج کے جواز میں کچھ شبہ نہیں خصوصاً جنپر حج فرض ہے اگر محض اس وجہ سے نہ جاویگے تو سخت گنہگار رہینگے اور نفل بھی درست ہوگا - کتبہ اشرف علی - ۱۶ شوال ۳۸ھ

سوال - عرض یہ ہے کہ اہلیہ ..... کو منجملہ اشیاء جہیز کچھ ظروف نقرہ بھی میکہ سے ملے ہیں ظاہر ہے کہ ان ظروف کا استعمال مرد و عورت کو حرام ہے بجز زینت کے اور کسی کام میں نہیں آسکتے ہیں مگر منجملہ ظروف نقرہ کے ایک گلاس نقرہ ہے اور اسپر سرپوش نقرہ اور طشتری نقرہ ہے یہ گلاس مشبک ہے اسمیں گلاس شیشہ کا اتارا گیا ہے بدیں طور کہ پانی پینے کے وقت ہر دو لب گلاس مشبک نقرہ کے کسی جزو پر نہیں پڑتے ہیں میرے خیال میں اس حالت کے گلاس میں شاید پانی وغیرہ پینا جائز نہیں ہو۔

الجواب - فی الھدایہ ویجوز الشرب فی الاناء المفضض الی قولہ اذا کان یتقی موضع الفضۃ ومعناہ یتقی موضع الفم وقیل ھذا وموضع الید فی الاخذ وفیھا وعلی ھذا

الخلاف الاناء المضبب بالذهب والفضة الی قوله وحلقة المراة وفيها لابی حنیفة ان ذلك تابع ولا معتبر بالتوابع وفی الكفاية والمراد حلقة المراة التی تكون حوالی المراة لاما تاخذه المراة بيدها فذلك مكروه اتفاقا فی الدر المختار وكذا يكره الاكل الی قوله ومرآة فی رد المحتار قال ابو حنيفة لا باس بحلقة المراة من الفضة اذا كانت المراة حديدا وقال ابو يوسف لاخير فيه تاتارخانية روایت بالامیں نظر کرنے سے یہ امور مستفاد ہوئے (۱) یہ گلاس مشابہ اناء مضبب کے ہے یا مشابہ حلقہ آئینہ کے ہے (۲) اناء مضبب میں فم کا نہ لگنا بالاتفاق اور ہاتھ کا نہ لگنا بالاختلاف شرط ہے (۳) حلقہ آئینہ میں امام صاحب کے نزدیک جواز ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حرمت اور اگر ہاتھ میں پکڑنے کا حلقہ چاندی سونے کا ہو تو عدم جواز پر اتفاق ہے ان امور ممہدہ کے بعد حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگر یہ اناء مضبب کے مشابہ ہے تب تو منہ نہ لگنے کی صورت میں اسمیں پانی پینا ایک قول میں جائز ہے اور ہاتھ لگنے کی وجہ سے دوسرے قول میں ناجائز ہے اور اگر حلقہ آئینہ کے مشابہ ہے تو اگر اسکو ہاتھ نہ لگتا تو امام صاحب کے نزدیک جواز ہوتا۔ اور ابو یوسف رح کے نزدیک عدم جواز اور جب ہاتھ بھی لگتا ہے تو کسی کے نزدیک جواز نہیں بہرحال ایسے اختلافات واحتمالات میں پڑنا خطرہ سے خالی نہیں۔

کتبہ اشرف علی ۱۹ شوال ۳۸ھ

سوال مضمون اخبار جس میں عورتوں کا قبرستان جانا جائز قرار دیا ہے ارسال خدمت ہے امید ہے کہ حضور بھی اسکے متعلق کچھ ارشاد فرمائینگے۔

الجواب - اس مضمون میں صرف ایک پہلو پر نظر کیگئی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ مضمون لکھتے وقت اصول نظر سے غائب تھے اصل یہ ہے کہ قبیح کی ایک قسم قبیح لغیرہ ہے اس تمامتر مضمون کا حاصل تو قبح لعینہ کی نفی ہے مگر اس سے قبح لغیرہ کی نفی کیسے لازم آگئی اور جب قبیح لغیرہ ہے تو جہاں وہ غیر غالب الوقوع ہے وہاں ممانعت کیجاویگی اور ممانعت میں تفصیل نہ کیجاویگی اور یہی حاصل ہے فتوی ممانعت کا اور جہاں غالب الوقوع نہیں وہاں تفصیل کرینگے اور یہی حقیقت ہے آثار قبیحہ کی کتبہ اشرف علی ۲ ذیقعدہ ۳۸ھ - **خلاصہ مضمون اخبار تہذیب نسوان جسکا حوالہ سوال میں ہے** پہلے زیارت قبور کی سب کو ممانعت تھی پھر سبکے لئے منسوخ ہوگئی اور حضرت عائشہ رض کے بعض آثار

۵۵

سے اسکی تائید کی گئی ہے اور درمیان میں علماء پر طعن کیا ہے اسی طرح سوال میں عورتوں کیلئے ممانعت کے احتمال پر حکم شرعی میں ناگواری ظاہر کی ہے جسکے یہ الفاظ ہیں یا اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تسلی کی راہ بھی بند کردی ہے اور مجیب صاحب نے اس گستاخی پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیا اور علماء پر حکم شرعی اجتہادی کے تحقیق کرنے میں طعن کیا گیا اللہ اکبر ایک شخص طاعت کرے اور مطعون ہو اور دوسرا شخص گناہ قریب بکفر کرے اور اُسکو اسپر مطلع بھی نہ کیا جاوے نہ توبہ کی اُسکو تائید کیجاوے انا للہ۔

سوال ۱؎ آنچہ عوام الناس درخواب دیدہ شوند روح ایشاں بحکم الٰہی بصورتے مصور شدہ دیدہ می شود یا صورت مثالی ایشاں یا ملکی یا شیطانی بدیں صورت نمودار میشود یا گاہے چنیں گاہی چناں

۲؎ حدیث شریف من رأنی فی المنام فقد رأی فان الشیطان لا یتمثل بی دریں مقام تمثیل شیطان بنص صریح منفی است ہمچنیں درحق دیگر انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بوجہ مشارکت در نفس نبوت ونیز در بعض تحریرات حضور پر نور بنظر آمدہ کہ شیطان متمثل بشیخ کامل نمی شود پس دریں منامات آنچہ دیدہ میشود جسم مثالی باید گفت یا روح یا ملک بامر الٰہی متمثل بصورت شیخ یا نبی شدہ نمودار میشود یا گاہے چنیں گاہے چناں۔

۳؎ و آنچہ حق تعالیٰ بخواب دیدہ شود فرشتہ بحکم الٰہی بصورتے مصور شدہ بصاحب خواب نمودار میشود و وے بحکمت الٰہی چناں خیال میکند کہ خداوند تعالیٰ را دیدم یا نہ۔

۴؎ آنچہ باغات وجبال ودریاہا وغیرہ دیدہ میشوند بصورت مثالی میباشند یا نہ و ہر شی را صورت مثالی ہست یا نہ۔ ایں ناچیز را از گرداب جہالت وارہانند جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء وجعل الجنۃ لکم المثویٰ۔

الجواب آنچہ درخواب بنظر می آید گاہے تصرف متخیلہ میباشد بنفسہا یا از القاء شیطان و ایں غالب است در اہل نفوس وگاہے انکشاف عالم مثال میباشد و ایں غالب است در اہل قلوب و ایں عالم است ہر موجود را و ایں منافی تنزیہ حق تعالیٰ نیست۔ زیرا کہ تنزیہ از مثل است قال تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ نہ از مثال قال تعالیٰ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ الخ ومخصوص ست ازیں رؤیت نبی ما صلی اللہ علیہ وسلم نصاً و رؤیت دیگر انبیاء علیہم السلام باشتراک العلۃ کہ اینجا رفع حجب میشود از عین حقیقت نہ کہ مثال و احتمال است کہ اینہم مثال باشد و منافی نص نیست چراکہ منفی تمثل شیطان ست

۵۶

نہ مطلق تمثل وقولہ فقد رأنی مثال باشد رویت مثال مقبول راکہ در علم حقیقت ست چنانچہ درحدیث رایت ربی فی احسن صورۃ دیدن مثال معبر بصورت را رویت رب نامیدند وگاہے انکشاف حقیقت میباشد وایں در مکاشفات روحیہ میباشد چنانچہ بکثرت واقعات باعیانہا مکشوف میشود ودریں قسم حاجت بتعبیر نباشد۔ کتبہ اشرف علی ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

سوال - پیتل کا بدھنا لوٹا وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے اگر مکروہ یا ناجائز ہو تو اسپر قلعی کرا کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں

الجواب - پیتل کے برتن بوجہ احتمال ضرر طبی یا تشبہ بالہنود مکروہ ہیں اگر قلعی سے یا تبدیل لون یا ہیئت سے یہ دونوں عارض مرتفع ہوجاویں توکراہت نہیں رہتی۔ کتبہ اشرف علی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

سوال - مسماۃ کا باپ مرگیا بیرحم چچا نے مسماۃ کا نکاح اُسکی غیرموجودگی میں اپنے رشتہ داروں میں کردیا اور اسکے عوض میں اپنے دوسرے لڑکے کا ناتہ لے لیا مسماۃ کی بڑی دو بہنیں بالغ ہوکر جب گھروالی ہوئیں مسماۃ ابھی نابالغ تھی خیار بلوغ کے شرائط اور قیود خاصہ سے پوری واقفیت حاصل کرکے ان دو بہنوں نے بغرض مخلصی ورستگاری اسے بھی کماینبغی تعارف اور واقفیت کرادی اور تنہائی میں اس سے ان شرائط کا اچانک امتحان بھی لے لیا کرتیں حسن اتفاق سے ایکدن مسماۃ اپنی دو بہنوں کے پاس بیٹھی تھی کہ اسے آثار بلوغ نمودار ہوئے اسنے ظاہر ہوتے ہی اپنے منہ سے اپنی دونوں بہنوں کے سامنے تین دفعہ کہدیا کہ جو میرا نکاح میرے چچا نے فلاں بن فلاں سے کردیا تھا میں نے اُسے توڑدیا بہنوں نے مسماۃ کو اپنے ماموں اور اپنے اخیافی بھائی کے یہاں بھیجدیا اسنے تمام ماجرا بیان کیا ماموں چونکہ ایک ذی علم اور سمجھدار آدمی تھا اُسنے مسماۃ سے حلفیہ بیان لیا نیز اسکی دو بہنوں کو بُلوا بھیجا انھوں نے بھی حلفیہ بیان کیا کہ آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی اُسنے اپنا نکاح فسخ کیا ہے۔ سوتیلے بھائی نے عدالت میں چارہ جوئی کی۔ جج صاحب کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا جج صاحب نے لڑکی کو آزاد کردیا جج صاحب مسلمان ہیں ذی علم ہونیکے علاوہ متقی متشرع صوم وصلوٰۃ کا پابند اور ڈاڑھی مولویوں کی سی ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ کا سابقہ نکاح جو ستمگر چچا نے کردیا تھا وہ فسخ ہوگیا ہے یا نہیں ونیز نابالغہ کا نکاح جب حقیقی چچا کردیوے تو اسے بعد از بلوغ فسخ کا اختیار حاصل ہے

۵۷

یا نہیں شرائط فسخ کے کیا ہیں۔ جب انڈیا اسلامی سلطنت نہیں تو یہاں قضا ء قاضی کیونکر حاصل کیا جا سکتا ہے جج صاحب کا فیصلہ قضاء قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

السائل غلام قادر معرفت مولوی رحیم بخش صاحب مدرس امام و الاؤ کھنہ بہیب ضلع و تحصیل جھنگ

الجواب فی الدر المختار وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ الی قولہ وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفو وبغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ الی قولہ بشرط القضاء للفسخ فی رد المختار وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء ج ۲ ص ۴۹۹ تا صفحہ ۵۰۲ وفی الدر المختار ولا یمتد الی اخر المجلس وفی رد المختار فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارھا ولو قبل تبدل المجلس ج ۲ ص ۵۰۶ فی الدر المختار وتشھد قائلۃ بلغت الان ضرورۃ احیاء الحق فی رد المختار قلت وتحصل من مجموع ذلک انھا لو قالت بلغت الان وفسخت تصدق بلا بینۃ ولا یمین ولو قالت فسخت حین بلغت تصدق بالبینۃ او الیمین ولو قالت بلغت امس وفسخت فلا بد من البینۃ لانھا لا تملک انشاء الفسخ فی الحال بخلاف الصورۃ الثانیۃ حیث لم تسندہ الی الماضی فقد حکت ما تملک استینافہ فقد ظھر الفرق بین الصورتین وان خفی علی صاحب الفصولین کما افادہ فی نور العین ج ۲ صفحہ وفی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ج ۴ ص ۴۴۹ وفی رد المختار بخلاف ما اذا کان المجتھد فیہ نفس المقضی بہ قبل القضاء فان القضاء بہ نافذ بدون تنفیذ واذا رفع الی اخر نفذہ وان لم یکن مذھبہ ھذا ما مر فی قولہ واذا رفع الیہ حکم قاض اخر نفذہ و بخلاف ما خالف الدلیل فانہ لا ینفذ وان نفذہ الف قاض کما قالہ الزیلعی وھذا ما مر فی قولہ الا ما خالف کتابا او سنۃ مشھورۃ او اجماعا اھ ج ۴ ص ۵۱۳

روایات مذکورہ سے امور ذیل مستفاد ہوئے

۱ نابالغہ کا نکاح جب اُسکا چچا کردے تو بعد بلوغ اُس کو فسخ کردینے کا اختیار رہے۔

۲ شرائط فسخ بھی معلوم ہوئی۔

۳ مسلمان جج گو غیر مسلم سلطنت کا مقرر کیا ہوا ہو شرعی قاضی ہے۔

۴ نفاذ قضاء قاضی مشروط ہے اسکے ساتھ کہ خلاف شریعت فیصلہ نہو۔

اب جواب کے لئے بعد ان روایات کے اس تحقیق کی ضرورت ہے کہ صاحب جج نے یہ فیصلہ کس شہادت کی بنا پر کیا۔ جواب اسپر موقوف ہے۔ کتبہ اشرف علی ۷ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

پھر سائل نے اسکا جواب خط سے اس طرح دیا کہ گواہ صرف دو بہنیں تھیں اور انکو.... کے چچا نے گواہی سے روک دیا لہذا احیاء حق کی غرض سے دو جعلی گواہوں سے شہادت دلوائی اُنھوں نے عدالت میں بیان کیا کہ ہمارے سامنے مسماۃ نے بیان کیا کہ میں اسی وقت اس مجلس میں تمھارے سامنے بالغ ہوئی ہوں اور اپنا نکاح فسخ کرتی ہوں حالانکہ ان دو گواہوں کے سامنے نہ وہ بالغ ہوئی اور نہ اُن کے سامنے یہ بیان کیا بلکہ ان دو گواہوں کے سامنے اس لڑکی نے وہی سچا واقعہ بیان کیا اھ ملخصًا۔ اور سائل نے جج کے فیصلہ کی نقل بھی بھیجی اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُنھوں نے ان ہی کی شہادت پر فسخ کو نافذ کیا ہے لہذا جواب ذیل یہاں سے لکھا گیا

الجواب۔ صورت مسئولہ میں یہ نکاح فسخ ہوگیا والشاہدان وان کانا شاہدی زور یاثمان بھذہ الشہادۃ ویجب علیھما التوبۃ لکن القضاء نفذ ظاھرًا وباطنًا وان ظہر کونھما شاہدی زور لاینفسخ القضاء ولایزول اثرہ کما فی العالمگیریۃ ومن جملۃ صور الفسخ صبیۃ وصبی سبیا وھما صغیران فکبرا واعتقا ثم تزوج احدھما الاٰخر ثم جاء حربی مسلمًا واقام بینۃ انھما ولدا فالقاضی یقضی بینھما ویفرق بینھما فان رجع الشاھدان عن شہادتھما حتی تبین انھما شھدا بزور لایسع للزوج وطیھا عند ابی حنیفۃ لانہ مقضی علیہ بالحرمۃ وقد نفذ القضاء ظاھرًا وباطنًا وکذلک علی قول محمد رح لایسع للزوج وطیھا لانہ لایعلم بحقیقۃ کذب الشہود ص۱۸۲ وص۱۸۳ ج۴

سوال۔ ایک مسجد میں صحن مسجد سے علیحدہ ایک قبر پختہ بنی ہوئی ہے اور اسوقت اس قبر کا محض چونہ سے نشان بنا ہوا ہے باقی فرش کے ہموار ہے اس قبر کے آگے بلندی کے ساتھ دیوار ہے

۵۹

اور یہ دیوار فاصلہ سے ہے اور وضو کیلئے ہے پس زید اگر روبقبلہ ہوکر اس دیوار پر بیٹھکر وضو کرتا ہے تو قدرے قلیل وضو کے پانی کی اس قبر کے نشان کیطرف چھینٹیں اڑکر جاتی ہیں تو اس حالت میں زید کا وضو کرنا اس جگہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب عن عائشۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا رواہ مالک وابوداؤد وابن ماجۃ (مشکوۃ) آخر الفصل الثانی من باب دفن المیت قال الطیبی اشارۃ الی انہ لایھان المیت کما لایھان الحی (حاشیہ) وعن عمرو بن حزم قال رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبرۃ فقال لاتوذ صاحب ھذا القبر ولا یوذہ رواہ احمد (مشکوۃ) قال الحافظ فی الفتح ای لاتھن الخ (حاشیہ تنقیح الرواۃ) ان روایات اور انکی درایات سے مفہوم ہوا کہ جو معاملہ کسی کے ساتھ حیات میں موذی اور مکروہ ہے بعد ممات بھی وہی حکم ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی زندہ شخص کے پاس بیٹھکر اسطرح وضو کریں کہ اسپر چھینٹیں پڑیں تو وہ اس سے متاذی ہوگا اور موجب اہانت سمجھیگا پس قبر کو بھی اس سے بچانا ضرور ہے البتہ اگر نشان بھی غائب ہے تب کچھ حرج نہیں۔

کتبہ اشرف علی ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

السوال گذشتہ رمضان روز جمعرات سے شروع ہوکر تیس تاریخ جمعہ ختم ہونے کے بعد سنیچر کی رات کو چاند عید الفطر کا نظر آیا اور تمام ہندوستان میں شنبہ کو عید کی مگر کہیں اتفاق سے ایسا ہوگیا کہ بوجہ جہل یا نادانی کے جمعہ کو دوپہر کے بعد یا اس سے پہلے ہی ہو چاند نظر آنے پر دن ہی کو یعنی تیس تاریخ میں افطار کر دیا تو اس صورت میں ان پر فقط قضا آویگی یا کفارہ بھی دینا پڑیگا عبارت کتب معتبرہ جواب میں تحریر فرماکر مشرف فرمادیں اور دوپہر سے پہلے اور بعد دیکھنے سے دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے اگر فرق ہے تو کیا

السائل کفیل الدین محلہ شاہ جی کی سرائے شہر سہارنپور

الجواب فی الدر المختار ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی فی رد المختار مطلقا سواء رؤی قبل الزوال او بعدہ وقولہ علی المذھب ای الذی ھو قول ابی حنیفۃ ومحمد قال فی البدائع فلا یکون ذلک الیوم من رمضان

عندهما وقال ابو یوسف رح ان کان بعد الزوال فکذلک وان کان قبله فهو للیلة الماضیة ویکون الیوم من رمضان وعلی هذا الخلاف هلال شوال فعندهما یکون للمستقبلة مطلقاً ویکون الیوم من رمضان وعنده لو قبل الزوال یکون للماضیة ویکون الیوم یوم الفطر الخ وبعد نحو نصف صفحة لان الخلاف علی ما صرح به فی البدائع و الفتح انما هو فی رؤیة یوم الشک وهو یوم الثلاثین من شعبان او من رمضان فاذا کان یوم الجمعة المذکور یوم الثلاثین من الشهر ورؤی فیه الهلال نهاراً فعند ابی یوسف ذالک الیوم اول الشهر (ای بالقید المذکور) وعندهما لا عبرة لهذه الرؤیة ویکون اول الشهر یوم السبت سواء وجدت هذه الرؤیة اولا الخ ج ۲ ص ۱۵۲ وص ۱۵۳ وفی الدر المختار او احتجم فظن فطره به فاکل عمداً قضی وکفر لانه ظن فی غیر محله حتی لو افتاه مفت یعتمد علی قوله او سمع حدیثا ولم یعلم تاویله لم یکفر للشبهة وان اخطأ المفتی ولم یثبت الاثر الا فی الادهان وکذا الغیبة عند العامة زیلعی لکن جعلها فی الملتقی کالحجامة ورجحه فی البحر للشبهة فی رد المحتار قوله یعتمد علی قوله ولیشترط ان یکون المفتی ممن یوخذ منه الفقه ویعتمد علی فتواه فی البلدة وح یصیر فتواه شبهة ولا معتبر بغیره اھ وبه یظهر ان یعتمد مبنی للمجهول فلا یکفی اعتماد المستفتی وحده فافهم قوله وکذا الغیبة لان الفطر بها یخالف القیاس و الحدیث وهو قوله صلی الله علیه وسلم ثلاث تفطر الصائم مؤول بالاجماع بذهاب الثواب بخلاف حدیث الحجامة فان بعض العلماء اخذ بظاهره مثل الاوزاعی واحمد امداد ولم یعتد بخلاف الظاهریة فی الغیبة لانه حدث بعد ما مضی السلف علی تاویله بما قلنا فتح وفی الخانیة قال بعضهم هذا والحجامة سواء وعامة المشائخ قالوا علیه الکفارة علی کل حال لان العلماء اجمعوا علی ترک العمل بظاهر الحدیث و قالوا اراد به ثواب الاخرة و لیس فی هذا قول معتبر فهذا ظن ما استند الی دلیل فلا یورث شبهة اھ ج ۲ ص ۱۴۲ وص ۱۴۵ ـ ان روایات سے مستفاد ہوا کہ زوال کے بعد جو تیس تاریخ کو چاند نظر آیا وہ

بالاجماع آئندہ شب کا ہے اور کسی کے نزدیک وہ دن یکم شوال نہیں ہے پس تو کسی عالم کا مذہب ہے اور نہ حدیث صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ کے کسی کے نزدیک یہ معنی ہیں پس یہ فعل نہ کسی حدیث کی طرف مستند ہوا نہ کسی فتوے کی طرف پس کوئی ایسی دلیل شرعی اسکے لئے نہیں پائی گئی جس سے شبہہ معتبرہ پیدا ہوا سلئے ان لوگوں پر قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں البتہ اگر قبل زوال چاند نظر آتا تو اسمیں یہ تفصیل ہوتی کہ اگر افطار حدیث موصوف کی بنا پر ہوتا تو یہی حکم ہوتا کیونکہ حدیث کے یہ معنی کسی کے نزدیک نہیں اور اگر ابو یوسفؒ کے قول پر ہوتا تو اگر اس قول کی اطلاع مفطر کو ہوتی یا کوئی معتبر مفتی اس کا فتویٰ دیتا تو صرف قضا لازم آتی اور اگر یہ دونوں امر بھی نہ ہوتے تب بھی قضاء و کفارہ دونوں لازم آتے اگرچہ وہ فعل ابو یوسف کے موافق ہوتا کیونکہ اس شخص کے شبہ کی تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کتبہ اشرف علی ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

سوال - ایک لڑکی کا صغر سنی میں بولایت اپنے چچا کے کیونکہ اُسکے والدین کا انتقال ہوگیا تھا اُسکے حقیقی ماموں زاد لڑکے سے نکاح کر دیا۔ نکاح کے وقت بھی خود لڑکے کے والدینی یعنی دختر کے ماموں نے یہ کہا کہ اس لڑکی نے اپنی ممانی کا دودھ پیا ہے نکاح میں تعویق کیگئی لیکن پھر مشکوک ہو کر پختہ طریقہ پر یہ کہا کہ اگر لڑکے کی ماں زندہ ہوتی تو تحقیق ہو جاتی شاید نہ پیا ہو خیر نکاح اُسکے ایمان پر چھوڑ کر کر دیا گیا ازاں بعد کنبہ کی ایک عورت نے یہ کہا کہ واقعی میں نے بچشم خود لڑکی کو دودھ پیتے ہوئے اپنی ممانی کا دیکھا ہے کیونکہ لڑکی اور لڑکا دونوں صغر سن تھے لڑکی کو اُسکے چچا نے اسی وجہ سے کہ دودھ کا قصہ ہے رخصت نہیں کیا لڑکی اب جوان ہے اور لڑکا بھی۔ لڑکے کا باپ متقاضی ہے کہ رخصت کر دو اور اپنے پہلے قول سے منکر ہے کہ دودھ نہیں پیا۔ جنہوں نے بچشم خود دیکھا تھا اُن عورتوں کا انتقال ہو گیا سماعی مشکوک کہنے والے موجود ہیں۔ ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں۔ رخصت لڑکی کو کر دیا جاوے یا نہیں۔ جلد جواب باصواب مرحمت فرما کر مطمئن فرمائیے کہ کیا کیا جاوے۔ السائل سید مشتاق حسین اورنگ آباد ضلع بلند شہر۔

الجواب ماموں کا جب اپنے قول پر اصرار نہ رہا وہ قول تو کالعدم ہو گیا فی الخانیۃ اذا اقر رجل ان امرأتہ اختہ من الرضاع ولم یصر علی اقرارہ کان لہ ان یتزوجہا

۶۲

کذا فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۳

قلت اذا کان الحکم فی عدم اصرار الزوج ہذا ففی عدم اصرار غیر الزوج بالاولی ۔ باقی اسکے بعد جو کنبہ کی ایک عورت نے اپنا مشاہدہ بیان کیا تو صرف اسکا قول توجہ نہیں فی البحر الرائق والحاصل ان الروایۃ قد اختلفت فی اخبار الواحدۃ قبل النکاح فظاہر المتون انہ لا یعمل بہ وکذا الاخبار برضاع طار فلیکن ہو المعتمد فی المذہب ج ۲ ص ۲۳۳ ۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ زوجین یعنی یہ لڑکا اور لڑکی اُس عورت کی تصدیق کرتے ہیں یا دونوں تکذیب کرتے ہیں یا لڑکا تکذیب کرتا ہے اور لڑکی تصدیق یا اسکا عکس یہ چار صورتیں ہیں صورت اولیٰ میں نکاح مرتفع ہو جائیگا اور صورت ثانیہ میں نکاح رہیگا لیکن اگر زیادہ دل کو اُسکا صدق لگتا ہو تو احتیاطًا اُسکو چھوڑ دے اور تیسری صورت میں نکاح باقی ہے لیکن عورت مرد سے قسم لے سکتی ہے کہ بخدا مجھے خبر نہیں کہ تو میری رضاعی بہن ہے اور چوتھی صورت میں بھی نکاح مرتفع ہو جائیگا کذا فی البحر الرائق عن خزانۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۳۳

خلاصہ یہ کہ خود اس عورت کے قول سے تو کچھ ثابت نہوگا اسیطرح منکوحہ کی تصدیق سے بھی کچھ نہوگا ہاں مرد سے قسم لے سکتی ہے باقی اگر مرد نے تصدیق کرلی یا مرد کے جی کو لگ گیا تو طلاق دیدینا چاہیئے وہو الاحتیاط فی العمل بقول یرتفع النکاح ۔ کتبہ اشرف علی ۱۴ ذیقعدہ ۳۸ھ

السوال بخدمت علمار کرام نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ چھاؤنی ہذا کی آبادی اہل اسلام کے لحاظ سے ایک مسجد قدیم الایام سے کافی ووافی آباد ہے جسمیں نماز پنجگانہ وجمعہ وجماعت بروقت ادا ہوتی ہے لیکن دس بارہ حضرات ساکنان چھاؤنی مذکور کی قدیم انتظامی حالت میں غیر ضروری تبدیلی کرنا چاہتے ہیں جسپر اہل اسلام چھاؤنی راضی نہوئے اسی بنا پر حضرات موصوف نے عدالت مجاز میں دعویٰ دائر کیا جسپر عدالت نے بھی اُنکے خلاف رائے فیصلہ فرماکر قدیم انتظام کو جو سالہا سال سے جاری ہے بجنسہ بحال رکھنے کے لئے حکم صادر فرمایا ۔ اسلئے حضرات مذکور علیحدہ ایک مسجد بنانے کی کوشش کر رہے باوجودیکہ موجودہ مسجد میں اُن حضرات کو نماز ادا کرنے کے لیے کوئی شخص مانع نہیں ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے ایسی حالت میں ایک جدید مسجد کی تعمیر کی کوشش وہ بھی بضرورت محض اہل اسلام میں تفرقہ ڈالنے اور گروہ اہل اسلام کو دو

فریق کرنے اور قدیم مسجد کی جماعت کو کم کر کر ویران کرنے کی نیت سے کیجارہی ہے بنا برین عرض ہے کہ یہ فعل اُن حضرات کا ازروئے قانون شریعت اسلام جائز ہے یا نہیں اور بہ نیت مذکورہ مسجد بنانا داخل حکم مسجد ضرار ہے یا نہیں۔ اور ایسی مسجد کے لئے کسی قسم کی مدد کرنا داخل ثواب ہے یا باعث عذاب خلاصہ جواب عطا فرمایا جائے۔ بینوا وتوجروا

مسجد صدر بازار چھاونی اورنگ آباد دکن۔

الجواب جس مسجد ضرار کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ وہ ہے جسکی نسبت قطعی دلیل سے ثابت ہے کہ وہاں مسجد ہی بنانے کی نیت نہ تھی محض صورت مسجد اضرار اسلام کے نیت سے بنائی تھی سو جس مسجد کا بانی دعوی نیت بنا مسجد کا کرے اور کوئی قطعی دلیل اُسکی مکذب نہو اُسکو مسجد ضرار کیسے کہا جا سکتا ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ ایسی مسجد کے انہدام اور انہیں القاء کناسہ کو جائز کہا جاوے لان الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ اور اسکا کوئی قائل نہیں پس ثابت ہوا کہ ایسی مساجد مسجد ضرار میں تو داخل نہیں البتہ خود یہ قاعدہ متعذر ہے کہ اگر طاعت میں غرض معصیت ہو جیسے مسجد بنانے سے غرض تعصب و تفریق مذموم ہو تو اُس فعل میں عاصی ہوگا لیکن مسجد مسجد ہی ہوگی مع اپنے جمیع احکام لازمہ کے باقی اس نیت کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے دوسروں کو اسپر حکم جازم لگانا جائز نہیں۔ کتبہ اشرف علی۔ ۱۰ ذیقعدہ ۳۶ھ

السوال بہشتی زیور مولفہ آنجناب کے حصہ اول صفحہ ۵ سطر ۱۶ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور میں تحت سرخی (بعضے بڑے بڑے گناہ جن سے گناہ ہوتا ہے جنپر سختی آئی ہے) علاوہ اور اُن فقرہ جات کے جنکے استعمال سے وعید گناہ ہے جناب والا نے ایک فقرہ یہ بھی لکھا ہے کہ (کسی مسلمان کو کافر یا بے ایمان یا خدا کی مار یا خدا کی پھٹکار وغیرہ کہنا) یعنی یہ وہ فقرے ہیں کہ اگر ان کو زبان سے کسی مسلمان کی نسبت ادا کیا جائے تو یہ گناہ ہے اور انپر سختی آئی ہے لیکن اسی بہشتی زیور کے چھٹے حصہ میں جہاں بیاہ کی رسموں کا بیان کیا گیا ہے صفحہ ۴۸ کے سطر ۱۹ مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور پر آنجناب نے خوب دل کھول کر یہ فقرہ لکھا ہے (کمبختوں پر خدا کی مار) اور بیچیا اور خدا سمجھے اور خدا غارت کرے یہ فقرے بھی اپنے اپنے موقع سے اسی بیاہ کی رسموں کے بیان میں استعمال ہوئے ہیں خیر اول سے تو مجھے بحث ہی نہیں مجھے تو صرف (خدا کی مار) سے بحث ہے

تحقیق - جو توجیہ کلام کی گئی ہے آپکے الفاظ سے کوئی شخص اسکو نہیں سمجھ سکتا بلکہ آپکے الفاظ خود اسکے خلاف ہیں جب آپنے خود اپنی عبارت میں اسکی تصریح فرمادی ہے کہ مقصود بالذات نہیں اور اصل چیز نہیں تو اس سے یہ خود لازم آگیا کہ یہ تمنا صحیح نہیں پھر دوسری شق کا احتمال کہاں رہا کہ اگر تمنا صحیح ہے اور اگر یہ دلالت خفی ہے تب بھی اول ہی بار تشقیق کے ساتھ کیوں نہ لکھا یہ توجیہ دوسری اُس سے بڑھ کر غلطی ہے کہ اپنے قول کو بنانا گویا اسکے معنے یہ ہیں کہ ہم نے غلطی نہیں کی اسمیں اپنے معلم کی تکذیب و تجہیل ہے افسوس جس شخص سے باطن کی اصلاح چاہی جاتی ہے اُس سے بھی تلبیس کی جاتی ہے یہ مرض طالبعلمی کے ابتدا سے راسخ ہو جاتا ہے یعنی اپنی بات کو بنانا اول تو ہر معلم ہر حالت میں احمق نہیں ہوتا اور اگر کسی وقت تلبیس کو قبول بھی کرلیا تو طالب کو تو ضرر یہی ہوا کہ اُسکے اخلاق کی درستی نہ ہوئی -

حال - شب شنبہ کو خواب میں دیکھا کہ مولوی ... کے مکان میں یعنی ماموں صاحب والے مکان میں مجمع ہو رہا ہے حضرت والا بھی تشریف فرما ہیں ایک ممبر رکھا ہوا ہو احقر بعد میں حاضر ہوا اور مجھے ارشاد وعظ کے لئے ہوا تو میں نے اس آیت کا وعظ شروع کیا اللّٰہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفاً و شیبۃ - یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر وعظ میں سے اسقدر مضمون یاد رہا کہ حق تعالیٰ شانہ کی عجیب قدرت ہے کہ اول بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے اسمیں حکمت ہے کہ اگر وہ اول ہی سے مضبوط اور قوی ہوتا تو ماں کے پیٹ سے پیدا نہ ہو سکتا بچہ اول اول ایسا نرم ہوتا ہے کہ اگر اُسکے عضو کو موڑنا چاہیں تو مڑ سکتا ہے ہوا لگنے سے اسمیں قوت آتی ہے پھر جوانی کے بعد کمزوری پیدا ہوتی ہے اسمیں یہ راز ہے کہ روح کے نکلنے میں آسانی ہو کیونکہ زمانہ قوت میں روح نکلنے سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے موت سے پہلے بڑھاپا آتا ہے تاکہ روح کو نکلنے میں سہولت ہو اور جن کو بڑھاپے میں بھی روح نکلنے کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے یہ محض اظہار قدرت ہے کہ حق تعالیٰ ضعف میں بھی خروج روح سے تکلیف پہونچا سکتے ہیں - انتہے تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے -

تحقیق - خواب میں آیت کے متعلق عجیب و غریب نکتہ ظاہر ہوا ایسے منامات بشارت ہوتے ہیں علوم موہوبہ کی حق تعالےٰ مبارک فرماویں -

حال - پچھلے خط میں جو کچھ میں نے عرض کیا تھا اُس سے مقصود صرف حضور کا متوجہ کرنا ہے -

57

تحقیق ۔ مطلقاً متوجہ کرنا یا کہ خاص اسی مقصود کے لئے متوجہ کرنا اگر شق اول ہو تو اسکے لئے اس عنوان کی کیا وجہ ہے دوسرے میں نے کس روز بے توجہی کی تھی جو توجہ کی کوشش کی گئی اور اگر شق ثانی ہے تو شکایت باقی ہے۔

حال ۔ ورنہ حضور کی بار بار ہدایت پر میری مجال نہیں کہ میں اُن امور کی خواہش کروں جن کی بابت بارہا حضور ہدایت فرما چکے ہیں اپنی جہالت اور حماقت سے تحریر ممکن ہے اس عنوان کی ہو گئی ہو جس سے حضور کے خیال میں یہ بات آئی ہو کہ مواجید اور احوال کی تمنا ہے۔

تحقیق ۔ آخر اس عنوان کی کوئی وجہ تو ہے۔

حال ۔ میں اس وقت سفر میں ہوں اکثر اشغال جو حضور نے ہدایت فرمائے تھے بے وقت کرنے کی نوبت آتی ہے اور کبھی کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے جس کا سخت افسوس ہوا کرتا ہے۔

تحقیق ۔ عذر سے ایسا ہو جانا قابل افسوس نہیں۔

حال ۔ نہایت ادب سے التماس خادم کی یہ ہے کہ عرصہ کامل یکسال کا ہوا دماغ کی حالت بدستور چلی جاتی ہے ترطیب دماغ و شیرہ بادام وغیرہ کا بھی اکثر استعمال کیا گیا مگر معتد بہ فائدہ نہیں ہوا ذکر جہر تو قطعاً نہیں کر سکتا صرف لسانی کرتا ہوں ۔ مابین مغرب و عشا تین ہزار بار اسم ذات پاک کا معمولی ہے اور بعد تہجد کے دوازدہ تسبیح کا ذکر کرتا ہوں وہ بھی لسانی ضرب جہر قطعاً نہیں ہو سکتا چند یوم سے ایسا ہوتا ہے کہ تین ہزار بھی مشکل ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دماغ پر کوئی میخ رکھکر دباتا ہے حکیم صاحب سے حال کہا گیا انہوں نے بھی ترطیب دماغ وغیرہ کی دوائیں استعمال کرائیں جب معتد بہ فائدہ نہ ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حکیم صاحب میرا دماغ کبھی اچھا بھی ہو گا یا نہیں تو فرمایا تمہاری ہمیشہ یہی حالت رہیگی جب سے میں نہایت پریشان ہوں خدا جانے کیا سبب ہے۔

تحقیق ۔ پریشانی کی کیا بات ہے کیا ضعیف دماغ والوں پر خدا تعالیٰ کا راستہ بند ہے اگر ایسا ہوتا تو مرض کے متعلق احکام شرعیہ نہ ہوتے بلکہ مریض تو بہ نسبت صحیح کے مقصود سے زیادہ قریب ہے چنانچہ احادیث میں تصریح ہے کہ اگر مرض کی وجہ سے اعمال غیر فریضہ میں کچھ کمی رہ جاتی ہے تب بھی اجر پورا ملتا ہے اور فریضہ میں بھی مریض کو بہت تخفیف و تسہیل دی گئی ہے۔

حال ۔ تعجب یہ ہے کہ اور وقت میں کچھ محسوس نہیں ہوتا مگر ذکر کے وقت زیادہ محسوس ہوتا ہے

۵۸

اگر کمزوری وغیرہ سمجھا جائے تو درد وغیرہ کی کبھی شکایت نہیں ہوتی ہر وقت تلاوت قرآن شریف بھی گرانی محسوس ہوتی ہے لہذا خادم نہایت پریشان ہے۔

تحقیق - یوں معلوم ہوتا ہے کہ توجہ کو ایک طرف کرنے میں گرانی ہوتی ہو سو یہ امتحان کر کے اطلاع دیں کہ یکسوئی کی تحصیل میں زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔ تب کیا حال ہوتا ہے۔

حال ۔ واللہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ ذکر اسم ذات پاک کرتے کرتے شام سے صبح کر دوں مگر دماغ کام نہیں دیتا عجب کشمکش میں مبتلا ہوں حضور اقدس للہ اس ناکارہ کی دستگیری فرمایئے اور دل سے دعا فرمایئے تاکہ یہ ناکارہ حضور والا کی توجہ خاص اور دعا کی برکت سے اس ورطہ الم سے پار ہو جاوے۔

تحقیق - دعا سے کیا انکار ہے مگر امتحان مذکورہ بالا کر کے نتیجہ سے ضرور اطلاع دیں۔

حال ۔ احقر کو بعض حالات اپنے سوچنے سے یاد آئے الحمد للہ کہ ان حالات سے کوئی اثر طبیعت پر ایسا نہیں پڑا کہ معمولات میں فرق ہو جاتا یا اپنے کو کسی ادنی درجہ میں بھی خیال کرتا اول ایسا اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ احقر جس کسی سے کسی معاملہ کی گفتگو کرتا ہے قبل صاحب معاملہ کے جواب دینے کے یہ دماغ میں آ جاتا ہے کہ ان الفاظ میں اور یہ جواب ملیگا مگر یہ اسوقت ہوتا ہے جب میرا دماغ مطمئن اور یکسو ہو اگر ذکر پاس انفاس جاری ہو تو ہے تو کچھ نہیں معلوم ہوتا (۲) بارہا یہ خیال دماغ میں جم گیا کہ آج فلاں خبر کی مطلوبہ آئیگی اگرچہ کوئی آثار ایسے نہ تھے جس سے قیاس کیا (مثلاً فہرست روانہ کی ہوتی یا خط لکھا ہوتا) ڈاک جب آئی اُسی بیوپاری کا خط ملا (۳) گھر میں میری بی بی یہاں آنے کے قبل اس پریشانی میں تھیں کہ دونوں دھوبی کپڑے نہیں لائے احقر نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ آج وہ لوگ آجاویں گے چنانچہ آگئے (۴) اس سے قبل جب حاضر خدمت ہو کر واپس گیا ہوں دہلی گیا تھا دہلی جا کر افسوس ہوا کہ بھائی ۔ ۔ ۔ لاہور گئے ہیں ملاقات نہ ہوئی اُنکی والدہ نے کہا کہ آج آنیوالے ہیں جسوقت میں کھانا کھانے بیٹھا بیساختہ زبان سے نکلا کہ میرے کھانا کھاتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ آجاوینگے چنانچہ آئے ۔ اور جو کھانا میرے کھانے سے باقی تھا وہی کھایا (۵) مکان سے متصل ایک طبیب رہتے ہیں اُنکے یہاں دیہات کے مہمان آتے رہتے ہیں مکان چھوٹا ہے اس لیئے اُنکے مہمان مسجد میں سوتے ہیں احقر کو اہل محلہ نے مسجد کا امام عرصہ سے بنا رکھا ہے ایک روز قبل

۵۹

نماز فجر مسجد گیا ایک شخص کو سوتے ہوئے اس جگہہ دیکھا جہاں پہلی صف ہوتی ہے بیساختہ منہ سے نکلا کہ جہانگیر اُٹھو اور نماز پڑھو حالانکہ اس سے قبل نہ اُس شخص کو دیکھا تھا نہ نام سُنا تھا بعد کو معلوم ہوا کہ یہی نام ہے (۶) مولوی قاضی۔۔۔۔۔ حاجی موسیٰ کانپوری (شاگرد حضرت اقدس) سے اور احقر سے محبت ہے بارہا اُن کے مکان پر جاتا ہوں وہ بھی تشریف لاتے ہیں ایک مرتبہ دو روز ملاقات نہوئی دکان پر یہ خیال آیا کہ آج مغرب کی نماز میں شاہ۔۔۔۔۔ صاحب کی مسجد میں ملاقات ہوگی لیکن خیال کو ہٹا کر اُنکے مکان پر جانے کا ارادہ کیا مسجد کے متصل جاکر کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ مسجد میں چلا گیا اور مغرب کی نماز پڑھی بعد مغرب مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی اور ۹ بجے تک حضرت والا کے ملفوظات حسن العزیز کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔

تحقیق۔ جسکو کشف سمجھا جاتا ہے یہ مبتدی ناقص کے لئے ایک بلاء خطرناک ہے اور کبھی القاء شیطانی سے ایسا ہوتا ہے جیسا دجال اور کاہنوں کو پیش آدیگا اور آیا قادیانی اسی سے تباہ ہوا۔ اگر ایسا خیال آوے اعوذ باللہ پڑھنا چاہیئے اور حق تعالے سے اسکے دفع کی دعا کرنا چاہیئے (۷) پہلے لڑکیوں کے رونے سے اُنکی والدہ پر بہت غصہ آتا تھا بعض اوقات خفا بھی ہوتا تھا مگر اب اکثر مرتبہ خود بھلا دیتا ہوں اگر کسی وقت قلب زیادہ گرم ہوتا ہے رونے سے تکلیف ہوتی ہے باہر چلا جاتا ہوں (۸) احقر نے کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے کہ جسدن معمولات میں سے قرآن مجید یا مناجات مقبول ناغہ ہوجاتی ہے اُسروز روپیہ معمول سے زیادہ آتا ہے مگر قلب پر بے چینی اور پریشانی اُسوقت تک رہتی ہے جب تک معمول پورا نہ کرلوں اور معمول پورا کرنے کے دن کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ چند پیسونکی آمدنی ہوئی مگر قلب اسقدر خوش اور مطمئن رہا کہ ایسا پہلے نہ رہتا تھا (۹) لین دین اور کاروبار میں بحمد اللہ ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ اپنے ذمہ کسی کا باقی نہ رہے اگر باقی بھی ہو تو وقت معینہ پر دے دیا جاوے چنانچہ کئی ماہ سے زیادہ تر تو نقد خریداری ہوتی ہے دو تین معاملہ دار ایسے ہیں جنسے ماہواری حساب ہوجاتا ہے اگر اُن کا احقر کے ذمہ روپیہ نکلتا ہے فوراً ادا کردیا جاتا ہے میرا اُن کے ذمہ روپیہ اگر نکلتا ہے دیدیتے ہیں لے لیتا ہوں ورنہ گنجائش چند دن کی دی جاتی ہے۔

تحقیق۔ نمبر ۹ تک یہ البتہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں لیکن نہ ان کو کمال سمجھا جاوے نہ اتنے ہی پر ناز کیا جاوے کہ ہمارے اخلاق درست ہوگئے یہ بھی ایک اغواء شیطان کا طریقہ ہے کہ چند روز تک

صیت قلب کے معالجہ اور ازالہ کے درجات اور اسکا بیان

کہ مطلوب کونسا درجہ ہے

ے بعد سمجھنا چاہیے کہ اس مرض کے ازالہ میں تین درجے ہیں قلب کو باوجود تقاضہ کے
ا۔ تقاضے کو ضعیف کر دینا۔ اور قلع المقتضٰے یعنی مادہ ہی کا قلع قمع کر دینا انمیں سے قلب کو
نا یعنی دل کو خود اُس طرف متوجہ نہونے دینا۔ یہ امر تو اختیاری ہے کہ اگر آپ سے آپ
ے تو تم اُسکو روکو۔ اور اسکا سہل طریقہ یہ ہے کہ جب قلب کسی حسین کی طرف مائل ہو تو اُسکا
ج یہ ہے کہ فوراً کسی کریہ المنظر بدشکل بدصورت بدہیئت کی طرف دیکھو اگر کوئی موجود نہو
ی ایسے بدصورت کا خیال باندھو کہ ایک شخص ہے کالا رنگ ہے۔ چیچک کے داغ ہیں آنکھوں
ندھا ہے سر سے گنجا ہے رال بہ رہی ہے دانت آگے کو نکلے ہوئے ہیں۔ ناک سے نکٹا ہے
ٹ بڑے بڑے ہیں اور سنک بہ رہا ہے اور مکھیاں اُس پر بیٹھی ہیں۔ گو ایسا شخص دیکھا نہو
ت متخیلہ سے تراش لو۔ کیونکہ تمھارے دماغ میں ایک قوت متخیلہ ہے۔ آخر اُس سے
ی روز کام تو لوگے۔ متخیلہ کا کام تو جوڑ توڑ کا ہے جب ایسا شخص فرض کیا جا سکتا ہے
مراقبہ کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ فساد جو حسین کے دیکھنے سے قلب میں ہوا ہے وہ جاتا رہیگا
گر پھر خیال آوے پھر یہی تصور کرو۔ اور اگر یہ مراقبہ کفایت کے درجہ میں نافع نہو اور بار
ر اُسی حسین کا تصور ستاوے تو یوں خیال کرو کہ یہ محبوب ایک روز مریگا اور قبر میں
یگا وہاں اسکا نازک بدن سڑ گل جاویگا کیڑے اسکو کھا لینگے یہ خیال تو فوری علاج
۔ اور آیندہ کیلئے تقاضہ پیدا ہونے کا علاج یہ ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرو۔ اور دوسرے
ذاب الٰہی کا تصور کرو۔ تیسرے یہ کہ یہ تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اُسکو مجھپر پوری
ت ہے۔ طول مراقبات اور کثرت مجاہدات سے یہ چور دل میں سے نکلیگا۔ جلدی نجات کا
ی نہ کرے اس لئے کہ ایسا پرانا مرض ایک دن یا ایک ہفتہ میں نہیں جاتا۔ یہاں مجکو
محمود غزنوی کی حکایت یاد آگئی۔

۴۷۱

حکایت۔ محمود نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے ایک مندر میں جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے۔ سپاہی نے تلوار دکھائی کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دونگا۔ برہمن نے کہا کہ حضور ذرا ٹھیرئے۔ سپاہی نے پھر تقاضا کیا برہمن نے عرض کی حضور نوے برس کا رام تو دل میں سے نکلتے ہی نکلتے نکلیگا۔ ذراسی دیر میں کیسے نکلجاوے خوب کہا ہے ؎

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے ۔۔۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ہمت مت ہارو مجاہدہ کرتے رہو رفتہ رفتہ یہ تقاضا ضعیف ہو جاویگا اور قابو میں آجاویگا کہ اپنے محل پر صرف ہوگا اور غیر محل کیلئے متحرک نہوگا۔ اور یہی مطلوب ہے ؞

افعال قبیحہ کے مادہ کا ازالہ مقصود نہیں اور اسکے متعلق نادان اہل سلوک کی ایک بڑی غلطی

۳۷۲

تیسرا درجہ یہ کہ مادہ ہی منقطع ہو جاوے یعنی بالکل میلان ہی کبھی پیدا نہ ہو یہ وہ مرتبہ ہے۔ کہ جسکو نادان سالک مطلوب سمجھتے ہیں۔ اور اسکے حاصل نہ ہونے پر پریشان ہوتے ہیں یعنی جب اپنے اندر کسی وقت میلان پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا سب ذکر و شغل و مجاہدہ بیکار گیا۔ حتی کہ ایسے کلمات پریشانی میں ان کے منہ سے نکلجاتے ہیں کہ بے ادبی اور گستاخی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ہم اتنے روز سے طلب حق میں رہے۔ مگر ہم پر رحم نہیں آتا کہ ویسے ہی محروم ہیں یاد رکھو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ مادہ منقطع ہو جاوے اور اگر مادہ جاتا رہے تو گناہ سے بچنے میں کوئی کمال نہیں۔ اندھا اگر فخر کرے کہ میں دیکھتا نہیں تو کون فخر کی بات ہے۔ دیکھیگا کیا دیکھنے کا آلہ نہیں عنین اگر عفت کا دعوی کرے تو کیا کمال ہے۔ لطف اور کمال تو یہ ہے۔ گناہ کر سکو اور پھر اپنے دل کو روکو جس کا میں نے فوری علاج اور تقاضا روکنے کی تدبیر دونوں بیان کر دئے رہا مادہ نہ زائل کر دینا یہ مطلوب ہی نہیں بلکہ اسکا زائل کرنا جائز ہی نہیں ؞

خدا تعالیٰ کیساتھ محبت ہوتے ہوئے غیر پر نظر ناممکن ہے

خلاصہ یہ کہ مجھے اس گناہ پر متنبہ کرنا منظور ہے اسلیئے کہ اس گناہ کا ابتلاء عام تھا حتی کہ جو نیک کہلاتے ہیں وہ بھی اسمیں مبتلا ہیں خدا کے واسطے اسکا انتظام کرنا چاہیئے - افسوس منہ سے تو خدا تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ اور غیر پر نظر افسوس صد افسوس اسوقت مجھکو ایک حکایت یاد آگئی -

حکایت - ایک عورت جارہی تھی کوئی ہوا پرست اُسکے ساتھ ساتھ ہولیا اُس عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو - اور میرے پیچھے کیوں آتے ہو - کہا کہ میں تجھپر عاشق ہوگیا اس لیئے آتا ہوں - عورت نے جواب دیا کہ پیچھے ایک میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے - اُسکے دیکھنے کو پیچھے چلا اُس عورت نے اُس کے ایک دھول دی اور کہا ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی در بیانِ دعوئے خود صادقی

پس چرا بر غیر افگندی نظر این بود دعوائے عشق ای بیخبر

صاحبو اگر حق تعالیٰ سامنے کھڑا کرکے اتنا دریافت فرمالیں کہ تو نے ہمکو چھوڑ کر غیر پر کیوں نظر کی تو بتلایئے کیا جواب ہے یہ ہلکی بات نہیں اسکا بہت بڑا اہتمام کرنا چاہیئے ؎

معصیت کے تقاضہ کا نہایت مفید علاج

ایک اور تدبیر ہے جو مقوی ہے ان تدابیر کی وہ یہ کہ جب قلب میں ایسا خیال پیدا ہو ایسا کرو کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھو - اور توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو جب نگاہ پڑے یا دل میں تقاضا پیدا ہو فوراً ایسا ہی کرو - ایک دن تو بہت سی رکعتیں پڑھنا پڑیں گی - دو چار دن بہت کم ایسا خیال آوے گا - اسی طرح بتدریج نکلجاوے گا اس لئے کہ نفس کو نماز بڑی گراں ہے - جب دیکھے گا ذرا سا مزہ لینے پر یہ مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے پھر ایسے وسوسے نہ آویں گے ؎

سمع و بصر و قلب و جوارح کی حفاظت کا حکم

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۔ مت اتباع کر اُس شے کی جسکی تجھکو تحقیق نہیں بیشک کان اور آنکھ اور قلب انمیں سے ہر ایک سے سوال کیا جائیگا۔ اس آیت میں چار چیزوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے قلب۔ آنکھ۔ کان۔ یہ تین چیزیں تو بالتصریح بیان فرمائیں چوتھی چیز بقیہ جوارح یعنی ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ کی حفاظت ہے وہ بالتصریح اس آیت میں مذکور نہیں ہیں بلکہ اُن چیزوں کی حفاظت کو ولا تقف ما لیس لک بہ علم میں ولالۃً ذکر فرمایا ہے چنانچہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم کی حقیقت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں تمام جوارح کی حفاظت بھی آگئی ہے اسلئے کہ اسکی حقیقت ہے بلا تحقیق کسی امر کا اتباع کرنا اب اس کے تحقیق کی چند صورتیں ہیں مثلاً کوئی شے گم ہوجائے بلا تحقیق قرائن موہومہ پر کسی کو چور کہدیا چور کہنا زبان کا گناہ ہے ولا تقف ما لیس لک بہ علم اس گناہ سے روکتا ہے۔ دیکھئے ولا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل نہ ہونے سے زبان کا گناہ ہوگیا۔

جبتک کسی کے فعل میں تاویل ہوسکے اسوقت تک اسپر بدگمانی نچاہئے

حکایت۔ ایک عجیب حکایت یاد آئی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا اُس سے فرمایا کہ تو چوری کرتا ہے اُسنے کہا کلا واللہ الذی لا الہ الا ہو یعنی ہرگز نہیں قسم ہے اُس ذات کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اُسکے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا صدقت ربی وکذبت عینی یعنی میں اپنے رب کی تصدیق اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں یعنی میری آنکھ نے غلط دیکھا تو سچا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو نہ دین میں غلو ہوتا ہے اور نہ وہ مغلوب الحال ہوتے ہیں

۳۷۴

شاید کوئی خشک مغز اسکو غلو فی الدین سمجھے یا کوئی یوں کہے کہ یہ تو استغراق یا غلبۂ حال ہی
سو یاد رکھو کہ انبیاء علیہم السلام میں نہ غلو فی الدین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے اور وہ مغلوب
الحال بھی نہیں ہوتے بلکہ اپنے حال پر غالب ہوتے ہیں بزرگوں کی دو قسمیں ہیں ابو الحال اور
ابن الحال وہ (ابو الحال) ہیں جو اپنے حال پر غالب ہوتے ہیں مخلوق سے ملے جلے رہتے ہیں اسباب ظاہرہ
کو چھوڑتے نہیں ہر امر کو ضابطہ اور قاعدہ سے کرتے ہیں مال کو انتظام سے خرچ کرتے ہیں ان
امور میں جیسے اور عوام کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن کی بھی ہوتی ہے اور اہل حال آزاد
ہوتے ہیں خلقت سے بھاگتے ہیں کسی امر کی تدبیر نہیں کرتے موجی بندے ہوتے ہیں جو
چاہتے ہیں کرتے ہیں ہاں خلاف شریعت کچھ نہیں کرتے اس لئے کہ جو خلاف شریعت کریگا
وہ مقبول و بزرگ نہیں ہو سکتا البتہ اُسکا قول و فعل کبھی بظاہر خلاف شرع ہوتا ہے
جسکی تاویل ضروری ہے ؛

اہل کمال کی پہچان اور اسکا بیان کہ عارف میں برکت دوام اور کرامت اچانک ہوتی ہے تصرف نہیں ہوتا اور اسکا راز

اکثر عوام الناس ایسے لوگوں کو باکمال سمجھتے ہیں اور اہل کمال کو کم پہچانتے ہیں اس لئے
میں اہل کمال اور غیر اہل کمال کی شناخت کے لئے ایک قاعدہ کلیہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ
وہ نہایت مفید ہے وہ یہ ہے کہ ولایت نبوت سے مستفاد ہے جس بزرگ کی حالت انبیاء
علیہم السلام کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوگی وہ باکمال ہوگا سو انبیاء نے نہ کبھی نعرے مارے
نہ کبھی کپڑے پھاڑے نہ خلقت سے بھاگے خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر امر
کا انتظام حضور کے یہاں تھا سلطنت کا انتظام حضور نے ایسا فرمایا کہ سلاطین دنیا نے
آپ سے سیکھا خانہ داری کا انتظام ایسا تھا کہ آج کوئی اسکی نظیر نہیں دکھلا سکتا اسی طرح ملنے
جلنے کھانے پینے حتٰی کہ بول و براز کے قواعد حضور نے امت کو تعلیم فرمائے اہل کمال کی
حالت اسی طرح کی ہوتی ہے اور جسطرح آجکل عوام ایسے اہل کمال کو بزرگ و خدا رسیدہ
نہیں جانتے اُسوقت بھی عام لوگوں نے انبیاء کو کامل نہیں سمجھا چنانچہ کہا کرتے تھے

مالِھٰذَا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرًا او یلقٰی الیہ کنز فتکون لہ جنۃ یاکل منھا یعنی اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے انکی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا کہ اُنکے ساتھ رہ کر لوگوں کو تبلیغ کرتا یا ان کے پاس کوئی خزانہ ہوتا یہ ہم سے بھی زیادہ غریب مفلس ہیں ہم دو وقت کھانا کھاتے ہیں ان کو ایک وقت بھی کئی کئی دن میں ملتا ہے اچھے اللہ کے پیارے ہیں کوئی اپنے پیارے کو بھوکا بھی مارا کرتا ہے یا ان کے پاس کوئی باغ ہوتا کہ یہ اُس سے کھاتے غرض کوئی وصف ایسا ہوتا جو ہم میں نہیں یہ کیسے نبی ہیں جو ہم سے ممتاز نہیں ہیں اسی طرح جو اولیاء اللہ اس شان کے ہوتے ہیں اُنپر لوگ اعتراض کرتے ہیں اور جو خلقت سے بھاگتا ہے کھاتا پیتا نہیں ننگا رہتا ہو کسی سے بات نہ کرتا ہو وہ بزرگ ہے اور اگر خلاف عادت کوئی امر اُس سے صادر ہوگیا کسی پر کوئی تصرف کر دیا اُس کو تو نبی سے بڑھکر جانتے ہیں حالانکہ تصرف کوئی چیز نہیں ہے یہ تو ریاضت سے ہندو جوگیوں میں بھی پیدا ہوجاتا ہے بلکہ اہل کمال اسکو اچھا نہیں جانتے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عارف را ہمت نباشد۔ یعنی عارف کو ہمت یعنی تصرف نہیں ہے۔ ہمت کے وہ متعارف معنی نہیں کہ کسی کام کی ہمت نہیں بلکہ ہمت کے معنی تصرف وغیرہ کے ہیں مطلب یہ ہے کہ عارف کو تصرف نہیں ہوتا اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ جسقدر عرفان بڑھیگا فنا بھی ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے اور اپنے سے نظر اُٹھتی جاتی ہے دیکھئے تحصیلدار اپنے اجلاس میں بیٹھ کر بڑے بڑے احکام صادر کرتا ہے لیکن گورنر جنرل کے سامنے جب آتا ہے تو اُسکی وہ حالت ہوتی ہے جو ادنیٰ اردلی کی ہے اسی طرح عارف کو جسقدر معرفت بڑھے گی وہ مٹتا چلا جائیگا فنا سے اس کو فاعلیت مستقلہ من وجہ کے تصور سے غیرت آئے گی ۔۔۔۔۔

۔۔۔ اور معرفت سے دوسرے شئ کی طرف توجہ تام کرنے سے غیرت آوے گی۔ اور تصرف میں یہی ہوتا ہے کہ دوسری طرف توجہ تام کرنا پڑتا ہے اور تدبیر مسنون اس سے مستثنیٰ ہے کہ اُس میں فاعلیت و توجہ میں استغراق نہیں ہوتا عارفین میں دو باتیں ہوتی ہیں برکت اور کرامت ۔

(۱۰۰) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے بھائیوں (اور دوستوں اور مریدوں) میں سے
کسی کو اُن فقیروں پر انکار (اور بدگمانی) نہ کرنے دیں جو دروازوں اور دوکانوں پر (بھیک)
مانگتے پھرتے ہیں اگرچہ وہ زبردستی کرکے مانگتے ہوں کیونکہ (اُن میں ہر طرح کے فقیر ہوتے
ہیں سچے بھی اور جھوٹے بھی تو ہر شخص سے جلدی بدگمان ہو جانا اچھا نہیں اور سچے) فقیروں
کا بعض دفعہ (سوال کرنے سے) یہ مقصود ہوتا ہے کہ مخلوق کے اوپر سے قسم قسم کی بلاؤں کو
(جو اُنپر نازل ہوا چاہتی ہیں) دفع کردیں اور اُن کے گناہوں کے دریاؤں کو خشک کردیں
(کیونکہ صدقات سے بلاؤں کا ٹلجانا اور گناہوں کا معاف ہو جانا حدیث سے معلوم
ہو چکا ہے پس یہ مت سمجھو کہ ہر بھیک مانگنے والا اپنا ہی پیٹ پالتا ہے بلکہ بعضے ایسے بھی
ہیں جو مخلوق کو بلاؤں سے بچانا چاہتے ہیں پس ہر ایک سے بداعتقاد ہو جانا مناسب
نہیں رہا دینا یا نہ دینا یہ شریعت کے حکم کے موافق ہونا چاہئے جسکو ضرورتمند معذور
دیکھو اُسکو دیدو اور جسکو تم معذور نہ سمجھو اُسکو نہ دو لیکن بُرا ہر حال میں کسی کو نہ کہو (اور
جہاں کچھ معلوم نہ ہو کہ یہ معذور ہے یا غیر معذور وہاں دیدینا ہی اچھا ہے کیونکہ)
حدیث میں ہے کہ سائل کا کسی کے دروازہ پر کھڑا ہونا خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن کے لئے
ہدیہ ہے (یعنی خدا تعالیٰ نے اُسکو تمہارے گھر پر بھیجا ہے تاکہ تمہارے ہاتھ سے اُس کو
روزی پہونچاوے تو خدا کے ہدیہ کی عظمت کرنا چاہئے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ خدا کا ہدیہ وہی
سائل ہو سکتا ہے جسکو خدا نے سوال کرنیکی اجازت دی ہے اور جسکو اجازت نہیں دی بلکہ
اُسکو مانگنا حرام کیا ہے جیسے ہٹا کٹا مضبوط جوان وہ خدا کا ہدیہ نہیں اور نہ اُسکو دینا جائز
ہے) اور (حضرت) محمد بن حسین ـــــ رضی اللہ عنہ جب اپنے دروازہ پر کسی سائل
کو (کھڑا ہوا) دیکھتے تو (دیکھتے ہی) اُسکے سامنے تبسم فرماتے ـــ اور (خوش ہوکر) یوں
کہتے کہ مرحبا اُس شخص کے لئے جو میرا توشہ آخرت کیطرف بلا اُجرت کے پہونچاتا ہے (اس سے

۳۵

عہ عن ابی بن کعب مرفوعاً الا ادلکم علی ھدایا اللہ تعالیٰ الی خلقہ قلنا بلی قال الفقیر من
خلقہ ھو ھدیۃ اللہ تعالیٰ قبل ذلک او ترک رواہ ابن النجار وفیہ عبد اللہ بن معاویۃ ضعیف و
ذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا فی کنز العمال ۱۲ مولانا احمد حسن سنبھلی

اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کے دل میں مانگنے والوں کی کیسی وقعت تھی کہ وہ اُن کو کچھ دیکر اپنا احسان نہ رکھتے تھے بلکہ اُن کے احسانمند ہوتے تھے کہ یہ ہمارا کھانا وغیرہ آخرت میں بلا اُجرت پہونچاتے ہیں) اور (جیسا کہ اپنے دوستوں کو بھیک مانگنے والے فقیروں کے ساتھ بداعتقادی سے روکنا ضروری ہے) اسی طرح (جب کسی سائل کا معذور وغیر معذور ہونا معلوم نہ ہو) تو اپنے دوستوں (اور مریدوں) کو یہ بہانہ بھی نہ کرنے دیں کہ یہ تو کمانے (کھانے) کی قدرت رکھتے ہیں (ان کو کیوں دیا جائے) انکو تو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ (بہانہ محض) بخل (کرنے) کے لئے ایک حجت ہے (ورنہ جب تم کو اُسکا معذور وغیر معذور ہونا کچھ معلوم نہیں اور اتنی بات معلوم ہے کہ سوال کرنا اسکا پیشہ نہیں ہے تو تم کو اُسے کچھ دینے میں کچھ گناہ نہوگا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو (ہمیشہ کچھ نہ کچھ) دے ہی دیا کرتے تھے اگرچہ وہ (ظاہر میں) غنی ہی (معلوم ہوتا) (ہو کیونکہ بعض دفعہ انسان کے ذمہ قرض اسقدر ہو جاتا ہے کہ وہ اُسکی ادائگی سے عاجز ہو جاتا ہے تو وہ چاہے ظاہر میں اچھا لباس ہی پہنے ہو مگر حقیقت میں قابل رحم ہے اور شرعاً اُسکی امداد کرنا باعث ثواب ہے بشرطیکہ اُسنے سوال کو پیشہ نہ بنالیا ہو محض ضرورت کی وجہ سے سوال کرتا ہو اور قرائن سے اکثر ہر حالت کا پتہ چل جاتا ہے اور اگر قرائن سے کچھ نہ معلوم ہو تو مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی کرنا کیا ضرور ہے کہ وہ بلا ضرورت سوال کرتا ہوگا پس ایسی حالت میں اُسکی امداد کرنا ہی مناسب ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے للسائل حق وان جاء علی فرس[ے] مانگنے والے کا حق ہے (کہ اُسکا سوال پورا کیا جاوے) اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہی آئے (یعنی اگرچہ ظاہری صورت سے کھاتا پیتا معلوم ہوتا ہو مگر جب تم کو اُسکی حقیقت حال کی خبر نہیں تو تم کو اُسپر بدگمانی کرنے کا بھی حق نہیں ممکن ہے کہ وہ سخت مجبوری سے سوال کرتا ہو البتہ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اسنے سوال کا پیشہ

ے عن زید بن اسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطوا السائل ولو جاء علی فرس اخرجہ مالک ولابی داؤد عن للسائل حق ولو جاء علی فرس کذا فی التیسیر ۱۲ مترجم

اختیار کرلیا ہے تو پھر اسکو دینا جائز نہیں اور نہ اسکو سوال کرنا جائز ہے) اور یہ بھی ممکن ہے

ع عن قبیصة بن مخارق قال تحملت حمالة فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسالہ فیہا فقال اقم حتی تاتینا الصدقة فنامرلك بہا ثم قال یا قبیصة ان المسئلة لا تحل الا لاحد ثلثة رجل تحمل حمالة فحلت لہ المسئلة حتی یصیبہا ثم یمسك ورجل اصابتہ جائحة اجتاحت مالہ فحلت لہ المسئلة حتی یصیب قواما من عیش او قال سدادا من عیش ورجل اصابتہ فاقة حتی یقوم ثلثة من ذوی الحجی من قومہ لقد اصابت فلانا فاقة فحلت لہ المسئلة حتی یصیب قواما من عیش او قال سدادا من عیش فما سواہن من المسئلة یا قبیصة سحت یاکلہا صاحبہا سحتا۔ رواہ مسلم (ترجمہ) قبیصة بن مخارق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ضمانت کرلی تھی (یعنی کوئی دیت یا کسی کا قرض اپنے ذمہ لیلیا تھا) تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُسکے بارہ میں امداد مانگنے آیا آپنے فرمایا کہ ابھی ٹھیرو جب ہمارے پاس صدقہ (کا مال) آویگا اُس میں سے تمہارے واسطے (امداد کا) حکم کردینگے پھر آپنے فرمایا کہ اے قبیصہ سوال کرنا تین شخصوں کے سوا کسی کو حلال نہیں ایک وہ شخص جسنے کوئی ضمانت (اپنے ذمہ) لیلی ہو اُسکو مانگنا جائز ہے یہانتک کہ وہ ضمانت پوری ہوجائے پھر (سوال سے) رُک جائے دوسرے وہ شخص جسکے مال پر کوئی ایسی آفت آپڑی ہو جسنے سارے مال کو تباہ کردیا اُسکو سوال کرنا جائز ہے یہانتک کہ بقدر جینے کے (کچھ مال) اُسکو ملجائے تیسرے وہ شخص جسکو فاقہ پہونچا ہو یہانتک کہ تین معتبر شخص اُسکی قوم میں سے (گواہ بنکر) کھڑے ہوں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے تو اُسکو بھی سوال کرنا جائز ہے یہانتک کہ بقدر جینے کے اُسکو (کچھ مال) ملجائے اور ان کے سوا جتنے سوال ہیں اے قبیصہ وہ سب حرام ہیں جنکے ذریعہ سے مانگنے والا حرام کھاتا ہے یہ مسلم کی روایت ہے اھ وعن حبشی بن جنادة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسئلة لا تحل لغنی ولا لذی مرة سوی الا لذی فقر مدقع او غرم مفظع ومن سال الناس لیثری بہ مالہ کان خموشا فی وجہہ یوم القیمة ورضفا یا کلہ من جہنم فمن شاء فلیقل ومن شاء فلیکثر رواہ الترمذی۔ وعن سہل بن الحنظلیة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل وعندہ ما یغنیہ فانما یستکثر من النار قال النفیلی وہو احد رواتہ فی موضع اخر وما الغنی الذی لا ینبغی معہ المسئلة قال قدر ما یغدیہ

۳۷

کہ وہ سوال کرنے والا اُن لوگوں میں سے ہو جنکے لئے حق تعالیٰ نے دنیا میں مانگنے کے سوا اور کوئی ذریعہ معاش مقدر نہیں فرمایا خواہ وہ خدا سے مانگیں (جیسا کہ متوکلین کی شان ہوتی ہے) یا بندوں سے مانگیں (جیسا کہ بھیک مانگنے والوں کی حالت ہے پس کسی کو دوکانوں اور دروازوں پر سوال کرتا ہوا دیکھکر بُرا بھلا مت کہو نہ اُس سے بدگمان اور بد اعتقاد ہو اپنے دلکو سمجھا لو کہ ممکن ہے یہ معذور ہو اور ہم کو اُسکے عذر کی خبر نہو اور وہ عذر دلیل اسکی ہو کہ خدا نے اُسکی تقدیر میں رضا کے ساتھ مانگنا ہی لکھا ہو اور اسکے سوا اور کوئی ذریعہ معاش مقدر نہ کیا ہو

ویعشیہ وقال فی موضع اٰخران یکون لہ شبع یوم اولیلۃ ویوم رواہ ابوداؤد۔ حبشی بن جنادہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنا نہ غنی کو جائز ہے نہ تندرست مضبوط آدمی کو ہاں اُس شخص کو جائز ہے جسکو فقر نے مٹی میں ملا دیا (اور وہ کمانے پر بھی قادر نہیں یا مزدوری وغیرہ اُس کو ملتی نہیں) یا اُس شخص کو جسپر اتنا قرض ہو جسنے پریشان کر دیا ہو اور جو شخص اپنا مال زیادہ کرنے کے لئے سوال کرے تو اُسکے چہرہ میں (سوال کرکے جو کچھ اُسنے حاصل کیا ہے وہ) جہنم کے گرم پتھر ہونگے جنکو وہ کھاویگا تو اب جو کوئی چاہے سوال کم کرے اور جو کوئی چاہے زیادہ کرے اور سہل بن حنظلہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ہے جس شخص کے پاس کفایت کی مقدار ہو اور وہ سوال کرے تو وہ (اپنے لئے) جہنم کی آگ زیادہ کر رہا ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ مقدار کفایت کیا ہے جسکے ہوتے ہوئے مانگنا جائز نہیں آپنے فرمایا کہ اتنی مقدار جس سے صبح و شام کا کھانا کھا سکے دوسری روایت میں ہو کہ ایک دن پیٹ بھر سکے یا ایک دن رات (کے لئے کافی ہو سکے) ابوداؤد کی روایت ہے اھ ان احادیث سے معلوم ہوگیا کہ تندرست مضبوط کو اور جسکے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو اُسکو مانگنا حرام ہے اور ایسے کو دینا حرام کی اعانت ہے اور حرام کی اعانت بھی حرام ہے پس مانگنے والے کا تو یہ حکم ہے اور دینے والوں کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی حالت معلوم ہو جائے کہ اس کو مانگنے کی ضرورت نہیں یا اسنے مانگنے کا پیشہ اختیار کر لیا ہے اُسکو نہ دیں اور جہاں کچھ معلوم نہو یا اُسکا معذور و محتاج ہونا معلوم ہو اُس کو دیدیں اور ہر حالت میں بُرا بھلا کسی کو نہ کہیں ممکن ہے کہ سوال سے اُس کی کوئی اور غرض ہو جس کی ہم کو خبر نہو پس علامہ کا کلام فقہاء کے خلاف نہیں ۱۲

(مترجم)

۳۸

غرض اس طرح سے وہ معذور ہے) اور (یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے واسطے سوال نہ کرتا ہو بلکہ دوسرے محتاج معذوروں کے واسطے مانگتا ہو) میں نے ایک فقیر کو دیکھا ہے جو دن بھر چکر لگاتا ہوا لوگوں سے مانگتا تھا لیکن خود اُنمیں سے ایک لقمہ بھی نہ کھاتا تھا بلکہ اُسکو بوڑھی عورتوں اور اندھوں اور یتیموں میں تقسیم کیا کرتا تھا روزانہ ہر شخص کا ایک معین حصہ اُسنے اپنے ذمہ مقرر کر رکھا تھا (اور لوگوں سے مانگ مانگ کر اُن کو پہونچاتا تھا) تو میں نے اپنے دوستوں کو اُسکا پتہ بتلایا (کہ دیکھو اس سے بدگمان نہونا اسکی بہت اچھی حالت ہے یہ اپنے واسطے سوال نہیں کرتا) تو ایک دن میرے دوستوں نے اُسکو روٹی اور پنیر بیچتے ہوئے دیکھا وہ میرے پاس آکر کہنے لگے کہ اُس فقیر کے بارہ میں جو بات آپنے فرمائی تھی وہ غلط ثابت ہوئی کیونکہ آج ہم نے اُسکو جمع کی ہوئی چیزیں بیچتے ہوئے دیکھا ہے (اگر وہ دوسروں کے لئے مانگتا تو وہی روٹیاں جو مانگ مانگ کر جمع کی تھیں اُن کو دے آتا بیچنے کی اُسے کیا ضرورت تھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہی واسطے سوال کرتا ہے اور اپنا پیٹ بھر کر باقی فروخت کر کے انکی قیمت جمع کرتا ہے) میں نے کہا کہ (پہلے اُس سے دریافت تو کرو (پیچھے ہی بدگمانی کرنا) چنانچہ انہوں نے اُس سے دریافت کیا (کہ آج تم نے یہ چیزیں فروخت کیوں کیں) کہنے لگا کہ آج بوڑھی عورتوں نے یہ بات کہی کہ ہمکو اسوقت روٹیوں کی ضرورت نہیں آج تم روٹیوں کو بیچ کر ہمارے واسطے روئی خرید کر لاؤ ہم اُسے کاتیں گے اور (کچھ) صابون لے آؤ اُس سے ہم (کپڑے وغیرہ) دھوئینگے بس (یہ جواب سنکر) میرے دوستوں نے اپنی بدگمانی سے رجوع کیا اور سیدی یوسف عجمی کا طریقہ دنیا سے بالکل خالی ہاتھ رہنا اور کسی زمین یا وقف وغیرہ کی آمدنی پر مطلق اعتماد نکرنا تھا اور جب کسی دن حق تعالیٰ (خانقاہ کے) فقراء کے لئے کچھ فتوحات نہ بھیجتے تو وہ (خانقاہ سے) نکلکر مصر کی گلی کوچوں میں فقراء کے لئے مانگتے پھرا کرتے تو (قاعدہ آپکے سوال کا یہ تھا کہ) کسی دوکان پر یا گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوکر (زور سے) اللہ کہتے اور (لفظ اللہ کو) اتنا لمبا کھینچتے کہ جھومتے جھومتے گرنے کے قریب ہوجاتے جس سے ناواقف آدمی یہ گمان کرتا تھا کہ یہ کوئی افیون کھانے والا ہے (افیون کے نشہ میں جھوم رہا ہے بس عزیز من! ہر مانگنے والے کی جدا حالت ہے سب کو جھوٹا اور پیٹ کا بندہ سمجھنا اچھا نہیں) اور

۳۹

ہم نے اسرار الآداب میں اس مضمون پر مفصل گفتگو کی ہے واللہ واسع علیم ۰

؏ علامہ کا مقصود اس عہد سے صرف اسقدر ہے کہ دوکانوں اور دروازوں پر بھیک مانگنے والوں کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے اور نہ بلا تحقیق اُن سے بدگمان ہونا چاہئے چنانچہ بہت سے احتمالات بیان کرکے اس مقصود کو واضح کردیا ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ہٹے کٹے مضبوط آدمی اگر مانگنے کا پیشہ اختیار کرلیں تو اُن کو بھی دینا چاہئے اگرچہ بعض الفاظ سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے مگر احقر نے اُنکا مطلب قوسین کے درمیان میں واضح کردیا ہے اور زیادہ تفصیل چاہو تو حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کا جواب ملاحظہ ہو جو اسی عہد کی بعض عبارات کے متعلق حضرت نے تحریر فرمایا تھا (الجواب) شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اور ہمارے فقہاء و مشائخ کے کلام میں کوئی تعارض نہیں اور دونوں کے دعوے صحیح ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل قویہ ہیں شیخ کی قوت دلیل تو خود سوال میں مسلم ہے اور فقہاء کی دلیل کے دو مقدمے ہیں کہ سوال ایسے شخص کو حرام ہے للاحادیث الصحیحۃ اور حرام پر انکار مشروع ہے اور عدم تعارض اسلئے ہے کہ تناقض کے شرائط میں سے وحدات ثمانیہ بھی ہیں جن میں ایک وحدت شرط بھی ہے اور وہ یہاں مفقود ہے شیخ خاص اُس صورت میں منع کررہے ہیں جب یہ انکار کسی مفسدہ وارتکاب منہی عنہ کی طرف مفضی ہو مثلاً تکبر علی السائل وتقویت بخل پس اس تکبر کا یہ علاج بتلایا ہے کہ اسکو اپنا محسن سمجھے گو سائل کا قصد احسان کا نہو مگر احسان تو اپنی حقیقت میں احسان ہی ہے گو عدم قصد کے سبب اجر نہ ملیگا اور بخل کا یہ علاج بتلایا ہے کہ اس سائل میں احتمال استحقاق سمجھے چنانچہ اُن کا قول ربما کان الخ اس میں نص ہے اور احتمال استحقاق پر اُس سائل کا حدیث للسائل الخ کے عموم میں داخل ہونا محتمل ہے گو اس احتمال پر عمل واجب یا جائز نہو مگر یہ احتمال علی الاطلاق حرمان سائل کے جزم کا تو انسداد کردیگا اور یہ علاج ہے بخل کا اور چونکہ حرمت سوال غیر مستحق مسئلہ مشہورہ ہے اسلئے اُسکے مرتکب کو نہی کرنا واجب تو نہیں غایۃ مافی الباب مستحب ہے اور خود فقہاء نے لکھا ہے کہ جو مستحب مفضی الی المفسدہ ہو اُسکو ترک کردینا واجب ہے اور یہ مستحب غیر کامل کیلئے مفضی ہے کبر و بخل کیطرف اسلئے واجب الترک ہوگا یہ شرح ہے کلام شیخ کی اور فقہاء اُس صورت میں انکار کو مشروع کہتے ہیں جب یہ مفاسد نہوں اور گو فقہاء نے یہ قید نہیں لگائی جیسے شیخ نے قیدیں لگادی ہیں مگر فقہاء کا قاعدہ افضاء الی المفسدہ اسکی دلیل ہے باقی چونکہ ان کی نگاہ ایسے مفاسد پر کم جاتی ہے لہذا تعرض جزئی نہیں کیا۔ فافہم ۱۲

۲۵ شوال سنہ ۱۳۳۵ھ

۴۰

(۱۰۱) ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہمارے دوستوں کو تکلیف پہونچانے کیلئے کوئی شخص کھڑا ہو خواہ وہ اُن کا پڑوسی ہو یا شہر کا سردار اور چودھری ہو تو اپنے دوستوں کو اُس سے خلاصی پانے کا طریقہ سکھلائیں خصوصًا اگر وہ (موذی) حکام یا قاضیوں یا چونگی والوں کے پاس مقدمہ لیجانے کے درپے ہو (تب تو ضرور اس سے بچنے کی تدبیر تبلائیں اور اپنے دوستوں کی مصیبت سے بیفکر ہو کر نہ بیٹھیں) اور ان لوگوں کی ایذا سے بچنے کا قریب (اور سہل) تر طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو حکم کریں کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی دنیوی احسان کر دیا کریں اور خوشامد اور خدمت سے پیش آئیں اور (اس طریقہ کو خلاف شرع نہ سمجھیں کیونکہ) انمیں سے کوئی بات بھی کسی درجہ میں حرام نہیں (دفع ضرر کے لئے شرعًا ان باتوں کی اجازت ہے) اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ظالم کے سامنے عاجزی کرنے سے فقط اُسکی سرکشی اور زیادتی ہی بڑھتی ہے (اور کچھ نفع نہیں ہوتا) یہ محض اُن کے نفس کی بنائی ہوئی بات ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ بُرائی کو بھلائی کر کے دفع کرو تو جو شخص کہ اُسکے اور تمہارے درمیان عداوت ہوگی (ایسا ہو جائیگا) گویا کہ بڑا پکا دوست ہے۔ اور حق تعالیٰ اصدق القائلین ہیں (سب سے زیادہ بات میں سچے ہیں تو یقینًا دشمن کیساتھ احسان کرنے سے اُسکی دشمنی کم ہو جائیگی پس یہ کہنا غلط ہے کہ ظالم کے سامنے عاجزی اور خوشامد کرنے سے اُسکی سرکشی اور زیادتی بڑھتی ہے) پس عقلمند کی دانائی اسمیں ہے کہ جو شخص اسکی (شکایت کرتا اور) چغلیاں کھاتا ہو اُسکے ساتھ احسان (و سلوک) کرے اور اُسکے ساتھ خوشامد اور عاجزی سے پیش آوے اور اگر اُسکے پاس ایک ہی لقمہ ہو اُسی سے اُسکی خاطر و مدارات کر دے اور اس قسم کی باتیں کہدے کہ بھائی ہم تو تمہارے تابعدار ہیں تمہارے سے کم رتبہ والے ہیں ہمارا یہ حوصلہ نہیں کہ تمہارا مقابلہ کریں اگر ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہو للہ معاف کر دو) کیونکہ اطمینان قلب کے ساتھ انسان کا بھوکا رہنا پریشانی کے ساتھ پیٹ بھرنے سے زیادہ اچھا ہے اور جو شخص پریشانی کا محرک ہوا ہے وہی اُسکو دور بھی کر سکتا ہے پس جس حاکم کی یہ مظلوم پناہ لینا چاہتا ہے اُسکو (روٹی) دینے سے (خود) دشمن کو کچھ

۴۴۱

دیدینا زیادہ بہتر ہے (کیونکہ دشمن کی خاطر و مدارات کرنے سے دشمن کی جڑ کٹ جائے گی اور ہمیشہ کو راحت ہو جائیگی اور حاکم کو دینے دلانے سے بہت سے بہت تم ایک مرتبہ پریشانی سے چھوٹ جاؤگے مگر جب دشمن کی جڑ باقی ہے تو آیندہ پھر اُسی سے اندیشہ ہے) اور کم عقل لوگ (آجکل) اکثر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دشمن کو محروم رکھتے ہیں (اُسے کچھ نہیں دیتے) اور حکام کو (دیتے دلاتے) کھلاتے پلاتے رہتے ہیں اور اگر وہ ایسا کرے کہ جتنا حکام کو دیتے دلاتے ہیں اُس سے بھی کم دشمن کو دیدیتے تو ممکن تھا کہ جسطرح اُسنے تکلیف کا دروازہ خود کھولا تھا ویسے ہی وہ اُسکو بالکل بند کر دیتا (اور اب روپیہ بھی صرف کرتے ہیں اور تکلیف کا دروازہ بند نہیں ہوتا) پس اس (طریقہ) کو خوب سمجھ لو اے کاش کہ ہندوستان کے مقدمہ باز حضرات اس مضمون پر غور کریں تو ہزارہا روپیہ کچہریوں میں رشوت کی نذر نہ ہوا کرے اور قوم میں اتفاق بھی رہے۔ اس طریقہ سے روپیہ بھی بچتا ہے اور دشمن کی جڑ بھی کٹجاتی ہے افسوس ہندوستان میں ہزاروں گھر مقدمات سے تباہ ہو گئے مگر ابتک عقل نہیں آئی خدایا ہمکو فہم دے ۱۲ مترجم) اور اسپر عمل کرو اور اپنی تکلیف دینے والے کو معذور سمجھو کیونکہ اُسنے تم کو اُسی وقت تکلیف پہونچائی ہے جبکہ تمہاری طرف سے بکثرت تکالیف پہونچنے کے سبب اُسکا دل تنگ ہو گیا (کیونکہ خواہ مخواہ کوئی کسی کو تکلیف نہیں پہونچایا کرتا اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جبکو تم تکلیف دیتے ہو وہی تم کو ایذا پہونچاتا ہے) تو وہ تمکو تکلیف دیکر اپنی کلفت کم کرنا چاہتا ہے تاکہ (تمہاری پریشانی اور مصیبت کو دیکھ دیکھکر) اُسکے نفس کو راحت ہو (اور دل کو ٹھنڈک) ہو اور اگر تم اُسکے لئے راحت کا دروازہ کھولدیتے اور کبھی کوئی غم اُسے نہ پہونچاتے تو وہ بھی تم کو کبھی تکلیف نہ دیتا۔ واللہ علیم خبیرہ

(۱۰۲) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے سب دوستوں کو (خواہ وہ) تاجر ہوں یا نہوں یہ حکم کریں کہ بڑے لوگوں کی سفارش کو قبول کیا کریں جیسے اپنے اُستاد یا (بڑے بڑے) تاجر اور (بزرگ) درویش (کہ یہ لوگ اگر کسی شخص کی ہم سے سفارش کریں کہ اسکے ذمہ جو تمہارا قرض ہے معاف کردو یا کم کردو تو ہمکو قبول کرلینا چاہیئے) بالخصوص (اگر) خستہ حال پریشان صورت لوگ جنکی کوئی بھی وقعت نہیں کرتا (کسی کے بارے میں ہم سے سفارش کریں تو ہم انکی بات ضرور مان لینی چاہیئے کیونکہ ایسے لوگوں کی

۴۲

قبول کرنے میں ثواب زیادہ ہے) اور سیدی علی خواص فرمایا کرتے تھے کہ ادب کی بات یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کی خاطر داری کو ہم اپنی تمام خواہشوں اور اقوال پر مقدم کریں پس (اگر وہ کسی خطاکار کی معافی کے لئے سفارش کرے تو) ہم اُس خطا کرنیوالے کو معاف کردیں (اور اُس سے درگذر کریں) اور (اگر مدیون سے تمام قرض معاف کردینے کی سفارش کرے تو) ہم اُس مدیون کو اپنا قرض معاف کردیں جسکے ادا کرنے سے وہ عاجز ہوگیا ہے اور (اگر کسی مدیون سے قرضہ قسط وار وصول کرنے کی سفارش کرے تو) ہم اُس شخص کیلئے قسطیں مقرر کردیں جسکے واسطے (سفارش کرنیوالا) قسطیں مقرر کرنیکی درخواست کرتا ہے واللہ غفور رحیم ۔

(۱۰۳) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں (اور مریدوں) کو اُن کے قرضداروں اور قرض خواہوں کے ساتھ نرمی سے بات چیت کرنے کا حکم کریں کیونکہ جسکا اُنکے ذمہ قرض چاہتا ہے اُسکے تو یہ دنیا اور آخرت (دونوں جہان) میں قیدی ہیں یہانتک کہ اُسکا پورا حق ادا کردیں (تو پھر قیدی بنکر اُسکے ساتھ سخت کلامی کرنا بڑی بیحیائی ہے) اور جسپر اُن کا قرض چاہتا ہے (اُسکے ساتھ بھی سختی نہ کرنا چاہئے کیونکہ آجکل لوگوں پر افلاس (اور غربت) زیادہ غالب ہے اور تنگدلی اور پریشانی اُسکا لازمی خاصہ ہے اور (اس پریشانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر قرضخواہ کی طرف سے کسی وقت زیادہ تقاضا ہوا تو) بعض دفعہ وہ اُسکے حق ہی سے مکر جاتا (اور قرض کا انکار کر بیٹھتا) ہے بالخصوص اگر قرض پر شہادت بھی نہ ہو (تب تو جھوٹ اسکو انکار کردینا بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے) پھر یہ شخص (جسکا قرض چاہتا ہے) حاکم کو اور بیچ والوں کو قرضہ کا کچھ حصہ رشوت میں دینا کرلیتا ہے (کہ اگر میرا قرض وصول ہوگیا تو میں آپ لوگوں کو اُسمیں سے اتنا اتنا دونگا) اور جھوٹی شہادتیں قائم کرتا (پھرتا) ہے (جسکا نتیجہ بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم اور بیچ والے اور جھوٹے گواہ اسقدر رقم وصول کرلیتے ہیں کہ اس کے پاس کچھ نہیں بچتا) اور پورا حق ضائع ہو جاتا ہے چنانچہ بار بار ہمنے اس کا مشاہدہ کیا ہے (اور یہ ساری خرابی سخت کلامی سے پیدا ہوتی ہے جس سے پریشان ہوکر قرضدار نے حق کا انکار کیا تھا) پس (اپنے قرضدار سے) نرمی کے ساتھ بات چیت کرنا زیادہ بہتر ہے والسلام

۴۴۳

ف میرے دوستو! اگر معاملات درست رکھنا چاہتے ہو اور باہم دوستی اور تعلق سے رہنا چاہتے ہو (بقیہ بصفحہ آئندہ)

(۱۰۴) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے تجارت پیشہ دوستوں کو اور انکے سوا سب (لوگوں) کو صدقہ (خیرات کرنے) کا حکم کریں کہ کوئی دن بھی اس سے خالی نہ گذرے اگرچہ ایک روٹی یا ایک پیسہ یا ایک پیاز یا ایک چھوارہ یا ایک کشمش ہی دیدیا کریں یا (اگر یہ بھی ہو سکے تو کم از کم) دو رکعت (نفل) نماز (ہی پڑھ لیا کریں) یا یہ نہو سکے تو ایک بار سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ ہی کہہ لیا کریں اور یہ (حکم) اسلئے کریں تاکہ اُس دنمیں اُنکے اوپر کوئی بلا نازل نہو قال صلے اللہ علیہ وسلم باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (ہر دن) صبح سویرے صدقہ دیا کرو کیونکہ بلا صدقہ کے اوپر کو ودکر نہیں آسکتی (بلکہ صدقہ اُسکو روکے رہتا ہے روی الطبرانی مرفوعاً الصدقۃ تسد سبعین بابا من السوء صدقہ مصیبت کے ستر دروازے بند کردیتا ہے) اور جسقدر صدقہ زیادہ دیا جاویگا اُسی قدر بلا زیادہ دفع ہوگی واللہ اعلم ۱۲

(بقیہ صفحہ سابقہ) تو ان مضامین پر عمل کرو ورنہ زبانی جمع خرچ سے اور اتفاق اتفاق پکارنے سے کیا ہوتا ہے دیکھو معاملات میں یہ ہی شریعت کی تعلیم جسکے ہر ہر لفظ پر دنیا و آخرت کی راحت ساتھ ساتھ ہے الٰہی اپنے حبیب کی امت کو ہمت اور عمل کی توفیق دے آمین ۱۲ مترجم ع‍ ۵ روی الترمذی وابو داؤد والنسائی مرفوعاً عن اللہ تبارک وتعالی ابن آدم ارکع لی اربع رکعات اول النہار اکفک آخرہ کذا فی الحصن وروی مسلم وابو داؤد وابن ماجہ عن ابی ذر یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقۃ وکل تحمیدۃ صدقۃ وکل تہلیلۃ صدقۃ وکل تکبیرۃ صدقۃ کذا فی الحصن والحرز حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو میرے واسطے دن کے پہلے حصہ میں چار رکعت نماز پڑھ لیا کر میں دن کے آخری حصہ تک تیرے تمام حوائج اور تمام مصائب سے) کفایت کرونگا (اکثر علماء نے اس حدیث کو اشراق اور چاشت کے نوافل پر محمول کیا ہے) اور مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ صبح کو ہر شخص کے (بدن کے) ہر جوڑ پر بلاؤں سے حفاظت کے لئے صدقہ (لازم) ہوتا ہے اور وہ (صدقہ مال ہی سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ) ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تحمید (یعنی الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تہلیل (یعنی لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے وحدیث باکروا بالصدقۃ الخ رواہ البیہقی مرفوعاً وروی موقوفاً عن انس وھو اشبہ قالہ الحافظ المنذری اھ کذا فی العہود قلت والموقوف فی مثلہ لہ حکم المرفوع واخرجہ رزین عن علی بلفظ بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا اھ کذا فی التیسیر وفی الحدیث اتقوا النار ولو بشق تمرۃ رواہ الشیخان وغیرہما وعداہ من المتواتر حدیث میں ہے کہ (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ ایک ٹکڑا چھوارے کا دیدو ۱۲

(مترجم)

۴۴

خریداران الامداد کیخدمت میں

ضروری اطلاع

آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا الامداد اپنی چھ سالانہ مدت ختم کرچکا رجب سنہ ۱۳۳۹ھ سے اس کا
ساتواں سال شروع ہوگا جن حضرات کا سال ختم ہوگیا ہے ان کو رجب سنہ ۳۹ھ کا پرچہ بذریعہ
ویلو روانہ کیا جاوے گا مجھکو امید نہیں کہ الامداد کے ناظرین میں سے ایسے بھی ہوں کہ جو
دنیا کے ہزاروں کاموں میں رات دن مصروف رہنے کے باوجود ایک ماہ میں کسی ایک
دینی پرچہ پر نظر ڈال لینا گوارا نہ کریں اور اسکی خریداری سے انکار کردیں تاہم بنظر احتیاط
نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ جن صاحبوں کو اس کی خریداری منظور نہ ہو
وہ صرف اس نیت سے کہ ایک مذہبی رسالہ کو ذرا سے تساہل سے بہت سا نقصان نہ پہنچ
جاوے ایک کارڈ کے ذریعہ سے خاکسار کو مطلع فرمادیں تاکہ ان کے نام رسالہ بذریعہ ویلو
روانہ نہ کیا جاوے اس صورت میں ان کا صرف ایک پیسہ خرچ ہوگا اور الامداد اس
نقصان کے اضافہ سے بچیگا جس کا وہ ابتک باوجود کاغذ وغیرہ کی گرانی کے برداشت
کرتا رہا ہے۔ نیز چونکہ اب وی پی بغیر رجسٹری کے نہیں ہوسکتا اس لئے وی پی میں ۲؍
خرچ رجسٹری آپ کے زیادہ خرچ ہونگے اس لئے مناسب ہے کہ آپ ۲۵؍ جمادی الثانیہ تک روپیہ
بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں تاکہ آپکے دو آنہ زیادہ خرچ نہ ہوں ورنہ ۳؍ رجب
کو جمادی الثانیہ اور رجب کے دو پرچے وی پی ہو کے آپ کی خدمت میں ارسال
کئے جاویں گے جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی اور شرعی فرض ہوگا۔

خاکسار والسلام

مدیر

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ ۳ روپے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ۲؍ خرچ رجسٹری کا اضافہ کرکے ۳ روپے کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہونگے اُنکی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۱ھ ہجری سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس[ف] کردی جاویگی۔

(۱۰) الامداد کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام مدیر ہونی چاہیے۔

(۱۱) جواب کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو

[ف] دلیل اس عقد کی جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

رجسٹرڈ نمبر ل ۲۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

وفی البخاری کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا

امتثالاً للآیة کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداد و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت
قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ وار دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدة و تربیة السالک
فی الاحوال الخاصة من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات
خبرت فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة و معارف العوارف فی السلوک و اصلاح انقلاب فی الفقہ کہ کل آن از افادات مسلسلہ
حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است و جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ
محمد امداد اللہ صاحب کہ این صحیفہ منسوب است بہ تبرک بنام نامیش نیز و تا شہباز الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر از فضل

عدد (۱۲) بابت ماہ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ ہجری جلد (۶)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

پریس ... شفیق احمد

این صحیفہ کا مدبّرش امداد نام		یافت زیر امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

تصحیح

الامداد نمبر (۱۱) جلد (۶) بابت جمادی الاولے ۱۳۳۹ھ کے صفحہ ۳ کے شروع ہی میں ایک سوال وجواب چھپا ہے اوس میں اوس بھائی کے غیر رضیع ہونے کا خیال نہ رہا اسلئے جواب غلط لکھا گیا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ عقد جائز ہے کیونکہ گو سقوط حکم رضاع ہے مگر سقوط کرنے والا شیرخوار نہیں ۔

کتبہ اشرف علی ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

بخدمت ناظرین اگر [illegible] (مدیر رسالہ)

اور دریافت طلب بھی یہی امر ہے کہ یہ کس تاویل سے جائز ہے اگر آپ فرمائیں کہ جہاں خدا کی مار کہنے کی ممانعت ہی وہاں لفظ مسلمان خاص کر دیا گیا ہے یعنی مسلمان کو خدا کی مار نہیں کہنا چاہئے تو میں یہ عرض کرونگا کہ جہاں آنجناب نے خدا کی مار استعمال کیا ہی وہاں کسی ہندو عورت کو خاص طور پر مخاطب نہیں فرمایا ہی اور یہ بھی ضرور نہیں ہی کہ ڈومنیاں ہندو ہی ہوں اکثر مسلمان ہی ہوتی ہیں۔ پس یہ کس طرح خیال کر لیا جائے کہ آنجناب نے خاص طور سے یہ فقرہ ہندو ڈومنیوں ہی کے لئے استعمال کیا ہے اگر درحقیقت ایسا ہے تو اسکی کوئی تشریح کتاب میں نہیں ہی جسکے ہونیکی ضرورت ہی ورنہ یہ خدا کی مار کسطرح جائز خیال کیا جائے۔ جہاں حصہ اول میں آنجناب نے خدا کی مار کہنے کی ممانعت فرمائی ہی وہاں اس امر کی تخصیص و تشریح نہیں فرمائی ہی کہ حالت غیظ و غضب میں کہدینا جائز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فقروں کا استعمال غصہ کی حالت میں ہی ہوتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ آنجناب مجھے تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائینگے۔

65

الجواب۔ ممنوع خطاب معین ہی اور مستعمل خطاب عام ہی جیسا لعن ظالم معین ناجائز ہے اور عام ظالمین پر لعن وارد ہے۔ کتبہ اشرف علی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

السوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فقہائے عظام اس بارہ میں کہ ایک عورت کے دس بچے ہیں اور سب میں سے جو آخر کا بچہ ہے اُسکے چھ بچے پیدا ہوئے ان چھ بچوں میں سے بھی جو آخری لڑکا پیدا ہوا اُسکی ماں فوت ہو گئی اور اُسکی بڑھیا دادی نے یعنی وہ پہلی عورت جسکی یہ سب اولاد ہوئی اس لڑکے کو اپنی پستانوں پر لگایا۔ مندرجہ بالا تفصیل اولاد اور نیز مزید معلومات سے ثابت ہوتا ہی کہ اس بڑھیا کی عمر اسوقت قریبًا (۱۰۰) برس کو پہونچ چکی ہوگی ورنہ ۸۰ برس سے کم ہرگز نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اسکی پستانوں میں کوئی دودھ پیدا ہوا ہو اور نہ ایسا امکان ہی ہے تاہم لوگ اس لڑکے کو رضاعی بچہ تصور کرکے اس بڑھیا کی ساری اولاد سے شادی کرنا شرعًا جائز نہیں سمجھتے ہم نے جن بعض چھوٹے چھوٹے ملاؤں سے استفتا کیا ہی تو وہ سب نفی میں جواب دیتے ہیں حالانکہ از روئے قانون طبیہ حسب یہ عمر دودھ پیدا ہونے سے خارج معلوم ہوتی ہے اور معلومات سے بھی یونہی ثابت

ہوتا ہی کہ دودھ پیدا ہوا تھا تو پھر رضاعی بچہ شمار کرنا کیسا۔ للہ مصرح جواب سے آگاہ فرماکر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب فی الدر المختار فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم يحرم لان فی المانع شكا ولوالجیہ فی رد المحتار قوله فلو التقم الخ تفريع على النفئين بقوله وان علم وفی القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثديی لبن حين القمتها فی ثدی ولم يعلم ذلك الامن جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية اھ وفی الفتح لو ادخلت الحلمة فی فی الصبی وشكت فی الارتضاع لاتثبت الحرمة بالشك اھ ج ۲ ص ۶۲۲

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر دودھ اُترنا اور حلق میں جانا اُس دودھ پلانے والی کے قول سے یا دوسری کسی دلیل سے ثابت ہو تب تو رضاع مع اپنے احکام کے ثابت ہوگا اور جو کوئی ثبوت نہو تو صرف پستان مُنہ میں دینے سے رضاع ثابت نہوگا خلاصہ یہ کہ دودھ پینے کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے دودھ نہ پینے کیلئے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ کتبہ اشرف علی ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ۔

۶۶

السوال مولوی احمد حسن صاحب کی خدمت میں ایک عبارت نقل کرتا ہوں اسکا محل حسن کیا ہے جب سے اسکا مطالعہ کیا ہے اتنے خلجان فاسد پیدا ہوگئے ہیں جنکو میں بیان نہیں کرسکتا اُمید ہے کہ جواب باصواب سے عزت بخشیں

"شرح السیر الکبیر جلد اول صفحہ ۲ تا ۴ دیباچہ للامام السرخسی رحمۃ اللہ علیہ اعلم بان السير الكبير اخر تصنيف صنفه محمد رحمه الله فی الفقه ولهذا لم يروه عنه ابو حفص رحمه الله تعالى لانه صنف بعد انصرافه من العراق ولهذا لم يذكر اسم ابی يوسف رحمه الله تعالى فی شئ منه لانه صنفه بعد ما استحكمت النفرة بينهما فكلما احتاج الى رواية حديث عنه قال اخبرنی الثقة وهو مراده حيث ذكر هذا اللفظ واصل سبب تلك النفرة على ماحكى المعلى قال جرى ذكر محمد رحمه الله فی مجلس ابی يوسف رحمه الله تعالى فاثنى عليه فقلت له مرة تقع فيه ومرة تثنى عليه فقال الرجل محسود

وذکر ابن سماعة ان ابا یوسف رحمه الله فی اول ما قلد القضاء کان یرکب کل یوم
الی مجلس الخلیفة فیمر به طلبة العلم فیقول ابو یوسف الی این تذهبون فیقال له
الی مجلس محمد رحمه الله فقال او بلغ من قدر محمد ان یختلف الیه والله لافقهن
حجا من بغداد وبقالیها وعقد مجلس الاملاء لذلک ومحمد رحمه الله مواظب
علی الدرس فلما کان فی اخر حال ابی یوسف رأی الفقهاء یمرون بکرة فقال الی
این تذهبون فقالوا الی مجلس محمد رحمه الله فقال اذهبوا فان الغنی محسود وسببها
الخاص ما یحکی انه جری ذکر محمد فی مجلس الخلیفة فاثنی علیه الخلیفة فخاف ابو یوسف
انه یقربه فخلی به وقال اترغب فی قضاء مصر فقال ما غرضک فی هذا فقال قد ظهر
علمنا بالعراق واحب ان یظهر بمصر فقال محمد حتی انظر وشاور فی ذلک اصحابه
فقالوا له لیس غرضه قضائک ولکن یرید ان ینحیک عن باب الخلیفة ثم امر الخلیفة
ابا یوسف ان یحضره مجلسه فقال ابو یوسف ان به داء لا یصلح معه لمجلس امیر
المؤمنین فقال وما ذاک قال به سلس البول بحیث لا یمکنه استدامة الجلوس قال
الخلیفة فاذن له فی القیام عند حاجته ثم خلی بمحمد رحمه الله فقال ان امیر المؤمنین
یدعوک وهو رجل ملول فلا تطل الجلوس عنده واذا اشرت الیک فقم ثم ادخله
علی الخلیفة فاستحسن الخلیفة لقاءه لانه کان ذا جمال وکلام فاستحسن کلامه واقبل
علیه وکلمه وجعل یکلمه فلما کان فی خلال ذلک الکلام اشار الیه ابو یوسف رحمه الله
ان قم فقطع الکلام وخرج فقال الخلیفة لو لم یکن به هذا الداء لکنا نتجمل به فی
مجلسنا فقیل لمحمد لم خرجت فی ذلک الوقت فقال قد کنت اعلم انه لا ینبغی لی ان
اقوم فی ذلک الوقت ولکن ابو یوسف استاذی فکرهت ان اخالفه ثم وقف محمد
علی ما فعله ابو یوسف فقال اللهم اجعل سبب خروجه من الدنیا ما نسبنی الیه
فاستجیبت دعوته فیه ولذلک قصة معروفة ولما مات ابو یوسف رحمه الله
لم یخرج محمد رحمه الله الی جنازته وقیل انما لم یخرج استحیاء من الناس فان جده
ابی یوسف کان یعرض فیما یسکینه علی ما یحکی ان خوادمه کان یقلس عند الاجتیاز

بباب محمد رحمہ اللہ سہ

الیوم یرحمنا من کان یحسدنا ۔ الیوم نتبع من کانوا لنا تبعا

الیوم نخضع للاقوام کلھم ۔ الیوم نظھر منا الحزن والجزعا

فھذا بیان سبب النفرۃ ۔ انتھی بلفظہ

الجوابُ الاوّل من المولوی احمد حسن علی سبیل التاصل

احقر کے نزدیک یہ مضامین شنیعہ موضوع معلوم ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اور علاوہ اسکے کہ قلب اُنکو قبول نہیں کرتا انکے موضوع ہونے پر دو قرینے ہیں اول یہ کہ امام ابویوسف و امام محمد کی اکابر نقاد حدیث نے مدح کی ہے پس ممدوح عند النقاد سے ایسے افعال کا صدور سخت بعید ہے اور جنہوں نے جرح کی ہے اُنہوں نے بھی ان مضامین کو نہیں لکھا حالانکہ اس سے کم درجہ کے مضامین کو محل ذم میں محدثین نقل کرتے ہیں ۔ دوسرا قرینہ یہ ہے (تعجیل المنفعۃ صـ۳۶۲) قال ابن ابی حاتم عن ابیہ کتاب السیر لمحمد اصلہ للواقدی رواہ محمد عن الواقدی رواہ محمد عن العراقی فزوی اصحاب محمد عن الواقدی بعض احادیث ورووا الباقی عن محمد عن مشائخ الواقدی حذفوا الواقدی اھ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کتاب السیر میں تغیر و تبدل واقع ہوا ہے پس اسکے مضامین کیسے مستند ہو سکتے ہیں اور واقعات مذکورہ ممکن ہو کسی مخالف کے اختراع کئے ہوئے ہوں یا کسی غیر منقد موافق ہی نے لکھدیئے ہوں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

الجواب الثانی من اشرف علی علی سبیل التنزل

اوّل تو منقولات محتاج سند صحیح ہیں ۔ بلا سند مقبول و حجت نہیں وقد حقق فی الجواب بطلان القصۃ ۔ ثانیاً اکابر میں بھی بشریت ہوتی ہے ۔ مگر اصاغر کی سی نہیں ۔ ومن ثم قیل

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت صحابہ رضہ سے اکمل تو کوئی جماعت امتیوں میں نہیں پھر کیا اُنمیں مشاجرات نہیں ہوئے مگر اُن کا منشا خطاء اجتہادی بتلایا جاتا ہے جو اسکا مصداق ہے ۔ ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست ۔ ممکن ہے کہ وہ محسود کو علوم میں اس درجہ کا محقق نہ سمجھتے ہوں کہ فقہاء و خلیفہ کے متبوع بنیں اور اس متبوعیت میں کوئی عذر غامض سمجھتے ہوں ۔ اور چونکہ اس

مقصود کو وہ مذموم نہ سمجھتے ہوں اسلئے اُسکے ان طرق میں بھی مساغ سمجھتے ہوں جیسا کذب کو احیاء حق کیلئے مباح کہا گیا ہے۔ ان کا تو یہ عذر تھا اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ اس عذر کو غیر معتد بہ جانتے ہوں اسلئے اُن کو ناگوار ہوا ہو اور ناخوش ہو کر بددعا کردی۔ پس دونوں معذور رہے یہ تفصیل تو تحقیق عقلی کے مرتبہ میں تھی باقی طبعاً امام محمدؒ قلب میں زیادہ محبوب نظر آتے ہیں واللہ اعلم۔ کتبہ اشرف علی ۱۱؍ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

سوال کیا حکم صادر فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد وفات زوجہ اولیٰ کے اپنا دوسرا عقد ہندہ کے ہمراہ کیا اور زید کے زوجہ اولیٰ سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ کی ایک چھوٹی بہن ہے جسکو اُسنے زید کے نکاح میں آنیکے قبل دودھ پلایا پس اس صورت میں اگر پسر زید کا عقد ہندہ کی بہن کے ہمراہ کر دیا جاوے تو جائز ہوگا یا نہیں۔ نیز اسوقت عرصہ اس رضاعت کو قریب تیرہ سال کے گذرا ہے پس صور مذکورہ میں عقد مذکور جائز ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

وہ دودھ چونکہ زید کا نہیں لہٰذا ہندہ کی اس بہن کا کوئی رشتہ رضاعت کا پسر زید کے ساتھ نہیں اسلئے ان دونوں میں مناکحت حلال ہے۔ کتبہ اشرف علی ۱۶؍ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ کوئی گائے وغیرہ پرورش کے لئے اس شرط پر اُجرت پر دیدیجاوے کہ بعد پرورش پانیکے نصفا نصفی یا تہائی وغیرہ حصہ اجیر کا ہو باقی مالک کا ہو ایسی مویشی کو مالک اسکے حصہ کی قیمت دیکر خرید لے تو اسکی قربانی درست ہے یا نہیں۔

الجواب درست ہے کیونکہ اس فعل سے مالک کی ملک میں کوئی خبث نہیں آیا البتہ پرورش کنندہ سے نہ خریدنا چاہئے۔

سوال اور اگر کسی مویشی کی کھال جلجانے کی وجہ سے اسپر بال نہ جمے ہوں اور زخم وغیرہ نہ ہو اور تمام اعضاء صحیح و سالم ہوں تو ایسے مویشی کی قربانی درست ہے یا نہیں۔

الجواب صریح جزئیہ تو ملا نہیں مگر دو جزئیہ اور ملے اُنسے اسکی قربانی کا بھی جواز معلوم

ہوتا ہے فی العالمگیریہ وکذا (ای تجزی) المجزوزۃ وھی التی جز صوفہا کذا فی فتاویٰ قاضیخان وفیہا تنا تر شعر الاضحیۃ فی غیر وقتہ یجوز اذا کان لہا نقی ای مخ کذا فی الغنیۃ ج ۲ ص ۲۰ کتبہ اشرف علی ۸؍ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

سوال عمامہ دادن میت علما رو سرداران را در شرع جائز ست یا نہ۔

جواب مکروہ ست۔ کتبہ اشرف علی ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

سوال نماز کو احادیث میں مکفر سیئات فرمایا ہے اور شارحین نے فرمایا کہ مراد صغائر ہیں اور جناب والا کی تحریر میں بھی کہیں دیکھا تھا کہ کبائر توبہ سے اور صغائر ان اعمال سے معاف ہوجاتے ہیں خیال یہ ہوتا ہے کہ کبائر بھی معاف ہوجائیں کیونکہ بعد تشہد دعا ماثورہ میں توبہ و استغفار بھی موجود ہے تو کیا یہ کافی نہوگا البتہ اگر یہ بات ہو کہ اسکے لیے مستقل توبہ خاص کی ضرورت ہوگی اور یہ توبہ عام ہے تو پھر اس خیال کا جواب ہوجائیگا یا کوئی اور خاص جواب ہو بغرض اطمینان عرض کیا۔

جواب اگر بقصد استغفار خوانند بر و اثرش از مغفرت کبائر مرتب خواہد بود و اگر محض بطور ورد خوانده شود مثل دیگر طاعات و اذکار مکفر صغائر خواہد بود۔ کتبہ اشرف علی ۲۴؍ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

سوال ایک عورت جو نسباً سید ہے اس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اسکو لوگ کافر کہتے ہیں۔

جواب کیا واہیات ہے حضرت علیؓ سید نہ تھے اور حضرت فاطمہؓ سید تھیں حضرت عثمانؓ سید نہ تھے حضورؐ کی دو صاحبزادیوں سے انکا نکاح ہوا اور یہ سب نکاح حضور ہی نے کیے تو حضور نے انکو کافر بنایا۔

سوال مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اگر وہ نکاح جائز ہوا تو اولاد جو اس سے پیدا ہوگی وہ نسباً سید کہلائیگی یا نہیں۔

جواب نہیں بجز اولاد فاطمہؓ کے۔ کتبہ اشرف علی ۲۷؍ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

از آغاز سنہ ۱۳۳۹ ہجری

سوال - ایک قصہ دربیان واعظین کے مشہور و معروف ہے جسکی صحت کی ضرورت ہے اسواسطے حضور کو تکلیف دیتا ہوں مع حوالہ کتاب کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاؤں حضرت عمرؓ کے کوئی بیٹے اُسامہ نامی تھے حافظ قرآن اُنپر کسی عورت نے دعویٰ زنا کا کیا تھا اور اُس سے بچہ پیدا ہوا جسکو برسر اجلاس حضرت عمرؓ کے روبرو رکھدیا اُسپر حضرت عمرؓ نے ثبوت زنا ہونے پر اُسامہ کے درہ لگائے پورے دُرے نہ ہو پائے تھے کہ انکا انتقال ہو گیا تو بقیہ درے انکی قبر پر یا لاش پر مارے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت اُسامہ جنت الماویٰ کے اندر قرآن شریف پڑھتے ہیں حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے باپ اگر آپ بقیہ درے نہ مارتے تو مجھکو ہرگز یہ مقام نصیب نہوتا اور زیادہ لمبا چوڑا قصہ ہے یہ مختصر عرض کیا گیا لہٰذا یہ قصہ کہانتک صحیح ہے ۔

جواب - اس قسم کا قصہ جن کا مشہور ہے اُن کا نام ابو شحمہ ہے اور وہ قصہ اس طرح منقول نہیں جیسا سوال میں لکھا ہے اور طرح منقول ہے مگر محدثین نے اُسکو موضوع و باطل کہا ہے چنانچہ اللآلی المصنوعہ جلد ثانی کتاب الاحکام والحدود میں یہ روایت شیرویہ بن شہریار کی سند سے نقل کر کے کہا ہے موضوع فیہ مجاھیل قال الدارقطنی حدیث مجاھد عن ابن عباس فی حدیث ابی شحمۃ لیس بصحیح وقد روی من طریق عبدالقدوس بن الحجاج عن صفوان عن عمر وعبدالقدوس کان یضع وصفوان بینہ وبین عمر رجال اور اسکے بعد اس روایت کی جتنی اصل ہے اسکو اس طرح نقل کیا ہے والذی ورد فی ھذا ما ذکرہ الزبیر بن بکار وابن سعد فی الطبقات وغیرھما ان عبدالرحمٰن الاوسط من اولاد عمرؓ یکنی اباشحمۃ کان بمصر غازیا فشرب لیلۃ نبیذا فخرج الی السکر فجاء الی عمرو بن العاص فقال اقم علی الحد فامتنع فقال لہ انی اخبر ابی اذا قدمت علیہ فضربہ الحد فی دارہ ولم یخرجہ فکتب الیہ عمر یلومہ ویقول الا فعلت بہ ما تفعل بجمیع المسلمین فلما قدم علی عمرؓ ضربہ واتفق انہ مرض فمات ۔ کتبہ اشرف علی ۱۵ محرم سنہ ۳۹ھ

سوال بدعتیوں کے اتہامات واہیہ حضرات اساتذہ و علماء حقہ کے اوپر بہت سے ہیں منجملہ اُنکے ایک اعتراض صراط المستقیم مصنفہ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید

رحمۃ اللہ علیہ ص۳۱ کی اس عبارت (پس در کلیات شریعت و حکم احکام ملت او را شاگرد انبیاء ہم میتواں گفت و ہم استاذ انبیاء ہم) پر ہے کہ صدیقین کو نبی بنا دیا اور انبیاء کا استاد کہدیا بندہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا چاہتا ہے کہ حضرت جبرئیل کو بھی اُستاد انبیاء نہیں کہہ سکتے ہیں چہ جائیکہ صدیقین کو اسجگہ کہدیا ہے تو اس عبارت سے کیا مطلب ہے امید ہے کہ مطلع فرماوینگے اور جواب بھی مسکت للخصم ہو کیونکہ ہمکو خصم کے سامنے پیش کرنا ہے یہ عبارت بندہ نے استاذنا مولانا...... صاحب مدظلہ سے بھی استفسار کیا تھا لیکن استاد موصوف نے حضور ہی کے پاس لکھنے کے لئے فرمایا شاید حضور کے پاس کتاب صراط المستقیم نہو تو اسلئے ادب سے عبارت نقل کئے دیتا ہوں پس اگر صدیق زکی القلب است رضا و کراہت حضرت حق در افعال و اقوال مخصوصہ و صحت و بطلان در عقائد خاصہ و محمودیت و مذمومیت در اخلاق و ملکات شخصیہ و صلاح و فساد و نظام و اہب الحفظ در وقائع و معاملات جزئیہ بنور جبلی خود دریافت می نماید مثلاً بشہادۃ قلب خود میداند کہ فلاں قول مخصوص یا فعل مخصوص مرضی حق است یا غیر مرضی و فلاں عقیدہ خاصہ حق است یا باطل و فلاں خلق مخصوص محمود است یا مذموم و فلاں معاملہ خاصہ کہ فیما بین اہل منزل یا اہل مدینہ منعقد شدہ یا فلاں رسم مخصوص کہ در فلاں قوم ترویج یافتہ موافق نظام اتم است یا مخالف آن پس احکام این امور مذکورہ او را بوجہ خصوص معلوم شود بشہادۃ قلب خود خصوصاً و دیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع عموماً و علم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی است و ثانی تقلیدی و اگر زکی العقل است پس نور جبلی او بسبب کلیات حقہ منعقدہ در حظیرۃ القدس کہ برائے اتم تربیت نوع انسان عموماً متعین گردیدہ او را رہنمونی میفرمایند آن کلیات در ذہن او علی مر الدہور و الاعصار محفوظ میمانند و استنباط جزئیات از آن کلیات میتواند کرد پس علوم کلیہ شرعیہ او را بے واسطہ میرسد و بوساطت نور جبلی و بوساطت انبیاء علیہم السلام مثلاً بشہادۃ قلب خود میداند کہ ہر فعلیکہ چنین و چناں باشد و مترتب بر فلاں چیز شود فلاں ثمرہ پس آن فعل مرضی حق است یا غیر مرضی و ہر عقیدہ کہ متعلق بفلاں حقائق باشد یا حاکی از فلاں صفات و اسمائے الہیہ یا دال بر فلاں قانع و از فلاں طریق حاصل شدہ باشد پس آن عقیدہ حق است و در تربیت نوع انسان معاشاً یا معاداً دخلی میدارد و ہر عقیدہ کہ متعلق بفلاں حقائق است یا بفلاں اسماء و صفات یا بفلاں قانع یا ناشی از فلاں طریق پس آن عقیدہ باطل است یا در تربیت نوع انسان معاشاً و معاداً بکار نمی آید و تعلیم و تعلم آن فضولی بیہودہ و ہر خلقے و ملکہ کہ منتج فلاں نتائج باشد و در تحصیل آن فلاں فلاں امور حاجت افتد محمود است و الا مذموم و ہر معاملے و رسمے و سیاستے کہ منجر بفلاں فلاں مصالح شود پس مقبول و موافق نظام اتم است و الا واجب الرد و مخالف نظام پس در کلیات شریعت و حکم احکام ملت او را شاگرد انبیاء ہم میتواں گفت و ہم استاذ انبیاء ہم اھ صراط المستقیم مؤلفہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ قیومی کانپور ص۳۱

جواب استاد انبیاء کو کہاں فرمایا ہے ہم استاذ انبیاء کہا ہے ہم استاذ کے معنی استاد بھائی یعنی ایک استاد کے دو شاگرد چونکہ مبداء فیض دونوں کا ایک ہے اسلئے مشابہ ہم استاد کے ہوئے فرق یہ ہے کہ نبی کی تلقی طریق قطعی سے ہے اور صدیق کی طریق ظنی سے وھذا ظاہر واضح من العبارۃ۔

زیادہ غلبہ نہیں کرتا طالب بے فکر ہو جاتا ہے اب میں درست ہو گیا پھر سب دفعوں کی کسر نکال لیتا ہی۔

حال (۱) تبلیغ دین اور حضرت کے وعظ روزانہ پڑھتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ جو عیب اپنے میں ہیں اور مواعظ سے معلوم ہوتے ہیں اُن کو اپنے سے علیحدہ کروں۔ حضرت دعا فرماویں کہ مجھکو اللہ تعالیٰ استقلال اور ہمت عطا فرماویں۔

تحقیق۔ آمین۔

حال (۲) نماز میں توجہ الی اللہ کامل یعنی اوّل سے آخر تک نہیں رہتی خطرہ آتا ہی بے اختیاری سے مگر طبیعت بھی مشغول ہو جاتی ہے اُس خطرہ میں گویا خطرہ اختیاری ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے لیکن ہمت نہ ہارنا چاہئے برابر کوشش میں لگے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز حالت مطلوبہ پیدا ہو جاویگی۔

٦١

حال (۳) ذکر اسم ذات بالجہر بفضل باری تعالیٰ گذشتہ شب کو پانچہزار مرتبہ ادا کیا اس طرح کہ روزانہ ۵۰۰ مرتبہ بڑھایا اب بھی یہ دل چاہتا ہی کہ اور اضافہ کروں۔

تحقیق۔ اُتنا ہی معمول رکھا جاوے جسپر دوام ہو سکے۔

حال (۴) حسب الارشاد ہر وقت میں ذکر لسانی کرتا ہوں مگر غفلت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ تھوڑے کا کچھ مضائقہ نہیں۔

حال (۵) ثواب رسانی مشائخ سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صرف محبت سے ہی کوئی غرض نفسانی شامل نہیں ہے البتہ اسماء بدریین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس نیت سے شروع کیا تھا کہ میرے اوپر سے غصہ کا غلبہ جاتا رہے اور حضرت والا میری خطا معاف کردیں بفضل خدا تعالیٰ دونوں مقصد حاصل ہو گئے مگر اب اس وظیفہ سے محبت ہو گئی اب بلا کسی غرض کے پڑھتا ہوں۔

تحقیق۔ وہ اغراض بھی دینی ہی تھیں۔

حال۔ پاس انفاس بھی کرتا ہوں اس میں یہ حالت ہوتی ہے کہ جب لفظ اللہ کو

الا اللہ کی طرف کھینچتا ہوں تو اپنی شکل سامنے آجاتی ہے اور جب ہو کو باہر نکالتا ہوں تو ایک دم سے فنا ہو جاتی ہے عجب لطف حاصل ہوتا ہے ہر سانس کے ساتھ ایک تعلق پیدا ہوتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر چیز میں جلوہ حقیقی نظر آتا ہے۔

تحقیق۔ ذاکر کو مختلف طور پر ایسی حالتیں پیش آتی ہیں یہ بھی محمود ہی گو مقصود نہیں احوال کی طرف التفات نہ کیا جاوے کام میں لگے رہئے۔

حال۔ احقر حسب الحکم روزانہ بلا ناغہ تین ہزار بار اسم ذات بالجہر بعد نماز عشا پڑھ لیا کرتا ہے کوئی جدید حالت نہیں ہے جس سے حضور کو اطلاع دوں صاف بات تو یہ ہے کہ میں خود اپنی حالت پورے طور سے نہیں لکھ سکتا اور نہ کچھ سمجھ میں آتی ہے کہ میری کیا حالت ہے بلکہ میں اپنے کو ویسے ہی گندہ پاتا ہوں فرق قبل سے اتنا ہی پاتا ہوں کہ اب روزانہ ذکر کر لیا کرتا ہوں یہ بھی صرف حضور ہی کی دعا کی برکت ہے ورنہ میں کسی قابل نہیں۔

تحقیق۔ کام کئے جاویں انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ سمجھ میں آنے لگیگا۔

۶۲ سوال۔ سلطان الاذکار کیسے ہوتا ہے اور اُسکے کیا کوائف ہیں اور سلطان الاذکار محمود او مطلوب حالت ہے یا نہیں۔

جواب۔ یہ سوال کیوں کیا جاتا ہے۔

سوال۔ اور امیدوار ہوں کہ حضور احقر کے لئے دعا فرماویں گے

جواب۔ دعا کرتا ہوں خصوص ترک فضول کی۔

حال (۱) ۶۰۰ مرتبہ اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے بوجہ کمزوری دماغ تکان ہوتی ہے اور یہ خیال ہے اور کمزوری ہو گی لیکن اس ذکر میں جی بہت لگتا ہے اور ایک فرحت و لطف حاصل ہوتا ہے۔

(۲) ۶۰۰ مرتبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر میں ایسا جی نہیں لگتا اور نہ فرحت معلوم ہوتی ہے ایک دو سو مرتبہ پڑھکر ختم کرتا ہوں اگر حکم ہو تو اُسکو بجائے ۶۰۰ کے حسب الحکم کچھ کم کر دوں یا بجائے اس کے کوئی دوسرا ذکر تعلیم فرمائیے۔

(۳) لیکن کمزوری دماغ کی وجہ سے عرض ہے کہ علاوہ تھوڑے ذکر کے کوئی طریقہ

اللہ پاک کی رضا و محبت پیدا ہونیکا اور اُس طرف اچھی طرح لو لگے رہنے کا مناسب ہو تو تعلیم فرماکر خاکسار کو ممنون فرماویں۔

(۴) تھوڑے عرصہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ تیرے والد کے اور اقارب کے اسقدر مُرید ہیں اور تجھے دینی بفضل خدا اتنی معلومات ہے اور تو اپنا عزیز وقت جسم پروری میں گذار رہا ہے بلا معاوضہ مخلوق کو کچھ فائدہ وعظ و نصیحت سے کر کہ بہ نسبت دیگر واعظین کے تیرا کہنا لوگوں کو سچ معلوم ہوتا ہے اور دیگر واعظین کا کہنا اس وجہ سے بدعات وغیرہ کے متعلق سچ نہیں جانتے کہ وہ ناواقف ہوتے ہیں اُن پر وہابیت کا شبہ ہوتا ہے گذارش یہ ہے کہ حضرت نے پیری مُریدی کے متعلق احقر کو منع فرمایا تھا کیا خالی دورہ وعظ و نصیحت کا کر سکتا ہوں۔

تحقیق (۱) جہر نہ کیجئے یا کہ خفی سے بھی تکان ہوتا ہے (۲) اس کی جگہ بھی الا اللہ کا ذکر کیا کیجئے مگر عدد مضاعف کر دیجئے علاوہ عدد سابق الا اللہ کے پس کل اٹھارسو مرتبہ ہو جاویگا (۳) آپ مجھکو رائے دیتے ہیں کیا اچھا ادب سیکھا ہے آپ کو صرف حالات کی اطلاع کا حق ہے نہ کہ کسی قسم کی استدعا کا (۴) اسمیں بھی مال و جاہ کی طلب مضمر ہے دوسرے پہلے بھی اپنی اصلاح مقدم ہے یہ نفس کا دھوکا ہے اگر آپ ایسا کریں گے تو کسی بلا میں مبتلا ہونگے مجکو آپکے اندر دنیا جھلکتی نظر آتی ہے افسوس انا للہ ان باتوں کا یہ نتیجہ ہو گا کہ میں آپ سے تعلق قطع کر دوں گا۔

حال شمس الحق البازغۃ فی البلاد و حجۃ اللہ البالغۃ علی العباد سیدی و سندی و وسیلۃ یومی و غدی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضور والا سے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو	شیئاً للہ از جمال روئے تو
نفس شیطاں در پئے راہم زدن	چشم دارم ہمتے از سوئے تو
صد ہزاراں را رہانیدی زغرق	آفریں بر دست و بر بازوئے تو

۶۳

حضرت کچھ دنوں سے قلب کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ خیال کرکے افسوس معلوم ہوتا ہے اور طبیعت پریشان ہوجاتی ہے حضور ہی کے ہاتھ میں اس کا علاج ہے وہ حالت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کچھ بات چیت کرتا ہے تو اس کی نسبت اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے اور بہت کم اسکے صدق کا گمان ہوتا ہے اور جب مجکو بدظنی اس کے کذب کی ہوتی ہے تو اس وقت میں خاموش ہونا مناسب جانتا ہوں اور ہوں ہاں نہیں کرتا کیونکہ میرا قلب اسکی تکذیب کرتا ہے اور قلب کے خلاف کرنے سے مجکو سخت تکلیف ہوتی ہے اور اس کا اثر بہت دیر تک رہتا ہے اور بات کرنیوالیکے سامنے خاموش رہنے سے وہ خیال کرتا ہے کہ میری بات انہوں نے صحیح نہیں مانی اسپر وہ چاہتا ہے کہ اس کی تصدیق کرائی جاوے اس قسم کی کوشش سے میری طبیعت نہایت برہم ہوتی ہے یہانتک کہ غصہ آجاتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ اس شخص سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے اور تعجب یہ ہے کہ اس طرف کے تمام لوگ ایسے ہی نظر آتے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی بات دین کے متعلق اپنی ظاہر کرتے ہیں تو اسپر بھی یہ گمان بد ہوتا ہے کہ باتیں تو بہت اچھی کہتا ہے مگر خود اسکے دلمیں ان کا رسوخ نہیں ہے چنانچہ جب معاملہ کوئی انہیں باتوں کی نسبت پیش آتا ہے تو ان کا اثر بالکل نہیں معلوم ہوتا یہانتک کہ اگر قسم کھاکر تصدیق کرائے تو ظاہری صورت سے تو قبول کرنا پڑتا ہے مگر دل ابا کرتا ہے اور یہ حالت نہ بالقصد میری توجہ اور خیال سے ہوتی ہے نہ پہلے اسکی طرف ذہن جاتا مگر اثنار گفتگو میں تو ہمات لایعنی آنے لگتے ہیں میں اکثر اپنے قلب کی حالت پر افسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ بدظنی وساوس شیطانیہ سے ہو اور اکثر توبہ و استغفار کرتا رہتا ہوں اور جو باتیں دوسروں میں دیکھتا ہوں ان کو اپنے اندر ہونیکا خیال کرتا ہوں اور چونکہ شیطان کا غلبہ ہوگیا ہے اس وجہ سے دوسروں میں دکھلاتا ہے اور اس طرح پر غرور اور ہلاکت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے بعض وقت بالکل خالی الذہن ہوکر استغفار پڑھتا ہوا چلا جاتا ہوں اور ایک دم کسی شخص کا ناگہانی خیال یا کوئی بات یاد آجاتی ہے جس کے سبب سے طبیعت میں غصہ یا حدیث النفس کا ظہور ہوجاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت میں آگ

۶۴

لگ گئی اور سارا جسم حرارت سی گرم ہوجاتا ہے پھر جب غور کرتا ہوں تو اس حرکت سے
سخت ندامت ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو بڑبڑانے لگتا ہوں اور گالیاں دینے لگتا ہوں
پھر جب خیال ہوتا ہے کہ یہ کیا بیہودہ حرکت ہے تو توبہ اور استغفار کرتا ہوں مگر اس پر
بھی رہ رہ کر خیال سابق عود کر آتا ہے یہ حالت مذمومہ پہلے تو نہ تھی خدا جانے کیا خرابی
پیدا ہو گئی ہے جس سے یہ کیفیت ظاہر ہوئی سوائے غلبۂ شیطان کے اور کوئی
بات ذہن میں نہیں آتی حضور توجہ فرمائیں اور کوئی خاص تدبیر اسکے دفعہ کیلئے ارشاد
فرمائیں تو عمل میں لاؤں انہی وجوہات سے میں نے سب لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا ہے
الا ماشاء اللہ کیونکہ خیالات باطلہ سے طبیعت مکدر ہوتی تھی اور اب جی بھی کسی
سے ملنے کو نہیں چاہتا بلکہ یہ بھی خیال اکثر ہوتا ہے کہ جو ملنے والے ہیں ان سے بھی
کوئی صورت ایسی نکل آوے کہ ملنا ملانا بند ہو جاوے بعض دفعہ جب کسی کے
پاس پہنچ جاتا ہوں یا وہ آجاتا ہے تو نہ معلوم کہاں سے طبیعت کے اندر ایک قسم
کی صفت مذموم پیدا ہو جاتی ہے کبھی کبر کبھی حسد کبھی غضب کبھی خیانت گو اس کا
ظہور اللہ کے فضل اور حضور کے فیض محض سے نہیں ہوتا مگر ایک دم سے قلب
میں اکثر خدا جانے کہاں سے آجاتا ہے اور ظاہرا کوئی موقع بھی نہیں معلوم ہوتا یہاں تک
کہ اگر راستہ پر کوئی عورت جاتی ہو تو اُس وقت شہوت کا ہیجان محسوس ہوتا ہے
مگر چونکہ نگاہ نیچی رہتی ہے اس وجہ سے اثر مترتب نہیں ہوتا اور حضور کے فیض سے
اجنبی و غیر محارم کی طرف دیکھتے ہوئے ایسی شرم معلوم ہوتی ہے جیسے عورتوں کو کسی
مرد کے دیکھنے سے معلوم ہونی چاہیے حضور یہ سوتی ہوئی بھڑیں کیسے جاگ پڑیں
کہ اس قدر تکلیف دے رہی ہیں پہلے اس قسم کی باتیں نہیں ظاہر ہوتی تھیں
آجکل میرے قلب کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے تنکے کی کہ جس طرف کی ہوا
متحرک ہو اُسی طرف خفیف سی حرکت سے مائل ہو جاتا ہے مگر محض حضور کا فیض
ہے کہ ٹوٹنے سے محفوظ رہتا ہے ورنہ یہ عوارض تو کوہ ہیں اور قلب کاہ اور ظاہر
ہے ع برنتابد کوہ را یک برگ کاہ - مگر چونکہ اولیاء اللہ کی شان یہ ہی ہے

اولیارا ہست قدرت از الٰہ کوہ بردارند بریک برگ کاہ

لہذا امید ہے کہ حضور التفات فرما کر اس کاہ کو کوہ کا متحمل بنادیں گے۔

تحقیق۔ ایسے حالات منتہی کو بھی پیش آتے ہیں اور ان کے لئے مجاہدہ ثانیہ کی حاجت ہوتی ہے اور اُس کا رنگ مجاہدہ اولیٰ سے جُدا ہوتا ہے وہ مجاہدہ یہ ہے کہ ان امور کی طرف عملاً یا علماً مطلق التفات نکیا جاوے بس ذکر کی طرف توجہ منصرف و منعطف کردیجائے انشاء اللہ تعالیٰ جاء الحق وزہق الباطل کا ظہور ہوگا۔

حال۔ گذارش یہ ہے کہ بندہ کے معمولات بعونہ تعالیٰ جاری ہیں احوال یہ ہے کہ کبھی حرکت سوراخ ناک میں محسوس ہوتی ہے اور کبھی ناک کے خون میں جاری ہونا مدرک ہوتا ہے اور سلطان الاذکار میں جیسا آواز جھن جھن کا سُنا جاتا ہے بعینہٖ وہ صورت رات میں تنہائی کے وقت (جب شور و شغف معدوم ہوتا ہے) بلا سلطان الاذکار بھی سُنا جاتا ہے

تحقیق۔ یہ سب اُسی سلطان الاذکار کے آثار ہیں مبارک ہو۔

۶۶

حال۔ معمول شب بارہ تسبیح و معمول دن بارہ ہزار اسم ذات قبل المرض چوبیس ہزار تھا بوجہ ضعف کے بالفعل بارہ ہزار کرتا ہوں کیفیت عرصہ دو روز سے خوف خدا کا غلبہ ہو رہا ہے اور اپنے عیوب اکثر اوقات پیش نظر ہو رہے ہیں اور اپنے اعمال صالحہ جو بھی کرتا ہوں ان کا عدم اعتداد مستحضر رہتا ہے اسکی وجہ سے اور بھی زیادہ خوف ہے اور یوں سمجھ میں آتا ہے کہ جب کسی آدمی کی رضا کیموافق کام نہیں ہو سکتا تو احکم الحاکمین کی موافق رضا کے کیا ہو سکیں گے لہذا ہمارے اعمال خود ایک مستقل معصیت ہے مگر اعمال صالحہ کرنے کو جی چاہتا ہے اور بوقت کامیابی سرور ہوتا ہے۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ تعالیٰ یہ تمام حالات رفیعہ ہیں اللھم زد فزد۔

حال۔ اور رضامندی خدائے عز و جل کیلئے حزب البحر بطریق زکوٰۃ ابتدا سفر میں پڑھنے کا ارادہ ہے اگر میرے حال کے مناسب ہو تو تبرکاً اجازت پڑھنے کی فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ اس غرض کیلئے زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔

حال۔ اور اس خادم کے اندر غرور اور تکبر بہت ہے دوسرے لوگوں کو تحمل اور

ہوشیاری ہیں اور کبھی علم میں اور کبھی باپ دادا کی مالداری پر اپنے سے کمتر سمجھتا ہوں گو یہ مرض یہاں پر کم معلوم ہوتا ہے اپنی بستی میں بہت پایا جاتا ہے حضور اس کا علاج تبلادیں۔

تحقیق۔ ایک وقت بیٹھ کر اپنے عیبوں کو سوچا کرو اور زبان سے بھی کہا کرو کہ میں بڑا بیوقوف ہوں میں بڑا نالائق ہوں آدھا گھنٹہ روزانہ اسمیں صرف کرو پھر اطلاع دو مع اس پرچہ کے

حال۔ حضرت سیدی مولائی دامت برکاتہم آج رات بعد نماز تہجد و ذکر مراقب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مکان مکشوف ہوا جس میں ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی حضرت والا مکان کے اندر تشریف فرما ہیں اور احقر کھڑکی کے پاس باہر کی جانب ہے حضرت والا اندر سے کچھ اشیا مرحمت فرما رہے ہیں اور ایسے الفاظ ارشاد فرما رہے ہیں جو کہ استخلاف کے وقت مجازین سے فرمائے جاتے ہیں جو اشیاء مجھے مرحمت فرمائی گئیں وہ درخت کی شاخوں کے مشابہ ہیں ایک شاخ عطا فرماتے تھے ارشاد فرمایا کہ یہ علوم ولایت ہیں۔ ایک شاخ مرحمت فرمائے ہوئے ارشاد ہوا کہ یہ مقامات سلوک ہیں پھر کچھ مضمون دعا ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ برکت عطا فرمائیں او کما قال انتہی۔

کل شب جمعرات کو خواب میں دیکھا کہ احقر نے ایک کتاب حضرت والا کے سامنے سے مطالعہ کے لئے اٹھائی کھول کر دیکھا تو وہ حضرت والا کی بیاض تھی اسمیں ایک مقام کھول کر دیکھا تو اس میں عربی عبارت میں اول حمد الٰہی تھی پھر اما بعد کے بعد احقر کیلئے کچھ وصایا مکتوب تھیں مضمون یاد نہ رہا دوسرے صفحہ پر پھر حمد الٰہی تھی اور آیت قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ مکتوب تھی اس آیت کے بعد حضرت والا نے ایک نعمت الٰہی کا بیان لکھا تھا جو حضرت پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے فائض ہوئی پھر اسی آیت کے مضمون کی بابت احقر کو وصیت مکتوب تھی تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ تعبیر کا کیا پوچھنا مثالی شکل کیلئے تعبیر کی حاجت ہوتی ہے یہ تو صحیح بشارتیں ہیں عطائے علوم و اعمال و احوال کی مبارک ہو۔

حال۔ معمول شب بارہ تسبیح و دن بارہ ہزار اسم ذات کیفیت کل دن کو صبح سے ایک

حالت طاری تھی جس کو بعینہٖ قلمبند کرنا مشکل ہے مگر تمثیلاً عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں اگر کسی سے تعلق اور لگاؤ ہو جاوے تو اُس وقت اسی کی طرف ہر وقت خیال لگا رہتا ہے اُس کی رضامندی کی دُھن اور ناراضگی کا ہر وقت خیال رہتا ہے اس ماجرے کے علاوہ کوئی دوسرا خیال یا کوئی دوسری بات جس کو اس محبوب سے کوئی تعلق نہ ہو تو وہ خیال و بات بُری معلوم ہوتی ہے اور طبیعت میں ایک قسم کا تکدر پیدا ہوتا ہے اور اسی وقت اس محبوب کی طرف طبیعت کا رجوع ہوتا ہے اسی طرح میری حالت ہو رہی ہے کہ ایک قسم کا ایسا تعلق معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت اُسی طرف خیال کے رہنے سے دلمیں سکون و راحت محسوس ہوتی ہے اگرچہ اس حالت میں ایک قسم کا ثقل بھی ہے مگر اس ثقل سے کوئی تکلیف نہیں بلکہ راحت و چین ہے اور اگر کوئی چیز مخالف اس خیال کے پیش آتی ہے تو نہایت تکدر ہوتا ہے اور فوراً اسی خیال کی طرف توجہ ہو جانے سے سکون و راحت ہو جاتی ہے یہ حالت کل کی تھی آج بعد تہجد کے بمع اس حالت کے ایک امر پیدا ہوا کہ عالم میں خداوند تعالیٰ جل جلالہ ہی موجود ہیں ماسوائے پروردگار کے سب مظاہر ہیں اور پروردگار ظاہر ہے اور اسکی مثال یوں سمجھ میں آئی کہ جیسے بجلی گھر میں سب روشنیوں کا مجمع ہوتا ہے اور جس کسی لالٹین کو روشنی ملتی ہے وہ اسی مجمع سے ملتی ہے یہ بالکل سیاہ ہی سیاہ ہے اور جب اُس مجمع والا اس روشنی کو بند کر دیتا ہے تو سب لالٹینیں سیاہ ہو جاتی ہیں تو دیکھنے والا جب لالٹین کو روشن دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ روشنی اسکی نہیں ہے بلکہ اُس کارخانہ بجلی سے آرہی ہے یہ سب لالٹینیں مظاہر اُس مجمع روشنی کے ہیں مثلاً کفار صفت مضل کا مظہر ہیں اور مومنین صفت ہادی کے مظہر ہیں اور نیز صبح سے پستی و نیستی بہت غالب ہو رہی ہے جو ہوشیاری سابق تھی بالکل معدوم ہے اور جو کوئی کام دیکھتا ہوں یا کرتا ہوں تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ سب امور کے کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے فقط انسان کو ایک واسطہ قرار دیا ہے۔

تحقیق - الحمد للہ نسبت باطنیہ و حالت فنا و توحید شروع ہوئی اللہ تعالیٰ تکمیل فرما دے ؂

برکت اور کرامت کی حقیقت اور تصرف اور کرامت میں فرق

برکت یہ ہوتی ہے اُن کے وجود باجود سے بارش ہوتی ہے بیماری دور ہوتی ہے آفات اور حوادث ٹل جاتے ہیں لیکن ان کو خبر تک نہیں ہوتی جیسے آفتاب جب نکلتا ہے تو سب کو منور کر دیتا ہے لیکن آفتاب کو کچھ خبر تک نہیں کہ میری ذات سے کس کس شے کو نفع پہونچ رہا ہے اور دوسری شے کرامت ہے وہ بھی کبھی عارفین میں ہوتی ہے کرامت یہ ہے کہ کسی خارق عادت کا اُن کے ذریعہ سے ظاہر ہونا کرامت میں قصد نہیں ہوتا گو علم ہو اور تصرف میں قصد کرنا اور توجہ اس طرف مبذول کرنا ضروری ہے ہاں اگر اذن الٰہی اس تصرف کا ہو تو اور بات ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکلات میں دعائیں کی ہیں تصرف سے کہیں کام نہیں لیا۔ الا نادرا

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امور نازلہ میں دعائیں بہت کی ہیں مگر یہ کہیں نہیں آیا کہ آنکھیں بند کر کے اس طرف توجہ و تصرف کیا ہو چنانچہ آیا ہے کہ حضور نے دعا فرمائی اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمرو بن ھشام یعنی اے اللہ اسلام کو قوت دے عمر بن خطاب سے یا ابوجہل بن ہشام سے یعنی ان کو مسلمان کر دے یہ نہیں کیا کہ انکی جانب توجہ فرمائی ہو اور تصرف کیا ہو بلکہ دعا فرمائی اگر تصرف ہوتا تو دو کا نام نہ لیتے کیونکہ تصرف میں یکسوئی لازم ہے ایک کو معین کر کے جب تک اسکی طرف کامل توجہ نہ کی جاوے کچھ نہیں ہوتا حق تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں دعا قبول فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے غرض یہ تو آیا ہے کہ حضور نے ہدایت کی دعائیں فرمائی ہیں چنانچہ احادیث اُن دعاؤں سے مملو و مشحون ہیں اور یہ بہت کم منقول ہے کہ تصرف کیا ہو اسی واسطے میں نے اوپر باذن الٰہی کی شرط و قید ذکر کر دی ہے اس لئے کہ تصرف بھی حضور نے گاہ گاہ فرمایا ہے چنانچہ آیا ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اُن کا شبہ زائل ہو گیا ایک صحابی گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتے تھے آپ نے اُنکے سینہ پر ہاتھ مارا وہ سوار ہونے لگے سینہ پر ہاتھ مارنا یہ قرینہ ہمتکا

۳۷۷

ہے کہ یہ فعل تصرف ہے اور اگر کسی کی سمجھ میں اسکی کوئی اور توجیہ آجاوے تو پھر استثنار کی حاجت نہیں ہی انبیار کے تصرف نہ فرمانے کا حکم اپنے عموم پر رہیگا بہر حال اگر ثابت بھی ہوجاوے تو شاذ ہی اور شاذ پر حکم نہیں ہوا کرتا سنت وہ ہی جسپر حضور نے مواظبت فرمائی ہو مثلاً آپ نے قبا پہنی تھی اسمیں سونے کی گھنڈیاں تھیں تو یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سنت ہے بیان جواز کے لئے آپ نے ایسا کیا اسی طرح یہاں بھی کہا جائیگا کہ سنت تو دعا کرنا ہی اور بیان جواز کے لئے شاذ نادر تصرف بھی فرمایا ہے۔

رجوع بجانب سرخی (انبیا علیہم السلام کو نہ دین کے اندر غلو ہوتا ہے الخ)

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں شبہ مغلوب الحال ہونے کا نہ کیا جاوے جیسا کہ واضح ہوگیا اب رہی یہ بات کہ جب نہ غلو فی الدین ہی اور نہ غلبہ حال ہے تو پھر اس حدیث کی کیا توجیہ ہی کیونکہ ظاہراً تو یہ عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہی کہ صریح چوری کرتے دیکھ رہے ہیں اور پھر اپنے مشاہدہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور عقل کے خلاف ہونے سے خود حدیث کی صحت مخدوش ہوگئی۔

عقل و درایت خدا تعالیٰ پر حاکم نہیں

اور مبنیٰ اس شبہ کا یہ ہے کہ آج کل ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے اُنھوں نے کچھ اصول درایۃ کے تراشے ہیں اور احادیث کو اُن اصول پر منطبق کرتے ہیں اور عدم انطباق کے وقت حدیث کے معنے میں تحریف کرتے ہیں یا حدیث کا انکار کر دیتے ہیں انھوں نے عقل و درایت کی حکومت کو اسقدر عام مانا ہی کہ اللہ تعالیٰ پر بھی اسکو حاکم بنا دیا۔ خوب سمجھ لو کہ اول تو درایۃ باوجود حاکم ہونے کے خدا تعالیٰ پر حاکم نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں نہ جلنے کو خلاف درایت بتلاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا اسلئے خدا تعالیٰ نے اس کو واقع نہیں کیا عجیب بات ہے تمہاری سمجھ میں نہ آنے سے یہ کیسے لازم آیا کہ اس کا وقوع بھی نہیں ہوا درایۃ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے خدا تو درایۃ کے قبضہ میں نہیں مولانا رومؒ نے ایسی ہی ایک حکایت لکھی ہے جسمیں وجہ درایت کی بھی بتلائی ہو کہ ایک بادشاہ نے بڑی بڑی گھاٹیاں

(باقی آئندہ)

(لڑائیوں میں ہاتھی کے اوپر توپ وغیرہ لادی جاتی ہے) اور بعض جانور
غصہ والے اور حملہ آور ہیں مگر وہ انسان سے مانوس ہیں اور اُسکے
کام آتے ہیں جیسے بلی (اور کتا وغیرہ) اور بعضے پرندے بھی انسان
کے کام آتے ہیں کیونکہ اُن میں اپنے گھر سے اور مالک سے مانوس
اور مالوف ہونے کا زیادہ مادہ ہے منجملہ اُن کے کبوتر ہے کہ اُسکو
اپنی جگہہ سے بہت اُنس اور تعلق ہوتا ہے (اور وہ ہفتوں اور
مہینوں کی مسافت طے کرکے اپنے گھر پہونچ جاتا ہے) تو اُسکے
ذریعہ سے خبر رسانی کا کام لیا جاتا ہے اور وہ بہت جلد (ایک
ملک سے دوسرے ملک میں) خبر پہونچا دیتا ہے (چنانچہ
پہلے زمانہ میں کبوتر سے تاربرقی کا کام لیا جاتا تھا) اور حق
تعالیٰ نے کبوتر کو کثیر النسل بنایا ہے (کہ اُس کی نسل بہت زیادہ
پھیلتی ہے) کھانے کے کام بھی آتا ہے (اور ضرورت کے وقت
اُس سے خبر رسانی کا کام بھی اور منجملہ ایسے جانوروں کے باز (اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگر کچھ فرق معلوم ہوا تو اُس کو دونوں طرف
سے کھسکا کر سیدھا کر دیتا تھا یہانتک کہ بالکل سیدھا ہوجاتا اور مشین کے
پرزوں سے ذرا سا فرق بھی باقی نہ رہتا اور ایک عجیب بات یہ دیکھی
کہ بارہ بجے کی گھنٹی ہوتے ہی فوراً کام چھوڑ کر الگ ہوجاتا تھا پھر ہزار اُسکی
خوشامدیں کرو کام نہیں کرتا تھا البتہ کچھ راتب معمول سے زیادہ دیدیا جاتا اور خوشامد کے
ساتھ ہاتھی بان یہ کہتا کہ آج کام زیادہ ہے تھوڑی دیر اور کام کردو تب تو وہ وقت مقررہ سے
زیادہ کام کرنے پر راضی ہوتا اور کام سے فارغ ہو کر مالک کے بنگلہ کے سامنے کھڑا ہوجاتا
تھا وہ اُسکو بطور انعام کے کچھ بسکٹ وغیرہ دیا کرتا اور اگر کسی روز کچھ موجود نہ ہوا اُس سے کہدیا کہ آج کچھ نہیں ہے
پھر وہ فوراً چپکا اپنی تھان پر آجاتا تھا واقعی حق تعالیٰ نے اس جانور کو بہت زیادہ فہم اور سمجھ عطا فرمائی ہے فسبحان اللطیف الخبیر

۴۷۳

شکرہ) بھی ہے کہ باوجودیکہ اسکی طبیعت میں انسان سے وحشت ہے مگر وہ مانوس بھی ہوجاتا ہے توجب حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس سے انسان شکار کا کام لے سکتا ہے تو اس کی طبیعت میں اُنس اور تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت بھی پیدا کردی یہاں تک کہ وہ اپنی وحشیانہ عادت سے نکلکر شکار کے وقت اپنے مالک کی مرضی کے موافق کام کرنے لگتا ہے (یہ تو حیوانات کی وہ حکمتیں ہیں جو ہم کو معلوم ہوگئی ہیں) اور جو حکمتیں ہم کو معلوم نہیں ہیں وہ ان سے بھی زیادہ ہیں جو ہمنے بیان کی ہیں

واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ الدر المنضود حصہ اوّل

اس ضمیمہ میں دو مضمون ہیں اول اُن احادیث[5] کا حوالہ اور تخریج جو اس کتاب میں مذکور ہوئی ہیں (عہد ا) فی الحدیث الصحیح من تواضع للہ رفعہ اللہ حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص خدا کے لئے تواضع (اختیار) کرے حق تعالیٰ اُسکو رفعت اور بلندی عطا فرمائینگے) اس حدیث کو ان الفاظ سے ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابوہریرہ رض سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے کذا فی العزیزی اور مسلم نے عفو و تواضع کے باب میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے ما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ۔

لا یدخل[2] الجنۃ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر (جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہوگا) مسلم نے عبد اللہ بن مسعود سے بایں الفاظ روایت کی ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر کذا فی المشکوٰۃ - عہد اول کے حاشیہ میں یہ حدیث ہے کہ زنا آنکھ سے بھی ہوتا ہے اور کان سے بھی اور دل سے بھی الخ - اس[3] حدیث کو بخاری و مسلم وغیرہما نے بایں الفاظ مرفوعاً روایت کیا ہے کتب علی ابن آدم نصیبہ من الزنا مدرک ذلک لا محالۃ العینان زناہما النظر والاذنان زناہما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناہا البطش والرجل زناہا الخطا والقلب یہوی ویتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ زاد فی روایۃ لمسلم وغیرہ والفم یزنی وزناہ القبل (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ع۵ احادیث کی شان بہت زیادہ قابل اہتمام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف بدون تحقیق کے کسی بات کا منسوب کر دینا جائز نہیں علامہ شعرانی تو خود بڑے محدث ہیں مگر صوفیہ کے کلام میں ضعیف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں اسلئے احقر نے اسکا اہتمام کیا کہ اس کتاب میں جسقدر احادیث مذکور ہوئی ہیں انکا حوالہ بیان کر دیا جاوے اور صحت وضعف پر جہانتک اطلاع ہو جائے تنبیہ کر دیجاوے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مجھکو یہ خیال اور اہتمام بھی مکرمی مولانا ابیہ احمد حسن صاحب سنبھلی دامت برکاتہم کی برکت سے پیدا ہوا اور اس کام میں مولانا ممدوح سے بہت کچھ مدد ملی بلکہ حصہ اول کی اکثر احادیث کی تخریج مولانا ہی نے تتبع اور تلاش کر کے فرمائی حق تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو خدمت احادیث کی توفیق دے انشاء اللہ آئندہ حصص میں ہر حدیث کی ساتھ ساتھ تنبیہ کر دیجاویگی یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال کی تخریج کا اہتمام نہیں ہو سکا اور جو احادیث اپنی نظر سے نہیں گذریں وہاں لکھدیا گیا کہ مجھکو یہ حدیث نہیں ملی ناظرین میں سے کسی کو ملجاوے تو اطلاع فرما کر مشکور فرمائیں والسلام ۱۲ مترجم

نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کے لئے زنا کا ایک حصہ لکھا ہوا ہی جو اُسکو لا محالہ پہونچکر رہتا ہے آنکھوں کا زنا (نامحرم کو) دیکھنا ہوا اور کانوں کا زنا فحش (بات کا) سنتا ہے اور زبان کا زنا (فحش کلام) کہنا ہوا اور جی ہاتھ کا زنا (نامحرم کو) پکڑنا ہے اور پیر کا زنا (حرام جگہ) قدم اٹھانا ہوا اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے (یہ دل کا زنا ہے) اور شرمگاہ اُس خواہش کو سچا یا جھوٹا کر دکھلاتی ہے (یہ تو سب سے بڑا زنا ہی) مسلم وغیرہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ منہ بھی زنا کرتا ہے اُسکا زنا بوسہ لینا ہے کذا فی العہود المحمدیہ (عہد ۴) علامہ فرماتے ہیں کہ آیات و احادیث میں اسکا امر وارد ہے کہ ہم حکام کی حفاظت کیا کریں اور دل سے اُن کا خیال رکھیں الخ۔ آیت تو یہ ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم خدا تعالیٰ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمان حکام کی دل سے تابعداری کرو۔ احادیث یہ ہیں روی الشیخان وغیرہما مرفوعًا انصر اخاک ظالمًا او مظلومًا فقال رجل یا رسول اللہ انصرہ اذا کان مظلومًا افرأیت ان کان ظالمًا کیف انصرہ قال تحجزہ او قال تمنعہ من الظلم فان ذلک نصرہ (بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ حضور نے

۴

ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مظلوم کی تو میں مدد کر سکتا ہوں یہ بتلائیے کہ ظالم کی مدد کیونکر کروں آپنے فرمایا کہ اُسکو ظلم سے روکو یہی اُسکی مدد ہے و روی مسلم والنسائی مرفوعًا الدین النصیحۃ قلنا لمن یا رسول اللہ قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم (مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ دین خیر خواہی (کا نام) ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس کی خیر خواہی آپنے فرمایا کہ اللہ کی اور اُسکی کتاب کی اور رسول کی اور مسلمان حاکموں کی اور عام مسلمانوں کی۔ وروی الطبرانی مرفوعًا من لا یہتم بامر المسلمین فلیس منہم ومن لا یصبح ویمسی ناصحًا للہ ولرسولہ ولکتابہ ولامامہ ولعامۃ المسلمین فلیس منہم طبرانی نے مرفوعًا روایت کی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی حالت کا فکر نہ رکھے وہ مسلمان نہیں اور جو شخص صبح و شام خدا و رسول و کتاب کی اور اپنے حاکم و امام کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں نہ رہے وہ بھی مسلمانوں میں داخل نہیں۔

(عہد ۵) وفی الحدیث فی الامر بتسویۃ الصفوف ولینوا فی ید اخوانکم اھ اور حدیث میں جہاں

صف برابر کرنیکا حکم ہے وہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ اس حدیث کو
امام احمدؒ نے مرفوعاً ابو امامہؓ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے سووا صفوفکم وحاذوا بین مناکبکم ولینوا
فی ایدی اخوانکم ورجالہ موثقون کما فی مجمع الزوائد صفوں کو برابر کرو اور کندھے سے کندھا
ملالیا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں۔

(عہد ۸) والکذب یجوز لمصلحۃ اور مصلحت کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے یہ اشارہ ہے ایک حدیث کی
طرف جسکو نسائی کے سوا سب اہل سنن نے روایت کیا ہے عن ام کلثومؓ بنت عقبۃ قالت سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس بالکذاب الذی یصلح بین اثنین ویقول خیرا وینمی
خیرا وفی روایۃ مسلم قالت ولم اسمعہ یرخص فی شیء مما یقول الناس کذب الا فی ثلث الحرب والاصلاح
بین الناس وحدیث الرجل امرأتہ وحدیث المرأۃ زوجہا وہ شخص جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں میں صلح
کرادے اور اچھی بات کہدے اور (ہر ایک کو دوسرے کیطرف سے) اچھی بات پہونچادے (یعنی جھوٹ موٹ کہدے
کہ فلاں شخص تیری تعریف کرتا تھا اور تجھے اچھا کہتا تھا تاکہ اس طرح سے دوسرے کے دلمیں سے عداوت نکلجاوے یہ جھوٹ
جائز ہے) عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الناس ما یحملکم علی ان
تتابعوا علی الکذب کما تتابع الفراش فی النار الکذب کلہ حرام الا فی ثلث خصال رجل کذب امرأتہ
لیرضیہا ورجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعۃ ورجل کذب بین مسلمین لیصلح بینہما اخرجہ
الترمذی کذا فی التیسیر حضورؐ نے فرمایا کہ اے لوگو تمہیں کیا ہوگیا کہ جھوٹ پر ایسے گرے پڑتے ہو جیسا کہ پروانہ
آگ میں گرتا ہو (یاد رکھو) جھوٹ بالکل حرام ہے بجز تین صورتوں کے ایک یہ کہ کوئی اپنی بیوی کو راضی کرنے
کے لئے جھوٹ بولدے دوسرے یہ کہ لڑائی میں جھوٹ بولدے کیونکہ لڑائی چال کرنے ہی کا نام ہے تیسرے
یہ کہ دو مسلمانوں میں باہم صلح کرانے کیلئے جھوٹ بولدے بعض علماء نے کہا ہے کہ صریح جھوٹ انمیں بھی جائز
نہیں اور حدیث میں جھوٹ سے مراد توریہ ہے جسکو سننے والے جھوٹ سمجھیں مگر اسکی نیت میں دوسرے معنی صحیح ہوں

(عہد ۹) کل راع مسئول عن رعیتہ ہر نگہبان (ذمہ دار) سے اُسکے ماتحت کی بابت سوال ہوگا یہ
ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جسکو شیخین وغیرہما نے بایں الفاظ روایت کیا ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ
ہر شخص تمہارے میں سے کسی کسی کا نگہبان (اور ذمہ دار) ہے اور ہر نگہبان سے اسکی ماتحت کے بابت سوال ہوگا۔

(عہد ۱۰) لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من اہلہ وولدہ والناس اجمعین تمہارے میں سے کوئی

بھی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ میں اُسکو اُس کے عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں
اس حدیث کو شیخینؒ اور امام احمدؒ اور نسائیؒ و ابن ماجہؒ نے حضرت انس سے مرفوعاً بایں الفاظ روایت
کیا ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین کذا فی کنز العمال

(عہد ۱۳) احق ما اخذتم علیہ اجراً کتاب اللہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو اُن سب میں قرآن اسکا زیادہ
مستحق ہے اس حدیث کو بخاریؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور بعض روایات سے قرآن
پر اُجرت لینے کی ممانعت بھی معلوم ہوتی ہے عن ابی سعید و صححہ الحاکم رفعہ تعلموا القرآن و اسئلوا اللہ
بہ قبل ان یتعلمہ قوم یسألون بہ الدنیا کذا فی الفتح قرآن کو سیکھو اور خدا تعالیٰ سے اُسکے ذریعہ مانگو
قبل اسکے کہ ایک جماعت ایسی آوے جو قرآن کو اسلئے سیکھینگے تاکہ اُسکے ذریعہ دنیا کا سوال کریں۔ اخرج احمد و
ابو یعلی من حدیث عبد الرحمن بن شبل رفعہ اقرؤا القرآن ولا تغلوا فیہ ولا تجفوا عنہ ولا تاکلوا بہ وسندہ
قوی کذا فی الفتح حضور نے فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو اور اُسمیں حد سے تجاوز نہ کرو اور اُس سے بے پروائی بھی نہ کرو اور اُسکے ذریعہ سے کھاؤ

(عہد ۱۴) قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اھدی لہ حکیم بن حزام قبل اسلامہ ھدیۃ انا لا نقبل
ھدایا المشرکین جب حکیم بن حزام نے اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ
پیش کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہم مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتے۔ حکیم بن حزام کی روایت مجکو نہیں ملی البتہ ترمذی
نے عیاض بن حمار سے بایں لفظ روایت کی ہے انہ اھدی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ھدیۃ او ناقۃ فقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلمت فقال لا قال فانی نھیت عن زبد المشرکین اھ یعنی انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ یا اونٹنی پیش کی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو انہوں نے عرض
کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ مجکو مشرکین کے ہدیہ سے منع کیا گیا ہے وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

قبل صلی اللہ علیہ وسلم ھدیۃ المقوقس۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس (شاہ اسکندریہ) کا ہدیہ
قبول فرمایا اس واقعہ کو زیلعی نے واقدی سے مفصل نقل کیا ہے اور زاد المعاد و سیرۃ ابن ہشام میں بھی مقوقس کا حضور
کی خدمت میں دو باندیاں ہدیۃً بھیجنا لکھا ہے جنمیں ایک کا نام ماریہ قبطیہ تھا جو حضور کی ام ولد ہیں جن سے حضور کے
صاحبزادے حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور دوسری کا نام سیرین تھا جو حضور نے
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیدی تھیں جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا احسان
کرنیوالے کی محبت فطری طور پر قلوب میں رکھی ہوئی ہے اس حدیث کو علامہ شاہ ولی اللہ نے اربعین میں حضرت

علی سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے

(عہد ۱۶) چچا باپ کے مثل ہے الخ اس حدیث کو صحاح میں ان الفاظ سے روایت کیا ہی عم الرجل صنو ابیہ آدمی کا چچا اسکے باپ کے مثل ہے لیکن اسوقت مجکو حوالہ نہیں ملا۔

(عہد ۱۷) اور لوگوں کی آبرو میں پڑنے کا ادنی ضرر یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ اس شخص کے اعمال میں با اختیار ہوجاوینگے الخ۔ یہ ایک حدیث کا مضمون ہی جسکو مسلم نے ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فینا من لا درہم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یاتی بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویاتی قد شتم ہذا وقذف ہذا واکل مال ہذا وسفک دم ہذا وضرب ہذا فیعطی ہذا من حسناتہ وہذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاہم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار اھ حضور نے فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کون ہی صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو مفلس اُسے کہتے ہیں جسکے پاس نہ نقد ہو نہ سامان ہو آپنے فرمایا کہ میری اُمت میں مفلس وہ ہی جو (قیامت میں) نماز روزہ زکوۃ سب کچھ لیکر آئیگا مگر کسی کو اُسنے گالی دی تھی کسیکو اتہام لگا دیا تھا کسی کا مال کھایا تھا کسی کا خون بہایا تھا کسی کو پیٹا تھا پس اُن میں ہر ایک کو اُسکی نیکیاں دیجائینگی اگر حق ادا ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہوگئیں تو اُنکے گناہ اسکے سر ڈالے جاینگے پھر جہنم میں جھونکدیا جائیگا۔

(عہد ۲۱) ولما دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمال والغنم لخدیجۃ فی ایام الجاھلیۃ ھو ورفیق لہ وکان یقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طالب لنا خدیجۃ فیقول صلی اللہ علیہ وسلم انا استحیی اھ جب نبوت سے پہلے حضور اور آپکے ایک رفیق حضرت خدیجہ کے اونٹ بکریاں چرایا کرتے تھے تو وہ ساتھی آپ سے عرض کرتے کہ خدیجہ سے (ہماری اجرت کا) مطالبہ کیجئے تو آپ فرمادیا کرتے کہ مجکو تو شرم آتی ہے اور یہ حدیث مجکو نہیں ملی باقی آپ کا بکریاں چرانا صحاح میں موجود ہے

(عہد ۲۲) ان اللہ من منذ خلق الدنیا لم ینظر الیہا اھ اس حدیث کو حاکم نے اپنی تاریخ میں بسند ضعیف ان الفاظ سے روایت کیا ہی ان اللہ تعالی لم یخلق خلقا ھو ابغض الیہ من الدنیا وما نظر الیہا منذ خلقہا بغضا لہا اھ کذا فی الجامع الصغیر حق تعالی نے دنیا سے زیادہ اپنے نزدیک مبغوض چیز کوئی پیدا نہیں کی اور جب سے اُسکو پیدا کیا ہے بوجہ کراہت کے کبھی اُسکی طرف (رضا کی شان سے) نہیں دیکھا

چیست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا وہ ہے جو خدا سے انسان کو غافل کردے۔ وفی الحدیث ان الدنیا لا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ اس حدیث کو ترمذی اور ضیاء نے بسند صحیح مرفوعًا بایں الفاظ روایت کیا ہے لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرا منہا شربۃ ماء کذا فی الجامع الصغیر اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے اھ

(عہد ۳۳) انا اعرفکم باللہ واخوفکم منہ اھ اس حدیث کو شیخین نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے انی لاعلمہم باللہ واشدہم لہ خشیۃ اھ میں سب آدمیوں سے زیادہ خدا کو جانتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔

(عہد ۳۹) صلوٰۃ مع الجماعۃ افضل من صلوٰۃ منفرد بسبع وعشرین درجۃ اھ اس حدیث کو شیخین نے ابن عمرؓ سے مرفوعًا بایں لفظ روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الجماعۃ افضل من صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ کذا فی التیسیر اھ جماعت کی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے افضل ہے۔

جمعہ کی نماز کیلئے سویرے جانیکا ثواب اونٹ کی قربانی کے برابر ہے الخ اس حدیث کو مالک اور شیخین وغیرہما نے مرفوعًا بایں الفاظ روایت کیا ہے کذا فی العہود المحمدیہ من اغتسل یوم الجمعۃ غسل الجنابۃ ثم راح فی الساعۃ الاولی فکانما قرب بدنۃ ومن راح فی الساعۃ الثانیۃ فکانما قرب بقرۃ ومن راح فی الساعۃ الثالثۃ فکانما قرب کبشا اقرن ومن راح فی الساعۃ الرابعۃ فکانما قرب دجاجۃ ومن راح فی الساعۃ الخامسۃ فکانما قرب بیضۃ فاذا خرج الامام حضرت الملائکۃ یستمعون الذکر اھ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جنابت کا غسل (یعنی جس طرح جنابت کیلئے مبالغہ کے ساتھ خوب پاک صاف ہوا کرتے ہیں اسطرح غسل کرے یا یہی مراد ہو کہ بیوی سے مجامعت کرکے غسل کرے تاکہ ظاہری صفائی کے ساتھ دل کی بھی صفائی ہو جائے کہ شہوت نفسانی کو سکون ہو جائے) پھر پہلی ساعۃ میں نماز جمعہ کیلئے جائے تو گویا اُسنے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعۃ میں جائے تو گویا اسنے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں جائے تو گویا اُسنے بڑے سینگ والے دنبہ کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعۃ میں جائے تو گویا اُسنے ایک مرغی خیرات کی اور جو پانچویں ساعۃ میں جائے تو گویا اُسنے ایک بیضہ خیرات کیا پھر جب امام (خطبے کیلئے) نکلتا ہے تو ملائکہ ذکر سننے کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں (یعنی اسکے بعد آنیوالوں کا نام فضیلت

س نہیں لکھا جاتا۔ چنانچہ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے حتی اذا خرج الامام رفعت الصحف
ب امام نکل آتا ہے اسوقت صحیفے (جن میں آنیوالوں کے نام لکھے جاتے تھے) اُٹھالئے جاتے ہیں یعنی طے
کردیئے جاتے ہیں) اور یہ ساعات غالب یہ ہے کہ زوال کے بعد سے اعتبار کیجاتی ہیں۔

جمعہ کا غسل واجب ہے یا مستحب اور دوسرے دنوں کے غسل سے افضل ہے یا نہیں اھ اسکے بارہ میں
ت سی احادیث ہیں روی ابن ماجۃ باسناد حسن ان ھذا یوم عید جعلہ اللہ للمسلمین فمن جاء
یوم الجمعۃ فلیغتسل وان کان طیب فلیمس منہ وعلیکم بالسواک اھ جمعہ کا دن خدا نے
مسلمانوں کیلئے عید کا دن بنایا ہے جو کوئی جمعہ میں آوے اُسکو چاہیے کہ غسل کرے اور اگر خوشبو میسر
ہو تو لگالے اور مسواک کو لازمی سمجھو اھ وفی روایۃ للطبرانی ورواتہ ثقات ان الغسل یوم الجمعۃ
لیسل الخطایا من اصول الشعر استلالا کذا فی العھو اھ جمعہ کے دن کا غسل گناہوں کو بالوں
کی جڑوں میں سے بالکل نکال دیتا ہے وروی مسلم وغیرہ مرفوعاً غسل الجمعۃ واجب علی کل محتلم
مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ کے ذمہ واجب ہے اھ علماء نے
کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں جمعہ کو نہانا واجب تھا جبکہ مسلمانوں کے پاس کپڑے کم تھے اور پسینہ سے
لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی پھر بعد میں مستحب یا سنت باقی رہا) وروی ابن خزیمۃ فی صحیحہ والطبرانی مرفوعاً
من اغتسل یوم الجمعۃ کان فی طہارۃ الی الجمعۃ الاخری اھ جو کوئی جمعہ کے دن غسل کرلے
وہ دوسرے جمعہ تک (گناہوں سے) پاک صاف رہیگا۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں تین شخصوں کا ذکر ہے الخ اس روایت کو شیخین اور ابو داود
نے ابن عمر رض سے اس طرح روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انطلق ثلثۃ نفر ممن
کان قبلکم حتی اواھم المبیت الی غار فدخلوا فیہ فانحدرت صخرۃ من الجبل فسدت علیہم
الغار فقالوا انہ لا ینجیکم من ھذہ الصخرۃ الا ان تدعوا اللہ تعالی بصالح اعمالکم فقال احدھم اللھم
انہ کان لی ابوان شیخان کبیران وکنت ارعی علیھما ولا اغبق قبلھما اھلا ولا مالا وانہ نأی
بی طلب الشجر یوماً ولم ارح علیھما حتی ناما فحلبت لھما غبوقھما فوجدتھما قد ناما فکرھت
ان اغبق قبلھما اھلا ومالا وکرھت ان اوقظھما والصبیۃ یتضاغون عند قدمی والقدح
علی یدی انتظر استیقاظھما حتی برق الفجر اللھم ان کنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغاء وجھک

نفرج عنا ما نحن فیہ من ہذہ الصخرۃ فانفرجت شیئا لا یستطیعون الخروج وقال الآخر اللہم ان کانت لی ابنۃ عم ہی احب الناس الیّ فاردتہا علی نفسہا فامتنعت منی حتی المت بہا سنۃ من السنین فجاءتنی فاعطیتہا مائۃ وعشرین دینارا علی ان تخلی بینی وبین نفسہا ففعلت حتی اذا قدرت علیہا قالت لا احل لک ان تفض الخاتم الا بحقہ فتحرجت من الوقوع علیہا فانصرفت عنہا وہی احب الناس الیّ وترکت الذہب اللہم ان کنت فعلت ذلک ابتغاء وجہک فافرج عنا ما نحن فیہ فانفرجت الصخرۃ غیر انہم لا یستطیعون الخروج فقال الثالث اللہم انی کنت استاجرت اجراء فاعطیتہم اجورہم غیر رجل واحد ترک اجرہ و ذہب فثمرتہ لہ حتی کثرت منہ الاموال فجاءنی بعد حین فقال یا عبد اللہ اد الیّ اجری فقلت کل ما تری من البقر والغنم والابل والرقیق اجرک اذہب فاستقہ فقال یا عبد اللہ لا تستہزئ بی فقلت انی لا استہزئ بک اذہب فاستقہ فاخذہ کلہ اللہم ان کنت فعلت ذلک ابتغاء وجہک فافرج عنا ما نحن فیہ فانفرجت الصخرۃ فخرجوا یمشون اھ کذا فی التیسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے زمانہ میں تین شخص چلے جا رہے تھے یہانتک کہ خوابگاہ کے لئے ایک غار میں ٹھکانا لیا اُسمیں داخل ہوئے تو ایک پتھر پہاڑ سے لڑھک کر آیا اور غار کا منہ بند کر دیا اُنہوں نے آپس میں کہا کہ اس پتھر (کی مصیبت) سے تم کو نجات اسی طرح ملیگی کہ تم اپنے نیک اعمال کے واسطے سے حق تعالیٰ سے دعا کرو پس ایک نے اُنمیں سے کہا کہ اے اللہ میرے دو ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میں اُن کی (خدمت) کے لئے جانور چرایا کرتا تھا اور اُن سے پہلے کسی کو شام کا دودھ نہیں پلاتا تھا نہ اہل وعیال کو نہ کسی کو۔ ایک دن میں درختوں کی تلاش میں بہت دور نکل گیا اور شام کے وقت (معمول کے موافق) اُنکے پاس نہ پہونچا حتی کہ دونوں لیٹ گئے تو میں نے اُنکے لئے شام کا دودھ دوہا (اور اُنکے پاس لیگیا) تو اُن کو سوتا ہوا پایا تو میں نے یہ ناگوار سمجھا کہ اُن سے پہلے کسی کو پلاؤں اور یہ بھی ناگوار سمجھا کہ اُن کو جگاؤں اور میرے بچے (بھوک کی وجہ سے) میرے پیروں میں (پڑے) چیخ رہے تھے اور پیالہ میرے ہاتھ پر تھا میں اُنکے جاگنے کا منتظر تھا حتی کہ صبح نمودار ہو گئی اے اللہ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام آپکی رضا جوئی کیلئے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت جو اس پتھر کی وجہ سے آئی ہے دور کر دیجئے۔ تو پتھر کچھ ہٹ گیا جسمیں نکلنے کی گنجائش نہ تھی دوسرے نے کہا کہ اے اللہ میری ایک چچا

کی بیٹی تھی جو سب سے زیادہ مجھکو محبوب تھی میں نے اُس سے خواہش کی کہ مجھے اپنے اوپر قابو دیدے اُسنے مجھ سے انکار کیا یہانتک کہ ایک سال اُسکو قحط (کا صدمہ) پہونچا تو میرے پاس آئی میں نے اُسکو ایکسو بیس اشرفیاں اس شرط سے دیں کہ مجھے اپنے نفس پر قابو دیدے اُسنے منظور کیا حتی کہ جب میں نے اُسپر قابو پالیا تو وہ کہنے لگی کہ تجکو مُہر کا توڑنا خلاف قاعدہ جائز نہیں تو میں نے اُسپر گر پڑنے کو گناہ سمجھا اور اُسکے پاس سے ہٹ گیا حالانکہ مجھے وہ بہت ہی محبوب تھی اور اشرفیاں اُسی کے پاس چھوڑ دیں اے اللہ اگر یہ کام میں نے آپکی رضاجوئی کیلئے کیا ہے تو جس بلا میں ہم گرفتار ہیں اسکو دور کر دیجئے تو پتھر کچھ اور ہٹ گیا مگر اب بھی نکل نہ سکتے تھے تیسرے نے کہا کہ اے اللہ میں نے چند آدمیوں کو مزدوری پر رکھا تھا پھر میں نے سبکو اُنکی مزدوری ادا کر دی بجز ایک شخص کے جسنے اُسکے لینے سے انکار کیا اور (اپنا حق چھوڑ کر) چلدیا تو میں نے اُسکے حق (میں کاشت کرنی شروع کی اور اُسکو بڑھایا) حتی کہ اُس سے (بڑھتے بڑھتے) بہت مال ہوگیا پھر وہ ایک زمانہ کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بندۂ خدا میری مزدوری ادا کر دے میں نے اُس سے کہا کہ جسقدر گائے بکریاں اور اونٹ اور غلام تو دیکھ رہا ہے یہ تیری مزدوری ہے جا ان سبکو ہانک لیجا وہ کہنے لگا کہ خدا کے بندے مجھسے مذاق مت کر میں نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا تو ان سب کو لیجا پھر اُسنے وہ سب لے لیا اے اللہ اگر میں نے یہ کام آپکی رضاجوئی کیلئے کیا ہے تو ہم سے اس بلا کو دور کر دے جس میں ہم گرفتار ہیں تو پتھر (بالکل) ہٹ گیا اور وہ سب نکلکر چلتے ہوئے اھ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں اذا اصابھم المطر فأووا الی غار الخ کہ اُن لوگوں کو بارش کا سامنا ہوا تو ایک غار میں پناہ لی اور اُسی روایت میں کاشت اور زراعت کرنے کا بھی ذکر ہے وانی عمدت الی ذلک الفرق فزرعتہ الخ کذا فی الترغیب اس حدیث سے اخلاص کی برکت معلوم ہوتی ہے نیز یہ کہ اپنے خاص عمل کے واسطے سے دعا کرنا مصیبت کو ہٹا دیتا ہے۔

۹

(عہد ۴۰) قرآن حق تعالی کے سامنے سعادت یا بدبختی کی شہادت دیگا الخ یہ ایک حدیث کیطرف اشارہ ہے جسکو صحیح ابن حبان میں جابر رض سے مرفوعاً روایت کیا ہے القرآن شافع ومشفع وما حل مصدق من جعلہ امامہ قادہ الی الجنۃ ومن جعلہ خلف ظہرہ ساقہ الی النار کذا فی الترغیب۔ قرآن شفاعت کریگا اور اُسکی شفاعت قبول کیجاویگی اور وہ (اہل قرآن) کیلئے کوشش اور خصومت کرنے والا اور تصدیق کرنے والا ہے جو اُسکو اپنا امام بناویگا اُسکو جنت میں پہونچا دیگا اور جو اُسکو پس پشت

ڈالدیگا اُسکو دوزخ میں گرادیگا۔

(عہد ۴۱) تکبر میں ادنیٰ بات یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی صفات کو چھیننا چاہتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کی گردن توڑ دینگے الخ یہ ایک حدیث کیطرف اشارہ ہے جسکو ابوداؤد وابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے قال اللہ تعالیٰ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدا منہما قذفتہ الی النار حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکبر اور عظمت میری ردا اور ازار ہیں جو کوئی ان کو مجھ سے چھیننا چاہیگا میں اُسکو جہنم میں ڈالدونگا اور طبرانیؒ ایک مرفوع حدیث میں روایت کیا ہے من تکبر قصمہ اللہ جو تکبر کریگا حق تعالیٰ اُسکی گردن توڑ دینگے اھ کذا فی الترغیب

(عہد ۴۶) واللہ تعالیٰ یحب من عبادہ الذی ان غاب لم یفتقد واذا حضر لا یوبہ۔ یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جسکو ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الذین ان غابوا لم یفتقدوا وان حضروا لم یعرفوا قال الحاکم صحیح ولا علۃ لہ کذا فی الترغیب حق تعالیٰ نیک متقی چھپے لوگوں کو چاہتے ہیں جو اگر غائب ہوں تو کوئی اُن کی تلاش نہ کرے حاضر ہوں تو کوئی پہچانے بھی نہیں۔

(عہد ۴۷) من صلی الصبح فی جماعۃ فھو فی ذمۃ اللہ جسنے صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی وہ اللہ کی پناہ میں ہے اسکو طبرانی اور ابن ماجہ نے ابو بکرہؓ سے روایت کیا ہے و رجالہ رجال الصحیح کذا فی الترغیب و فی قصۃ یعقوب علیہ السلام یقول اللہ تعالیٰ انی لم احب من خلقی شیئاً حبی الیتامی والمساکین الخ رواہ الحاکم والبیہقی والاصبہانی واللفظ لہ وقال الحاکم کذا فی سماعی حفص بن عمر بن الزبیر واظن الزبیر وہما وانہ حفص بن عمر بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ فان کان کذلک فالحدیث صحیح اھ کذا فی الترغیب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مخلوق میں سے کسی کو اسقدر نہیں چاہتا جسقدر یتامیٰ اور مساکین کو چاہتا ہوں۔

(عہد ۵۵) ملائکہ جنبی سے دور رہتے ہیں الخ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے عن علی کرم اللہ وجہہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب فرشتے اُس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا ہو یا کوئی جنبی ہو کذا فی الترغیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ بدون غسل جنابت کے بھی سو رہے الخ مسلم نے عبد اللہ بن قیس سے روایت کیا قال سألت عائشۃ رض عن وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث

١٠

قلت کیف کان یصنع فی الجنابۃ اکان یغتسل قبل ان ینام ام ینام قبل ان یغتسل قالت
کل ذالک قد کان یفعل ربما یغتسل فنام وربما توضأ فنام الحدیث میں نے حضرت عائشہ رض
سے حضورؐ کے وتر کی بابت سوال کیا پھر پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے پوچھا کہ حضور حالت
جنابت میں کیا کرتے تھے آیا سونے سے پہلے غسل کرتے تھے یا نہانے سے پہلے سو رہتے تھے حضرت عائشہ رض
نے فرمایا کہ ہر طرح کرتے تھے بعض دفعہ غسل کر کے سو رہے اور بعض دفعہ (بدون غسل کے صرف) وضو کر کے
سو رہے الخ حالت جنابت میں بدون وضو یا تیمم کے سو رہنا مکروہ ہے اور غسل کر کے سونا افضل ہے۔

(عہد ۵۷) شاید تم عیسے علیہ السلام کا قول بھول گئے ہوگے حب الدنیا رأس کل خطیئۃ الخ بیہقی نے اس
حدیث کو انہی الفاظ سے اسناد حسن کے ساتھ حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے کذا فی المقاصد باقی عیسیٰ علیہ
السلام کا قول ہونا میری نظر سے نہیں گذرا و فی الترغیب عن حذیفۃ رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الخمر جماع الاثم والنساء حبائل الشیطان وحب الدنیا رأس کل خطیئۃ ذکرہ رزین ولم اره فی شیء من اصولہ
یحشر المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل انسان اپنے دوست کے دین پر قیامت میں اٹھیگا پس
ہر شخص دیکھ لیا کرے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے الخ اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی وغیرہ نے اسطرح روایت کیا ہے
المرء علی دین خلیلہ الخ ترمذی نے اسکو حسن غریب کہا ہے اور اس معنی میں ایک حدیث متواتر بھی ہے
المرء مع من احب انسان جسکے ساتھ محبت کرے اُسی کے ساتھ ہوگا۔

(عہد ۶۰) ان راتوں میں حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا حدیثوں میں وارد ہے الخ وہ حدیثیں یہ ہیں عن ابی ہریرۃ رض
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث
اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ متفق علیہ وفی روایۃ
لمسلم ثم یبسط یدیہ ویقول من یقرض غیر عدوم ولا ظلوم حتی ینفجر الفجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہمارے پروردگار جل وعلیٰ ہر رات کو جبکہ پچھلا تہائی حصہ باقی رہجاتا ہے آسمان دنیا کیطرف نزول فرماتے
ہیں (اور اہل دنیا پر تجلی اور رحمت فرماتے ہیں) اور یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھسے کون دعا کرتا ہے تاکہ میں قبول
کروں کون مانگتا ہے تاکہ میں عطا کروں کون مغفرت چاہتا ہے تاکہ میں بخشدوں (متفق علیہ حدیث ہے) اور
مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر اپنے ہاتھ کھولدیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کون قرض دیتا ہے ایسے (مالک) کو
جو نہ تو نادار ہے نہ کمی کرنیوالا ہے فجر طلوع ہونے تک (یہی فرماتے رہتے ہیں) وروی الترمذی مرفوعاً وقال حدیث حسن

١١

صحیح غریب اسناداً اقرب ما یکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر فان استطعت ان تکون ممن یذکر اللہ فی تلک الساعۃ فکن حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب بندہ کو رات کے آخری حصہ میں نصیب ہوتا ہے پس اگر تم اُسوقت خدا کی یاد کرنیوالوں میں ہو سکو تو ہو جاؤ۔ وروی مسلم عن جابر مرفوعاً ان فی اللیل ساعۃ لا یوافقہا رجل مسلم یسأل اللہ فیہا خیراً من امر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ ایاہ حضورؐ نے فرمایا کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اُسمیں مُسلمان بندہ حق تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے حق تعالیٰ ضرور اُسکو عطا کر دیتے ہیں اھ جب ہر رات کی یہ فضیلت ہے تو جن راتوں کی زیادہ خصوصیت ہے انمیں زیادہ تجلی اور زیادہ قرب ہونا خود سمجھ میں آسکتا ہے۔ جمعہ کی رات میں تمام رات تجلی ہونا صراحۃً تو کسی حدیث سے مجکو معلوم نہیں ہوا البتہ اشارۃً ضرور معلوم ہوتا ہے۔ روی البیہقی عن انس مرفوعاً قال وکان صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیلۃ الجمعۃ لیلۃ اغر ویوم الجمعۃ یوم ازہر کذا فی المشکوٰۃ حضورؐ نے فرمایا کہ جمعہ کی رات بہت روشن رات ہے اور جمعہ کا دن بہت شاندار دن ہے وروی الطبرانی فی الکبیر عن ابی عبیدۃ عن ابیہ قال سارعوا الی الجمعۃ فان اللہ یبرز الی اہل الجنۃ فی کل یوم جمعۃ فی کثیب کافور فیکونوا منہ فی القرب علی قدر تسارعہم الحدیث کذا فی الترغیب وابو عبیدۃ لم یسمع من ابیہ وقال بعضہم سمع منہ اھ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جمعہ کی (نماز کی) طرف جلدی کیا کرو کیونکہ حق تعالیٰ جنتیوں پر ہر جمعہ کے دن کافور کے ٹیلہ پر تجلی فرمایا کرینگے تو حق تعالیٰ کا قرب اُن کو اُسی قدر نصیب ہوگا جتنی وہ جمعہ کی نماز میں سبقت کرتے ہونگے روی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ اربعۃ وعشرین ساعۃ لیس فیہا ساعۃ الا وللہ فیہا ستمائۃ عتیق من النار الحدیث رواہ ابو یعلی والبیہقی بختصار کذا فی الترغیب حضورؐ نے فرمایا کہ جمعہ کی رات اور دن کے چوبیس گھنٹے ہیں اُسکی ہر ساعت میں حق تعالیٰ چھ سو آدمی جہنم سے آزاد کرتے ہیں اور شعبان کی پندرھویں رات کے بارہ میں بہت احادیث وارد ہیں ایک حدیث یہ ہے یطلع اللہ الی جمیع خلقہ لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن رواہ الطبرانی وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب حق تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں تمام مخلوق پر نظر فرماتے ہیں پھر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں بجز مشرک اور کینہ (اور دشمنی) رکھنے والے کے اھ اور شب قدر کی تجلی کے بارہ میں تو یہ حدیثیں ہیں۔ روی البیہقی وقال الحافظ المنذری حدیث حسن مرفوعاً ینادی منادٍ من السماء کل لیلۃ یعنی من شہر رمضان الی انفجار الفجر یا باغی الخیر تمم وابشر

ویا باغی الشر اقصر وابصر ھل من مستغفر فیغفر لہ ھل من تائب یتاب علیہ ھل من داع یستجاب لہ ھل من سائل یعطے سؤلہ الحدیث حضور ؐ نے فرمایا کہ رمضان کی ہر رات میں صبح طلوع ہونے تک آسمان سے ایک پکارنیوالا پکارتا ہے کہ اے بھلائی کے طالب تو کام پورا کرتا رہ اور خوش رہ اور اے بدی کے طالب بس کر اور آنکھیں کھول کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ اُسکی مغفرت کیجائے کوئی توبہ کرنیوالا ہو کہ اُسکی توبہ قبول کیجائے کوئی دعا کرنیوالا ہے کہ اسکی درخواست منظور کیجائے کوئی مانگنے والا ہے کہ اُسکا سوال پورا کیا جائے اھ جب رمضان کی ہر رات میں صبح تک تجلی رہتی ہے تو شب قدر کا کیا کہنا بیہقی اور نسائی کی روایت میں ہے فیہ لیلۃ خیر من الف شہر من حرم خیرھا فقد حرم الخیر کلہ اھ کذا فی العھود۔ رمضان میں ایک رات ہزار مہینے سے افضل ہو (یعنی شب قدر) جو اسکی خیر (و برکت) سے محروم رہا وہ ساری بھلائی سے محروم رہا اھ روی البیہقی مرفوعًا اذا کان لیلۃ القدر نزل جبریل فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عز وجل الحدیث کذا فی المشکوۃ جب شب قدر ہوتی ہو تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کے لشکر کے ساتھ اُترتے ہیں اور جو شخص کھڑا یا بیٹھا خدا کو یاد کر رہا ہو اُسپر (سکینہ و) رحمت وغیرہ نازل کرتے ہیں۔ اور عیدین کی رات کے بارہ میں حدیث میں ہیں۔ روی الطبرانی فی الاوسط والکبیر مرفوعًا من احیی لیلۃ الفطر ولیلۃ الاضحی لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب کذا فی الترغیب جو عید الفطر و عید الاضحی کی رات کو (خدا کی یاد میں) بیدار رہا اُسکا دل اُس روز نہ مریگا جسدن تمام دل مرجاوینگے وروی الترمذی فی روایۃ مرفوعًا صیام کل یوم منھا یعدل بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر کذا فی التیسیر۔ عشرہ ذی الحجہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔

(عہد ۷۲) قولہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمنون کالجسد الواحد الخ سب مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اس حدیث کو شیخین نے بایں الفاظ روایت کیا ہے مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر البدن بالسھر والحمی اھ کذا فی التیسیر مسلمانوں کی مثال دوستی اور رحمت و شفقت میں ایک بدن کی مانند ہے کہ جب اُسمیں سے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہو تو سارا بدن بیداری اور بخار میں اُسکا شریک ہو جاتا ہو وروی احمد و مسلم المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی رأسہ اشتکی کلہ وان اشتکی عینہ اشتکی کلہ اھ سب مسلمان ایک تن واحد کی شکل میں ہیں اگر

سر میں تکلیف ہو تو سارے بدن میں تکلیف ہوتی ہے اگر آنکھ میں تکلیف ہو جب سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔

(عہد ۶۸) المہاجر لا یرفع لہ الی السماء عمل مسلمانوں سے قطع تعلق کرنیوالے کا کوئی عمل آسمان کیطرف نہیں پہونچتا اھ یہ مضمون ایک حدیث کا ہے جسکو ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان اھ کذا فی الترغیب حضور نے فرمایا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جنکی نماز سر سے اوپر ایک بالشت بھی نہیں بلند ہوتی ایک وہ شخص جو کسی قوم کی اس حالت میں امامت کرے کہ وہ اس سے ناراض ہوں یعنی وہ اسکو امام بنانا نہیں چاہتے یہ زبردستی امام بنا ہوا ہو بشرطیکہ انکی ناراضی کسی شرعی وجہ سے ہو) دوسرے وہ عورت جو اس حالت میں رات گذارے کہ اسکا شوہر اس سے ناراض ہو تیسرے وہ دو مسلمان جو آپس میں باہم قطع تعلق کئے ہوئے ہوں۔

(عہد ۶۹) احثوا فی وجوہ المداحین التراب تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی جھونک دو اھ رواہ الترمذی وغیرہ باسناد حسن کذا فی العزیزی۔

(عہد ۷۰) شارع علیہ السلام نے اُس چیز کے لینے سے منع کیا ہے جو انتظار نفس کے بعد آئے اھ۔ روی احمد باسناد صحیح من بلغہ عن اخیہ معروف من غیر مسئلۃ ولا اشراف نفس فلیقبلہ ولا یردہ اھ حضور نے فرمایا کہ جسکو اپنے کسی بھائی سے بدون سوال اور بغیر انتظار نفس کے کوئی احسان پہونچے تو اُسکو قبول کر لینا چاہیئے رد نکرنا چاہیئے۔

(عہد ۷۱) یا عبد الرحمن بن سمرۃ لا تسئل الامارۃ فانک ان اعطیتھا من غیر مسئلۃ اعنت علیھا وان اعطیتھا عن مسئلۃ وکلت الیھا اھ اے عبد الرحمن بن سمرۃ حکومت وغیرہ خود نہ مانگو کیونکہ اگر تم کو بدون مانگے ملگئی تو اُس میں تمہاری اعانت کیجائیگی اور اگر مانگنے سے ملی تو تم کو اُسی کے حوالہ کر دیا جائیگا (اور امداد کچھ نہوگی) اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے کذا فی الترغیب

(عہد ۷۲) چغلخور بدترین مخلوق ہے الخ روی احمد باسناد حسن شرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ بدترین مخلوق چغلی کھانے والے ہیں۔ امام احمد نے اسناد حسن کے ساتھ اسکو روایت کیا ہے

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبلغونی عن اصحابی شیئا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم

۱۴

الصلٰی ورواہ ابوداؤد وسکت عنہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجکو میرے اصحاب کی کوئی بات نہ پہونچایا کرو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف دل ہوکر آیا کروں اھ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا اور اسپر سکوت کیا

(عہد ۷۹) حدیث میں ہے کہ برا ولیمہ وہ ہے جس میں اغنیاء کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جاسے اھ اس حدیث کو شیخین نے ابو ہریرہ رضہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی لہا الاغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ

(عہد ۸۰) لا تتخذوا قبری عیدًا میری قبر کو عید مت بناؤ اھ اس حدیث کو نسائی نے بایں الفاظ روایت کیا ہے لا تتخذوا قبری عیدًا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم میری قبر کو عید مت بناؤ اور میرے اوپر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھکو پہونچ جاتا ہے چاہے تم کہیں ہو

لا تتخذوا قبور انبیاءکم مساجد اس حدیث کے صحیح الفاظ یہ ہیں لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد خدا یہود و نصارٰی پر لعنت کرے انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(عہد ۸۵) اتقوا النار ولو بشق تمرۃ جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ ایک چھوارے کا ٹکڑا ہی خیرات کردو یہ حدیث متواتر ہے یعنی یقینًا صحیح ہے شیخین وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے۔

(مضمون دوم) یہ حدیثیں لکھنے کے بعد جی چاہا کہ اپنی اجازت حدیث جو کہ اعلیحضرت سیدی ومرشدی المحدث الفقیہ مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم سے مجھکو حاصل ہوئی ہے اس کتاب کے اخیر میں ملحق کروں تاکہ وہ محفوظ بھی ہو جائے اور کتاب کے لیے باعث برکت ہو۔

اجازت حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد فخر الاولین والآخرین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاءہ اجمعین - اما بعد فیقول المفتقر الی رحمۃ ربہ القوی خلیل احمد بن الشاہ مجید علی الانصاری الایوبی الانبہٹوی عفا اللہ عنہ انی اخذت عن مولانا الشیخ مظہر احمد النعمانی الدیوبندی ثم التھانوی اذا تم الدرس علیہ قرأت علیہ من اوائل الکتب الصحاح الستۃ فی جماعۃ وسمعت منہ نبذًا من المسلسلات لشاہ ولی اللہ المحدث

15

الدهلوى قدس سره وطلب منى اجازتها وقد حصل لى القراءة والسماع بجميع كتب الحديث
وغيرها وردًّا على شيخى واستاذى الحبر الكامل والبحر الفاضل الفائق بانواره على النيرين
الشمس والقمر مولانا الشيخ محمد مظهر النانوتوى الصديقى رحمه الله رحمة واسعة
ثم قرأت بعض الصحاح اعنى الجامع الصحيح للبخارى والشمائل للترمذى والمسلسلات
للشيخ ولى الله قدس سره ومسند الجن المسمى بالنوادر والدر الثمين كلاهما له واوراقًا
معدودة من صحيح الامام مسلم وشيئًا من مسند الدارمى على مولانا الشيخ عبد القيوم
بن مولانا الشيخ عبد الحى المرحوم البوفالى ثم البدهانوى رحمهما الله برحمة من عنده
فحصل لى منه الاجازة العامة سنة الف ومائتين وثلث وتسعين ١٢٩٣ھ من الهجرة النبوية
على صاحبها افضل الصلوة وازكى التحية وذلك حين اقامتى فى بوفال على خدمة
التدريس بالمدرسة السليمانية ثم لما تشرفت بخير بلاد الله مكة المشرفة زادها الله
كرامة ونورًا وزرت البيت الحرام اول مرة سنة الف ومائتين وثلث وتسعين حصل لى
هنالك اجازة عامة من مولانا الشيخ السيد احمد بن زينى دحلان المكى مفتى السادة
الشافعية بمكة المحمية ثم لما اكتحلت بغبار طيبة وتشرفت بزيارة خير البقاع روضة سيد
المرسلين صلوة الله وسلامه عليه الى يوم الدين وحضرت عقبة مولانا الشيخ عبد الغنى
الدهلوى المجددى المهاجر المدنى رحمه الله تعالى قرأت عليه من اوائل الكتب الستة فاجازنى
باجازة عامة سنة الف ومائتين واربع وتسعين ١٢٩٤ھ ولى اجازة عامة من مولانا الشيخ السيد احمد
البرزنجى مفتى السادة الشافعية بالمدينة النبوية سابقًا اجازنى بها سنة الف وثلثمائة ١٣٢٩ھ
وتسع وعشرين وفى هذه السنة حصلت لى اجازة عامة من مولانا الشيخ بدر الدين المحدث
الشامى مراسلةً فاجزت الاخ المذكور كما اجازنى مشائخى الاعلام بكل ما يجوز لى رواية ودراية
من كتب الحديث الصحاح الستة والموطائين للامامين الهمامين الامام مالك بن انس الاصبحى والامام
محمد بن الحسن الشيبانى ومسند الدارمى والمسلسلات للشيخ ولى الله المحدث الدهلوى
والمسلسل باجابة الدعاء فى الملتزم خاصة وغيرها من كتب الحديث والتفسير والفقه والاصول
والمنقول والمعقول اجازة عامة واجازه ان يجيز غيره ممن تاهل لهذا الفن الشريف بالشرائط
المعتبرة عند علماء هذا الشان واوصيه بتقوى الله فى السر والاعلان وان يجتنب عن الاهواء المحدثة فى الدين وعن
طلب الدنيا ولذاته وان لا ينسانى فى دعوات الصالحة وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه وبارك وسلم

حرره العبد الاثيم خليل احمد عفا الله تعالى عنه — [مهر: خليل احمد] — شوال سنة ١٣٣٢ھ

مختصر فہرست کتب کتب خانہ تجارتی مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

تہذیب السالکین

اہل عقل و نقل پر مخفی نہیں ہے کہ تہذیب اخلاق کسقدر مہتم امر ہے اور اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ کتب اخلاق کا مطالعہ اور حضرت اہل اللہ کی صحبت ہے، اور چونکہ کتب اخلاق میں حضرت سیدنا و مولانا ابو حامد غزالی قدس سرہ کی تصانیف نہایت نافع اور آسان ہیں اسلئے حضرت مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب مدظلہم نے کتاب اربعین کا ترجمہ کر کے اس کا نام تہذیب السالکین رکھا ہے اسمیں جا بجا مفید قصوں کا بھی کتب معتبرہ سے اضافہ کیا گیا ہے اور احادیث کا صحت و سقم بھی بیان کیا گیا ہے اور مسائل فن کی توضیح اور ترجمہ میں چستی ترکیب و رعایت محاورہ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے عام مسلمانوں اور بالخصوص سالکین کے لئے نہایت مفید ہے باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ۸ر رکھے گئے ہیں ضرور منگائیے۔

اصلاح انقلاب حصہ اوّل

فی زمانہ جسقدر کوتاہیاں واقع ہو گئی ہیں کہ جنکا احساس اکثر اہل علم کو بھی نہیں ہے اور جنکی اصلاح ایک مجدد وقت کا فرض منصبی تھا الحمد للہ کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے ان تمام کوتاہیوں کو بالتفصیل اس رسالہ میں بیان فرما دیا ہے اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے جلد منگائیے ورنہ ختم ہو جاویگا قیمت نہایت ارزاں صرف عم

ضیاء الشمس فی اداء الہمس

یہ رسالہ فن تجوید کے متعلق حروف کاف و تاء کی صفت ہمس کی تحقیق و طریق ادا میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بصورت فتوی لکھا گیا ہے اس کی توصیف اسیقدر کافی ہے کہ حضرت تھانوی مدفیوضہم نے اس بحث میں اس کو پسند فرما کر بضمن امداد الفتاوی ایک سوال کے جواب میں بعینہ نقل فرما دیا ہے قیمت صرف

المشتہر

رفیق احمد مالک امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

اُصُول و مقاصد رسالۂ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے ۞

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے ۞

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا ۞

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاءاللہ تعالیٰ شائع ہوا کرے گا ۞

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جاویگا قیمت سالانہ ۱۲؍ ہے امسال بوجہ گرانی کاغذ ۲؎ رہے ۞

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے ۱۲؍ کا ویلو ہوگا ۔ امسال ۲؎ کا ویلو ہوگا ۞

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجینگے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا ۞

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۸ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے ۞

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہینگے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی ۞

(۱۰) رسالۂ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی ۞

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں ۞

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیئے ۔ جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو ۞

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالۂ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ف ۵ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۰۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ